مظفر حسین شاہ رضاخانی کی طرف سے مولانا **ساجد خان** نقشبندی صاحب حفظہ اللہ کی
مایہ ناز کتاب "دفاع اہل السنۃ والجماعۃ جلد اول کے چند صفحات" کے رد میں لکھی جانے والی دھوکا،
دجل و فریب کے تمام ریکارڈ توڑنے والی کتاب کا مدلل و محقق جواب

بنام

كَشْفُ الْخِدَاعِ عَمَّا ظَهَرَ فِي رَدِّ الدِّفَاعِ

المعروف

دِفاع اہل السنۃ والجماعۃ

کی حقانیت (جلد اول)

مولف
محترم بھائی **ابوسعد لئیق** صاحب

ناشر
دفاع اہل السنۃ والجماعۃ اکیڈمی

مظفر حسین شاہ رضا خانی کی طرف سے مولانا ساجد خان نقشبندی صاحب حفظہ اللہ کی مایہ ناز کتاب ''دفاع اہل السنۃ والجماعۃ جلد اول کے چند صفحات'' کے ردّ میں لکھی جانے والی دھوکا، دجل وفریب کے تمام ریکارڈ توڑنے والی کتاب کا مدلّل ومحقّق جواب

بنام

کشف الخداع عما ظهر فی رد الدفاع

المعروف

دفاع اہل السنۃ والجماعۃ کی حقّانیت

جلد اوّل

مؤلّف

محترم بھائی ابوسعد لئیق حنفی صاحب حفظہ اللہ

ناشر دفاع اهل السنة والجماعة اکیڈمی

کتاب کا نام : کشف الخداع عما ظہر فی رد الدفاع (جلد اول)
مولف : محترم ابو سعد لئیق حنفی صاحب حفظہ اللہ
سن اشاعت : ربیع الآخر سنہ ۱۴۴۲ھ
صفحات : ۳۶۷
ہدیہ تعاون :
ناشر : دفاع اہل السنۃ والجماعۃ اکیڈمی

فہرست

صفحات کی تنگی کی وجہ سے فہرست کو مختصر رکھا گیا ہے اکثر عنوانات کے ذیل میں دیگر عنوانات بھی ہیں

نمبر شمار	عناوین	صفحہ نمبر	نمبر شمار	عناوین	صفحہ نمبر
۱	عرض مولف	۱۰	۱۶	علما دیوبند کے ایمان کی ایک اور گواہی	۷۸
۲	رضاخانی کتاب میں دست و گریباں	۱۲	۱۷	اویسی کی عبارت اور رضاخانی کی جہالت	۸۰
۳	رضاخانی مولف کے جھوٹ	۲۰	۱۸	فیض احمد اویسی کی گستاخی	۸۱
۴	رضائے مصطفی کے تبصرے پر ایک نظر	۲۵	۱۹	مظفر حسین کی عاجزی	۸۱
۵	چند باتوں کا اصولی جواب	۳۶	۲۰	رضاخانی کی ایک اور جہالت	۸۲
۶	مظفری پیش لفظ پر ایک نظر	۴۳	۲۱	رضاخانی اکابر اور مجدد الف ثانی مظفری ذہنیت	۸۳
۷	دفاع اہل السنۃ والجماعۃ کے نام پر اعتراض	۵۹	۲۲	سے معاذ اللہ قادیانیت کے نقش قدم پر	
۸	معترضین کی تضاد بیانی یا مظفر حسین کی خرد ماغی؟؟	۶۴	۲۳	سیرت رسول عربی ﷺ سے استدلال	۸۴
۹	آپس کے اختلاف پر ایک اصولی بات پر رضاخانی جہالت	۶۵	۲۴ ۲۵	کتابت کی غلطی کی بھڑک بڑوں کی گستاخیاں کاتب کے گلے میں	۸۵ ۸۶
۱۰	حجۃ الاسلام مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی ولایت کو مشکوک بنانے کی ناکام کوشش کا رد	۶۶	۲۶	بعد کے لوگوں کو عبارت بدلنے کا حق کس نے دیا؟	۸۷
۱۱	حضرت تھانویؒ کی التکشف کے حوالہ پر ایک نظر	۶۸	۲۷	تحریف رضاخانیوں کا آبائی پیشہ ہے	۸۸
۱۲	ظلیت کے مظفری معنی کا بطلان	۷۱	۲۸	نور بخش توکلی فتوی کفر کی زد میں	۸۸
۱۳	توکل شاہ انبالوی کا خواب اور حضرت نانوتویؒ کی ولایت کا ثبوت	۷۴	۲۹	عدم علم کی بنیاد پر تعریف کا قول بھی ایک ڈرامہ ہے	۸۸
۱۴	کیا مرید کو ولایت محمدیہ ﷺ نہیں مل سکتی؟	۷۵	۳۰	تقریظ کا پنچر اور ٹپی صاحب کی جہالت	۸۹
۱۵	مشتاق احمد انبیٹھوی صاحب کی شخصیت اور مظفر کی جہالت	۷۶	۳۱	کسی بدعتی کے حوالے ہمارے خلاف نہیں پیش کیے جاسکتے	۹۰

نمبر شمار	عناوین	صفحہ نمبر	نمبر شمار	عناوین	صفحہ نمبر
۳۲	توکلی کے بدمذہب ہونے پر ایک اور دلیل	۹۰	۴۹	مولانا نذیر احمد رامپوری اور مولانا نانوتویؒ	۱۰۸
۳۳	مولانا نانوتویؒ اور خواجہ قمر الدین سیالوی	۹۱	۵۰	متضاد اقوال اور نذیر احمد صاحب	۱۰۹
۳۴	احمد رضا خواجہ سیالوی کے فتوی سے کافر ہے	۹۵	۵۱	ذاتی کی اصطلاح اور رضاخانیت	۱۱۰
۳۵	شاہ اسماعیل شہیدؒ نے سکھوں کے خلاف جہاد کیا لہٰذا شہادت پائی	۹۵	۵۲	رضاخانی سلب نبوت کے قائل	۱۱۰
			۵۳	مولوی دیدار علی شاہ اور مولانا نانوتویؒ	۱۱۰
۳۶	خواجہ غلام فرید چاچڑاں صاحب	۹۶	۵۴	رضاخانی رسالہ کا آغاز ہاتھ کی صفائی سے کرتے ہیں	۱۱۲
۳۷	مولوی احمد رضا کا اصول اور مقابیس المجالس	۹۷	۵۵	اشرف سیالوی کی قطع و برید	۱۱۳
۳۸	کیا کسی کتاب میں تحریف سے پوری کتاب غیر معتبر ہو جائے گی؟	۹۷	۵۶	الصوارم الہندیہ اور مولوی دیدار علی الوری	۱۱۳
			۵۷	دیدار صاحب نے کفر پر مہر لگا دی	۱۱۴
۳۹	رضاخانی کا جعلی حوالہ پیش کرنا	۹۸	۵۸	پیر کرم شاہ صاحب اور مولانا نانوتویؒ	۱۱۴
۴۰	کچھ باتیں مناظرہ بہاولپور کے متعلق	۹۸	۵۹	رجوع کا دجل وفریب	۱۱۶
۴۱	مولانا فقیر محمد جہلمی اور مولانا نانوتویؒ	۱۰۰	۶۰	علماء فرنگی محل اور حضرت نانوتویؒ	۱۱۷
۴۲	رضاخانی اپنے اصولوں کی زد میں	۱۰۱	۶۱	کیا تقویۃ الایمان پر جرح سے اکابر دیوبند	
۴۳	پیش کردہ عبارات سے خود متفق نہیں	۱۰۲	۶۲	متہم ہو جاتے ہیں؟	۱۲۰
۴۴	تعریف پر عدم واقفیت کا پنکچر	۱۰۳	۶۳	خلیل خان برکاتی اور مولانا نانوتویؒ	۱۲۲
۴۵	اختلاف کی صورت میں شاہ شہیدؒ کو اہل باطل کہا جائے گا؟	۱۰۴	۶۴	حاجی امداد اللہ مہاجر مکی صاحب رحمتہ اللہ علیہ اور مولانا نانوتوی رحمتہ اللہ علیہ	۱۲۴
۴۶	نقل عبارت میں اغلاط کی بات	۱۰۴	۶۵	ارواح ثلاثہ کی عبارت کا اصل معنی	۱۲۵
۴۷	حضرت مولانا فضل الرحمن گنج مراد آبادی مرحوم اور مولانا نانوتوی	۱۰۵	۶۶	مولانا گنگوہیؒ کا قلم عرش کے پار چلتا ہے ۔۔۔ رضاخانی جواب پر ایک نظر	۱۲۶
۴۸	حکیم الامت مولانا تھانویؒ کے لیے دعا	۱۰۷	۶۷	خواجہ غلام فرید صاحب اور مولانا نانوتوی	۱۲۶

نمبر شمار	عناوین	صفحہ نمبر	نمبر شمار	عناوین	صفحہ نمبر
۶۸	رضاخانی کی جہالت کہ عدم ذکر عدم وجود کو مستلزم	۱۲۸	۸۵	دیگرلن ترانیوں پر ایک نظر	۱۶۱
۶۹	اس جاہلانہ اصول پر پھر یہ بھی تسلیم کرو	۱۲۸	۸۶	ابوالاعلیٰ مودودی اور رضاخانیوں کی منافقت	۱۶۳
۷۰	کون شیطان کو زیادہ اعلم مانتا ہے؟	۱۲۹	۸۷	فاضل بریلوی کی تعریف میں کوثر نیازی	
۷۱	مولانا گنگوہیؒ کو متبحر عالم کہنا اس پر خامہ فرسائی	۱۳۰	۸۸	کے بیان کی حقیقت	۱۶۶
۷۲	مفتی مظہر اللہ کی تکفیر	۱۳۲	۸۹	تلوے کون چاٹتا تھا؟	۱۷۱
۷۳	بریلوی شیخ الاسلام ابو الخیر دہلوی کا حوالہ اور		۹۰	کوثر نیازی کے ساتھ کیا کرنا چاہئے تھا؟	۱۷۲
	اس پر اعتراض کی حقیقت	۱۳۳	۹۱	کوثر نیازی کا کردار اور رضاخانی کی بے بسی	۱۷۲
۷۴	حضرت تھانویؒ کی کرامت اور رضاخانی کی جہالت	۱۴۲	۹۲	افاضات یومیہ کی عبارت سے علامہ ساجد کا استدلال اور رضاخانی کی جہالت	۱۷۳
۷۵	حوالہ میں بددیانتی کا الزام	۱۴۵	۹۳	فاضل بریلوی کے شعر پر حضرت تھانوی کا فتوی	۱۸۲
۷۶	مولانا عبدالباری فرنگی محلی مرحوم کا مبہم توبہ نامہ	۱۴۶	۹۴	آپ بیتی	۱۸۵
۷۷	بہشتی زیور کے متعلق مفتی مظہر اللہ صاحب کا فتوی اور اس پر اعتراض کا جواب	۱۴۷	۹۵	مولانا سید سلیمان ندویؒ کی طرف منسوب حوالہ اور رضاخانی موصوف کی شکست	۱۸۵
۷۸	حضرت تھانوی ہر مسئلہ کو شرعی نقطۂ نظر سے دیکھتے	۱۴۸	۹۶	معارف کے حوالے کی حقیقت	۱۸۷
۷۹	آستانہ کرمانوالہ اور رضاخانی تاویل	۱۵۱	۹۷	حضرت مدنی پر جھوٹے حوالے کا الزام اور	
۸۰	الفاظ ترحم کے متعلق رضاخانی اعتراض کا تجزیہ	۱۵۴		ہدایۃ البریہ پر رضاخانیوں کی ہیرا پھیری	۱۸۸
۸۱	رضاخانی اعتراض کا خلاصہ مع جوابات	۱۵۵	۹۸	آخری بات	۱۹۷
۸۲	اکابر بریلویہ نے علم ہونے کے باوجود تکفیر نہیں کی	۱۵۷	۹۹	اہل السنۃ والجماعۃ کا رضاخانیوں کے ساتھ اصولی اختلاف ہے	۱۹۷
۸۳	رضاخانی موصوف کا مطلب سے فرار	۱۵۸	۱۰۰	مولانا گنگوہی رحمہ اللہ کا فتوی	۱۹۹

نمبر شمار	عناوین	صفحہ نمبر	نمبر شمار	عناوین	صفحہ نمبر
۱۰۲	غلطی کی نشاندہی یا دجل وفریب؟	۲۰۳	۱۲۰	خان صاحب بریلوی کی حیلہ سازیاں	۲۷۰
۱۰۳	یہ شہادت رضاخانیوں کو مفید نہیں	۲۰۳	۱۲۱	مولوی حامد اینڈ کمپنی کی حیلہ سازیاں	۲۷۲
۱۰۴	آپ کے مسائل اور ان کا حل کے حوالے سے مظفری فضولیات	۲۰۵	۱۲۲	منشا تابش قصوری کی عبارت میں رضاخانی نے دجل کی تمام حدیں پار کردیں	۲۷۷
۱۰۵	فتاوی دارالعلوم دیوبند رضاخانی اصول پر	۲۰۸	۱۲۳	دلالی کون کررہا ہے؟	۲۸۰
۱۰۶	رضاخانی کی دماغی حالت	۲۰۹	۱۲۴	یہاں دلال کون ہے؟	۲۸۰
۱۰۷	امام اہلسنت کے فتوے کے متعلق رضاخانی جہالت	۲۱۰	۱۲۵	حسن علی رضوی کی عبارت کے جواب میں فراڈ اور اصل فرقہ پرست کون؟	۲۸۱
۱۰۸	مفتی اعظم پاکستان کے موقف میں رضاخانی کا دجل وفریب	۲۱۱	۱۲۶	کفر کے فتووں کی بنیاد پر پہلے ان کی قربانی دو	۲۸۲
۱۰۹	دیوبندی اکابر اور بریلویوں کا ایمان	۲۱۳	۱۲۷	صرف سات کی قربانی کیوں؟ کوڑھ مغزی	۲۸۴
۱۱۰	علامہ کشمیریؒ کے موقف میں دجل وتلبیس	۲۱۴	۱۲۸	رضاخانیوں کا اصولی مسائل سے فرار	۲۸۵
۱۱۱	کیا عالم کیلئے ہر بات جاننا ضروری ہے؟	۲۱۷	۱۲۹	اس ہٹ دھرمی کو آخر کیا نام دیا جائے؟	۲۸۶
۱۱۲	مظفر حسین کا یوٹرن	۲۱۷	۱۳۰	کوکب نورانی کی عبارت میں فراڈ	۲۸۸
۱۱۳	کیا ان مسائل پر رضاخانی تکفیر نہیں کرتے؟	۲۱۸	۱۳۱	عقل کا دشمن اپنی ہی تردید کرنے لگ گیا	
۱۱۴	ترجمان رضاخانیت کا دجل وتلبیس	۲۱۹		اور امام اہلسنتؒ کی عبارت میں تحریف	۲۸۹
۱۱۵	تقدیس الوکیل پر ایک نظر	۲۲۵	۱۳۲	میڈان بریلی مذہب میں آخر کس کی مانے؟	۲۹۰
۱۱۶	مناظرہ بریلی	۲۴۹	۱۳۳	کیا دیوبندی عوام کا فیصلہ ماننے کو تیار ہیں؟	۲۹۱
۱۱۷	مناظرہ جھنگ	۲۶۰	۱۳۴	علمائے حرمین نے اپنے فتوے سے رجوع کرلیا رضاخانی کا اقرار	۲۹۳
۱۱۸	رضاخانیوں کی بے اصولی	۲۶۲	۱۳۵	عوام تو عوام خواص بھی کفر ماننے کو تیار نہیں	۲۹۴

نمبر شمار	عناوین	صفحہ نمبر	نمبر شمار	عناوین	صفحہ نمبر
۱۳۷	پکھومرتو اشرف آصف جلالی کا نکلا ہے	۲۹۶	۱۵۵	گولڑوی کے حوالے سے گلوخلاصی	۳۱۷
۱۳۸	آج کل ان کا اپنا پکھومر نکلا ہوا ہے	۲۹۷	۱۵۶	حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور اصل استدلال کو گول کر دینا	۳۱۸
۱۳۹	عبارات کو عوام کے سامنے پڑھنے کا مطالبہ	۲۹۷			
۱۴۰	عوام سے فیصلہ اپنے ہی دعوے سے مکرنا	۲۹۹	۱۵۷	خان بریلوی اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی	۳۲۰
۱۴۱	براہین قاطعہ اور مولانا عبدالسمیع رامپوری	۳۰۰	۱۵۸	صریح کذب بیانی	۳۲۱
۱۴۲	مولنا رحمت اللہ کیرانوی کے نام پر دھوکا	۳۰۲	۱۵۹	علامہ فضل حق خیر آبادی	۳۲۲
۱۴۳	حاجی صاحب کے نام پر دھوکا	۳۰۲	۱۶۰	احمد رضا خان کی سند حدیث منقطع ہے	۳۲۴
۱۴۴	یہ آدمی عقل سے بالکل فارغ ہے	۳۰۳	۱۶۱	غلام مہر علی کے دفاع کی ناکام کوشش	۳۲۵
۱۴۵	نہ چاہتے ہوئے بھی آخر کو علامہ صاحب کا دعوی مان ہی لیا	۳۰۴	۱۶۲	دلا بھٹی کی اولاد	۳۲۵
			۱۶۳	غلام مہر علی مرتد ہو جائے گا	۳۲۵
۱۴۶	ننگے پن کی بھی کوئی حد ہوتی ہے بجواب جھوٹ کی بھی کوئی حد ہوتی ہے	۳۰۶	۱۶۴	کذاب و خائن غلام مہر علی کے دفاع کی ناکام کوشش	۳۲۶
۱۴۷	سنبھلی کی عبارت سے گلوخلاصی کی کوشش	۳۰۸	۱۶۵	رضاخانی کا جھوٹ	۳۳۱
۱۴۸	مولانا معین الدین اجمیری پر بہتان عظیم	۳۱۰	۱۶۶	ردالاشراک کا ایک جعلی اور محرف نسخہ	۳۳۲
۱۴۹	الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے	۳۱۱	۱۶۷	حضرت دوست محمد قندہاری کا مکتوب	۳۳۷
۱۵۰	خان صاحب رضاخانی کا صحابہ کرام سے اختلاف اور رضاخانی دجل	۳۱۳	۱۶۸	شاہ دہلوی کا شاہ شہید پر خدا کا شکر ادا کرنا اور رضاخانی کا ایک دفعہ پھر دجل	۳۳۸
۱۵۱	رضاخانی کی طرف سے کاشف پر چار حرف	۳۱۳	۱۶۹	دہلی مناظرہ	۳۴۱
۱۵۲	جہالت وخباثت!!! مگر کس کی؟	۳۱۴	۱۷۰	ہم عصر علما کی مخالفت اور خود ساختہ اصول	۳۴۳
۱۵۳	معتبر غیر معتبر کا ڈھکوسلہ	۳۱۵	۱۷۱	شاہ مخصوص اللہ، شاہ محمد موسی، شاہ منور الدین	۳۴۷
۱۵۴	پیر کرم شاہ الازہری	۳۱۶	۱۷۲	شاہ عبدالعزیز اور شاہ شہید	۳۴۹

صفحہ نمبر	عناوین	نمبر شمار	صفحہ نمبر	عناوین	نمبر شمار
			۳۵۱	نام نہاد دہلی مناظرہ کا موضوع	۱۷۳
			۳۵۱	اصولی باتوں کو چھوڑ کر ادھر ادھر کی ہانکنا	۱۷۴
			۳۵۲	مناظرہ میں موجود افراد کی تعداد	۱۷۵
			۳۵۳	حیلہ سازی یا رضاخانی دجل!!!	۱۷۶
			۳۵۶	ہم نے سنا ہے کہ خان صاحب بریلوی حرامی ہیں بجواب ہم نے سنا ہے کہ تم حرامی ہو	۱۷۷
			۳۶۴	علما دہلی کے سامنے حضرت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کی حیثیت	۱۷۸
			۳۶۷	آخری گذارش	۱۷۹

رضاخانی کتاب کے مصنف کے بارے میں ضروری وضاحت

اگر چہ کتاب کسی چشتی کے نام پر چھاپی گئی ہے لیکن ہم اس کتاب میں مولوی مظفر حسین شاہ کو مخاطب کریں گے اور اسی کو اس کتاب کا مصنف تسلیم کرتے ہیں دو وجہ سے:

ایک تو براہین قاطعہ پر حضرت امام ربانی مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی تقریظ ہونے کی وجہ سے یہ لوگ اس کتاب کو حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ ہی کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

ثانیاً ایک ناشر کی عبارت کو فاتح رضاخانیت حضرت مولانا منظور نعمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت اور قلم کے الفاظ ثابت کرنے کیلئے رضاخانی نے یہ اصول گھڑا کہ:

''یہ کتاب منظور نعمانی کی زندگی ہی میں شائع ہوئی تھی، مگر منظور نعمانی صاحب نے کبھی بھی اس مضمون سے اپنی برات اور بیزاری کا اعلان نہیں کیا، اگر چہ انہیں موقع بھی میسر تھا اور ایک رسالہ کی ادارت بھی حاصل تھی، مگر کبھی بھی اس نے اس مضمون کی تردید میں ایک حرف تک نہیں لکھا، جس کا مطلب یہی ہے کہ یہ سارا کام اس کے ایماء واشارہ اور رضا کے ساتھ سرانجام پایا''۔

(کشف القناع، ج ا، ص ۲۷۷)

تو کشف القناع تو خود مظفر حسین شاہ رضاخانی نے شائع کی ہے، اس کا مطالعہ کیا اور اس کے کسی لفظ سے اب تک اختلاف نہ کیا تو کتاب کو اور اس میں درج ایک ایک لفظ کو مظفر حسین شاہ کی طرف منسوب کرنا بدرجہ اولی رضاخانی اصول کے مطابق درست ہوگا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرض مولف

علامہ ساجد خان نقشبندی صاحب حفظہ اللہ مناظرے اور بالخصوص رد بریلویت کے حوالے سے ایک بڑا نام ہے، بلکہ آپکے متعلق اگر یہ کہا جائے کہ اللہ پاک نے دیوبندیوں کو دوسرا چاند پوری عطا فرمادیا ہے تو بالکل درست ہے۔ یہ مبالغہ آرائی نہیں جن لوگوں نے حضرت چاند پوری رحمہ اللہ کو پڑھا ہے وہ اگر علامہ صاحب کی کتب کا مطالعہ کریں تو یقیناً میری اس بات کی تائید کریں گے۔

علامہ صاحب کی مشہور و مقبول تصنیف "دفاع اہل السنۃ والجماعۃ" ہے جس کی دو جلدیں الحمد للہ منظر عام پر آچکی ہیں اور تیسری بھی ان شاء اللہ جلد ہی آنے کی خبر ہے۔ جس میں آپ نے رضاخانیوں کی طرف سے اکابر علماء دیوبند پر لگائے گئے تقریباً تمام الزامات کا دندان شکن جواب دے دیا ہے۔ اور دلائل قاہرہ اور الزامی حوالہ جات سے ثابت کیا ہے کہ اکابر علماء دیوبند پر تمام الزامات محض اکاذیب یا ذاتی عناد پر مبنی ہیں، جنکا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اتنے کم وقت میں یہ کتاب عوام اور علماء و مشائخ کی نظر میں بے پناہ مقبولیت حاصل کر چکی ہے اور اس کو پڑھ کر اب تک ہزاروں افراد تائب ہو چکے ہیں۔ اور بالخصوص عوام الناس میں جو لوگ رضاخانیوں کے اعتراضات پڑھ کر پریشان ہو جاتے یا شکوک وشبہات میں مبتلا ہو چکے تھے وہ بھی مطمئن ہو گئے ہیں۔ (الحمد للہ)۔

اسوقت "دفاع اہل السنۃ" کو عبارات اکابر پر حرف آخر قرار دیا جا رہا ہے۔ راقم الحروف خود بھی ایک طویل عرصہ تک رضاخانی مکتبہ فکر سے وابستہ رہا۔ اور اکابر علماء دیوبند کو کافر کہتا رہا (معاذ اللہ)۔ مگر مناظرہ کٹیہار (نیٹ پر) دیکھنے کے بعد مجھ پر یہ حقیقت کھلی کہ فاضل بریلوی نے تحذیر الناس کی عبارتیں مختلف مقامات سے کاٹ چھانٹ کر علما حرمین کے سامنے پیش کی تھیں اور کفر کا فتوی دھوکا و دجل کر کے حاصل کیا تھا تو میں توبہ کر کے بحمد اللہ اہل السنۃ والجماعۃ دیوبندی ہو گیا۔ مگر علماء دیوبند کے متعلق ابھی بھی ذہن میں بہت سے اشکالات باقی تھے۔ جو مجھے مسلسل پریشان کرتے تھے۔ اچانک ایک دن کسی دوست نے واٹس اپ پر علامہ صاحب کی کتاب دفاع اہل السنۃ والجماعۃ بھیج کر کہا کہ اس کا مطالعہ کریں۔ اسمیں رضاخانیوں کے بہت سے اعتراضات کا جواب دیا گیا ہے۔ مطالعہ شروع کیا اور الحمد للہ جب کتاب مکمل ہوئی تو ذہن سے ہر شک وشبہ نکل گیا اور ہر اعتراض محو ہو گیا۔

علامہ صاحب نے "دفاع" کی ترتیب زبردست رکھی ہے۔ اپنے اکابر کے دفاع کے ساتھ ساتھ خان صاحب اور دیگر بریلوی اکابر کے کفر و ایمان پر بھی انہی کے اصولوں کی روشنی میں اچھی خاصی بحث کی ہے۔ بالخصوص جلد اول میں خان صاحب بریلوی کی طرف سے حضرت شاہ اسمٰعیل شہید رحمہ اللہ کی عدم تکفیر کے متعلق بریلوی گورکھ دھندہ ''لزوم والتزام'' کا منہ توڑ جواب دیا ہے۔ جو ان رضاخانیوں کے منہ پر زناٹے دار طمانچہ ہے جو اپنی جہالت یا متعصبانہ ذہنیت کے نتیجہ میں یہ کذب بیانی وزبان درازی کرتے نہیں تھکتے کہ:

''ہمیں تو (لزوم والتزام) کے مسئلے میں دیوبندی ہر جگہ دبکا ہوا نظر آیا۔ ان بیچاروں کو تو اس مسئلہ میں بات بھی کرنے نہیں آتی''۔

(رضاخانی رسالہ مسلک آن لائن، ش ۵، ستمبر ۲۰۱۹، ص ۳۱)

یقیناً ان رضاخانی چنڈو خانوں نے "دفاع" کا مطالعہ نہیں کیا ہوگا ورنہ یہ کذب بیانی کرتے وقت شرم وحیاء (بشرطیکہ ہوتی) ضرور محسوس کرتے۔ بہر حال "دفاع اہل السنۃ" کی مقبولیت اور عوامی رد عمل سے رضاخانیت بری طرح بوکھلائی، برسوں کی محنت انہیں خاک میں ملتی

نظر آنے لگی ،منار قصر رضا جو بقول رضاخانیوں کے "بلند کافی تھا" اسکے زینے ٹوٹ پھوٹ گئے اور گنبد رضا ہوا میں وجد کرنے لگا وہ عمارت جس کی بنیاد دجل وفریب پر رکھی گئی تھی زمیں بوس ہوگئی ۔ ایسی صورتحال میں پیشوایان رضاخانیت کے لئے اپنی عوام کو سنبھالادینا اور اپنی "پیٹ پوجا" کے انتظامات کو برقرار رکھنا کافی مشکل ہوگیا۔ چنانچہ رضاخانی ایوانوں میں میٹنگیں منعقد ہونے لگیں کہ کس طرح "دفاع اہل السنۃ" جیسی آفت الٰہی جو قصر رضا پر گری اس سے نمٹا جائے ۔ بالاخر مظفر حسین شاہ نامی ایک ''عطائی حکیم خطرہ جان وایماں'' نے اپنے جعلی ہسپتال کے چند کمپوڈروں کے ساتھ مل کر دفاع کے جواب کا بیڑا اٹھایا اور بڑی جدو جہد کے بعد ''کشف القناع'' نامی ایک کتاب شائع کی ۔

کتاب کیا ہے؟ جھوٹ کا پلندہ ،دجل وفریب کا مجموعہ جس میں مولف کی بے بسی کا یہ عالم ہے کہ خود ہی ایک اصول گھڑتا ہے اور چند صفحات بعد ہی خود اس کا خون کردیتا ہے ۔ یہ کتاب تضادات کا ایک بھیانک مجموعہ ہے ۔جس کا حال یہ ہے کہ کتاب کی تردید کیلئے کسی اور کتاب کی مدد اگر نہ بھی لی جائے تو کتاب خود آپ ہی اپنی تردید ہے ۔

پیش نظر کتاب راقم نے اسی کشف القناع مجموعہ دجل وفریب کے جواب میں لکھی ہے ۔اگرچہ یہ مجموعہ اس قابل نہیں کہ اس کا جواب دیا جائے مگر ہم نے دو وجہ سے اس پر قلم اٹھانے کا سوچا اولا چونکہ میدان مناظرہ میں عبارات پر اب رضاخانیوں کا آنا عادۃ محال لگ رہا ہے اس لئے بندہ نے سوچا کہ تحریرا ہی اس باب پر ایسا تفصیلی کام کرلیا جائے جو بعد والوں کیلئے بھی مشعل راہ ہو اور اس باب میں رضاخانیوں کا ہر سوراخ بند کردیا جائے ۔ثانیا چونکہ علامہ صاحب کی یہ کتاب خود میری ہدایت کا ذریعہ بھی بنی اس لئے میں نے ذاتی طور پر اپنی ذمہ داری سمجھی کہ رضاخانیوں کی طرف سے اس ناکام حملے کے جواب میں ''دفاع'' کا ''دفاع'' کیا جائے ۔

اب قارئین کرام! ورق الٹتے جائیں اور رضاخانی دجل وفریب کی داستان مطالعہ کرتے جائیں ۔آخر میں قارئین سے گذارش ہے کہ بندہ نہ تو کوئی باقاعدہ مصنف ہے نہ عالم اور انسان خطاونسیان سے مرکب ہے لہذا اگر کہیں کوئی غلطی پائیں تو مطلع کرکے شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں اور اس خاکسار کو اپنی قیمتی دعاؤں میں ضرور یاد رکھیں ۔

دعاؤں کا طالب

احقر العباد

ابوسعد لئیق حنفی

رضاخانی کتاب میں دست و گریبان

اپنے ہی مولویوں پر منکر بے دین مکروہ چہرے والے گستاخ رسول ﷺ اور لٹیرے کے فتوے

رضاخانی لکھتا ہے:

''ہمیں فخر ہے کہ سیدی اعلیٰ حضرت ۔۔نے منکروں اور بے ادبوں کے خلاف علم جہاد بلند کیا منکرین کا مکروہ چہرہ عوام الناس کے سامنے بے نقاب کیا، آپ کے قلم نے لکھا اور ضرور لکھا مگر بصورت تکفیر رضا کے قلم کا ہدف منکر و بے ایمان لوگ تھے نہ کہ صحیح العقیدہ مسلمان، سیدی اعلیٰ حضرت کا قصور یہ تھا کہ آپ نے ان لٹیروں کو بے نقاب کیا جو توحید کے نام پر توہین رسالت کر کے بھولے بھالے مسلمانوں سے متاع دین وایمان لوٹ رہے تھے''۔(کشف القناع، ج ا ص ۱۹)

حالانکہ خان صاحب نے اپنے ہی ہم مسلک لوگوں پر جن کو رضاخانی نہ صرف صحیح العقیدہ اہل سنت میں شمار کرتے ہیں بلکہ اکابر اہلسنت میں شمار کرتے ہیں پر بھی کفر کے فتوے لگائے تفصیل آگے مظفری مقدمہ کے رد میں آرہی ہے۔ دفاع اہل السنۃ جلد دوم کے مقدمہ میں بھی اس پر تفصیل ہے۔لیکن اگر بقول لٹیروں کو خان صاحب نے بے نقاب کیا تھا تو خود اس رضاخانی نے کشف ص ۳۴۴،۳۴۵ پر لکھا کہ حسام الحرمین سے ۱۸ سال پہلے غلام دستگیر قصوری علمائے دیوبند کی کفریہ عبارات پر مناظرہ کر چکا تھا اور علما نے علمائے دیوبند کو معاذ اللہ کافر قرار دے دیا گیا تھا۔تو اگر معاذ اللہ لٹیروں سے تیری مراد علمائے دیوبند ہیں تو بقول تیرے خان صاحب بریلوی کے بے نقاب کرنے سے ۱۸ سال پہلے معاذ اللہ وہ بے نقاب ہو چکے تھے تو خان بریلوی نے کیا تیر مار لیا تھا؟

اپنے مولویوں پر جھوٹا ہونے کا فتویٰ

رضاخانی لکھتا ہے:

''جھوٹا ثابت ہونے پر صاف مکر جائیں کہ ہم اس کے ذمہ دار نہیں، یہ کہاں کا انصاف ہے؟ علاوہ ازیں حضور سید عالم ﷺ واصحابہ وسلم کا فرمان ہے ۔۔۔اس حدیث مبارکہ کی روشنی میں ثابت ہوتا ہے کہ ہر سنی سنائی بات بیان کرنے والا بھی ذمہ داری سے سبکدوش نہیں ہوسکتا اور اسے جھوٹا قرار دیا گیا ہے حالانکہ وہ خود اپنی طرف سے کوئی بات بیان نہیں کر رہا بلکہ بلاتحقیق دوسروں کی باتیں نقل کر رہا ہے''۔

(کشف القناع، ج ا ص ۲۳۸)

حالانکہ مولانا ساجد خان صاحب نقشبندی نے سفید و سیاہ، معارف رضا، طمانچہ اور عبد الوہاب قادری کی کتب سے ثابت کیا تھا کہ خان صاحب کی تعریف میں علمائے دیوبند کے حوالے جعلی ہیں جس کو اس رضاخانی نے بھی تسلیم کیا لہذا اپنے ہی اصول اور پیش کردہ اس حدیث کی روشنی میں ان حوالوں کو نقل کرنے والے ''جھوٹے کذاب'' ہوئے۔

اعلیٰ حضرت کے کفر کے فتوے کی زد میں

رضاخانی لکھتا ہے:

''مولانا کوثر نیازی صاحب دیوبندی تھے''۔ (کشف القناع، ج۱ص ۲۱۴)

یہاں اس نے دیوبندی کو 'مولانا' اور 'صاحب' لکھا حالانکہ خان صاحب بریلوی کا فتوی ہے کہ دیوبندی کو مولانا اور صاحب لکھنا ''کفر'' ہے۔ (ملاحظہ ہو الطاری الداری اور فتاوی رضویہ ج۶ص ۱۸۵) لہذا اعلیٰ حضرت کے فتوے سے مولف کتاب کافر ثابت ہوئے۔

اعلیٰ حضرت پر کفر کا فتوی

رضاخانی لکھتا ہے:

''ہم بھی ایسے شخص کی تکفیر کے قائل ہیں جو رسول اللہ ﷺ کے علم پاک کو اللہ عزوجل کے علم پاک کے برابر تسلیم کرتا ہو''۔

(کشف القناع، ج۱ص ۲۴۷)

حالانکہ خان صاحب ایسے شخص کی تکفیر نہیں کرتے چنانچہ لکھتے ہیں:

''علم الٰہی سے مساوات کا دعوی بے شک باطل و مردود ہے مگر تکفیر اس پر بھی نہیں ہو سکتی جبکہ بعطائے الٰہی مانے''۔

(فتاوی رضویہ قدیم، ج۶ص ۷۷)

اور یہ بھی رضاخانی اصول ہے کہ عقیدہ کفریہ کو کفر نہ کہنا خود کفر ہے لہذا رضاخانی کے نزدیک کفریہ عقیدہ کو کفر نہ کہہ کر خان صاحب کافر ہوئے۔

قمر الدین سیالوی پر کفر کا فتوی

رضاخانی نے قمر الدین سیالوی صاحب کا ایک فتوی نقل کیا:

''کچھ عرصہ ہوا کہ فقیر کے پاس ایک استفتاء پہنچا کہ زید کہتا ہے کہ خاتم النبیین کے معنی صرف آخری نبی اگر نہ بھی کر لیا جائے بلکہ یہ معنی بھی کر لیا جائے کہ تمام انبیاء کرام حضور اقدس ﷺ کے انوار و فیوض سے مقتبس ہیں تو نہایت مناسب ہوگا، کیا زید پر فتوی کفر لگایا جا سکتا ہے یا نہ؟ جواب میں لکھا کہ اس قول پر زید کو کافر نہ کہا جائے گا''۔ (کشف القناع، ج۱ص ۱۴۴)

گویا سیالوی صاحب کے نزدیک 'خاتم النبیین' کا معنی صرف آخری نبی نہ کرنا کوئی ضروری نہیں اس کے علاوہ اور معنی بھی ہو سکتے ہیں۔

اب ذرا اس پر رضاخانی فتوے ملاحظہ ہوں:

''اسی طرح جو کوئی خاتم کے معنی میں تبدیلی کرے گا مسلمان نہ رہے گا۔ قرآن حکیم نے جب خاتم النبیین فرمادیا تو یہ آیت آپ کے آخری نبی ہونے میں نص قطعی ہوگئی آخری نبی کا معنی خود حضور ﷺ نے بتایا، صحابہ کرام، تابعین اور تمام امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا عقیدہ و ایمان اسی پر رہا اور اسی پر رہے گا۔ جملہ ائمہ کرام مفسرین و محدثین نے قرآن و حدیث کی روشنی میں یہی بتایا کہ خاتم بمعنی آخری نبی ہے اسی پر اجماع اور تواتر ثابت ہے اس معنی میں نہ کوئی تاویل مانی جائے گی نہ کوئی تخصیص بلکہ تاویل و تخصیص کرنے والا بھی خارج از اسلام ہوگا اور سمجھ بوجھ کر بھی ایسے کافر کے کفر میں شک کرنے والا اپنے ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھے گا''۔

(ختم نبوت اور تحذیر الناس ص ۲۳)

سیالوی صاحب آخری نبی کے علاوہ معنی کرنے کو بھی درست کہہ رہے ہیں مگر صاحب کتاب جو بریلوی مولویوں کی مصدقہ ہے آخری نبی کے علاوہ کوئی اور نبی کرنے کو کفر قرار دے رہے ہیں۔

اپنے ہی مولوی کو دیوبندیوں کے کھاتے میں ڈال دیا

رضاخانی لکھتا ہے:

''حضرت توکل شاہ انبالوی رحمۃ اللہ علیہ سے یہ خواب نقل کرنے والا مشتاق احمد انبیٹھوی ہے جس کے حالات خود مشکوک ہیں اور یہ شخص دیوبندیوں کے اتنا قریب تھا کہ قیلولہ کرنے دیوبند مدرسہ میں جایا کرتا تھا''۔(کشف القناع، ج۱،ص ۱۳۴)

حالانکہ یہ مشتاق انبیٹھوی ان کے اکابر میں سے ہے جیسا کہ آگے اپنے مقام پر اس کی تفصیل آرہی ہے پس اگر یہ دیوبندی تھا تو اسے اپنے اکابر و بزرگوں میں ماننے والے اور اس پر سکوت کرنے والے سب رضاخانی کافر (کیونکہ مصنف کتاب کے نزدیک سکوت دلیل تائید و رضامندی ہے) اور موصوف ان کو مسلمان و بزرگ ماننے والوں کو بزرگ و مسلمان مان کر مرتد و کافر۔ اور اگر یہ دیوبندی نہیں تھا تو رضاخانی فتاوی کی روشنی میں ایک مسلمان بزرگ کو دیوبندی وہابی مرتد گستاخ بنا کر رضاخانی نے خود کفر و ارتداد کا ارتکاب کیا ہے۔ بہر حال دونوں صورتوں میں رضاخانی اور اس کے بڑوں پر توبہ و تجدید ایمان و نکاح لازمی۔

اپنے جاہل اور بے عقل ہونے کا اقرار

''گنگوہی کی سوانح حیات پر مشتمل ہے اصولی طور پر ہمارے لئے قطعاً حجت نہیں میدان مناظرہ میں یا تو مسلم بین الفریقین دلائل سے استدلال کیا جاتا ہے یا مسلمات خصم کو دلیل بنایا جاتا ہے مگر یہ دیوبندی موصوف اتنے جاہل اور بے عقل ہیں کہ دلیل کے طور پر اپنی ہی کتابیں پیش کرتے ہیں''۔(کشف القناع، ج۱،ص۱۷۶)

حالانکہ یہ کام خود اس رضاخانی نے کیا ہے کہ ہم پر رد کرنے کیلئے کتاب میں جگہ جگہ اپنے ہی گھر کی کتب و اخبار مثلاً حدیث دلبراں، الفقیہ سیف الجبار وغیرہ پیش کر کے اپنی جہالت کا اقرار کرلیا۔

اپنے ہی مولویوں پر بے بصیرت ہونے کا فتوی

رضاخانی لکھتا ہے:

''سیدی اعلی حضرت۔۔کی مساعی جمیلہ کے ذریعے صاحب بصیرت لوگ ان بھیڑ نما بھیڑیوں کو پہچان چکے تھے کہ ان کی مولویانہ شکل و صورت کے پیچھے بھیانک و مکروہ چہرے چھپے ہوئے ہیں''۔(کشف القناع، ج۱،ص۲۰)

گویا جو صاحب بصیرت تھا وہ دیوبندیوں کو پہچان گیا کہ یہ لوگ بھیڑئے و گستاخان رسول ﷺ ہیں معاذ اللہ۔ اب آگے خود آئے گا کہ رضاخانی اپنے بڑوں کے متعلق اقرار کرے گا کہ ان کو دیوبندیوں کے عقائد کا علم نہ تھا اس لئے ان کی تائید کردی تو اپنے ہی قلم کی رو سے یہ رضاخانی بزرگ ''بے بصیرت'' تھے۔

اپنے مشایخ پر گستاخ ہونے کا فتوی

رضاخانی لکھتا ہے:

''تمام گستاخ و منکر یکجا جمع ہو کر سیدی اعلی حضرت۔۔۔کے خلاف منظم منصوبہ بندیاں کرنے لگے اور اس سلسلہ میں یہ منظم تحریک چلائی گئی

کہ سیدی اعلیٰ حضرت ۔۔۔معاذ اللہ مسلمانوں میں تفریق و انتشار پیدا کرنا چاہتے ہیں اور معاذ اللہ مسئلہ تکفیر میں جری و بیباک ہیں"۔
(کشف القناع، ج ا،ص ۱۷،۱۸)

آگے مظفری مقدمہ پر ایک نظر میں اس کی تفصیل آرہی ہے کہ خان صاحب کے خلاف یہ منظم تحریک چلانے والے خود رضاخانی مشائخ و بزرگ اور علماء تھے لہٰذا اس رضاخانی کے فتوے سے وہ سب گستاخ ہو کر مرتد ہوئے۔ معاذ اللہ۔

دیوبندی کو بزرگ بنادیا

"حضرت دوست محمد قندھاری رحمۃ اللہ علیہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی عظیم الشان شخصیت ہیں۔ دیوبندیوں کے امام اہل سنت سرفراز خان گھکڑوی مولوی حسین علی واں بچھراں کے شاگرد تھے اور وہ خواجہ سراج الدین سے بیعت تھے اور خواجہ سراج الدین خواجہ عثمان دامانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے اور حضرت دوست محمد قندھاری رحمۃ اللہ علیہ خواجہ عثمان دامانوی رحمۃ اللہ علیہ کے پیرو مرشد تھے"۔ (کشف القناع، ص ۴۳۲)

حالانکہ اس کے مسلک کے ضیغم اہلسنت حسن علی رضوی نے حضرت عثمان دامانوی اور ان کے بیٹے کو دیوبندیوں کے کھاتے میں ڈالا ہے چنانچہ لکھتے ہیں:

"جن جن لوگوں کو آپ نے پیر اور مولوی بنا کر پیش کیا ہے وہ تقریباً سب کے سب دیوبندی وہابی ہی ہیں بھلا جس پیر کے مولوی رشید احمد گنگوہی سے تعلقات ہوں یا جو شخص گنگوہی صاحب سے حدیث پڑھے یا مولوی گنگوہی صاحب سے پڑھے ہوئے مولوی حسین علی واں بچھراں سے پڑھے وہ سنی بریلوی کب ہوگا؟"۔ (محاسبہ دیوبندیت، ج ا،ص ۴۰۶)

اگر عثمان دامانویؒ اور ان کا بیٹا دیوبندی تھا تو رضاخانی ان کو اپنے اکابر میں شمار کر کے مرتد ہوا اور اگر یہ رضاخانی تھے تو حسن علی رضوی ان کو دیوبندی بنا کر اپنے ہی فتوے سے مرتد ہوا۔

خان صاحب سے متفق نہ ہونا

رضاخانی ناشر کی طرف سے حذف و تحریف کو پوری جماعت دیوبند کی طرف منسوب کر کے کہتے ہیں: "۔۔۔صفحہ قرطاس سے اڑادیا جاتا ہے اس کا سبب اس سے اتفاق نہ ہونا ہی ہوسکتا ہے"۔ (کشف القناع، ج ا،ص ۲۶۷)

اب دعوت اسلامی نے جو ملفوظات میں کئی اقتباسات کو صفحہ ہستی سے مٹا دیا جس کا ثبوت علامہ ساجد خان نقشبندی صاحب حفظہ اللہ کے لاجواب مضمون "بریلوی علماء یہود کے نقش قدم پر" میں ملاحظہ ہو اس کا صاف اور سیدھا مطلب رضاخانیوں کا تعلیمات اعلیٰ حضرت سے متفق نہ ہونا ہی ہوسکتا ہے۔

ضروریات دین کا منکر ہو کر کافر

علم غیب، حاضر و ناظر، نور و بشر، مختار کل وغیرہ جیسے عقائد کے متعلق یہ رضاخانی لکھتا ہے:

"ہم دیوبندیوں کو جواباً کہتے ہیں کہ ہمارا اصولی اختلاف دیوبندی اکابرین کی گستاخانہ عبارات پر ہے اور ان کی وجہ سے ہی ان کی تکفیر کرتے ہیں باقی دیگر مسائل اس نوعیت کے نہیں جن پر ان کی تکفیر کی گئی ہو"۔ (کشف القناع، ج ا،ص ۲۷۳)

اور وہ گستاخانہ عبارات کونسی ہیں؟ جن کی وجہ سے دیوبندی بریلوی اختلاف ہوا اور دیوبندیوں کی تکفیر ہوئی؟ خود رضاخانی امام المناظرین مولوی سعید اسد فیصل آبادی نے حضرت متکلم اسلام مولانا الیاس گھمن صاحب زید مجدہ سے ملاقات کرکے لکھ کر دیا کہ وہ صرف تین کتب کی عبارات کے متعلق ہیں اور وہ کتب یہ ہیں:

(۱) تحذیر الناس

(۲) براہین قاطعہ

(۳) حفظ الایمان

اب بقول رضاخانی ان کتب کی عبارات جو حسام الحرمین میں پیش کی گئی ہیں اس کے علاوہ کسی مسئلہ وعقیدے پر وہ دیوبندی کی تکفیر نہیں کرتے حالانکہ رضاخانی مفتی شریف الحق امجدی نے ”علم غیب“ کے عقیدے کو ضروریات دین میں سے شمار کیا ہے اور ظاہری بات ہے کہ ضروریات دین کا انکار کرنا کفر ہے چنانچہ لکھتے ہیں:

”ایسا شخص وہابی گستاخ رسول ہے کافر و مرتد ہے مسلمان نہیں رسولوں کیلئے علم غیب ماننا ضروریات دین سے ہے اس کا انکار کفر ہے جو شخص رسول کے علم غیب کا انکار کرتا ہے وہ رسول کے علم کو گھٹاتا ہے ان کی تنقیص شان کرتا ہے اس سے نہ سلام جائز نہ اس کے سلام کا جواب دینا جائز“۔ (فتاوی شارح بخاری، ج ۱ ص ۱۷۵)

اب رضاخانی کہتا ہے کہ علم غیب کے منکر پر ان کا کوئی فتوی نہیں مگر امجدی اس عقیدے کو ضروریات دین میں سے مان کر اس کے منکر کو کافر کہتا ہے تو گویا رضاخانی کے نزدیک ضروریات دین کا منکر بھی کافر نہیں معاذ اللہ اور یہ خود کفر ہے۔ اور اگر یہ مسئلہ ضروریات دین میں سے نہیں تھا جیسا کہ رضاخانی کی عبارت سے واضح ہوتا ہے تو اس پر تکفیر کا فتوی دے کر امجدی خود کافر ہو گیا۔

اسی طرح رضاخانی عقیدہ علم غیب، حاضر و ناظر کو بھی غلام مہر علی نے ضروریات دین میں شمار کیا جیسا کہ علامہ صاحب نے دفاع جلد اول میں حوالہ پیش کیا مگر موصوف اسے ضروریات دین میں سے ماننے کے منکر ہیں۔ (ملاحظہ ہو کشف القناع ص ۳۲۳، ۳۲۴)

چشتی یا یہودی؟؟؟

کتاب پر مصنف کے طور پر جس چشتی کا نام لکھا گیا ہے اس کی ایک ویڈیو ہم نے نیٹ پر دیکھی مناظرے کی جس میں موصوف نے پگڑی نہیں باندھی صرف ”سندھی ٹوپی“ پہنی ہوئی ہے اب اس حرکت پر رضاخانی مذہب کے فتاوی ملاحظہ ہوں:

”پگڑی باندھنا حضور اکرم ﷺ کی سنت ہے اور ٹوپی مشرکین اور کفار کی وضع۔۔۔ جس زمانے میں سنت مصطفی ﷺ کو امت یک لخت ترک کر دے اس سنت مصطفی ﷺ کو زندہ کرنے والے کیلئے سو شہیدوں کا ثواب ہے۔ اب دیکھئے عوام کے علاوہ اکثر علماء و مشائخ کے سروں سے پگڑی اتر چکی ہے بجائے اس کے کہ علماء و مشائخ ہمارے ساتھ مل کر پگڑی کی اہمیت بیان کریں سختی سے اس عمل پر کاربند ہوں نہ کہ الٹا سنت مصطفی ﷺ کے مخالفین کو موقع دیں کہ اتنا تب ہی تو وہ کہیں گے جب علماء و مشائخ کے سروں پر پگڑی نہیں کیا ضرورت ہے کہ اتنی تکلیف گوارا کریں۔ اسی طرح سے پگڑی باندھنے کی سنت کی اہمیت یکسر ذہنوں سے نہ صرف اتر جائے گی بلکہ دور حاضر کا ماڈرن مسلمان اپنی تائید پیش کرے گا کہ علماء و مشائخ عمل نہیں کرتے اس طرح سے سنت زندہ کرنے کے بجائے اس کی اہمیت کو سخت دھچکا لگے گا“۔

(شرح حدائق بخشش، ج۵،ص۳۷۶)

''ان سب سے عمامہ کی فضیلت مطلقاً ثابت ہوئی اگر چہ ٹوپی کے بغیر ہو ہاں ٹوپی کے ساتھ افضل ہے اور خالی ٹوپی خلاف سنت ہے اور کیونکر نہ ہو کہ کافروں اور بعض بلاد اہل بدعت کی وضع ہے''۔(شرح حدائق بخشش، ج۵،ص۳۸۳)

''عمامہ سے سر ڈھانکنا سنت حبیب خدا ہے لیکن افسوس ہے کہ آج اکثر علماء ومشائخ تک اس سنت سے محروم ہیں اور جناح کیپ نامعلوم کئی قسم کے کیپ یا صرف رومالی یا ٹوپی یا سرے سے ننگے (اناللہ وانا الیہ راجعون)

اور دعوی سنو تو عشق بلال اور قربانی سے پیچھے ہٹنے کا نام تک نہیں لیتے حالانکہ سچا عاشق وہ ہے جو اپنے محبوب کی ہر ادا پر جان نچھاور کرے اور عمامہ شریف حضور ﷺ کی دائمی اور محبوب سنت ہے''۔(شرح حدائق بخشش، ج۵،ص۳۸۲)

معلوم ہوا کہ اس رضاخانی کا دعوی عشق رسالت ﷺ بھی جھوٹ اور محض ڈھونگ ہے۔

اب ذرا آخر میں خان صاحب کا اعلیٰ حضرتی فتوی ملاحظہ ہو:

''اعلیٰ حضرت امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خان صاحب۔۔۔ نے فتاوی رضویہ جلد ۳ ص ۶۷ سے ۸۰ تک احادیث اور کئی فقہاء کرام کی کتابوں سے عبارات نقل کی ہیں اور ارشاد فرماتے ہیں: عمامہ حضور اکرم ﷺ کی سنت متواترہ ہے جس کا تواتر یقیناً سرحد ضروریات تک پہنچتا ہے اور عمامہ سنت لازمہ دائمہ ہے یہاں تک کہ علما نے خالی ٹوپی پہننے کو مشرکین کی وضع قرار دیا۔

افسوس صد افسوس کہ دور حاضر میں اکثر علماء ومشائخ نے عمامے اتار پھینکے اور جدید طرز کی ٹوپیوں اور کیپوں سے سر کو سجا رکھا ہے''۔

(شرح حدائق بخشش، ج۵،ص۳۹۵)

رضاخانی جس اعلیٰ حضرت کو کتاب میں ''سیدی'' لکھتے ہیں اسی کے نزدیک یہ رضاخانی مشرکین یعنی ابوجہل، ابولہب، عتبہ، شیبہ کے طرز عمل پر ہے اور بکواس علمائے دیوبند پر کرتا ہے۔

یاد رہے کہ ''سندھی ٹوپی'' بھی جدید طرز کی ٹوپیوں میں شمار ہوتی ہے۔

رضاخانی کا اپنے لوگوں خصوصاً اعلیٰ حضرت پر مشرک ہونے کا فتوی

رضاخانی ایک حدیث نقل کر کے اس کا ترجمہ اور اس سے نتیجہ نکالتا ہے:

''یعنی حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہا رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''مجھے تم پر ایسے آدمی کا ڈر ہے جو قرآن کریم پڑھے گا حتی کہ اس کے چہرے پر قرآن کریم کی تازگی نظر آئے گی اور حمایت اسلام، اللہ عزوجل جدھر چاہے گا اس کو پھیر دے گا پھر جب وہ قرآن مجید سے جدا ہوگا تو اسے پس پشت ڈال دے گا اور اپنے پڑوسی پر تلوار چلائے گا اور اس پر تہمت شرک لگائے گا۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: اے اللہ عزوجل کے نبی ﷺ ان دونوں میں سے زیادہ شرک کے قریب کون ہوگا؟ تہمت لگانے والا، یا جس پر تہمت لگائی گئی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: بلکہ تہمت لگانے والا''۔

کیوں جناب! محمد رسول اللہ ﷺ کے کلمہ گو جناب کی نہیں بلکہ اپنے محبوب آقا کریم ﷺ کی بات کو ہی حق جانیں گے جس نے فتوی بازوں کے مشرک ہونے کو آج سے چودہ ساڑھے چودہ سو سال پہلے ہی واضح کر دیا تھا''۔(کشف القناع، ج۱،ص۶۴)

اب آئے ہم اس ''فتوی باز مشرک آدمی'' کی طرف آپ کی رہنمائی کرتے ہیں کہ وہ کون تھا؟ چنانچہ رضا خانی شمس العلماء خان صاحب بریلوی کے متعلق لکھتے ہیں: ''اعلیٰ حضرت نے ایک دنیا کو وہابی کرڈالا ایسا بدنصیب وہ کون ہے جس پر آپ کا خنجر وہابیت نہ چلا ہو وہ اعلیٰ حضرت جو بات بات میں وہابی بنانے کے عادی ہوں وہ اعلیٰ حضرت جن کی تصانیف کی عصمت غائیہ وہابیت جنہوں نے اکثر علماء اہلسنت کو وہابی بنا کر عوام کالانعام کو ان سے بدظن کرادیا جن کے اتباع کی پہچان یہ ہے کہ وہ وعظ میں اہل حق سنیوں کو وہابی کہہ کر گالیوں کا مینہ برساتے ہیں''۔ (تجلیات انوار المعین۔ص:۴۲)

''دنیا میں شائد کسی نے اس قدر کافروں کو مسلمان نہیں کیا ہوگا جس قدر اعلیٰ حضرت نے مسلمانوں کو کافر بنایا''۔
(تجلیات انوار المعین۔ص:۴۲)

''علماء ربانیین کی تکفیر وتوہین ان کا شعار اور ان کی تضلیل وتفسیق ان کا دثار ہے''۔(تجلیات ص:۶)

اگر رضا خانی کہے کہ خواجہ معین الدین اجمیری مرحوم نے رجوع کرلیا تھا تو یہ بھی جھوٹ ہے تفصیل دفاع اہل السنۃ والجماعۃ کی جلد دوم کے مقدمہ میں ملاحظہ ہو۔ثانیا رضا خانی نے خود ایک کتاب ''تذکرۃ شیخ الکل'' سے حضرت مولانا فضیل احمد ناصری صاحب مدظلہ العالی کے ایک مضمون کا اقتباس اپنی کتاب کے ص ۴۵ پر دیا ہے جس سے علامہ صاحب رجوع کر چکے ہیں اور یہ رجوع نیٹ پر دیا جا چکا ہے اور خیر سے مصنف نیٹ کو خصوصا علامہ صاحب کی طرف منسوب آئی ڈیز وپیجیز کو پابندی سے دیکھنے کا اہتمام کرتے ہیں اس پر بھی شائع ہوا تو اگر رجوع کرنے کے بعد بھی وہ قول ہمارے خلاف پیش ہوسکتا ہے تو آپ کے خلاف کیوں نہیں؟

فیض احمد اویسی،عطا محمد بندیالوی،مفتی حنیف قریشی اور دیگر رضا خانی خواجہ ابوطالب کو کافر نہیں کہتے مگر خان صاحب نے ابوطالب کے کفر وشرک پر پوری ایک کتاب لکھی۔تو بتائے اس حدیث کا مصداق کون؟ اگر رضا خانی کہے کہ وہ تو دلائل کی روشنی میں کہا اس لئے وہ اس حدیث کے زمرے میں نہیں آتا تو علمائے دیوبند نے بھی جس کو مشرک کہا دلائل کی بنیاد پر کہا تو وہ اس حدیث کا مصداق کیسے؟

اس کے علاوہ علامہ ساجد خان صاحب نقشبندی حفظہ اللہ نے دفاع جلد دوم میں دو درجن کے قریب بریلوی حضرات کی لسٹ دی جو ایک دوسرے کے فتووں سے کافر ہیں بتائے وہ اس حدیث کا مصداق ہو کر ''مشرک پلید نجس'' ہوئے یا نہیں؟ اگر نہیں تو کیوں؟

رضا خانی بدفہم بدعقل

یہ رضا خانی لکھتا ہے:

''آسان اردو عبارت کو نا سمجھ کر جہاں دیوبندی موصوف نے یہ ثابت کیا کہ وہ کم عقل و بدفہم ہے اس کے ساتھ یہ بھی ثبوت دیا کہ اردو زبان سے بھی نابلد ہے''۔(کشف،ص۳۴۶)

گویا اردو عبارت نہ سمجھنے والا ''بدعقل و بدفہم'' ہوتا ہے مگر خود ہی کتاب کے شروع میں لکھتا ہے:

''راقم الحروف مشکور رہے فاتح رافضیت ،فاضل جلیل،حضرت علامہ مولانا محمد علی رضوی صاحب حفظہ اللہ تعالی کا جنہوں نے اس میں نہ صرف مشوروں کی حد تک تعاون کیا بلکہ مضامین کی تیاری میں حوالوں کی دستیابی سے لے کر لفظوں کے انتخاب تک ہر وقت فقیر کے سنگ رہے''۔(کشف القناع،ج۱ص۳۴)

تو جو آدمی اردو مضامین میں بھی لفظوں کے انتخاب کیلئے ہر وقت ایک فاضل جلیل کا محتاج ہو اس سے بڑا بدفہم و بدعقل کون ہوگا؟

فی الحال کتاب کے صفحات کی تنگی کی وجہ سے اسی پر اکتفا کیا جاتا ہے ورنہ ہمارے پاس ایسے رضا خانی ''مشرکین'، یہودی، بدعقلوں و بدفہموں' کی پوری ایک لسٹ ہے۔

آخر میں ہم بطور نتیجہ رضا خانی ہی کے قلم کا اقتباس نقل کر دیتے ہیں یہ رضا خانی لکھتا ہے:

''اس تعارف کا مقصد یہ تھا کہ اسمٰعیل دہلوی اور بڈھانوی نظریات کی تردید کرنے والے کوئی عام لوگ نہ تھے اور نہ ہی سیدی اعلیٰ حضرت ۔۔۔کے سلسلہ تلمذ و ارادت سے وابستہ افراد تھے بلکہ اپنے وقت کے شہرہ آفاق عالم اور بے نظیر متکلم و مناظر تھے اور ان کا سلسلہ تلمذ شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے علمی و روحانی فیوض و برکات کے خوشہ چینوں میں شامل تھے اور خاص طور پر حضرت شاہ مخصوص اللہ اور شاہ محمد موسیٰ علیہما الرحمۃ تو اسمٰعیل دہلوی کے چچازاد ہونے کے ساتھ ساتھ باعتبار علم و عمر بھی ان سے فائق تھے۔ پس ان اساطین علم و فضل کا دہلوی و بڈھانوی نظریات کی مخالفت کرنا یہ ثابت کر رہا ہے کہ یہ دونوں افراد یعنی دہلوی و بڈھانوی جادہ حق سے منحرف ہو کر اپنا ایک نیا مکتبہ قائم کر چکے ہیں اور اسی نئی تعبیر و تشریح کا نام (جو جادہ حق سے انحراف کی صورت میں ظاہر ہوئی) وہابیت و دیوبندیت ہے''۔

(کشف القناع، ج۱، ص۴۵۱)

تو یہ رضا خانی اکابر جن کو یہ رضا خانی بھی ''اساطین علم'' میں سے مانتا ہے اس طرح ایک دوسرے پر کفر، گمراہی، ضلالت، حرام کاری، جہالت کے فتوے لگا رہے ہیں جو اس بات کا بین ثبوت ہے کہ یہ رضا خانی اور ان کے یہ اساطین علم ''جادہ حق'' سے ہٹے ہوئے ہیں لہذا رضا خانی مولف اور اس کے ہسپتال کے کمپوڈروں کو ہمارا مشورہ ہوگا کہ جلد سے جلد اپنے ان اکابر پر لعنت بھیج کر اس گمراہی کی دلدل سے نکلیں اور حق کو قبول کریں کہ اسی میں دنیا و آخرت کی بھلائی کامیابی و کامرانی ہے۔

نوٹ: رضا خانی کے ہاں تردید نہ کرنا دلیل تائید ہوتا ہے لہذا اس دست و گریبان میں سے اگر کسی ایک حصہ کو موصوف لیکر اگلے حصہ کو رد کرتے ہیں تب بھی اگلے حصہ کی اب تک تردید نہ کر کے گویا وہ اس سے رضا مند تھے لہذا فتوے سے پھر بھی جان نہیں چھوٹتی۔

کتاب میں ذکر کردہ چند جھوٹ

جھوٹ نمبر ا:

''خلقت کا ہجوم تو دیوبندی مولویوں کے جنازہ میں کیا خاک ہوگا بلکہ ان میں تو ایسے بھی ہوتے ہیں جن کا منہ بھی نہیں دکھلایا جاتا اور اخبارات کو مجبوراً لکھنا پڑتا ہے کہ طبی وجوہات کی بنا پر چہرہ نہیں دکھلایا گیا''۔ (کشف القناع، ج ا، ص ۲۳)

حالانکہ یہ اس مظفر حسین شاہ کا سیاہ جھوٹ ہے۔ ابھی حال ہی میں حضرت مفتی نعیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت پیر عزیز الرحمن صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا عبد الرحمن صاحب رائیونڈ والے، حضرت مولانا منظور ظاہر پیر والے کے جنازے پوری دنیا نے سوشل میڈیا پر دیکھے کہ کتنی خلقت تھی۔ اسی طرح ان کے چہرے اور حال ہی میں حضرت علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا نورانی چہرہ سوشل میڈیا پر پوری دنیا نے دیکھا۔ امام اہل سنت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب کا پرنور چہرہ کی تصویر آج بھی سوشل میڈیا پر موجود ہے حضرت مفتی محمود صاحب کے آخری دیدار کا پرنور منظر خود رضاخانی اخبار نوائے وقت نے شائع کیا جس میں ان کا دمکتا چمکتا چہرہ دیکھا جا سکتا ہے۔ علامہ علی شیر حیدری شہید رحمۃ اللہ علیہ کا چمکتا دمکتا چہرہ بھی اسی سوشل میڈیا پر موجود ہے۔ اگر اسی قسم کی بکواس کا نام جواب ہوتا ہے تو ہمارا دعوی ہے کہ:

(۱) مرتے وقت احمد رضا خان کی شکل کتے کی سی ہوگئی تھی کسی میں جرات ہے تو ان کی تصویر دکھائے۔

(۲) مظفر حسین شاہ کے پیر و مرشد اختر رضا خان کی شکل خنزیر جیسی ہوگئی تھی اور اس سے تین دن پرانے مرے ہوئے گدھے سے بھی زیادہ بدبو آرہی تھی کسی میں غیرت و جرات ہے تو اصل تصاویر و ویڈیوز دکھا کر اس کو غلط ثابت کرے۔

(۳) رضاخانی مناظر اشرف سیالوی جب مرا تو چہرہ بندر کی طرح ہوگیا تھا منہ سے زبان باہر لٹک گئی تھی اس لئے اس کی تصویر نہیں دکھائی گئی دعوت اسلامی نے ایک مختصر ویڈیو میں اس کی شکل دکھائی تو منہ میں کئی کلو روئی ٹھونسی ہوئی تھی اور مسخ شدہ چہرہ صاف دکھائی دے رہا تھا۔

(۴) آج سے کئی سال پہلے کراچی کے علامہ رب نواز حنفی صاحب زید مجدہ نے کوکب نورانی کو چیلنج کیا تھا کہ تیرے باپ کی شکل مرتے وقت بگڑ گئی تھی اسی لئے کسی کو اس کا دیدار نہیں کروایا گیا تھا اگر جرات ہے تو اصل تصویر و ویڈیو دکھاؤ۔

(۵) کتاب پر جس رضاخانی کا نام لکھا گیا اس کے پیر و مرشد ابو داود صادق کا چہرہ بھی مرتے وقت کتے جیسا ہوگیا تھا اسی لئے نہ ویڈیو بنائی گئی نہ اس کی کوئی تصویر شائع کی گئی۔

اگر مظفر حسین شاہ کو برا لگ رہا ہے تو برداشت کرے یہ جواب آں غزل ہے۔ فی الحال ان پانچ دعووں کو غلط ثابت کرے اس کے بعد مزید رضاخانی اکابر کے حوالے بھی دیں گے جن کی شکل مرتے وقت مسخ ہو کر کتے و خنزیر کی ہوگئی تھی۔

جھوٹ نمبر ۲:

''جس کی مثال اس سے بھی واضح ہوتی ہے کہ دیوبندی علی شیر حیدری نے خیر پور کے مہنگے ترین علاقہ میں ایک پلاٹ پر قبضہ کیا اور اس قبضہ کی وجہ سے ذاتی دشمنی پیدا ہوگئی اور اسی قبضہ کی پاداش میں اسے قتل کر دیا گیا مگر دیوبندی آج بھی اسے شہید لکھتے ہیں''۔

(کشف القناع، ج ا،ص ۲۳)

یہ بھی اس کا صریح جھوٹ ہے اگر غیرت ہے تو اس کا کوئی مستند شرعی ثبوت پیش کرے۔ جائیداد سے محبت کا تو یہ حال تھا کہ خان صاحب اپنے بھائیوں کی جائداد پر قبضہ کئے ہوئے تھے اور مال سے اتنی محبت تھی خان صاحب اور ان کی اولاد کو کہ مرتے وقت مدینہ میں دفن ہونے کی خواہش کے باوجود مدینہ اس لئے نہ جاسکے کہ مال و دولت خرچ کرنا پڑے گی۔ تفصیل علامہ ساجد خان صاحب نقشبندی حفظہ اللہ کی کتاب ''فاضل بریلوی نواب احمد رضا خان حیات، خدمات و کارنامے'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

جھوٹ نمبر ۳،۴:

''اگر دیوبندی موصوف سید سلیمان ندوی کے خیالات سیدی اعلیٰ حضرت۔۔کے متعلق جاننا چاہتے ہیں تو ہم 'ندوہ' کے ترجمان رسالہ ''المعارف'' کا حوالہ پیش کرتے ہیں''۔(کشف القناع، ج ا،ص ۲۳۱)

حالانکہ یہ اس کذاب کا سفید جھوٹ ہے جو حوالہ اس نے معارف کا پیش کیا اس زمانے میں حضرت علامہ ندوی معارف کے مدیر ہی نہ تھے تو ان کا نظریہ کیسے؟ اس کذب بیانی کی حقیقت آگے اپنے مقام پر تفصیل کے ساتھ آ رہی ہے۔

جھوٹ نمبر ۵:

''دیوبندی موصوف نرا جاہل ہے اور مطالعہ تو بالکل ہی نہیں چند حوالہ جاتی کتابچے موصوف نے اسی سلسلے میں رکھے ہوئے ہیں اور انہیں پر موصوف کا گزارا ہوتا ہے، مزید چند مشٹنڈوں کی معاونت بھی حاصل ہے جو اس کی جہالت کو مزید چار چاند لگا دیتے ہیں''۔

(کشف القناع، ج ا،ص ۲۲۹)

یہ بھی بالکل جھوٹ ہے اگر اس میں غیرت ہے تو ثابت کرے کہ چند رسائل و مشٹنڈوں کے ذریعہ حضرت علامہ کتب لکھتے ہیں۔ حیرت ہے کہ اگر چند حوالہ جاتی کتابچوں کی وجہ سے اتنی ضخیم کتب علامہ نے لکھ لی کہ تمہیں جواب کیلئے پوری ٹیم بٹھانی پڑی تو اگر علامہ بالاستیعاب تمہارے مذہب کا ''بڑا آپریشن'' کرنے بیٹھیں گے تو تمہارا کیا حال ہوگا؟ اس لئے ڈرو اس وقت سے۔

جھوٹ نمبر ۶:

''ہدایۃ البریہ کتاب سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے دور مبارک میں مطبع صبح صادق سیتاپور سے شائع ہوئی تھی اور اس زمانے میں کہیں بھی کسی اور مطبع سے وہ کتاب شائع نہیں ہوئی تھی''۔(کشف القناع، ج ا،ص ۲۴۱)

یہ بھی اس کذاب کی صریح کذب بیانی ہے جیسا آگے ان شاء اللہ تفصیل آجائے گی۔

جھوٹ نمبر ۷:

''سرفراز گکھڑوی صاحب دیوبندی مولوی حسین علی واں بچھراں کے شاگرد تھے اور وہ اپنے اعتزالی نظریات کی وجہ سے علما دیوبند میں مشہور و معروف تھے۔۔۔سرفراز گکھڑوی صاحب پر حسین علی واں بچھراں کی اعتزالی بھنگ کا نشہ چڑھا ہوا تھا۔

(کشف القناع، ج ا،ص ۲۶۹،۲۷۰)

اگر اس میں غیرت ہے تو مستند علمائے دیوبند کا حوالہ دے کہ حضرت مولانا علامہ حسین علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے معتزلانہ عقائد کی وجہ سے علمائے دیوبند میں معروف تھے۔

جھوٹ نمبر ۸:

''بالآخر مولانا عبد الباری فرنگی محلی رحمۃ اللہ علیہ نے رجوع کرلیا تھا اور آپ کا رجوع نامہ اخبارات و رسائل میں شائع بھی ہوا''۔
(کشف القناع، ج ا ص ۱۹۶)

یہ بھی اس کا جھوٹ ہے مولانا عبد الباری فرنگی محلی مرحوم نے کوئی رجوع نہیں کیا اس جھوٹ کا منہ توڑ جواب علامہ ساجد خان صاحب نقشبندی حفظہ اللہ دفاع اہل السنۃ والجماعۃ جلد دوم میں تفصیل کے ساتھ دے چکے ہیں بجائے اس کا جواب دینے کے اسی جھوٹ کو دوبارہ نقل کر کے اپنے ہی قلم سے اپنے جاہل ہٹ دھرم اور جواب سے عاجز ہونے کا اقرار کرلیا۔

جھوٹ نمبر ۹:

''گنگوہی صاحب خوب جانتے تھے کہ سیدی اعلیٰ حضرت ۔۔۔ کے عقائد مسئلہ علم غیب اور دیگر مسائل میں ایسے نہیں ہیں کہ ان پر تکفیر یا پھر تضلیل کا فتوی لگایا جائے''۔(کشف القناع، ج ا ص ۲۴۷)

یہ بھی اس کا جھوٹ ہے ورنہ کوئی مستند حوالہ دے کہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ ''خوب جانتے تھے'' کہ خان صاحب بریلوی کے عقائد کفریہ شرکیہ نہیں ۔دیدہ باید۔

جھوٹ نمبر ۱۰:

''ہندوستان میں وہابیت کی شروعات اس طرح ہوئی کہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان سے تعلق رکھنے والے ایک فرد اسمٰعیل دہلوی نے نجدی نظریات سے متاثر ہوکر ایک رسالہ رد الاشراک اور پھر اس کی شرح تقویۃ الایمان کے نام سے لکھی''۔
(کشف القناع، ج ا ص ۲۴)

حالانکہ یہ بھی جھوٹ ہے کیونکہ اس کے مولوی عمر اچھروی ،مولوی رمضان ،مولوی غلام مہر علی اور اس کے تائید کنندگان تو وہابیت کی ابتدا حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے کرتے ہیں ۔اور اس رضاخانی کے نزدیک تردید نہ کرنا تائید کی دلیل تو جن رضاخانیوں نے آج تک ان کی اس عبارت کی تردید نہیں کی وہ سب اس سے متفق مگر یہ جھوٹ بولتا ہے کہ حضرت شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ سے اس کی ابتدا ہوئی اس حوالے سے مزید تفصیل کیلئے دفاع اہل السنۃ والجماعۃ جلد اول کا مقدمہ ملاحظہ ہو۔

جھوٹ نمبر ۱۱:

''مذکورہ حوالہ دیوبندیوں کی اپنی من پسند کتاب تذکرۃ الرشید کا ہے ۔تذکرۃ الرشید کتاب کٹر دیوبندی مولوی عاشق الٰہی میرٹھی کی تصنیف ہے اور یہ کتاب رشید احمد گنگوہی کی سوانح حیات پر مشتمل ہے اصولی طور پر ہمارے لئے قطعاً حجت نہیں میدان مناظرہ میں یا تو مسلم بین الفریقین دلائل سے استدلال کیا جاتا ہے یا مسلمات خصم کو دلیل بنایا جاتا ہے مگر یہ دیوبندی موصوف اتنے جاہل اور بے عقل ہیں کہ دلیل کے طور پر

اپنی ہی کتابیں پیش کرتے ہیں''۔(کشف القناع، ج۱، ص۱۷۶)

حالانکہ یہ اس کذاب کا صریح جھوٹ ہے جب جواب نہ آیئے تو جھوٹ بولو، دجل کرو اور کہو کہ ہم نے تو جواب دے دیا حضرت علامہ صاحب نے یہ حوالہ تذکرۃ الرشید سے پیش نہیں کیا تھا بلکہ احمد رضا خان کے بیٹے مصطفی رضا خان کے خلیفہ مفتی عبد الوہاب قادری کی کتاب سے پیش کیا تھا۔

جھوٹ نمبر ۱۲:

''دیوبندیوں کی تمام کتابیں ہم نے کنگھال رکھی ہیں''۔(کشف القناع، ج۱، ص۳۱۶)

یہ اس آدمی کا بالکل سیاہ جھوٹ ہے کیونکہ حضرت علامہ ساجد خان نقشبندی صاحب حفظہ اللہ سے اس نے فون پر جو درگت اپنی بنوائی ہے جس کے تین حصے یوٹیوب پر موجود ہیں اس میں یہ اقرار کرتا ہے کہ ''تحذیر الناس'' جیسی بنیادی کتاب کا بھی اس نے مطالعہ نہیں کیا جس آدمی نے دیوبندی بریلوی اختلاف کی بنیادی کتب تک کا مطالعہ نہ کیا ہو اسے تمام دیوبندی کتب کنگھالنے کا دعوی کرتے ہوئے کچھ تو شرم کرنی چاہئے۔ پھر اسی کتاب کے ص ۳۴ پر پانچ عدد رضاخانیوں کا اس نے شکریہ ادا کیا:

''جو حوالہ جات کی دستیابی میں معاون رہے''

جو علامہ ساجد کی کتاب کے چند صفحات کا جواب لکھنے کیلئے حوالہ جات کی فراہمی میں پانچ رضاخانیوں کا محتاج ہو وہ کہتا ہے کہ میں نے تمام دیوبندی کتب صرف پڑھ نہیں لی بلکہ کنگھال ڈالی ہیں واقعی اس مذہب میں جھوٹ بولنا عین عبادت ہے۔ معاذ اللہ۔

مزید یہی موصوف لکھتا ہے:

''راقم الحروف نے جب ''آپ کے مسائل اور ان کا حل جلد ۱۰'' سے موصوف کی طرف سے نقل کردہ فتوی کو پڑھا اور مطابقت کی غرض سے اصل کتاب کو کھولا تو حیرت کی انتہا نہ رہی کہ محولا صفحات تو درکنار پوری جلد ۱۰ میں کہیں بھی یہ فتوی نظر نہ آیا''۔

(کشف القناع، ج۱، ص۲۶۶)

دروغ گو را حافظہ نہ باشد جب تو نے ساری کتابیں کنگھال لی تھیں تو ایسی مشہور کتاب کے متعلق حیرانگی کی کیا ضرورت تھی؟ اور ناشرین کو فون کرنے کی کیا آفت آپڑی تھی؟

جھوٹ نمبر ۱۳

''پس ان وجوہات کی بنا پر راقم الحروف کا جواب لکھنے کا ارادہ نہ تھا مگر احباب نے بتایا کہ دیوبندی موصوف کا دعوی ہے کہ اس نے اپنی اس کتاب میں اپنے اکابر و اساتذہ سے ملنے والے علوم کا خوب اظہار کیا ہے۔ لہذا آپ ضرور اس کتاب کا جائزہ لیں اور عوام الناس کے سامنے دیوبندی اکابرین کی علمی حیثیت ظاہر کریں''۔(کشف القناع، ج۱، ص۳۲)

حالانکہ یہ موصوف کی صریح کذب بیانی ہے اس بات کا ثبوت دے کہ علامہ ساجد صاحب نے دفاع کے بارے میں یہ دعوی کہیں کیا ہو؟

جھوٹ نمبر ۱۴

رضاخانی لکھتا ہے:

''حضرت مولانا کاشف اقبال مدنی صاحب نے دیوبندیوں کے خروج عن اہل السنۃ کے حوالے خود انہی کے گھر سے پیش کئے''۔
(کشف القناع، ج ۱ص ۳۶۱)

حالانکہ یہ اس رضاخانی کا سیاہ ترین جھوٹ ہے کوئی رضاخانی مائی کا لعل قیامت کی صبح تک ثابت نہیں کرسکتا کہ کسی ایک مستند دیوبندی نے اپنی کسی کتاب میں مسلک دیوبند کو معاذ اللہ'' خارج عن اہل السنۃ'' کہا ہو چہ جائیکہ'' حوالے''؟؟!!! جب ایک چیز کا وجود ہی نہیں تو ثبوت کہاں سے؟ مگر جن کے اعلیٰ حضرت مکہ ومدینہ جیسی مقدس سرزمین پر بیٹھ کر جھوٹ بولتے ہوئے نہ شرمائے ان کے اذناب واخلاف پاکستان میں بیٹھ کر جھوٹ بولنے سے کیوں شرمائے؟

جھوٹ نمبر ۱۵

علامہ صاحب نے مولوی رمضان رضاخانی واذناب سے ثابت کیا کہ معاذ اللہ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ شیخ عبدالوہاب نجدی کی قتل وغارت گری سے بہت متاثر تھے ان سے ان کی زبردست دوستی ہوگئی تھی۔ شیخ نجدی کا مکمل رنگ آپ پر چڑھ گیا آپ نے ہندوستان آکر شیخ نجدی کے اصول وفروع پر نئے دین کی بنیاد قائم کرنے پر جُٹ گئے اور اسی کی تبلیغ واشاعت شروع کردی جس پر ہندوستان میں ایک شور برپا ہوگیا کہ شاہ ولی اللہ وہابی ہوگیا اور تمام وقت کے بڑے بڑے علما نے آپ پر کفر کے فتوے لگائے۔ (ملاحظہ ہو دفاع، ج ۱ص ۸۹ تا ۹۴)

موصوف رضاخانی اس کے جواب میں لکھتے ہیں:

''مولانا محمد رمضان قادری صاحب نے جو کچھ لکھا ہے وہ دیوبندی کتب کے تناظر میں ہی لکھا گیا ہے''۔ (کشف القناع ص ۳۶۶)

حالانکہ یہ اس رضاخانی کی صریح کذب بیانی ہے کوئی مائی کا لعل قیامت کی صبح تک یہ ثابت نہیں کرسکتا کہ ہمارے اکابر میں سے کسی نے یہ بات کہی ہو۔ دیدہ باید۔

مزید بھی اس رضاخانی کی کتاب میں کئی جھوٹ ہیں فی الحال صفحات کی تنگی کی وجہ سے اسی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

رضائے مصطفیٰ اور اس کے تبصرے پر ایک نظر

حضرت مولانا ساجد خان صاحب نقشبندی حفظہ اللہ نے اپنی کتاب تبصرے کیلئے ماہنامہ لولاک کو بھیجی تھی رضاخانی نے اسی کی نقل مارتے ہوئے اپنی کتاب تبصرے کیلئے بدنام زمانہ رسالہ ''رضائے مصطفیٰ'' کو بھیجی۔ تبصرہ نگار جناب نعیم اللہ خان قادری لکھتا ہے:

''تحفظ اہل سنت و جماعت: یہ ڈاکٹر قاری ابو احمد محمد ارشد مسعود اشرف چشتی رضوی کا دیوبندی مصنف ساجد خان (کراچی) کی مکر و فریب تحریف و تخریب اور ملمع سازیوں سے آلودہ کتاب ''دفاع اہل السنۃ والجماعۃ'' کا دلائل و براہین سے بھرپور، دندان شکن اور مدلل رد ہے۔ یہ ابھی اس کی خیانتوں سے مملو ابتدائی ۱۳۰ صفحات کا رد بلیغ ہے۔ جس کا آغاز اتنا حسین جامع اور آبدار ہے اس کی آئندہ جلدوں میں بہار کتنی تابدار اور جاندار ہوگی''۔ (رضائے مصطفیٰ ص ۲۹، مارچ ۲۰۲۰ء)

تبصرہ نگار کا یہ تبصرہ محض مسلکی تعصب کے سوا کچھ نہیں اور اس نے پڑھے بغیر ہی کتاب پر ناول نگاری شروع کر دی اس لئے کہ رضاخانی نے اپنی کتاب میں دفاع کے ۱۳۰ صفحات سے بھی کم کے جواب دینے کی ناکام کوشش کی ہے اور وہ کوشش بھی آپ اگلے صفحات میں ملاحظہ کر لیں گے کہ ملمع سازی، تحریف، خیانت، دجل و فریب، جھوٹ کا پلندہ کس کی کتاب ہے؟۔ دلچسپ بات یہ کہ جب دجل و فریب سے بھی عاجز آجاتا ہے تو جان چھڑانے کیلئے یا تو ہمارے استدلال کو ہی گول کر جاتا ہے یا جواب میں اپنے ہی کذاب مولویوں کی لکھی ہوئی کتب کے حوالے دینا شروع کر دیتا ہے جیسا کہ آگے تفصیل آرہی ہے۔

اب یہ جاہل اسے ۱۳۰ صفحات کا رد کہہ رہا ہے۔ جس جاہل کو تبصرہ کرتے وقت یہ تک معلوم نہ ہو کہ کتنے صفحات کا جواب دیا گیا ہے اسے کیا حق ہے کہ کسی کتاب پر تبصرہ کرے؟ پھر اس رضائے مصطفیٰ کا حال دعوت اسلامی کے رضاخانیوں کی زبانی ملاحظہ ہو:

''ماہنامہ رضائے مصطفیٰ کی سنی علماء کی کردار کشانہ بری ریت کی کہانی بہت پرانی ہے۔ جسے یہ حق بیانی زعم فرماتے ہیں اور اس پر فخر جتاتے ہیں۔ غزالی زماں مظہر امام احمد رضا، علامہ سید احمد سعید کاظمی صاحب ۔۔۔ سے لیکر امیر اہلسنت علامہ مولانا محمد الیاس صاحب عطاری قادری۔ تک ان کے مجروحین کی فہرست بہت عریض بھی ہے طویل بھی جن پر شر رباری کرتے جذبہ احترام و شفقت شدید علیل بھی ہے قلیل بھی اور جس کے اثرات سے دردمند مسلم و سنی مجروح بھی ہیں قتیل بھی ہیں''۔ (مظلوم مبلغ، قسط دوم، ص ۷)

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

''انہوں نے شاید خدا اور رسول (جل جلالہ و ﷺ) کے سوا کسی کو نہیں چھوڑا''۔ (مظلوم مبلغ، حصہ اول، ص ۳۷)

تو جناب جن کی شر انگیزیوں، بدبودار قلم سے اپنے علما کی عزت و ناموس محفوظ نہیں بلکہ اللہ و رسول ﷺ کے سوا کوئی محفوظ نہیں وہ اگر مولانا ساجد خان صاحب نقشبندی مدظلہ العالی پر اپنی عادت بد کے مطابق بے ہودہ الزامات لگائے تو کوئی اچھنبے کی بات نہیں۔ پھر یہ لوگ ہیں بھی ڈنڈی باز چنانچہ دعوت اسلامی والے لکھتے ہیں:

''رضائے مصطفیٰ ماہنامے والے حسب دستور ڈنڈی مارنے سے باز نہ رہ سکے''۔ (مظلوم مبلغ، حصہ دوم، ص ۱۹)

رضاخانی ایک اصول نقل کرتا ہے:

''یہ کتاب منظور نعمانی کی زندگی ہی میں شائع ہوئی تھی، مگر منظور نعمانی صاحب نے کبھی بھی اس مضمون سے اپنی برات اور بیزاری کا

اعلان نہیں کیا، اگرچہ انہیں موقع بھی میسر تھا اور ایک رسالہ کی ادارت بھی حاصل تھی، مگر کبھی بھی اس نے اس مضمون کی تردید میں ایک حرف تک نہیں لکھا، جس کا مطلب یہی ہے کہ یہ سارا کام اس کے ایماو اشارہ اور رضا کے ساتھ سرانجام پایا''۔(کشف القناع، ج ا، ص ۲۷۷)

تو رضاخانی نے آج تک مظلوم مبلغ کی اس عبارت کی تردید نہیں کی تو گویا وہ بھی اس سے متفق ہے تو جس رسالہ کو خود اسی کی ایک بڑی جماعت فتنہ انگیز، شرانگیز قرار دے موصوف خود بھی اس سے متفق ہوں اسی ڈنڈی باز رسالہ سے اپنی کتاب پر تبصرہ کرواتے ہیں اور پورے پاکستان میں صرف اسی رسالہ کے مکتبے پر اپنی کتاب کو رکھواتے ہیں تو جنس با ہم جنس پرواز کنند شیطان کو شیطان ہی نے ٹھکانہ دینا ہے۔

دعوت اسلامی والے مزید لکھتے ہیں:

''رضائے مصطفی نہ فتاوی رضویہ کا پاس کرتے ہیں نہ اعلی حضرت کے فرامین کا''۔(مظلوم مبلغ، حصہ دوم، ص ۴۲، ۴۳)

ایسے رسالہ پر ہمارے علماء کے خلاف تبصرے لئے جارہے ہیں۔اسی رسالے کے متعلق ہے:

''اور ماہنامہ رضائے مصطفی میں بھی ہمیشہ کی طرح وہی پچھلے اعتراضات دہرائے گئے دعوت اسلامی اور خود امیر اہلسنت پر بیہودہ الزامات لگائے گئے''۔(مظلوم مبلغ، حصہ دوم، ص ۷۰)

جن کے بے ہودہ الزامات سے اپنے محفوظ نہ ہوں وہ رسالہ بھلا ہمارے لوگوں پر ملمع سازی، خیانت وغیرہ کے بے ہودہ الزامات کیوں نہ لگائے؟ اسی رضائے مصطفی کے متعلق کہا:

''کذب و بہتان تراشی کا پلندہ''(مظلوم مبلغ، حصہ دوم، ص ۸۰)

موصوف کو تبصروں کیلئے ایسی ہی کسی جھوٹ کے پلندے کی ضرورت تھی۔

ہوسکتا ہے رضاخانی اپنی موروثی وفطری دجل وفریب کی عادت سے مجبور ہو کر کہے کہ ''مظلوم مبلغ'' تو ہماری مستند کتاب ہی نہیں تو ان کی خدمت میں عرض ہے کہ دعوت اسلامی کے مکتبۃ المدینہ نے اپنی مجلس علمی کی کتب کی جو فہرست شائع کی اس میں ''۱۱۰ور ۱۱'' نمبر پر اسی کتاب کا نام ہے۔(ملاحظہ ہو فہرس کتب ورسائل، ص ۲۰)

یاد رہے کہ رضاخانی کے پیر نے بھی مظلوم مبلغ کو الیاس قادری کے زیر سایہ شائع ہونے والی کتاب قرار دیا ہے۔

(ملاحظہ ہو مکتوب ابو داؤد، ص ۱۸)

چشتی کا پیر فتنہ پرور اور بے ہودہ ذہن والا ہے اس کی آخرت ہی برباد ہے

دعوت اسلامی والے چشتی کے پیر رضائے مصطفی کے رسالے کے بانی کی صفات رذیلہ وخبیثہ کو ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

''بعض ناعاقبت اندیش اب بھی ان کے خلاف بے ہودہ ذہن سازی وفتنہ انگیزی وسوسہ اندازی کر کے ان کے شروع کردہ دینی کاموں میں رکاوٹیں کھڑی کر کے اپنی آخرت برباد کرنے میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہے ہیں۔ایک طرف سنیت کے پرچار کے بعض نام نہاد مجلے ہیں کہ (بدمذہبی وکفر کے خلاف صف بستہ رہنے کے بجائے) عالمگیر سطح پر سنیت کی اس واحد نمائندہ تنظیم کے انقلابی اصلاحی کام زد پر رکھنے (کی ناکام کوششوں میں) ہی اپنا اور دوسروں کا وقت ومال برباد کئے چلے جارہے ہیں جن میں 'رضائے مصطفی' نام کا ماہنامہ نامی گرامی ہے''۔(مظلوم مبلغ، حصہ اول، ص ۷، ۸)

چشتی کے پیر کا رسالہ اعلیٰ حضرت کا مکروہ تصور لوگوں کو دکھا رہا ہے

اسی کتابچہ میں ہے:

''غور طلب بات یہ ہے کہ آپ کے اس ادارے والے خلاف واقع اعلیحضرت اور اکابرین اہلسنت ۔۔۔ کا اتنا مکروہ تصور عوام کو کیوں دینا چاہتے ہیں کہ جس میں نبی اکرم ﷺ کی سیرت کی بھی پیروی نہ ہو''۔ (مظلوم مبلغ، حصہ اول، ص ۱۱)

یہ وہ ادارہ ہے جس کے پاس چشتی اپنی کتاب رکھواتا ہے اور مولانا کی کتاب کے خلاف زہر اگلواتا ہے۔

رضائے مصطفی کو دیکھنا حرام

دعوت اسلامی اس رسالہ کے متعلق لکھتے ہیں:

''میں رضائے مصطفی دیکھنا ترک کر چکا ہوں کہ پہلے ہی بہت گناہ گار ہوں مزید مسلمانوں کی حرمت میں کیوں پڑوں''۔

(مظلوم مبلغ، حصہ اول، ص ۲۴)

یہ وہ حرام کار رسالہ ہے جس میں ہمارے علما کی کتب پر تبصرے چھپتے ہیں اور یہ ہے چشتی کا حرام کار پیر۔

نعیم اللہ خان قادری کے تبصرے کا اصل حق دار کون ہے؟

چشتی کی کتاب پر تبصرہ نگار مولانا ساجد خان نقشبندی صاحب مدظلہ العالی کے متعلق لکھتے ہیں کہ کتاب میں:

''مکروفریب تحریف وتخریب اور ملمع سازیو، خیانتیں'' کی گئی ہیں۔ مگر دعوت اسلامی یہ ساری صفات چشتی کے پیر اور رضائے مصطفی والوں کے متعلق تسلیم کرتے ہیں چنانچہ انہیں:

خیانت کرنے والا، بے ہودہ گوئی، صریح جھوٹ بولنے والا'' (مظلوم مبلغ حصہ اول، ص ۲۴)

''گھٹیا الفاظ استعمال کرنے والا، پھوہڑ تحریروں والا''۔ (مظلوم مبلغ، حصہ اول، ص ۱۳)

''صریح کذب بیانی، الزام تراشی، دشنام طرازی کرنے والا''۔ (مظلوم مبلغ، حصہ اول، ص ۲۶)

''کمال ڈھیٹ، مغلظات پر مفتخر''۔ (مظلوم مبلغ، حصہ اول، ص ۳۲، ۳۳)

مظفر حسین شاہ تبصرہ نگار کے فتووں کی زد میں

چشتی کی کتاب باہتمام حضرت علامہ مولانا سید پیر مظفر حسین شاہ قادری کے چھپی ہے۔ اب یہی تبصرہ نگار اختر رضا خان قادری کی ایک اور کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے اسی صفحہ پر لکھتا ہے:

''عصر رواں، عہد حاضر میں بعض عناصر مسلک اعلیٰ حضرت کا حلیہ ونقشہ بگاڑنے کیلئے شعاعوں سے مغالطہ دینے کیلئے ٹی وی کیمرے لئے پھرتے ہیں، مزار اقدس سیدنا حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور مزار پر انوار حضور سیدنا گنج بخش فیض عالم داتا سرکار رحمۃ اللہ علیہ تک کی فلمیں بنانے سے گریز نہیں کرتے۔ ایسے حالات میں موقر ومستند اکابر اہلسنت اور قادری رضوی برادران طریقت کو از حد لازم وضروری ہے کہ اس کتاب کی زیادہ سے زیادہ اشاعت کریں اور ملک بھر کے اہلسنت کے اشاعتی اداروں اور کتب خانوں کو چاہئے کہ وہ اپنے اپنے

اداروں کی طرف سے اس لاجواب کتاب کو چھپوائیں''۔(رضائے مصطفی، بابت شمارہ مارچ ۲۰۲۰،ص ۲۹)

گویا موو ی بنانے والے مسلک اعلی حضرت کا حلیہ بگاڑ رہے ہیں تو جناب یہی پیر مظفر حسین شاہ نہ صرف ٹی وی مووی کو جائز سمجھتا ہے نہ صرف ٹی وی چینلوں پر آتا ہے، بلکہ اپنے ہر پروگرام کی مووی بناتا ہے بلکہ مسجد کے اندر بیٹھ کر مووی بناتا ہے اور شیخ عبد القادر جیلانی کے مزار پر بیٹھ کر بھی اس نے مووی بنائی تو تیرے مذہب میں تو یہ کتاب چھاپنے والا مسلک اعلی حضرت کا حلیہ بگاڑنے والا ہے بجائے مسلک اعلی حضرت کی مخالفت کرکے اسے جہنم واصل کرنے کے یہ جاہل تبصرہ نگار اس حرام کار کے بارے میں لکھتا ہے:

''ہم محترم علامہ پیر سید مظفر حسین شاہ قادری۔۔۔کے بھی بے حد مشکور وممنون ہیں کہ انہوں نے اس طرح کے شوریدہ سر لاعلاج مریضوں کے علاج معالجہ کیلئے ایک ماہر ڈاکٹروں کی ٹیم سے مزید جدید طرز کا ہسپتال قائم کیا ہوا ہے جہاں اس طرح کے آپریشن ہوتے رہتے ہیں شاہ صاحب کا یہ ہسپتال اپنے روشن کارناموں سے ایک تاریخ رقم کر رہا ہے ہم ان کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں''۔

(رضائے مصطفی، بابت شمارہ مارچ ۲۰۲۰،ص ۲۹)

جو خود اپنے اعلی حضرت کے مسلک کا باغی ہو اور رضائے مصطفی کے فتوے کی رو سے حرام کو حلال سمجھ کر کرنے والا فاسق فاجر ہو وہ تو خود علاج وآپریشن کا مستحق ہے اس عطائی ڈاکٹر کے جعلی ہسپتال سے کسی نے کیا صحت یاب ہونا ہے؟ پھر اس ڈاکٹر نے اپنے ہسپتال میں داڑھی منڈے رکھے ہوئے ہیں جو خود اعلی حضرت کے فتوے کی رو سے مخنث، یہودی، نصرانی، اللہ ورسول ﷺ اور ملائکہ کی لعنتوں کے مستحق ہیں۔

تبصرہ نگار کی عقل کا ماتم کریں جو لکھتا ہے:

''اس طرح کے شوریدہ سر لاعلاج مریضوں کے علاج معالجہ کیلئے ایک ماہر ڈاکٹروں کی ٹیم سے مزید جدید طرز کا ہسپتال قائم کیا ہوا ہے''

جاہل انسان جب وہ مریض ہے ہی لاعلاج تو اس کا ہسپتال میں علاج معالجہ کیسے ہوگا؟ بہر حال اس تبصرہ نگار کی جہالتوں، خباثتوں، خیانتوں پر مزید بھی زبردست تبصرہ ہوسکتا ہے مگر ہم خوف طوالت سے اسی پر اکتفا کرتے ہیں۔

چشتی کا پیر رضاخانیت سے گتھم گتھا

رضائے مصطفی کے اسی شمارے کے اسی صفحہ پر یہ بھی لکھا ہے کہ چشتی موصوف ابوداود صادق کے مریدین، متعلقین ومحبین میں سے ہیں۔ اس چشتی نے اپنی اس کتاب میں حضرت مولانا الیاس گھمن صاحب زید مجدہ، شیخ الحدیث حضرت مولانا سعید احمد پالن پوری، حضرت مولانا ابو بکر غازی پوری صاحب رحمۃ اللہ علیہما کے اختلاف کو ذکر بھی کیا جس میں ایسا اختلاف بھی شامل ہے جو فروعی بھی نہیں اور جو ہے وہ بھی رضاخانی مذہب کے اصولوں کے مطابق مذموم نہیں مگر اس نے پھر بھی اس کو ذکر کرکے علمائے دیوبند کو بدنام کرنے کی ناکام کوشش کی اب اسی اصول کے تحت ہم ذرا اس کے پیر اور دیگر رضاخانیوں کے دست وگریبان پر ایک مختصر تبصرہ عرض کرتے ہیں۔لہذا اگر کسی کو جواب کی ہمت ہوئی تو اپنے اس کردار واصول کو سامنے رکھنا۔ پہلے پیر کے مذہب کے بارے میں فیض احمد اویسی کا فتوی پڑھ لیں:

''عوام دیوبندی بریلوی اختلاف ختم کرنا چاہتے ہیں تو فیصلہ آسان ہے وہ اس طرح کہ عوام کو ہمارے سے زیادہ یقین کہ''مرشد برحق'' کا فیصلہ حق ہے عوام تو یہاں تک کہہ اٹھتے ہیں کہ سجادہ رنگیں گرت پیر مغاں گوید شراب سے مصلی رنگین کردے اگر تجھے تیرا پیر ومرشد حکم دے یعنی

پیر ومرشد اگرچہ بظاہر شرع کے خلاف حکم فرمائے تو بھی حکم بجالا۔اگرچہ وہ خلاف شرع حکم نہیں فرمائے گا۔لیکن مرید مرشد کے حکم کے سامنے سرتسلیم خم کرے۔اگرکوئی پیر ومرشد کے خلاف چلتا ہے تو کہا جاتا ہے یہ مرید (شیطان) مرید نہیں"۔(انعام اللہ،ص ۶)

یعنی پیر کے حکم پر نہ چلنے والا"مرید شیطان" ہے پیر کا مرید نہیں۔اسی طرح چشتی جس کاشف اقبال کی کتاب کے دفاع کی ناکام کوشش کیلئے میدان میں آیا ہے اس نے بھی اہل سنت حضرات کا حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکی سے بظاہر کچھ اختلاف کو بطور"ذم" پیش کیا۔

اب ذرا اپنے پیر کے فتوے ملاحظہ ہوں۔

مظفرحسین شاہ حرام کار لعنتی ہے

چشتی کا یہ پیر ٹی وی مووی کو سخت حرام وناجائز اور موجب لعنت سمجھتا۔صرف چند حوالے ہم یہاں قلم بند کر رہے ہیں:

"رسول اللہ ﷺ نے سود کھانے والے،سود کھلانے والے کی طرح فوٹو گرافی پر بھی لعنت فرمائی ہے۔اور اسی لئے فرمایا ہے کہ جس گھر میں کتا تصویر ہو وہاں ملائکہ رحمت داخل نہیں ہوتے (مشکوۃ)اعزاز واہتمام سے تصویر بنانا بنوانا اور رکھنا شرعا حرام ہے"۔(فتاوی رضویہ)

اے علما ومشائخ اپنی ذمہ داری کا احساس فرماؤ۔فوٹو بازی شدید حرام وگناہ کبیرہ ہونے کا بیان"۔(رضائے مصطفی،اگست ۲۰۱۰،ص ۲۶)

چشتی اب اپنے پیر کے فتوے اور اعلی حضرت کے فتوے پر عمل کرتے ہوئے اس حرام کار مظفرحسین شاہ پر لعنت بھیج یا پھر اقرار کر کہ تو "مرید شیطان" ہے۔دلچسپ بات یہ کہ یہاں فوٹو گرافری کو لعنتی فتاوی رضویہ یعنی خان صاحب بریلوی کے فتوے کی رو سے کہا گیا اور اسی ابو داود صادق کے رسالے میں اس کی زندگی میں چھپا:

"مسلک اہل سنت وہی ہے جو اعلی حضرت کی کتابوں میں مرقوم ہے"۔(رضائے مصطفی،نومبر ۲۰۰۹،ص ۱۵)

اب خان صاحب کی کتب میں فوٹو گرافری کو حرام وموجب لعنت کہا گیا ہے اور یہ لوگ اس حرام کاری ولعنت گری کو جائز سمجھتے ہیں تو مسلک اعلی حضرت پر نہ ہوئے اور یوں اہل سنت سے خارج ہو کر گمراہ ہوئے۔چشتی اسے کہتے ہیں دست وگریبان۔

یہی چشتی حضرت پالن پوری صاحب رحمہ اللہ کے متعلق لکھتا ہے کہ وہ تو بدعتی تھے اس کا فتوی ہم پر کیسے؟۔

(ملخصا کشف القناع،ج۱،ص ۲۶۴)

تو جو مظفرحسین شاہ اور چشتی اعلی حضرت کے مسلک سے ہی خارج ہو کر کافر ومرتد ہو گئے ہوں ان کی کتب کا بھلا کیا اعتبار؟اور نعیم قادری صاحب ان کی کتب ہمارے خلاف کیسے پیش کی جاسکتی ہیں؟یاد رہے کہ مرتدوں کی تعریف کر کے قادری صاحب خود بھی اسلام سے خارج ہوئے پڑے ہیں۔چشتی کا یہی پیر اپنے رسالہ"فوٹو بازی وتصویر سازی کے شدید حرام وگناہ ہونے کا بیان" جو براہین صادق ص ۲۶۷ تا ۲۷۸ پر موجود ہے اس میں لکھتا ہے کہ فوٹو بازی کرنے والے کا گھر رحمت کے فرشتوں سے خالی ہوتا ہے یہ معنوی بت پرستی ہے (ملخصا ص ۲۷۱)تصویر بنانے والوں پر اللہ کے رسول ﷺ کے کے اقوال کی روشنی میں تصویر بنانے والوں پر اللہ کی مار (ص ۲۷۳)

تصویر سازی وفوٹو بازی کرنے والوں کا انجام قیامت کے دن رسول اللہ ﷺ کے ہاتھوں قتل ہونے والے مشرکین کے ساتھ ہوگا۔(ص ۲۷۴)

یاد رہے کہ اس رسالہ میں ڈیجیٹل تصویر کیلئے بھی یہی حکم دیا اور تبلیغ کی نیت سے فوٹو سازی ومووی کو بھی حرام وناجائز اور انہی وعیدوں میں

شامل کیا۔اب چشتی کا مظفر حسین شاہ نہ صرف اپنے ہر پروگرام کی تصویر بناتا ہے بلکہ مسجد میں کیمرہ رکھ کر اپنی مووی بناتا ہے تو یہ تو چشتی کے پیر کے فتوے کی رو سے قیامت کے دن رسول اللہ ﷺ وصحابہ کے ہاتھوں جہنم واصل ہوئے ابوجہل وغیرہ کے ساتھ اٹھے گا۔ہم جب رضاخانیوں کو مشرک کہیں تو ان کو مرچیں لگ جاتی ہیں لہذا لو اپنے پیر ہی کے قلم سے اپنے مولوی کا ٹھکانہ معلوم کرلو۔چشتی صاحب! دست و گریبان اس طرح دکھایا جاتا ہے اور آدمی کو غیر معتبر اس طرح ثابت کیا جاتا ہے۔ابھی آگے دیکھتے جاؤ۔

مظفر حسین شاہ بے نمازی ہے، بدعتی ہے

اسی طرح چشتی کے اسی پیر کا ایک پورا رسالہ ہے ''نماز میں لاؤڈ اسپیکر کا استعمال ناجائز ہونے کا بیان'' ملاحظہ ہو براہین صادق، ص ۱۸۱ تا ۱۹۰۔چشتی کے پیر کے نزدیک لاؤڈ اسپیکر پر نماز نہیں ہوتی۔مگر مظفر حسین شاہ اپنی مسجد میں لاؤڈ اسپیکر پر نماز پڑھاتا ہے گویا چشتی کے نزدیک اس کا ضیغم اہلسنت خود بھی بے نمازی اور دیگر لوگوں کی نمازیں خراب کرنے کا بھی ذمہ دار ہے۔یہ ہے وہ آدمی جس کو ہمارا علاج کرنے کیلئے رضاخانی میدان میں لائے ہیں لیکن ہم اس عطائی نیم حکیم خطرہ ایمان وجان کی ایسی ٹکور کریں گے کہ ان شاء اللہ اس موذی کو کوئی ہسپتال بھی قبول نہیں کرے گا۔

مظفر حسین شاہ واذناب کی نہ عید معتبر نہ روزہ

براہین صادق ،ص ۲۷۹ تا ۲۹۶ ایک رسالہ ہے'' دربار عید ورمضان ریڈیو ٹیلیفون کا اعلان نامعتبر ہونے کا بیان'' اس میں ٹی وی وریڈیو سے چاند کی رویت وشہادت پر رمضان وعید کو ناجائز کہا جبکہ مظفر حسین شاہ ٹی وی ہی کے اعلان پر روزہ وعید کرتا ہے لہذا اس کا نہ روزہ نہ عید۔

ایسے بدکردار،فاسق ،فاجر بے دین جہنمی مشرک کی چھاپی ہوئی اور اسے اپنا بڑا سمجھنے والوں کی کتابوں کا کیا اعتبار؟

چشتی کہتا ہے کہ معاذ اللہ حضرت مولانا سعید احمد پالنپوری رحمۃ اللہ علیہ بدعتی ہیں اس کے فتوے کا کیا اعتبار؟ تو چشتی کا پیر سپیکر پر نماز کو خلاف سنت کہتا ہے (مکتوب ،ص ۳) اور ظاہر ہے خلاف سنت بدعت ہے بلکہ صراحۃ سپیکر کے استعمال کو'' بدعت'' کہا (مکتوب ابو داود، ص ۱۲)۔تو مظفر حسین شاہ سمیت ساری دعوت اسلامی بلکہ اکثر بریلویت جو سپیکر پر نماز پڑھتی ہے وہ سب بدعتی ہیں ان کے فتووں اور مذہب کا کیا اعتبار؟ اور اس کی طرف سے شائع کردہ چشتی کی کتاب کا کیا اعتبار؟

الیاس عطاری امیر اہل سنت نہیں

چشتی اور ان کے مظفر حسین شاہ الیاس عطاری کو'' امیر اہل سنت'' سمجھتے ہیں اگر ایسا نہیں تو اس کا بانگ دہل اعلان ہونا چاہئے جبکہ چشتی کے پیر ابو داود صادق نے الیاس قادری کو امیر اہلسنت کہنے کو انکی جاہ طلبی قرار دیا اور کہا کہ مفتی اعظم ہند کی مخالفت اور اکابر کی مخالفت کرکے وہ امیر اہلسنت کیسے بن سکتے ہیں؟۔(ملخصا مکتوب مولانا ابو داود،ص ۱۷)

دعوت اسلامی طاہر القادری کی طرح گمراہ فرقہ ہے

اسی طرح چشتی کے پیر نے دعوت اسلامی کو طاہر القادری کی طرح ایک نیا فرقہ قرار دیا ہے۔(ملاحظہ ہو مکتوب مولانا ابو داود،ص ۲۱) اور ظاہر ہے کہ نیا فرقہ بدعت ہے خاص کر جب طاہر القادری کی طرح ہو تو اس کی گمراہی وضلالت میں کیا شک وشبہ؟ اب اگر چشتی اور مظفر

حسین شاہ دعوت اسلامی کو گمراہ فرقہ سمجھتے ہیں تو صاف اعلان کریں بصورت دیگر گمراہ فرقے کی تائید کر کے خود بھی گمراہ وجہنم کا ایندھن ہوئے۔

چشتی لوگوں کو اس طرح بے اعتبار کیا جاتا ہے اور فتوی بازی اس طرح دکھائی جاتی ہے تیرا یہ شوق ہم خوب پورا کرتے ہیں بس دیکھتے جاؤ۔ اور نعیم اللہ قادری بھی کچھ غیرت کرے کہ جس رسالے کا وہ ملازم ہے اور اس میں لکھتا ہے اسی کے یہ باغی ہیں اور یہ ان کی حمایت کر رہا ہے یعنی جس تھالی میں کھا رہا ہے اسی میں تھوک رہا ہے شرم کرو۔

چشتی کا پیر کذاب ہے

چشتی جس کاشف اقبال کی حمایت کر رہا ہے اس نے ایک کتاب لکھی ''سبز عمامے کی برکت سے کذاب جل اٹھے'' جبکہ چشتی کا پیر و مرشد لکھتا ہے:

''امیر دعوت اسلامی کی من جملہ من مانی وخود پسندی کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ وہ خود اوران کے دعوت اسلامی نمائشی وعلامتی طور پر باقی لباس تو سفید استعمال کرتے ہیں لیکن وہ اوران کی جماعت عمامہ شریف میں سفید عمامہ کی بجائے سبز عمامہ کی ترجیح دیتے ہیں۔ اور اسے دعوت اسلامی کا علامتی نشان سمجھا جاتا ہے۔ جبکہ بقول محققین عمامہ بھی سفید ہی سنت ہے، اور دوسرے رنگ کا عمامہ باندھنا بطور جواز ہے لیکن دعوت اسلامی کے ماحول میں لیبل تو سنتوں بھروں اجتماع کا لگایا جاتا ہے لیکن ایسے اجتماعات میں سفید کے بجائے سبز عماموں کی کثرت اور نماز میں سنت مکبرین کی بجائے لاؤڈ اسپیکر کے استعمال سے دونوں سنتوں سے محرومی کا کھلم کھلا مظاہرہ کیا جاتا ہے بلکہ خود امیر دعوت اسلامی بھی سفید عمامہ کی سنت کے بجا آوری کے بجائے اپنی من مانی سے سبز عمامہ باندھنے کو ہی ذاتی و جماعتی طور پر ترجیح دیتے ہیں اور اس طرح امیر دعوت اسلامی کی ذات قول وفعل کا تضاد میں بھرپور طور پر ملوث ہے''۔ (مکتوب مولانا ابوداود ص ۲۱،۲۲)

اب کاشف اقبال کے فتوے کی رو سے چشتی کا پیر ''کذاب اور برکتوں سے جلنے والا'' جبکہ چشتی کے پیر کے فتوے سے الیاس عطاری من مانی کرنے والا، قول وفعل کے تضاد کا شکار منافق اور سنت پر عمل کرنے سے محروم قرار پاتا ہے۔ اب بال رضاخانی کی کورٹ میں ہے کہ کس کو لیتا ہے۔

مظفر حسین شاہ کا پیر رضاخانی فتووں کی زد میں

چشتی کے پیر کی ٹکور کے بعد مناسب سمجھتے ہیں کہ کتاب کو چھاپنے والے اور دیوبندیوں کے خلاف جعلی ہسپتال تیار کرنے والے عطائی ڈاکٹر مظفر حسین شاہ بریلوی جو تاج الشریعہ اختر رضاخانی ازہری کا مرید ہے اور خیر سے کراچی میں آج کل تاج الشریعہ کانفرنس بھی کرواتا ہے یہ تاج الشریعہ رضاخانیوں کی نظر میں کیا تھا؟ اس حوالے سے بھی کچھ لب کشائی ہو جائے سو ملاحظہ ہو۔

سادات کا ادب اب بریلی میں نہیں

رضاخانی شیخ الاسلام ہاشمی میاں لکھتا ہے:

''ساری زندگی اعلی حضرت ہر آل رسول کی قدم بوسی اور دست بوسی کرتے رہے اور نہیں چاہا کہ انجانے میں بھی کسی سید کے کاندھے پہ رہوں اور اگر ایسا ہو گیا تو پھر بھری بازار میں اس سے معافی مانگنا، اپنا عمامہ شریف اس کے پیر پر رکھنا اور پھر اسے اپنے کاندھے پر اٹھا

لے کر چلنا ضروری ہوگیا۔ یہ محبت، یہ ادب و تعظیم، یہ عقیدت و روحانیت اب بریلی میں کہاں ہے؟ کیا مولانا اختر رضا خان اس معاملہ میں اعلیٰ حضرت کی عملاً پیروی کر سکتے ہیں؟ تعظیم آل رسول کی جو ادائیں اعلیٰ حضرت میں تھیں کیا ازہری صاحب میں ایک فی صد بھی ہے؟''۔

(لفظ کملی، ص ۱، دار السلام ٹرسٹ درگاہ شریف کچھوچھا، مارچ ۱۹۹۳)

شاتمان رسول کی ریشہ دوانیوں کی کوئی فکر نہیں

مظفر حسین شاہ تو آج بقول رضاخانیوں کے معاذ اللہ گستاخوں کے علاج کیلئے ہسپتال کھولے ہوئے ہیں مگر ان کے پیر کا طرز عمل کیا ہے وہ بھی ملاحظہ ہو:

''شاتمان رسول کی ریشہ دوانیاں بڑھ رہی ہیں وہابیت از سر نو منظم ہو رہی ہے عشق رسول کے چراغ بجھانے کی کوشش بڑھ گئی ہے مگر ازہری صاحب کو کوئی فکر نہیں''۔ (لفظ کملی ص، ۲ دار السلام ٹرسٹ درگاہ شریف کچھوچھا، مارچ ۱۹۹۳)

فتنہ گر پیر

ہاشمی میاں لکھتے ہیں:

''سنیوں کے مابین منافرت غم و غصہ اور تناؤ پیدا کرنا شب و روز کا وظیفہ ہے''۔

(لفظ کملی، ص ۲، دار السلام ٹرسٹ درگاہ شریف کچھوچھا، مارچ ۱۹۹۳)

چندہ خور لالچی پیر

اسی کتاب کے ص ۶ پر تفصیل کے ساتھ لکھا کہ مالدار ہونے کیلئے اور چندہ کیلئے اعلیٰ حضرت کے مدرسوں اور ماہناموں کے مقابلے میں مدرسے اور ماہنامے قائم کئے چندے کیلئے مصطفی رضا خان کے مریدوں کی آؤ بھگت کرتے ہیں۔

جہالت کی وجہ سے عربی کتاب کا جواب عربی میں نہیں دے سکتے

''اگر ازہری میاں اپنی علمی کم مائیگی کے سبب کسی عربی میں لکھی ضخیم کتاب کا مکمل جواب عربی میں نہیں دے سکتے''۔

(لفظ کملی، ص ۷، دار السلام ٹرسٹ درگاہ شریف کچھوچھا، مارچ ۱۹۹۳)

اختر رضا خان بریلی کا سجادہ نشین نہیں

ہاشمی میاں اختر رضا خان کو بریلی کا گدی نشان ماننا صداقت کے خلاف قرار دیتے ہوئے لکھتا ہے:

''اس لئے کہ مذکورہ آستانہ عالیہ سجادہ نشین و متولی کثیر علماء و مشائخ نیز عوام کے جھرمٹ میں ازہری صاحب کے استاذ و برادر گرامی مولانا ریحان رضا خان عرف رحمانی میاں صاحب منتخب کئے گئے تھے اور خود برہان ملت مفتی برہان الحق صاحب اور احسن العلماء علامہ حسن میاں صاحب مارہروی کے مقدس ہاتھوں سے ان کی دستار سجادگی کی رسم ادا کی گئی تھی۔ مولانا رحمانی میاں صاحب کے انتقال کے بعد ان کے صاحبزادے مسند سجادگی پر رونق افروز ہیں اور آستانہ عالیہ رضویہ کا سارا انتظام و انصرام نیز کنٹرول ان کے ہاتھوں میں ہے ایسی صورت میں

بیچارے ازہری میاں کو مسند سجادگی یا آستانہ عالیہ رضویہ سے کیا تعلق! اب اگر انہیں کوئی آستانہ مذکور کا سجادہ نشین کہتا یا لکھتا ہے تو اس کا صاف مطلب یہی ہوگا کہ وہ عوام وخواص دونوں کو زبردست فریب میں مبتلا کرنے کا خواہش مند ہے''۔
(لفظ کملی، ص ۱۳، ۱۴، دارالسلام ٹرسٹ درگاہ شریف کچھوچھا، مارچ ۱۹۹۳)

دونوں ایک دوسرے کا منہ دیکھنے کو تیار نہ تھے

''سب جانتے ہیں کہ مفتی اعظم مصطفیٰ رضاخان اور مولانا اختر رضاخان کے والد کے درمیاں چچا بھتیجے اور خسر وداماد کے خونی رشتے ہونے کے باوجود شدید مخالفت اور حد درجہ دوری تھی۔ دونوں ایک دوسرے کا منہ دیکھنے کے بھی روادار نہ تھے۔ مزید برآں مفتی اعظم کے دوسرے چہیتے داماد جناب ساجد علی خان کی مروانی سیاست اس آگ میں تیل چھڑکنے کا فریضہ انجام دے رہی تھی ایسی خطرناک صورتحال کو دیکھ کر کون باور کرسکتا ہے کہ مفتی اعظم نے مولانا اختر رضاخان ابن مولانا ابراہیم رضا کو اپنی خلافت واجازت دے کر اپنا جانشین بھی منتخب فرمایا تھا؟''۔ (لفظ کملی، ص ۱۴، دارالسلام ٹرسٹ درگاہ شریف کچھوچھا، مارچ ۱۹۹۳)

اختر رضاخان احمقوں کا احمق

رضاخانی شیخ الاسلام لکھتا ہے:

''مولانا اختر رضاخان تو کوی کالیداس سے بھی زیادہ احمق ہیں''۔
(لفظ کملی، ص ۳۴، دارالسلام ٹرسٹ درگاہ شریف کچھوچھا، مارچ ۱۹۹۳)

بریلی کی طرف سے اختر رضاخان پر کفر کا فتویٰ

رضاخانی شیخ الاسلام لکھتے ہیں:

''ان کے برادر گرامی علامہ ریحان رضاخان صاحب سجادہ نشین ومتولی خانقاہ رضویہ بریلی شریف اپنی حیات ظاہری میں ہی ان کی تکفیر کرچکے ہیں۔ اور تکفیر بھی چھپ کر نہیں بلکہ چھاپ کر کی ہے اور وہ گھر کا بھی ہے استاذ بھی ہے اور حقیقی بڑا بھائی بھی ہے، آخر کچھ تو ازہری صاحب نے کیا ہوگا تکفیر کوئی معمولی بات نہیں ہے جسے ہنسی میں اڑادیا جائے ہمیں اختر رضاخان کو قریب سے پہچاننا ہوگا ان کی فتنہ سامانیوں سے امت کو بچانا ہوگا ان کی بے باکیوں پر پابندی لگانی ہوگی ان سے صرف جھاڑ پھونک اور سرمہ انگوٹھی کا کام کروانا ہوگا ورنہ اہلسنت کا وقار ان کی وجہ سے خطرے میں پڑسکتا ہے''۔ (لفظ کملی، ص ۳۴، ۳۵، دارالسلام ٹرسٹ درگاہ شریف کچھوچھا، مارچ ۱۹۹۳)

بریلی اکابر اختر رضاخان کے فتووں کی زد میں

رضاخانی لکھتا ہے:

''یہی وجہ ہے کہ جب ازہری صاحب اور ان کے چند ہمنواؤں نے امام احمد رضاخان فاضل بریلوی، علامہ نقی علی خان محقق بریلوی، صدر الافاضل اور صدر الشریعہ کے خلاف فتوی دیا تو غیرت ہاشمی جوش میں آگئی اور اس آل غوث اعظم نے قلم اٹھالیا تا کہ اکابر کی عزت وآبرو کو مولانا اختر رضاخان کی مصری چالوں سے بچایا جاسکے''۔ (لفظ کملی، ص ۳۵، ۳۶، دارالسلام ٹرسٹ درگاہ شریف کچھوچھا، مارچ ۱۹۹۳)

ازہری نے ان پر کیا فتوے لگائے خود ہاشمی کی زبانی ملاحظہ ہو:

''خطاکار، گناہ گار، حرام کار، مجرم''۔ (لفظ کملی، ص ۶۷، دارالسلام ٹرسٹ درگاہ شریف کچھوچھا، مارچ ۱۹۹۳)

مظفر رضاخانی اپنی کتاب میں لکھتا ہے جس کا مفہوم ہے کہ جب حضرت پالنپوری رحمۃ اللہ علیہ اپنوں کے فتووں کی زد میں ہیں تو اس کے فتووں کا کیا اعتبار؟ تو رضاخانی کے فرقے کا بانی خان بریلوی، جس چشتی کے نام پر کتاب چھاپی اس کا پیر، کتاب کا مصنف مظفر حسین کا پیر جب فتووں کی زد میں ہے تو ان کے تحریری مواد کا کیا اعتبار؟

ضروری وضاحت: رضاخانی اس لاجواب گرفت کے جواب میں جو بھی بونگی مارے وہی بونگی متکلم اسلام حضرت مولانا الیاس گھمن صاحب زید مجدہ، حضرت پالن پوری، حضرت غازی پوری کے متعلق جو لکھا وہاں بھی نقل کر دے۔

رضاخانی اصول

قصہ مختصر اب جس رضاخانی کا پیر فتنہ پرور اور بے ہودہ ذہن والا ہو، اس کی آخرت ہی برباد ہو، اس کا رسالہ رضائے مصطفی کو دیکھنا حرام ہو، ایک نمبر کا کذاب ہو، پھر رضاخانی کی کتاب شائع کرنے والا خود بے نمازی و بدعتی ہو، حرام کار لعنتی ہو، نہ اس کی نماز نہ روزہ نہ عید، ایسی جماعت کی حمایت کرتا ہو جو ابلیسی جماعت ہو جس کی دعوت کفر کی دعوت ہو جس کا راستہ جہنم کا ہو، پھر اس کا اپنا پیر کافر، احمق، چندہ خور، جاہل ہو ۔ایسے لوگوں کی طرف سے شائع کردہ کتاب ''کشف القناع'' کی کیا حیثیت ہے؟ کیونکہ خود رضاخانی لکھتا ہے:

''پہلے ہم قارئین کرام کے سامنے دیوبند کے اس ''حضرت اقدس، محدث کبیر، جلیل القدر صاحب قلم، فقیہ النفس، محدث دارالعلوم دیوبند ،شارح حجۃ اللہ البالغہ'' کے بارے میں کچھ باتیں عرض کرتے ہیں جن سے اس مفتی کی حیثیت واضح ہو جائے گی اور جب مفتی کی حیثیت واضح ہوگئی تو پھر اس کے فتوے کی حیثیت کو قارئین کرام خود جان لیں گے''۔ (کشف القناع، ج ا، ص ۲۵۱، ۲۵۲)

مزید لکھتا ہے:

''بدعتی اور شیعہ کا فتوی موصوف اہل سنت و جماعت بریلوی پر کس منہ سے نقل کر رہے ہیں؟''۔ (کشف القناع، ج ا، ص ۲۶۴)

تو ایسے احمقوں و کافروں، جاہلوں و حرام کاروں، لعنتیوں و بدعتیوں کی کتاب اہل السنۃ والجماعۃ دیوبند کی کتاب کے خلاف کس طرح پیش کر رہے ہیں؟ رضاخانی لکھتا ہے:

''پس معلوم ہوا کہ ساجد خان دیوبندی جس کو متکلم اسلام حجۃ اللہ فی الارض وغیرہ مانتے ہیں اہل دیوبند اس کو بداخلاق، بدمعاملہ جانتے ہیں جس سے یہ بات تو روز روشن کی طرح عیاں ہوتی ہے کہ اگر موصوف کے حجۃ اللہ فی الارض کا حال یہ ہے تو بے حالی میں موصوف خود کس درجہ پر فائز ہوں گے''۔ (کشف القناع، ج ا، ص ۴۴، ۴۵)

تو ان رضاخانیوں کے پیر خصوصا ابو داود صادق، اختر رضاخان ازہری ایک نمبر کے حرام خور، جاہل، احمق، شیطان، بدکار جب ہوں تو ان دونوں مریدین کا حال رضاخانی خود معلوم کریں۔

حالیہ اختلاف میں کنز العلماء رضاخانی فتووں کی زد میں

رضاخانی اشرف آصف جلالی کی بی بی فاطمہ کی شان میں بے ادبی پر ۱۸ جولائی ۲۰۲۰ کو آستانہ عالیہ علی پور سیداں میں پیر منور حسین

جماعتی کی صدارت میں حضرت بی بی فاطمہؓ وحضرت صدیق اکبرؓ سیمینار ہوا جس میں رضا خانی حجۃ الاسلام عرفان شاہ مشہدی بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی توہین کرنے پر ڈاکٹر جلالی کو فتاوی رضویہ میں پیش کردہ ایک حدیث کی رو سے کہتا ہے کہ تو ان تین میں سے ایک ہے:

(۱) یا تو منافق ہے

(۲) یا تو ولد الزنا ہے

(۳) یا حیض کی حالت میں تیرے باپ نے تیری ماں سے وطی کی اور تو پیدا ہوا۔

اس کے علاوہ جلالی کو خنزیر وحرامی بچہ کہا گیا۔

موصوف لکھتے ہیں:

''اگر موصوف کے حجۃ اللہ فی الارض کا حال یہ ہے تو بے حالی میں موصوف خود کس درجہ پر فائز ہوں گے''۔

(کشف القناع، ج ا، ص ۴۴، ۴۵)

تو اب جناب رضا خانی صاحب کے پیر ومرشد نباض قوم جناب ابو داود صادق جب بد اخلاق، بدکردار، اور اس کے ''ضیغم اہلسنت، مقدام العلماء الاغیرین، پیر طریقت، رہبر شریعت، حضرت علامہ مولانا پیر سید مظفر حسین شاہ'' ایک حرام کار، لعنتی، مسلک اعلیٰ حضرت کا باغی، بدعتی اور اس کا پیر کافر، احمق، جاہل، لالچی ہے، رضا خانی مولف کے کنز العلماء حرام کا بچہ، ان کی ماں زانیہ وہ خود حیض کی پیداوار خنزیر ہیں۔ ان کا یہ حال ہے تو کتاب کے مولف مظفر حسین شاہ بد حالی، حرام کاری اور موصوف کے ''اصول وفروع'' سیاہ کاریوں و بدکاریوں میں کس درجہ پر فائز ہوں گے؟ اس کی تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں۔

موصوف کو اختلاف ذکر کرکے تبصرے کا بڑا شوق ہے تو اب ذرا یہاں پر بھی کوئی تبصرہ ضرور کرے ورنہ یہ تو موصوف کا اصول ہے کہ خاموشی مکمل ''رضامندی'' کی دلیل ہوتی ہے۔

چند باتوں کا اصولی جواب

علمائے دیوبند کے اختلاف کو ذکر کرنے کا جواب

موصوف نے خلط مبحث کرتے ہوئے متکلم اسلام حضرت مولانا الیاس گھمن صاحب زید مجدہ، محدث جلیل حضرت مولانا سعید احمد پالن پوری رحمۃ اللہ علیہ شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند، حضرت مولانا ابوبکر غازی پوری رحمۃ اللہ علیہ کے اختلاف کو ذکر کیا۔ مثل مشہور ہے کہ چھانی کو اپنے چھید نظر نہ آیئے اور لوٹے کو کہا کہ تجھ میں دو چھید ہیں۔ جن کے باہمی اختلاف، جنگ وجدل، کفر وضلالت کے فتووں اور دست وگریبان پر اب تک چار جلدوں میں کتاب ''دست وگریبان'' آ چکی ہے انہیں ہمارے اختلاف کو پیش کرنے سے پہلے اپنی شلوار کا ازار بند مضبوط باندھنا چاہئے۔

ہم نے ما قبل میں چشتی اس کے پیر اور ضیغم اہلسنت اور اس کے پیر کے متعلق چند فتاوی ذکر کر دئے جو جواب موصوف ان کا دیں وہی ہماری طرف سے ان کے پیش کردہ حوالہ جات کا تصور کر لیں۔ مزید اپنے گھر کے چند اصول نوٹ فرمالیں۔ مظفر حسین شاہ کے ہسپتال کا ایک جاہل الیکٹریشن لکھتا ہے:

''علامہ پیر محمد چشتی کی جمہور اہل سنت نے تکفیر نہیں کی ان کے تفردات اپنی جگہ ہیں مگر تکفیر ہرگز نہیں کی گئی اور اگر کسی نے تکفیر کی بھی ہو تو یہ اس کی ذاتی رائے ہے''۔ (دست وگریبان کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ، ص ۵۴۹)

غلام مہر علی رضاخانی نے ذنب کی نسبت نبی کریم ﷺ کی طرف کرنے کو گستاخی قرار دیا جو مستلزم کفر ہے اور اس کو خود بھی اس نے کفر کہا مگر رضاخانی لکھتا ہے:

''اس مسئلہ میں راجح مرجوح کی بحث تو ہو سکتی ہے مگر اس کو کفر یا گستاخی قرار دینا محل نظر ہے اور ان کا تفرد اور ذاتی موقف ہے جو ہرگز حجت نہیں''۔ (دست وگریبان کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ، ص ۵۷۰)

تو جناب آپ کے نزدیک تو گستاخی وکفر کے فتوے بھی ''تفرد'' اور ''ذاتی موقف'' ہو سکتے ہیں تو حضرت مولانا ابوبکر غازی پوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جو لکھا اس میں کہیں بھی کفر وگستاخی کے فتوے موجود نہیں تو یہ ان کا ذاتی موقف وتفرد کیوں نہیں ہو سکتا؟

مظہر و نائب اعلی حضرت جناب حشمت علی رضوی نے مسلم لیگ اور اس کی حمایت کرنے پر اپنے مخالفین خصوصاً اکابر بریلویہ پر کفر کے فتوے لگائے مگر رضاخانی شیخ الحدیث غلام رسول سعیدی لکھتا ہے:

''رہے مولانا حشمت علی تو وہ علمی اور عملی خدمات کے اعتبار سے صف اول کے علماء میں سے نہیں تھے، سیاسی نظریات میں ان کی سوچ منفرد اور علیحدہ مزاج تھا، سیاسی خیالات میں جمہور علما اہل سنت نے ان کی کبھی تائید نہیں کی اس لئے ان کے اقوال جو جمہور اہل سنت پر حجت قرار نہیں دیا جا سکتا''۔ (مقالات سعیدی، ص ۴۶۸)

لہذا اولا مولانا ابوبکر غازی پوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہمارے صف اول کے اکابر میں سے نہیں ثانیا ان کے اس موقف کی جمہور اہل

سنت نے تائید نہیں کی یہ ان کی منفرد سوچ تھی لہذا اسے پورے مسلک کی سوچ قرار دینا رضاخانی جیسے دجالوں کا ہی کام ہوسکتا ہے۔
مفتی انس رضاخانی لکھتا ہے:
''ایسا اکثر ہوجاتا ہے کہ بڑے بڑے علما پر بھی تھوڑا بہت طعن ہوجاتا ہے''۔(حسام الحرمین اور مخالفین ص ۱۵۷)
لہذا اگر کسی دیوبندی نے حضرت امام الیاس گھمن صاحب زید مجدہ پر یا حضرت پالن پوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر طعن کر بھی لیا تو یہ تو آپ کے اصول کے تحت ان کے ''بڑے عالم'' ہونے کی دلیل ہے۔مزید لکھتا ہے:
''دوسرا یہ کہ کوئی سنی عالم دین کسی شخصیت پر حد سے تجاوز کرتے ہوئے معمولی سا طعن کردے جیسے مذکورہ صورت میں بعض اہل سنت علماے کرام نے شاہ ولی اللہ اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہما اللہ پر طعن کیا ہے تو یہ ان کا اپنا ذاتی موقف ہوگا، ان کے ذاتی موقف کو تمام اہل سنت کے کھاتے میں ڈال دینا مناسب نہیں''۔(حسام الحرمین اور مخالفین،ص ۱۶۰)
بالفرض حضرت غازی پوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تجاوز کر بھی لیا تو یہ ان کا ذاتی موقف ہوگا جو ہم پر حجت نہیں۔رضاخانی کو دعوی تو علماے دیوبند کی تمام کتب چاٹ لینے کا ہے لیکن اپنی موجودہ کتب میں لکھے گئے اصولوں سے بھی ناواقف ہے یا واقف ہوتے ہوئے جان بوجھ کر دجل وفریب کررہا ہے۔حضرت علامہ ساجد خان صاحب نقشبندی نے حضرت مولانا مفتی سعید احمد پالنپوری رحمۃ اللہ علیہ دارالعلوم دیوبند کے دیگر مفتیان کرام، نیز مظاہر العلوم کے مفتیان کرام اور امام اہلسنت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے چند فتاوی پیش کئے تھے تو موصوف اس کے جواب میں لکھتے ہیں:
''دیوبندی موصوف کا دعوی اکابرین دیوبند کے فتووں کا ہے مگر دیوبندی موصوف اس معاملہ میں دورحاضر وماضی قریب کے دیوبندی مولویوں کو گھسیٹ لائے ہیں، ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ وہ اس معاملہ میں اپنے اکابرین کی تصریحات پیش کرتے مگر وہ اس سلسلہ میں عاجز و ناکام رہے جو کہ ان کی شکست فاش کی دلیل ہے''۔(کشف القناع،ج ا،ص ۲۶۹)
تو جب یہ اکابر نہیں بلکہ آج کے اور ماضی قریب کے ''مولوی'' ہیں تو مولانا ابوبکر غازی پوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو کیوں پیش کیا جارہا ہے جو خود رضاخانی اصول سے ہمارے اکابر نہیں بلکہ ماضی قریب کے ایک ''مولوی'' ہیں؟۔اور خود مظفر حسین شاہ کے اس ٹبر کے نزدیک جب تک حوالہ اکابر کا نہ ہو اور اس میں تفرد نہ ہو وہ حجت نہیں ہوتا۔تو کس اصول سے یہ حوالے پیش کیے جارہے ہیں۔
نوٹ: یہ بہت اہم عبارت ہے ساتھی اس کو نوٹ کرلیں اور موجودہ دور اور ماضی قریب کے اگر کسی عالم دین کا حوالہ رضاخانی پیش کریں تو آپ فورا کہہ دیں کہ آپ کے نزدیک ان کا شمار ہمارے اکابر میں نہیں ہوتا لہذا ہم پر ان کا قول حجت نہیں۔

ایک اور وضاحت

یاد رہے کہ حضرت ابوبکر غازی پوری صاحبؒ ان تمام باتوں سے رجوع کرچکے ہیں۔تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو:''حیات سعید، ص ۳۶۳،۳۶۴''۔

پس جب حضرت غازی پوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مضمون ہی سے رجوع کرلیا تو اب اس کو پیش کرنا دجل وفریب کے سوا کیا ہے؟۔یاد رہے کہ اس رجوع پر کسی قسم کا اعتراض کرنے سے پہلے عبدالباری فرنگی محلی اور حضرت اجمیری اور حشمت علی رضوی کے نام نہاد رضاخانی رجوع

کی کیفیت کو ضرور سامنے رکھنا۔

نیز متکلم اسلام حضرت مولانا الیاس گھمن صاحب زیدمجدہ کے متعلق غازی پوری صاحب رحمہ اللہ کی طرف جو مضمون منسوب ہے ہماری معلومات کے مطابق وہ غازی صاحب کا مضمون نہیں اور سننے میں آیا ہے کہ علامہ ساجد خان صاحب نقشبندی نے اس کا تفصیلی جواب دفاع اہل السنۃ والجماعۃ جلد سوم میں دیا ہے لہذا اسی کی طرف مراجعت کی جائے۔

عبارات صحیح نقل نہ کرنے کا اعتراض

اس رضاخانی نے جگہ جگہ یہ اعتراض کیا کہ مولانا ساجد خان نقشبندی صاحب زیدمجدہ نے عبارات کو بالکل لفظ بلفظ نقل نہیں کیا حتی کہ کہیں ''تعالیٰ'' رہ گیا تو اس پر بھی اس نے اعتراض کیا۔ حالانکہ یہ اس کا نرا تعصب ہے کیونکہ تصنیف و تالیف کرنے والا ہر آدمی جانتا ہے کہ اس طرح کی چیزیں کاتب وکمپوزر کی غلطیاں ہوتی ہیں بالفرض مولف ہی سے رہ جائے تو ''تسامح'' پر بھی محمول کیا جاسکتا ہے۔ حیرت ہے کہ رضاخانی تو اس بیچارے ''کاتب'' کے ذمہ کفریات تک تھوپ دیتے ہیں اور ہم پر اس قسم کے لایعنی اعتراضات کرتے ہیں۔

انہی کی کتب میں ہے:

''کاتب اکثر وبیشتر پڑھے لکھے نہیں ہوتے کچھ کا کچھ لکھ جاتے ہیں''۔ (عبارات اکابر کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ جلد اول ص ۱۲۹)

اسی طرح مفتی انس رضا لکھتا ہے کہ:

''مکتبے والے کوئی عالم فاضل نہیں ہوتے''۔ (حسام الحرمین اور مخالفین ص ۳۷۹)

مفتی حنیف قریشی لکھتا ہے کہ:

''کتابت کی غلطی پر اعتراض نہیں کیا جاتا''۔ (قادیانیت کا پوسٹ مارٹم ص ۱۸)

دلچسپ بات یہ کہ علامہ ساجد صاحب نے ایک عبارت:

شاید بہت سے لوگ ناواقفی سے یہ سمجھتے ہوں کہ میلاد، قیام، عرس، قوالی، فاتحہ، تیجہ، دسواں، چالیسواں، برسی وغیرہ رسوم کا جائز وناجائز اور بدعت وغیر بدعت ہونے کے بارے میں مسلمانوں کے مختلف طبقوں میں جو نظریاتی اختلاف ہے یہی دراصل دیوبندی بریلوی اختلاف ہے مگر یہ سمجھنا صحیح نہیں ہے کیونکہ مسلمانوں کے درمیان ان مسائل میں اختلاف تو اس وقت سے ہے جب دیوبند کا مدرسہ قائم بھی نہ ہوا تھا اور مولوی احمد رضا خان صاحب پیدا بھی نہیں ہوئے تھے اس لیے ان مسائل کے اختلاف کو دیوبندی بریلوی اختلاف نہیں کہا جاسکتا علاوہ ازیں ان مسائل کی حیثیت کسی فریق کے نزدیک بھی ایسی نہیں ہے کہ ان کے ماننے اور نہ ماننے کی وجہ سے کسی کو اہل سنت سے خارج کیا جاسکے''۔

(فیصلہ کن مناظرہ: ص ۵،۶۔ فتوحات نعمانیہ: ص ۳۰۰ طبع لاہور)

کے متعلق کہا کہ یہ کسی ذمہ دار دیوبندی عالم کی عبارت نہیں۔ اور رضاخانیوں کا اسے دیوبندی علما یا حضرت مولانا منظور نعمانی صاحبؒ کی طرف منسوب کرنا محض کذب بیانی ہے۔ تو رضاخانی موصوف اس پر بڑے سیخ پا ہوئے جس کا دنداں شکن جواب آگے آرہا ہے اور رضاخانیوں کی اس کذب بیانی کو درست ثابت کرنے کیلئے موصوف نے لکھا کہ دراصل یہ عبارت حضرت مولانا عبدالرحمن مظاہریؒ کی ہے جو اس طرح ہے:

''شاید بعض حضرات ناواقفیت کی وجہ سے یہ خیال کرتے ہوں کہ مروجہ میلاد شریف، عرس شریف، قوالی شریف، فاتحہ شریف، نذرو

نیاز شریف، دسواں، بیسواں، چالیسواں، وغیرہ وغیرہ کے بدعت یا غیر بدعت ہونے میں دیوبندی اور بریلوی علما میں جو اختلاف ہے وہی اس کی بنیاد ہوگی؟ لیکن ایسا سمجھنا درست نہیں کیونکہ انا مسائل میں اختلاف کا تذکرہ اس وقت سے چلا آرہا ہے جبکہ بریلویت، رضاخانیت، کا لفظ کسی خاص مسلک کا نہ ترجمان بنا تھا نہ عام لوگ ان ناموں سے آشنا تھے۔ یقیناً دیوبند ایک قدیم تاریخی قصبہ کا نام ہے جیسا کہ بریلی ہندوستان کا ایک مستقل ضلع ہے، اس کو مسلک و مذہبیت سے کوئی تعلق نہیں، لہٰذا اس قسم کے مسائل کو بریلی یا رضاخانیت کی بنیاد نہیں کہا جا سکتا''۔

(بحوالہ کشف القناع، ج۱ص ۲۷۵، ۲۷۶)

حالانکہ دونوں اقتباسات میں تیس سے بھی زائد الفاظ کا تفاوت ہے۔ دونوں اقتباسات کی ایک سطر بھی ایک دوسرے کے ساتھ بعینہ مطابقت نہیں رکھتی۔ اس صریح تفاوت پھر ان کے قائلین مختلف ہونے کے باوجود بھی یہ رضاخانی اپنی جدی پشتی ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہتا ہے کہ ان دونوں کو ایک ہی بندے کی ایک ہی عبارت مانو اور اس صریح تفاوت کے متعلق کہتا ہے:

''اگر دیوبندی موصوف یہ کہیں کہ حرف بحرف اور بریکٹ اور قومہ کے ساتھ وہی عبارت دوسرے علما سے دکھائیں تو ہم اس کے جواب میں کہتے ہیں

الفاظ کے پیچوں میں الجھتے نہیں دانا
غواص کو موتی کی طلب نہ صدف کی''۔ (کشف القناع، ج۱ص ۲۷۸)

اب علامہ ساجد صاحب پر تو اعتراض کہ لفظ بلفظ عبارت نہیں مل رہی اور اپنے جھوٹ پر پردہ ڈالنے کیلئے کہتے ہیں کہ الفاظ کے پیچوں میں الجھتے نہیں دانا۔ تو رضاخانی جو اس معاملے میں علامہ ساجد صاحب سے الجھا اس کا مطلب تو یہی ہے کہ موصوف دانا نہیں بلکہ ایک نمبر کے ناداں، احمق و جاہل ہیں۔

اور یہی ہمارا رضاخانی کے اس قسم کے اعتراضات کے جواب میں ثابت کرنا مقصود ہے۔

پھر موصوف نے ''اعلیٰ حضرت احمد رضا خان بریلوی حیات اور کارنامے'' سے جو عبارت نقل کی وہ خود اپنے اصول کے مطابق نقل بمطابق اصل نہیں کیونکہ کتاب کی عبارت یوں ہے:

''مروجہ میلاد شریف، عرس شریف، قیام شریف، قوالی شریف''

جس کو رضاخانی نے یوں نقل کیا:

''مروجہ میلاد شریف، عرس شریف، قوالی شریف، فاتحہ شریف۔۔''

(کشف القناع، ج۱ص ۲۷۵)

موصوف ''قیام شریف'' کے لفظ کو ہضم کر گئے۔ اسی طرح اصل کتاب میں عبارت ہے:

''بریلوی مسلک یا رضاخانیت کی بنیاد نہیں کہا جا سکتا''

مگر موصوف نے اسے نقل کیا: ''بریلوی یا رضاخانیت کی بنیاد نہیں کہا جا سکتا''۔ (کشف القناع، ج۱ص ۲۷۶)

''مسلک'' کے لفظ کو موصوف ہضم کر گئے۔

موصوف کی اس طرح کی مزید اغلاط آگے اپنے مقام پر آرہی ہیں حالانکہ موصوف یہ کہہ چکے ہیں کہ:

''راقم الحروف کی کوشش رہی ہے کہ نقل کردہ عبارات اصل کے مطابق نقل کی جائیں''۔(کشف القناع، ج ا،ص ۳۳)

جواب نہ دینے کا اعتراض

رضاخانی لکھتا ہے:

''جب ایک مضمون کا جواب پہلے سے موجود ہے پھر بعینہ اس کو دلیل بنانا کہاں کی دیانت داری ہے!!!اس طرح وہ ہمارا اور قارئین کا قیمتی وقت ضائع کررہے ہیں اور اس تصنیف کے اندر ہمارے مضمون کا جواب نہ دینا ان کی شکست فاش کا بین ثبوت ہے۔اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ہمارے جواب نے انہیں ایسا مبہوت اور ششدر کردیا ہے کہ جواب الجواب میں ایک جملہ بھی لکھ نہ پائے،گویا کہ اس دیوبندی گیدڑ نے خاموشی میں ہی اپنی عافیت سمجھی اور اس طرح کا گنگ پنا اختیار کیا کہ گویا حضرت کے منہ میں زبان ہی نہیں،ویسے تو فضول ولایعنی بکواس کرنے اور الزامات لگانے کیلئے ان کی یہ زبان دو گز لمبی ہوجاتی ہے،اب نہ جانے دیوبندی موصوف کیوں خاموش ہیں!!!یہ ہمارے مسکت اور دندان شکن دلائل کا اثر ہے کہ موصوف نے چپ سادھ لی ہے اسے کہتے ہیں جادو وہ جو سرچڑھ کر بولے''۔
(کشف القناع،ج ا،ص ۱۳۰)

حالانکہ علامہ ساجد خان صاحب نقشبندی حفظہ اللہ نے کہیں یہ نہیں کہا کہ موصوف کے اعتراضات کے جوابات میں نہیں دوں گا یاد ے نہیں سکتے۔جس چیز کا گلہ موصوف کررہے ہیں اس میں خود موصوف اور ان کے بڑے ملوث ہیں۔مثلاً حضرت شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ نے ہندوستان میں فتنہ کی بنیاد نہیں رکھی اور شاہ صاحب کے ساتھ خاندان ولی الٰہی کے اچھے تعلقات تھے اس پر تفصیل سے علامہ نے جلد اول میں کلام کیا مگر موصوف نے اس کا جواب دئے بغیر پھر انہی باتوں کو دہرایا ہے۔مولانا عبدالباری فرنگی محلی مرحوم اور پیر کرم شاہ الازہری کی توبہ کے متعلق تفصیل سے علامہ ساجد صاحب نے جلد دوم کے مقدمہ میں لکھا مگر موصوف نے اس کا جواب دئے بغیر جھوٹی توبہ کے قول کو دوبارہ نقل کردیا۔موصوف نے کتاب کے ص ۵۳ پر حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر مرزائیوں کی کتب سے سرقہ کا الزام لگایا معاذ اللہ حالانکہ اس کا تفصیلی جواب علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ دے چکے ہیں جس کو علامہ ساجد صاحب نے بھی اپنی کتاب دفاع اہل السنت جلد دوم میں بیان کیا مگر جواب الجواب کے بجائے اسی الزام کو دوبارہ اس نے دہرادیا۔

اب موصوف ہی کی زبانی:

''یہ بات افسوسناک ہے کہ موصوف اور اس کے معاون و دستگیر ایسی دھوکہ دہی سے لوگوں سے چندہ وصول کرکے اور بعض ناشرین کو اپنی چکنی چپڑی باتوں میں پھانس کر اپنی ہی عوام کو دھوکہ دے رہے ہیں اور اس فریب دہی اپنی عاقبت کو برباد کرنے میں لگے ہوئے ہیں''۔(کشف القناع،ج ا،ص ۴۸،۴۹)

پھر سوال یہ ہے کہ کیا اکابر دیوبند پر الزام تراشی کے جوابات انہوں نے نہیں دئے؟اگر دئے ہیں تو کیا تم نے اسے دوسری کتب میں نقل کرنا ترک کردیا؟اگر نہیں تو ہم سے یہ گلہ وشکوہ کیوں؟

اپنی عوام کو دھوکا دینے کیلئے رضاخانیوں کی یہ پرانی عادت ہے کہ جواب نہیں دیا بلکہ یہ اس معاملہ میں اس قدر بے غیرت واقع ہوئے ہیں کہ جن کتب کا جواب دے دیا گیا ہے اسی بھی آج تک اسی نام پر چھاپ رہے ہیں کہ آج تک دیوبندیوں نے اس کا جواب نہیں دیا۔مثلاً

خان صاحب بریلوی کی سبحان السبوح کا جواب ان کی زندگی ہی میں ان کو دے دیا گیا تھا،اسی طرح اشرف سیالوی کی گلشن توحید و رسالت کا جواب حضرت مولانا ابوایوب قادری صاحب دے چکے ہیں مگر سیالوی پر چھپنے والے خصوصی مجلے ’’حجت الاسلام‘‘ میں یہی دعوی کیا گیا کہ یہ کتاب لاجواب ہے کسی دیوبندی کو اب تک اس کا جواب دینے کی جرات نہ ہوئی۔غلام مہر علی کی دیوبندی مذہب کا جواب دیا جا چکا ہے مگر آج تک ان سب باتوں کو اسی طرح دوبارہ شائع کیا جارہا ہے۔

نیز یہاں یہ بھی سوال ہے کہ جس کتاب کا آپ نے نام نہاد جواب دیا ہے کیا اسی مولف کا جواب دینا ضروری ہے؟ علامہ صاحب نے تو یہ کتاب بنیادی طور پر کاشف اقبال کے جواب میں لکھی اس کی دس گز زبان جو اعتراض کیلئے ہر وقت تیار رہتی اب جواب سے گونگی ہے۔حسام الحرمین کا جواب خان صاحب بریلوی کی زندگی میں حضرت مدنی نے دیا مگر خان صاحب کی دس گز زبان مرتے دم تک اس کے جواب سے عاجز رہی۔غرض جواب نہ دینا یا جواب میں تاخیر گرفت کے لاجواب ہونے کی دلیل ہے تو پہلے اپنے گھر کا ماتم کریں۔تجھ جیسے جاہلوں کے جواب کی کیا حیثیت ہوتی ہے وہ اس کتاب کا مطالعہ کر کے قارئین بخوبی اندازہ لگالیں گے۔

موصوف کے جوابات کی حقیقت کیا ہے؟ اور اس میں کس قدر دھوکا دجل وفریب کیا جاتا ہے اس کا ایک ادنی نمونہ اس کتاب میں دکھایا گیا ہے اسی پر قیاس کر کے اپنی دوسری کتب میں کئے گئے دجل وفریب کا اندازہ خود لگالیں اور یہ فیصلہ خود ہی کرلیں کہ اگر اس دجل کا جواب نہیں دیا جاتا تو اس میں قصور علامہ ساجد صاحب کا نہیں بلکہ قصور ’’آپ کے جہل مرکب‘‘ کا شکار ہونے کی کیفیت کا ہے کہ جہالت،فراڈ،دجل، دھوکا،مکر کے جواب کے بھی خواہشمند ہیں۔

نیز مظفر حسین شاہ آپ کی جہالتوں کے خلاف حضرت مفتی نجیب اللہ عمر صاحب زید مجدہ کا وڈیو بیان نیٹ پر پانچ اقساط پر ایک عرصہ سے موجود ہے جس میں اور جہالتوں کو تو چھوڑ و قرآن وحدیث تک کو درست طریقے سے آپ میں پڑھنے کی صلاحیت نہیں اسی طرح حضرت مولانا طارق جمیل صاحب پر بعض اعتراضات کے جوابات مولانا ساجد خان صاحب نقشبندی نے نیٹ پر دئے ہوئے ہیں کیا کبھی اس کا جواب دینے کی آپ کو جرات ہوئی ہے؟ اگر نہیں اور یقینا نہیں تو کیا ان اعتراضات کو ہم کالعدم سمجھیں؟

اور آپ ہی کے قلم سے اب تک جواب نہ دینا اس بات کا بین ثبوت ہے کہ ہماری طرف سے مضبوط گرفت نے آپ کو ایسا مبہوت کر دیا کہ آپ کی یہ دس گز زبان جو علمائے حق پر بھونکنے کیلئے ہر وقت لٹکی رہتی ہے ہمارے جواب کے جواب الجواب سے عاجز ہے۔

آپ کے مناظر اعظم اشرف سیالوی اور مولوی سعید اسد کے خلاف آپ ہی کے ہسپتال کے کمپوڈر عبدالمجید سعیدی نے کئی کتب و رسائل شائع کئے مگر آج تک سیالوی و فیصل آبادی کو جواب دینے کی جرات نہ ہوئی کیا یہ مطالبہ کبھی ان سے بھی کیا؟ اور کیا یہ فتوی ان پر بھی فٹ ہوگا؟ اگر نہیں تو کیوں؟ اگر ہاں تو اب تک مطالبہ کیوں نہیں؟

رضاخانی غلام مہر علی دیوبندی مذہب کے جواب میں سعید قادری نے ’’بریلوی مذہب کا علمی محاسبہ‘‘ لکھا جس کا جواب آج تک کسی رضاخانی نے نہیں دیا اور ایک دفعہ پھر کاشف اقبال نے انہی اعتراضات کو اپنی کتاب میں درج کر دیا تو آپ کی اس ہرزہ سرائی کا اولین مصداق کاشف اقبال اور غلام مہر علی ہیں۔رضاخانی موصوف کا مناظر اسلام عبدالمجید سعیدی لکھتا ہے:

’’رہا اثبات علم الغیب اور راہ جنت کا معاملہ؟ تو گذارش ہے کہ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ مدمقابل افہام وتفہیم کی بجائے محض مجادلہ بلکہ مکابرہ اور مظاہرہ (غالبا مجادلہ ہے۔از ناقل) پر اتر آتا ہے اور یہ یقین ہو جاتا ہے کہ وہ صرف بحث برائے بحث کرنا چاہتا ہے اور اس کا پہلے

سے طے کردہ اپنے نظریہ سے ہٹنا ناممکن ہے جب گھڑوی مزاج بھی کچھ اس طرح کا واقع ہوا ہے۔اس لئے مایوسی کے بعد سلسلہ کلام کو منقطع کردیا جاتا ہے جس کی شرعاً بھی گنجائش ہے قال تعالیٰ فاعرض عنهم و قال و اعرض عن المشركين اس کی تائید حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک دہریہ کے ساتھ مباحثہ میں ایک مسلمان عالم کے اس طرح کے اقدام سے بھی ہوتی ہے"۔

(مفتاح سنت، ج ا،ص ۱۸،۱۷)

تو جاہل رضاخانی! اگر علامہ صاحب نے جواب نہیں دیا تو اس کی وجہ خود رضاخانی مناظر نے بتادی کہ انہوں نے رب کریم کے قول پر عمل کیا کیونکہ ایک دفعہ جواب دینے کے بعد جب پہلے سے بھی زیادہ جہالتوں کا مظاہرہ کیا تو علامہ صاحب نے "اعرض عن المشركين"، پر عمل کیا۔جس کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ تیری کتاب کا ایک معتدبہ حصہ اس کتاب کا ابتدائی حصہ ہے قارئین آگے خود اندازہ لگالیں گے کہ تو نے علامہ صاحب کے جواب الجواب میں کس طرح کا دجل وفریب کیا تو ایسے دجال، فرادی، مکابر ومجادلہ پسند آدمی سے بھلا ایک علمی، تصنیفی تدریسی خدمات میں مصروف آدمی اپنا متھہ لگا کر کیوں وقت ضائع کرے؟

عجیب بات یہ ہے کہ یہاں تو موصوف جواب نہ دینے پر پیچ پا ہو رہے ہیں اور اسے اپنے حق ہونے کی دلیل قرار دے رہے ہیں کہ علامہ صاحب نے جواب اس لئے نہیں دیا کہ ہم حق پر ہیں ہمارے دلائل کا کوئی جواب نہیں اس لئے جواب نہیں دیا مگر اپنی اسی کتاب کی دوسری جلد میں لکھتے ہیں:

"ہم نے یہ کبھی نہیں کہا کہ کسی کتاب کا رد لکھ دینے سے باطل حق بن جائے گا یا حق باطل ہو جائے گا"۔

(کشف القناع، ج ۲،ص ۳۱۰)

جب کسی کتاب کا جواب دینے نہ دینے سے نہ حق باطل بنتا ہے نہ باطل حق تو پھر جواب نہ دینے پر دس گز زبان کیوں باہر نکالی؟ اور اسے اپنی حقانیت وسچائی کی دلیل کیوں بنایا؟

نوٹ: چونکہ موصوف نے ان دو اعتراضات پر کافی صفحات سیاہ کئے لہذا ہم نے ابتدا ہی میں اس کا اصولی جواب دے دیا ہے اور آگے کتاب میں اگر کسی جگہ پر یہ اعتراض آئے تو بغیر جواب واشارہ کئے ہم وہاں سے گزر جائیں گے۔

مظفری "پیش لفظ" پر ایک نظر

اس میں کوئی شک نہیں کہ ہندوستان کی سرزمین پر اہل السنۃ والجماعۃ احناف دیوبند دین اسلام کے سچے خادم تھے جن کی دینی خدمات سے آج چہار دانگ عالم روشن ومنور ہے۔

جنہوں نے انگریزی سامراج کے دور میں آزادی کیلئے بے مثال قربانیاں دیں۔انگریز نے یہاں کے مسلمانوں میں افتراق وانتشار پیدا کرنے کیلئے ایک طرف بریلی میں احمد رضا خان اور دوسری طرف قادیان میں مرزا غلام احمد قادیانی کو پروان چڑھایا۔

انگریز کے خود کاشتہ پودے احمد رضا خان بریلوی نے اپنے گورے آقا کے حکم پر اس سے برسر پیکار علمائے دیوبند، وفرنگی محل، اہلحدیث وندوہ کی کھل کر تکفیر کی اور مزید انتشار کیلئے اپنے ہی ہم مسلک علما رامپورو بدایوں اور فرنگی محلی کے خلاف تکفیر کا بازار گرم کیا۔انگریز کے خلاف ہر تحریک پر کفر وگمراہی کے فتوے لگائے اور کوئی موقع ایسے جانے نہ دیا جس سے مسلمانوں کا مشترکہ مفاد اور باہمی اتحاد واتفاق تباہ و برباد نہ ہو۔

حضرت مولانا ساجد خان صاحب نقشبندی حفظہ اللہ نے اپنی کتاب دفاع جلد دوم کے مقدمہ میں اس پر بڑی تفصیل کے ساتھ روشنی ڈالی۔ مگر رضا خانی ڈبہ پیر مظفر حسین شاہ نے اپنی کتاب کے مقدمہ میں انہی فرسودہ باتوں کو دہرایا ہے جن کے منہ توڑ جواب ہمارے علما خصوصا حضرت مولانا ساجد خان صاحب نقشبندی حفظہ اللہ دے چکے ہیں لیکن رضا خانیوں کے پاس ایک ہی مری ہوئی مکھی ہے جسے بار بار چوس کر اس کی قے کر کے اوراق پر اوراق بدبودار کرتے رہتے ہیں۔

خان صاحب کی تکفیر کا شکار ہونے والے بے ایمان لوگ کون تھے؟

مثلا موصوف لکھتے ہیں:

''ہمیں فخر ہے کہ سیدی اعلیٰ حضرت۔۔۔نے منکروں اور بے ادبوں کے خلاف علم جہاد بلند کیا منکرین کا مکروہ چہرہ عوام الناس کے سامنے بے نقاب کیا،آپ کے قلم نے لکھا اور ضرور لکھا مگر بصورت تکفیر رضا کے قلم کا ہدف منکر و بے ایمان لوگ تھے نہ کہ صحیح العقیدہ مسلمان ،سیدی اعلیٰ حضرت کا قصور یہ تھا کہ آپ نے ان لٹیروں کو بے نقاب کیا جو توحید کے نام پر توہین رسالت کر کے بھولے بھالے مسلمانوں سے متاع دین وایمان لوٹ رہے تھے''۔(کشف القناع ،ج ا،ص ۱۹)

اب یہ بے ایمان لوگ کون تھے،جن پر خان صاحب بریلوی نے تکفیر کے فتوے برسائے؟اس کی ادنی جھلک ملاحظہ ہو:

''قیام الملت والدین حضرت مولانا شاہ عبد الباری فرنگی محلی اہل سنت کے معروف عالم دین،بلند پایہ روحانی پیشوا،فرنگی محل لکھنو کی مذہبی روایات کے امین اور آخری علمی تاجدار تھے''۔(کلیات مکاتیب رضا،حصہ اول،ص ۳۴)

اس سنی صحیح العقیدہ شخص کی خان صاحب نے تکفیر کی۔اور اس کی تکفیر پر پوری ایک کتاب''الطاری الداری'' کے نام سے لکھی۔بدایونی و رامپوری علما کے اس آدمی نے گستاخ رسول ﷺ کہہ کر کافر ومرتد قرار دیا اور ان کے خلاف ایک کتاب'' سد الفرار'' لکھی۔تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو ''ستر باادب سوالات،ص ۳۰۔

اور کس کس کو اس نے کافر قرار دیا اس کی تفصیل رضاخانی شمس العلما کی زبانی ملاحظہ ہو:

''اعلیٰ حضرت نے ایک دنیا کو وہابی کر ڈالا ایسا بدنصیب وہ کون ہے جس پر آپ کا خنجر وہابیت نہ چلا ہو وہ اعلیٰ حضرت جو بات بات میں وہابی بنانے کے عادی ہوں وہ اعلیٰ حضرت جن کی تصانیف کی عصمت غائیہ وہابیت جنہوں نے اکثر علماء اہلسنت کو وہابی بنا کر عوام کالانعام کو ان سے بدظن کرادیا جن کے اتباع کی پہچان یہ ہے کہ وہ وعظ میں اہل حق سنیوں کو وہابی کہہ کر گالیوں کا مینہ برساتے ہیں''۔ (تجلیات انوار المعین ص: ۴۲) ''دنیا میں شائد کسی نے اس قدر کافروں کو مسلمان نہیں کیا ہو گا جس قدر اعلیٰ حضرت نے مسلمانوں کو کافر بنایا''۔ (تجلیات انوار المعین ص: ۴۲) ''علماء ربانیین کی تکفیر و توہین ان کا شعار اور ان کی تضلیل و تفسیق ان کا دثار ہے''۔ (تجلیات ص: ۶)

رضاخانی اکابر کا یہ اعتراف بھی آپ نے ملاحظہ کرلیا کہ دنیا کا کونسا مسلمان ہے جسے اس آدمی نے کافر نہ بنایا ہو؟ مگر مظفر حسین شاہ کا جھوٹ ملاحظہ ہو کہ صرف گستاخوں بے دینوں کو کافر کہا ہے نہ کہ صحیح العقیدہ سنیوں کو۔ اب ایک طرف اس کے یہ اکابر ہیں اور دوسری طرف یہ ڈبہ پیر!! کون سچ بول رہا ہے اور کس کی بات کو ترجیح حاصل ہو گی؟ اس کا جواب بھی اسی کے قلم سے ملاحظہ ہو:

''اب ایک طرف تو دیوبندی مذہب کی بھاری بھرکم شخصیت مفتی اعظم پاکستان ابن مفتی اعظم پاکستان اور دیوبندی شیخ الاسلام کے بھائی ہیں دوسری جانب گکھڑوی صاحب کے غیر معروف چیلے چانٹے ہیں، اب آپ ہی انصاف کیجئے کہ کس کی بات کو ترجیح ہونی چاہئے!! ظاہر ہے کہ جو دیوبندیت کے مفتی اعظم پاکستان ہیں وہ فہم و فراست عقل و دانائی اور سمجھ بوجھ میں ان چیلوں چپانٹوں سے زیادہ ہی ہوں گے جو پڑھتے کم تھے اور گکھڑوی کے پاؤں زیادہ دباتے تھے''۔ (کشف القناع، ج ۱ ص ۲۶۸)

حضرت شاہ اسمعیل شہید مرحوم کم از کم پھر گستاخ نہیں

موصوف کی ما قبل کی عبارت سے معلوم ہوا کہ بصورت تکفیر رضا کا قلم صرف بے ایمان، منکر اور گستاخوں کے خلاف چلا اب دوسری طرف ملاحظہ ہو کہ خان صاحب بریلوی نے شاہ اسمعیل شہید کی تکفیر نہیں بلکہ ان کی تکفیر کو احتیاط و سلامتی کے خلاف قرار دیا تو معلوم ہوا کہ حضرت شاہ اسمعیل شہیدؒ نہ تو منکر شان رسالت ﷺ تھے نہ بے ایمان معاذ اللہ اگر ایسا ہوتا تو خان صاحب ان کی تکفیر بھی ضرور کرتے گویا موصوف نے خان صاحب کے چہرے پر پردہ ڈالنے کیلئے اپنی لنگی اتار دی۔

خان صاحب کے خلاف تحریک اپنوں نے چلائی یا گستاخوں نے؟

یہ رضاخانی پیر لکھتا ہے:

''تمام گستاخ و منکر یکجا جمع ہو کر سیدی اعلیٰ حضرت۔۔کے خلاف منظم منصوبہ بندیاں کرنے لگے اور اس سلسلہ میں یہ منظم تحریک چلائی گئی کہ سیدی اعلیٰ حضرت۔۔۔معاذ اللہ مسلمانوں میں تفریق و انتشار پیدا کرنا چاہتے ہیں اور معاذ اللہ مسئلہ تکفیر میں جری و بیباک ہیں''۔

(کشف القناع ص ۱۷، ۱۸)

یہ گستاخ کون تھے؟ ان میں سے ایک نام تو پیچھے مولانا معین الدین اجمیری صاحب کا گزر گیا جو انہی رضاخانیوں کے شمس العلما تھے مزید ملاحظہ ہو: رضاخانی فیض احمد اویسی صاحب لکھتے ہیں:

''امام اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے معاصرین اہل سنت علما کرام کو اپنے ساتھ ملانے کی بڑی کوشش کی لیکن بجائے تعاون کے بعض تو اس قدر مخالف ہو گئے کہ مقدمہ بازی پر تل گئے جیسے بعض علمائے دکن، علمائے بدایوں، وعلمائے رامپور وعلمائے فرنگی محل رحمہم اللہ تعالی نے بعض مسائل میں و دیگر وجوہ سے آپ کے ساتھ کیا کیا۔ تاریخ گواہ ہے اتنا شدید ردعمل ممکن ہے آپ کے ساتھ بیگانوں نے نہ کیا ہو''۔ (شرح حدائق بخشش، ج ۳، ص ۲۶۷)

تو خان صاحب کے خلاف جو بھی منظم پروپیگنڈا کیا گیا وہ آپ کے اپنے ہی بڑوں نے کیا اور بقول اویسی اتنا مخالفین نے بھی نہیں کیا جتنا اپنوں نے، تو خواہ مخواہ دجل وفریب سے کام نہ لیں اور اپنے ان گستاخ علما کا نام واضح طور پر لوگوں کے سامنے لائیں جو اس مشن میں خان صاحب کے سب سے بڑے دشمن تھے۔ مولانا شاہ وجیہ الدین احمد خان رامپوری صاحب علماء رامپور کا مسلک ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

''اکابر علماء دیوبند سے جو لغزشیں ہوئی ہیں ان پر حضرات علماء بریلی نے سخت تشدد اختیار کیا ہے اور لغزشوں کے کرنے والوں کو ہی فقط کافر نہیں کہا بلکہ ان کے کفر میں جو شک کرے اس کو بھی کافر کہا۔ میں پہلے بھی اس بات کا اظہار کر چکا ہوں کہ اس غلو آمیز عموم سے ہندوستان میں کوئی بھی مسلمان نہیں رہ سکتا۔ میرے نزدیک یہ مبالغہ صحیح نہیں ہے۔

علماء رامپور کا مسلک

میرا مسلک تحریر کے اول حصہ سے ظاہر ہو چکا ہے میرا مسلک وہی ہے جو ارباب حق علما رامپور وغیرہ کا ہے کہ اکابر علماء دیوبند کے الفاظ ضرور کفریہ ہیں، لیکن قائل جب اپنی نیت گستاخی کی نہیں بتاتا اور اپنے الفاظ کی تاویل کرتا ہے تو اس نے کفر کا اپنے ذمہ التزام نہیں کیا لزوم کفر اور ہے التزام کفر اور شی ہے''۔ (مسلک ارباب حق، ص ۳۰۰، ۳۰۱)

لیجئے آپ کے رامپوری علما نے بھی یہ فیصلہ سنا دیا کہ علمائے دیوبند کی تکفیر میں شک کرنے والا بھی کافر ہے جیسے خان صاحب فتوے بلا وجہ تشدد اور تکفیر میں جلد بازی ہے تو یہ سب آپ ہی کا ٹبر ہے کوسنا ہے تو ان کو کوسیں۔ اور آپ ہی کا اصول ہے آگے آرہا ہے کہ ہم مسلک ہی اگر مخالف کی تائید کر دے تو یہ مخالف کی کرامت ہوتی ہے تو خان صاحب کی تکفیر میں جلد بازی کی تائید خود آپ کے مسلک کے لوگوں سے ہوگئی تو یہ تو علمائے دیوبند کی کرامت ہے کہ بات ہماری زبان تمہاری۔

اس ساری تفصیل کے بعد ان اکابر بریلویہ کیلئے رضاخانی پیر کا تحفہ بھی ملاحظہ فرمالیں:

''جاہل و بے دین لوگ بوجہ جہالت و بے دینی اسے افتراق وانتشار قرار دیں تو یہ ان کی مرضی ورنہ حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے''۔ (کشف القناع، ص ۱۶)

ہند کی زمین کس کیلئے تنگ ہوئی اور بے بصیرت لوگ کون ہیں؟

رضاخانی لکھتا ہے:

''اور اسی طرح آپ نے اپنی تحریر وتصنیف کے ذریعے سرزمین ہند گستاخ و بے ادب رہزنوں کیلئے تنگ کر دی۔۔۔ سیدی اعلی حضرت ۔۔۔ کی مساعی جمیلہ کے ذریعہ صاحب بصیرت لوگ ان بھیڑ نما بھیڑیوں کو پہچان چکے تھے کہ ان کی مولویانہ شکل وصورت کے پیچھے بھیانک و

مکروہ چہرے چھپے ہوئے ہیں“۔(کشف القناع،۲۰)

ہند کی سرزمین کس کیلئے تنگ ہوئی؟اس پر بھی اپنے ہی گھر کا حوالہ ملاحظہ ہو:

”تم تو چاند عرب کے ہو پیارے تم تو عجم کے سورج ہو
دیکھو مجھ بے کس پر شب نے کیسی آفت ڈالی ہے

اس شعر کی شرح میں رضا خانی شارح لکھتا ہے:

”سابقہ اشعار میں حالات کی ناسازگاری اور دشمنوں کی ستم گاری اور اپنوں (ہم مسلک) کی لاپروائی کے صدمات پر آقا و مولی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو فریاد سنائی“۔(شرح حدائق بخشش،ج ۳ ص ۲۹۹)

یعنی خان صاحب علمائے دیوبند کیلئے ہند کی زمین کیا تنگ کرتے اپنے ہی ہم مسلک لوگوں نے خان صاحب کو ایسا ذلیل وخوار کیا اور ایسا اس کا منہ کالا کیا اور اس پر پورے ہند کی زمین ایسی تنگ کردی کہ بیچارہ تنگ آکر حضور ﷺ سے توسل و استشفاع کرنے لگ گیا کہ مجھ بے کس پر نظر کرم کریں مجھ پر آفتیں آپڑی ہیں۔اس حوالے سے مزید بھی کافی کچھ کہا جا سکتا ہے مگر صفحات کی تنگی کی وجہ سے مزید تفصیل کسی اور موقع پر۔باقی یہ کہنا کہ بھیڑیوں کو پہچان چکے تھے ان کی مولویانہ شکل وصورت کے پیچھے کون تھا؟ تو اگر اس سے مراد معاذ اللہ علمائے دیوبند ہیں تو آگے خود آپ اپنے کئی اکابر کے بارے میں کہیں گے کہ ان کو علمائے دیوبند کی عبارات کا علم نہ تھا تو کیا وہ سب ”بے بصیرت تھے“ اور کیا یہ آپ ہی کے دعوے کا بطلان نہیں؟

اسی طرح آج بھی ملی یکجہتی کونسل ،سیاسی محاذ و تحریکوں ،تحریک ختم نبوت ،تحریک ناموس رسالت ﷺ،اتحاد تنظیمات المدارس میں رضاخانی علمائے دیوبند کے ساتھ کھڑے ہیں تو جب ان بھیڑیوں کے چہرے معاذ اللہ پہچان چکے ہیں تو بھیڑیوں کا ساتھ دے کر امت مسلمہ کو گمراہ کرنے میں آپ ہی کا مسلک برابر کا شریک نہیں؟

پھر مولانا ساجد خان صاحب نقشبندی حفظہ اللہ نے دفاع جلد دوم میں ستر با ادب سوالات کتاب اور دیگر حوالوں سے ثابت کیا کہ حسام الحرمین سے رضاخانی پھر چکے ہیں مگر چونکہ رضاخانی مذہب میں جھوٹ بولنا عین عبادت ہے لہذا اس رضاخانی نے کتاب کی ابتدا ہی کذب بیانیوں سے کی۔مزید چند حوالے بھی ملاحظہ ہو:

”مگر افسوس آج فاضل بریلوی کے مشن سے بیشتر خانقاہیں ہٹ چکی ہیں اور اپنا رشتہ انہی لوگوں سے جوڑ چکی ہیں جو کسی زمانے میں نہیں بلکہ آج بھی خانقاہوں کے شدید ترین دشمن ہیں۔اگر آج بھی فاضل بریلوی کو اپنا امام وسیف اللہ مان کر ہند و پاک کی ساری خانقاہیں متحد ہو جائیں اور امام احمد رضا کے اصول خانقاہ کو اپنا دستور بنائیں اور اس پر پوری ایمانداری سے قائم رہیں تو آج بھی وہ دور پھر لوٹ آئے جسے ہم روحانی دور کہتے ہیں“۔(شرح حدائق بخشش،ج ۳ ص ۳۷۱)

یہ کہتا ہے کہ خان صاحب کی کوششوں سے لوگوں نے بھیڑیوں کو پہچان لیا مگر رضاخانی کہتا ہے کہ آج کی تو خانقاہیں ہی خان صاحب کے مشن سے ہٹ چکی ہیں۔

ایک نیا تاریخی انکشاف

رضاخانی آگے لکھتا ہے:

''یہ اسی طرح کا پروپگینڈا تھا جو اس سے پہلے امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق بے دین وملحد لوگ پھیلا چکے تھے''۔

(کشف القناع ص ۱۸)

موصوف وہ مستند تاریخی حوالہ پیش کرے جس میں منظم طریقے سے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں یہ کہا گیا ہو کہ معاذاللہ وہ مکفر المسلمین تھے مسلمانوں کی تکفیر میں جلد بازی کرنے والے تھے۔ جناب من! خان صاحب کے سیاہ کرتوتوں پر پردہ ڈالنے کیلئے جھوٹ نہ بولیں تاریخ میں یہ اعزاز ولقب صرف خان صاحب کی قسمت ہی میں آیا ہے وہ بھی اپنوں کی طرف سے۔

اس تضاد کو بھی دور کرو

ایک طرف تو یہ رضاخانی کہتا ہے کہ خان صاحب بریلوی نے مخالفین جن کو یہ گستاخ کہتے ہیں کیلئے زمین تنگ کردی مگر اس سے پہلے خود لکھتے ہیں:

''ان باطل فرقوں کی وجہ سے اہل حق کیلئے ماضی میں کافی مشکلات پیدا ہوتی رہیں اور اب بھی ہو رہی ہیں''۔

(کشف القناع، ج،۱،ص ۱۳)

اب ایک طرف کہتا ہے کہ باطل فرقوں کیلئے خان صاحب نے زمین تنگ کردی دوسری طرف کہتا ہے کہ باطل فرقوں نے ماضی وحال میں ہماری ناک میں دم کئے رکھا جب زمین تنگ ہوئی تو مشکلات تو باطل فرقوں کیلئے پیدا ہونی چاہئیں نہ کہ آپ لوگوں کیلئے؟ سچ کہا

دروغ گو را حافظہ نہ باشد

کیا خان جی گستاخیاں کرنے والوں سے کوئی رعایت نہ کرتے تھے؟

موصوف لکھتے ہیں:

''آپ کا قلم ان لوگوں کے ساتھ کیسے رعایت کرسکتا تھا جنہوں نے شان نبوت ورسالت کا ذرہ بھی لحاظ نہ رکھتے ہوئے مجانین و بہائم کی مثالیں پیش کیں''۔ (کشف القناع ص ۱۹)

حالانکہ یہ بھی اس کا سفید جھوٹ ہے خان صاحب کے سامنے حضور ﷺ کی بے ادبیاں ہوتی رہیں، گستاخوں کی حمایت ہوتی رہی مگر خان صاحب نے ان کی تکفیر نہیں کی بلکہ ان کے ساتھ دوستانہ تعلقات ومراسم برقرار رکھے مثلاً:

''ان حضرات عالیہ کے دل صاف تھے، کسی کی دشمنی کی وجہ سے اس کے خلاف فتوی نہ دیتے بلکہ محض اللہ کیلئے۔ مولوی اشرف علی تھانوی کی حفظ الایمان کی گستاخانہ عبارت اعلی حضرت امام احمد رضا خان بریلوی ۔۔۔ نے جب اپنے دوست مولانا عبدالباری فرنگی محلی کو دکھائی تو انہوں نے فرمایا کہ مجھے اس میں کفر نظر نہیں آتا۔ اعلی حضرت نے ایک مثال دی پھر بھی انہوں نے نہ مانا۔ اعلی حضرت خاموش ہو گئے اور دوستی ومحبت کو برقرار رکھا''۔ (سیرت انوار مظہریہ، ص ۲۹۲)

ایک اور حوالہ ملاحظہ ہو:

''مشہور شاعر جناب اطہر ہاپوری مرحوم نے اعلی حضرت قدس سرہ کی خدمت میں ایک نعت ارسال کی جس کا مطلع تھا:

کب ہیں درخت حضرت والا کے سامنے
مجنوں کھڑے ہیں خیمہ لیلیٰ کے سامنے

اعلیٰ حضرت۔۔۔نے برہم ہو کر فرمایا مصرع ثانی منصب رسالت سے فروتر ہے حبیب کبریا ﷺ کو لیلی سے گنبد خضرا کو خیمہ لیلیٰ سے تشبیہ دینا سخت بے ادبی ہے اور یوں قلم برداشتہ اصلاح فرمائیں۔۔الخ''۔(شرح حدائق بخشش، ج۲،ص ۲۱۳)

اب ہونا یہ چاہئے تھا کہ خان صاحب اس کی تکفیر کرتے ایسی تکفیر کہ جو نہ مانے وہ بھی کافر اور جب تک اپنی توبہ و تجدید ایمان و نکاح کا اعلان نہ کرتے کافر ہی ٹھرتے مگر خان صاحب نے وہاں صرف شعر میں اصلاح پر اکتفا کیا کیونکہ موصوف دیوبندی نہ تھے اور خان صاحب کو بغض علمائے اہل سنت دیوبند سے تھا۔

اپنے ''حضرت کافی''کی گستاخی پر موصوف کس طرح پردہ ڈالتے ہیں ملاحظہ ہو:

''میں اپنے چھوٹے بھائی حسن میاں یا حضرت کافی مراد آبادی کا کلام سنتا ہوں۔۔اگر چہ حضرت کافی کے یہاں لفظ راعنا کا استعمال بھی موجود ہے اگر وہ اپنی اس غلطی پر آگاہ ہو جاتے تو یقینا اس لفظ کو بدل دیتے''۔(شرح حدائق بخشش، ج۲،ص ۲۱۳)

حالانکہ راعنا کے لفظ کو نبی کریم ﷺ کی شان میں رضاخانیوں نے بالاتفاق گستاخی قرار دیا مگر چونکہ یہاں یہ گستاخی کرنے والا اپنا حضرت تھا لہٰذا سب معاف۔علمائے دیوبند کی توضیح عبارات میں بھی خان صاحب کو کفر نظر آتا تھا معاذ اللہ مگر اپنے اور اپنوں کیلئے خان صاحب کا یہ اصول تھا کہ نبی کریم ﷺ کی گستاخی کرلو کیونکہ ''عشق''میں گستاخی بھی جائز ہے چنانچہ ان کے ایک شعر کی شرح میں رضاخانی لکھتا ہے:

''سکھایا یہ کس گستاخ نے آئینہ کو یارب
نظارہ روئے جاناں کا بہانہ کر کے حیرت کا

۔۔۔بقول مذکور اس کی گستاخی ہی سہی لیکن ہے تو عشق اور عشق میں ایسی بات ہونی چاہئے''۔
(شرح حدائق بخشش، ج۱،ص ۳۰۲)

یعنی معاذ اللہ عشق میں صرف گستاخی ہی جائز نہیں خان صاحب کے نزدیک گستاخیاں ہونی چاہئیں۔اور آج رضاخانی اٹھ کر کہتے ہیں کہ انہوں نے تو کسی گستاخ کے ساتھ رعایت نہیں کی شرم نہیں آتی یہ جھوٹ بولتے ہوئے؟۔

خان صاحب نے کوئی نیا تیر نہیں مارا تھا

رضاخانی نے کتاب کے ابتدائی اوراق اس پر سیاہ کئے کہ خان صاحب بریلوی نے گستاخوں کا رد کر کے ان کے عقائد کفریہ لوگوں کے سامنے ظاہر کئے اور ان کے عقائد کفریہ پر کفر کے فتوے جاری کئے (اس سے مراد ان موصوف کی علمائے دیوبند اور وہابی حضرات ہیں معاذ اللہ۔)اور یہ خان صاحب کا سب سے بڑا کارنامہ ہے۔

حالانکہ بقول رضاخانیوں کے خان صاحب بریلوی نے علمائے دیوبند پر کفر کے فتوے لگا کر اور ان کا رد کر کے کوئی نیا تیر نہیں مارا بلکہ انس رضا قادری رضاخانی کہتا ہے کہ:

''۔۔احمد رضاخان۔۔۔پر جو الزام لگایا جاتا ہے کہ ہندوستان میں سب سے پہلے اعلیٰ حضرت نے وہابیوں کو بے دین کہا بالکل غلط ہے

وہابی شروع ہی سے غلط تھے اور ان کا رد اعلیٰ حضرت سے پہلے کے علما کرتے رہے ہیں‘‘۔(حسام الحرمین اور مخالفین، ص ۲۲)

اس رضاخانی نے اپنی دانست میں ۲۰ علما کے نام گنوائے ہیں۔مزید لکھتے ہیں:

’’دیوبندی جو اعلیٰ حضرت پر الزام تراشی کرتے ہیں کہ وہ انگریزوں کے ایجنٹ تھے انہوں نے تحذیر الناس کی عبارتیں تحریف کی اور غیر کفریہ کو کفریہ ظاہر کیا یہ دیوبندی کا تاریخی جھوٹ ہے۔اعلیٰ حضرت سے پہلے بھی ہندوستان کے تمام جید علما نے اس کی تکفیر کی تھی‘‘۔

(حسام الحرمین اور مخالفین، ص ۲۴)

اسی طرح حضرت امام ربانی کی طرف منسوب جھوٹے فتوے کے متعلق لکھتے ہیں:

’’ملک کے گوشے گوشے سے اس کا رد ہوتا رہا‘‘۔(ایضاً ص ۲۴)

اب مظفر حسین شاہ سارا کریڈٹ اپنے سیدی اعلیٰ حضرت کو دینے پر تلا ہوا ہے ما قبل کے علما کا ذکر تک اس نے نہیں کیا مگر انس رضاخانی سارا کریڈٹ خان صاحب سے پہلے کے مولویوں کو دینے پر تلا ہوا ہے خان صاحب تو صرف اس ’’بارِ کفر‘‘ کو اٹھا کر مزید چلنے والے تھے۔بلکہ اس موصوف کے نزدیک تو سب سے پہلے خان صاحب کے سینے پر کفر کے فتوے دینے کے تمغے سجانے والے ’’دیوبندی الزام تراش‘‘ ہیں۔اب قارئین فیصلہ کریں کہ ان دونوں میں سے کون سچا ہے کون جھوٹا؟ ہم سے پوچھو تو اعلیٰ حضرت سے ادنی حضرت تک کذابین کا پورا ٹبر ہے۔

مجاہد کبیر شاہ اسمعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ پر ایک دفعہ پھر الزام تراشیاں اور منہ توڑ جوابات

رضاخانی نے اپنے اکابر کی مکھی پر مکھی مارتے ہوئے ایک دفعہ پھر اپنی کتاب کے ص ۲۴ پر ہندوستان میں معاذ اللہ فتنے کا بانی حضرت شاہ اسمعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کو ثابت کیا۔اور ان کو انگریز کی پشت پناہی حاصل تھی۔حالانکہ اس کا منہ توڑ جواب مولانا ساجد خان صاحب نقشبندی حفظہ اللہ تفصیل سے دفاع میں دے چکے ہیں۔

لیکن یہاں ہم انہی کے اصولوں سے اس گروہ کا کذاب ہونا ثابت کرتے ہیں وہ اس طرح کہ ان کی جماعت کا ایک گروہ کہتا ہے کہ معاذ اللہ ہندوستان میں فتنہ وفساد کا بانی حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور اس کا بیٹا حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ہے۔دوسرا گروہ جس میں موصوف بھی شامل ہیں کہتا ہے کہ نہیں بانی حضرت شاہ اسمیل شہید رحمۃ اللہ علیہ ہے۔تیسرا گروہ کہتا ہے:

’’مولوی محمد۔۔۔نانوتوی نے تحذیر الناس نامی ایک کتاب لکھ کر مسلمانانِ ہند میں فتنہ کی بنیاد ڈالی‘‘۔

(شرح حدائق بخشش، ج ۵، ص ۱۴۳)

اور مولوی انس رضا قادری لکھتا ہے:

’’ہندوستان پر جب انگریز قابض ہوئے تو مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے کیلئے مختلف ہتھکنڈے استعمال کئے جن میں فرقہ واریت بھی ان کا خاص مشن رہا ہے۔اس میں سر فہرست مرزا غلام احمد قادیانی تھے‘‘۔(حسام الحرمین اور مخالفین، ص ۱۶)

اب کوئی کہتا ہے کہ انگریز کی ایما پر فتنہ کی بنیاد ڈالنے والا:

(۱) حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ہے۔

کوئی کہتا ہے ہے کہ:

(۲) شاہ اسمعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ ہے۔

کوئی کہتا ہے کہ:

(۳) حجۃ الاسلام بانی دارالعلوم دیوبند قاسم العلوم والخیرات حضرت امام قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ ہے۔معاذ اللہ۔

(۴) کوئی کہتا ہے کہ نہیں مرزا غلام احمد قادیانی ہے۔

اب ان متضاد باتوں کے متعلق مظفر حسین شاہ ہی کے ہسپتال کے ایک میڈان چائینہ الیکٹریشن جو خود کو''انجینئیر'' کہتا ہے کا تبصرہ ملاحظہ ہو:

''قارئین کرام ایک صاحب فرماتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت نے اپنے گناہ اور گستاخیوں پر پردہ ڈالنے کیلئے دیوبندی حضرات کی تکفیر کی جبکہ دوسرے صاحب کہتے ہیں کہ انگریز کے ایما پہ تکفیر کی۔ یہ متضاد باتیں اس بات کا ثبوت ہیں کہ یہ صرف الزام تراشی ہے اور کچھ نہیں''۔(کنزالایمان اور مخالفین ص ۲۰۱ تحریف شدہ پاکستانی ایڈیشن)

تو یہ متضاد باتیں ہی بتلا رہی ہیں کہ صرف الزام تراشی ہے حقیقت کا اس سے کچھ تعلق نہیں۔ پھر موصوف لکھتے ہیں:

''۲۴ ذیقعدہ ۱۲۴۶ھ سے لیکر اس دن تک جس کو سو برس سے زائد ہوئے، شاید کوئی دن طلوع ہوا ہو جس کی صبح کو اس شہید اسلام (حضرت مولانا محمد اسمعیل شہید دہلوی رحمۃ اللہ علیہ) کی جس کی اور فضیلتیں برطرف اس کی شہادت مسلم اور شہدا کی مغفرت مسلم تکفیر و تضلیل میں کوئی فتویٰ نہ نکلا ہو، لعنت، سب و شتم کا کوئی صیغہ نہ استعمال کیا گیا ہو، فقہ و فتاویٰ کی کوئی دلیل ایسی نہیں جو اس کے کفر کے ثبوت میں نہ پیش کی گئی ہو، وہ ابوجہل، ابولہب سے زیادہ دشمن اسلام خارج و مرتدین سے زیادہ مارق من الدین و خارج از اسلام فرعون و ہامان سے زیادہ مستحق نار، کفر و ضلالت کا بانی بے ادبوں اور گستاخوں کا پیشوا، شیخ نجدی کا مکلف و شاگرد بتایا گیا''۔

(تذکرہ شہید، ص ۲۴۴، ۲۴۵، مکتبہ غزنویہ، شیش محل روڈ لاہور، ۱۹۸۳ء)

یہ عوام و خواص کا وہ ردعمل تھا جس کی گواہی پرستاران اسماعیل دہلوی نے بھی دی، یعنی سو سال کے عرصہ تک برصغیر کے مسلمان ہر صبح و شام اسماعیل دہلوی سے اظہار بیزاری کیئے کرتے تھے اور اس کے کفریہ عقائد و نظریات کی وجہ سے کفر و بے دینی کے فتوے لگاتے تھے''۔

(کشف القناع، ج ۱، ص ۲۵، ۲۶)

الزام کا تحقیقی جواب

یہ اس رضاخانی کا دجل و فریب ہے کہ اس اقتباس کو برصغیر کے تمام مسلمانوں پر منطبق کر رہا ہے۔ حضرت ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے کہیں بھی اس موقف کو ہند کے خواص و عوام کا موقف نہیں کہا بلکہ ان کی مراد رضاخانی جیسے دین دشمن جاہل بدعتی شرک پسند مولوی ہیں۔

کیونکہ خود کتاب کا مصنف محمد خالد حنیف اس اقتباس سے پہلے رضاخانی اور اہل بدعت کی مخالفت کا ذکر کر رہے ہیں اور اس کے ضمن میں یہ اقتباس پیش کیا۔(ملاحظہ ہو تذکرہ شہید ص ۲۴۴)

الزامی جواب

اوراس کاالزامی جواب یہ ہے کہ ما قبل میں خود رضاخانی کے بڑوں کے حوالے سے بتلایا گیا کہ بدایونی، رامپوری، فرنگی محل، وغیرہم کے علماعوام وخواص نے خان صاحب کی ناک میں دم کر دیا تھا۔ اوراس کا اتنی شدت کے ساتھ رد کیا کہ اس بیچارے کو حضور ﷺ کی بارگاہ میں ان سے اپنی جان چھڑانے کیلئے عرض کرنا پڑا، اس پر مقدمات بنائے گئے۔ اب رضاخانی اصول کے مطابق خان صاحب کے عقائد بھی باطل تھے وہ بھی ہندوستان میں فتنہ کا بانی تھا اس کے عقائد ونظریات بھی کفریہ، گستاخانہ تھے اسی وجہ سے خود اپنے مسلک کے لوگوں نے اس سے بیزاری کی۔

جو جواب رضاخانی اس کا دے وہی جواب ہماری طرف سے اپنی پیش کردہ عبارت کے جواب میں قبول کریں۔ موصوف کہتے ہیں کہ عوام وخواص حضرت شاہ صاحب کے مخالف تھے لیکن ایک اور رضاخانی کہتا ہے:

''مولوی اسمٰعیل دہلوی چونکہ شاہ ولی اللہ کا پوتا اور شاہ عبدالعزیز کا بھتیجا اور شاگرد بھی تھا۔ عوام میں بزرگ کی عقیدت عام ہے جس کے نتیجے میں اپنے استاد اور پیر کی اولاد کو پیروں کی طرح ماننے کا جذبہ موجود ہے اس کی وجہ سے مولوی اسمٰعیل دہلوی کے ماننے والوں کی اچھی خاصی تعداد دہلی اوراس کے علاقوں میں موجود تھی''۔ (حسام الحرمین اور مخالفین، ص ۱۸)

اسی طرح ایک اور حوالہ ملاحظہ ہو فضل رسول بدایونی سوال کرتے ہیں:

''ساتواں سوال: اس وقت آپ کے خاندان کے شاگرد اور مریدان کے طور پر تھے یا آپ کے موافق؟''

مولانا مخصوص اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب جواب اس طرح بیان کیا گیا:

''ساتویں بات کا جواب یہ ہے کہ اس مجلس تک سب ہمارے طور پر تھے پھر ان کا جھوٹ سن کر کچے کچے آدمی آہستہ آہستہ پھرنے لگے''۔

(مولانا اسمٰعیل اور تقویۃ الایمان: ص ۱۰۳/ از مولانا ابوالحسن زید فاروقی)

یہ رضاخانی کہتا ہے کہ عوام وخواص حضرت شاہ صاحب کے مخالف تھے لیکن اس فتنہ کے بانی فضل رسول بدایونی کہتا ہے کہ جو لوگ ہماری طرف تھے وہ بھی ان کی طرف چلے گئے۔

حوالے میں گڑبڑ

موصوف نے تذکرہ شہید کی عبارت نقل کی: ''لعنت، سب وشتم کا کوئی۔۔۔'' حالانکہ اصل عبارت ہے: ''لعنت وسب وشتم کا کوئی'' بیچ میں سے ''و'' کھا گیا، اسی طرح عبارت پیش کی: '' شیخ نجدی کا مکلف'' حالانکہ اصل عبارت میں ''مکلف'' کی جگہ ''مقلد'' ہے۔ اسی قسم کی غلطیوں پر یہ مولانا ساجد صاحب کے خلاف صفحات سیاہ کرتا رہا کہ خدا جانے کن رسالوں سے حوالے نقل کرتا ہے۔

شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی دشمنی میں خان صاحب کو مسلمانوں کی لسٹ سے نکال دیا

موصوف نے اپنے پیش کردہ حوالہ کو درست تسلیم کرتے ہوئے اس سے یہ نتیجہ نکالا کہ ہندوستان کے عوام صبح وشام حضرت مجاہد کبیر شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کے معاذ اللہ کفریہ عقاید سے بے زار ہو کر اس پر صبح وشام کفر کے فتوے لگاتے۔ حالانکہ خان صاحب بریلوی حضرت شاہ صاحب کو مسلمان مانتے ہیں اور ان کی تکفیر کرنے والوں کو سلامتی واحتیاط کے راستے سے ہٹا ہوا مانتے ہیں۔ (ملاحظہ ہو تمہید ایمان کا آخر) اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ خان صاحب مسلمان نہیں تھے تبھی وہ حضرت شاہ صاحب کی تکفیر بھی نہیں کرتے۔ دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ جو

رضاخانی ٹٹ پونجیئے تکفیر کرتے تھے وہ خان صاحب کے اصول کے مطابق سلامتی کے رستے سے ہٹے ہوئے تھے تو ایسے غیر محتاط لوگوں کے فتوے پیش کرتے ہوئے موصوف کو حیا آنی چاہیے۔پھر موصوف نے یہ دعوی کیا:

''اس کے کفریہ عقائد ونظریات کی وجہ سے''

حالانکہ رضاخانی تو کہتے ہیں کہ شاہ صاحب نے ان عقائد کی وجہ سے توبہ کرلی تھی جب توبہ کرلی تو وہ عقائد ان کے رہے ہی نہیں اسی وجہ سے خان صاحب بریلوی نے ان کی تکفیر بھی نہیں کی۔

اب اگر عقائد کفریہ تھے معاذ اللہ تو توبہ کا دعوی غلط،اگر توبہ کا دعوی درست تو ایک مسلمان کی طرف کفر کی نسبت بعد توبہ کے کرنے کی وجہ سے موصوف خود فتاوی بریلویہ سے کافر ہوئے۔

اپنے ہی گھر کا حوالہ اور اپنی جہالت و بے عقلی کا اقرار

موصوف نے آگے شاہ محمد موسیٰ مرحوم کے کسی خط''حجۃ العمل''کی عبارت پیش کی اور حوالہ اپنے ہی گھر کے تاج الفحول اکیڈمی بدایوں کا دیا حالانکہ موصوف اپنے گھر کا حوالہ دینے پر کہتے ہیں:

''مگر یہ دیوبندی موصوف اتنے جاہل اور بے عقل ہیں کہ دلیل کے طور پر اپنی کتابیں پیش کرتے ہیں''۔

(کشف القناع،ج۱،ص ۱۷۶)

تو رضاخانیوں کو بھی دفاع کا جواب لکھنے کیلئے کوئی ایسا ہی جاہل و بے عقل آدمی چاہئے تھا جس کو اپنی لکھی ہوئی عبارت یاد نہ ہو اور جاہل کیوں نہ ہو کہ خان صاحب تو تھے ہی جاہلوں کے پیشوا۔

کیا خاندان ولی الہٰی آپ کا مخالف تھا؟

موصوف نے ایک دفعہ پھر یہ دجل وفریب کیا ص ۲۹،۳۰ پر کہ خاندان ولی اللّٰہی معاذ اللہ حضرت شاہ صاحب کا مخالف تھا۔حالانکہ اس کا منہ توڑ جواب علامہ ساجد خان صاحب نقشبندی حفظہ اللہ جلد اول میں تفصیل سے دے چکے ہیں کہ خاندان ولی اللّٰہی پوری طرح آپ کے ساتھ تھا یہاں رضاخانی شیخ الاسلام ہی کا ایک حوالہ دفاع سے ملاحظہ ہو:

''میں نے خوردسالی میں کہن سال افراد سے سنا ہے کہ شاہ عبدالعزیز مولانا اسحق اور مولانا اسماعیل کے سر پر ہاتھ رکھ کر پڑھتے تھے الحمد للہ الذی وھب لی علی الکبر اسماعیل و اسحق''شکر ہے اللہ کا جس نے بخشا مجھ کو بڑی عمر میں اسماعیل اور اسحق''۔

(مولانا اسماعیل اور تقویۃ الایمان:ص ۴۵)

اب یہ رضاخانی کہتا ہے کہ یہ لوگ آپ کے مخالف تھے لیکن حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تو آخری عمر تک اس بات پر شکر ادا کرتے کہ اللہ نے مجھے حضرت شاہ اسحق اور حضرت شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہما جیسے جانشین دئے۔جس میں سے ایک نے جہاد کا میدان سنبھالا اور دوسرے نے مسند حدیث سنبھالی۔مزید تفصیل ان شاءاللہ اپنے مقام پر آئے گی۔

بریلوی تنظیم المدارس کا سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ اور شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کی جدوجہد آزادی کا کھل کر اعتراف

آج رضاخانی حضرت شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کو معاذ اللہ سارے فتنہ وفساد کی جڑ ثابت کرنے پر تلا ہوا ہے لیکن خود رضاخانیوں نے حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمات کا اعتراف کس طرح کیا ملاحظہ ہو:

''بریلوی مدارس کے وفاق تنظیم المدارس اہلسنت جس کے صدر اس وقت مفتی منیب الرحمٰن صاحب ہیں اس تنظیم نے اپنے علماء کیلئے ثانویہ عامہ میں مطالعہ پاکستان کی جو کتاب نصاب میں شامل کی ہے اس کا مندرجہ ذیل اقتباس ملاحظہ ہو:

''مغلوں کے دورِ زوال میں برصغیر میں مسلمانوں کا درد رکھنے والے کئی بزرگوں نے اصلاح احوال کا بیڑا اٹھایا۔ ان بزرگوں میں شاہ ولی اللہ دہلویؒ (سن وفات ۱۷۶۲ء) شاہ عبدالعزیز دہلویؒ (سن وفات ۱۸۲۴ء) سید احمد بریلوی (سن وفات ۱۸۳۱ئ) اور شاہ محمد اسمٰعیل شہیدؒ (سن وفات ۱۸۳۱ء) خاص طور پر مشہور ہیں۔ شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے قرآن پاک کا فارسی ترجمہ کر کے اور حدیث شریف کے درس وتدریس کے ذریعے مسلمانوں کو ان کا بھولا ہوا سبق یاد دلایا۔۔۔۔۔ سید احمد بریلویؒ اور ان کے دو نامور مریدوں شاہ محمد اسمٰعیل شہیدؒ اور مولانا عبدالحیؒ نے برصغیر سے انگریزوں کے اخراج، اسلامی حکومت کے قیام اور اسلامی اقدار کی حفاظت کیلئے جہاد شروع کیا۔ انہوں نے اپنے کام کا آغاز صوبہ سرحد سے کیا اور اسے سکھوں کے تسلط سے آزاد کرا لیا۔ ان کا اگلا قدم پنجاب کو سکھوں کے قبضے سے آزاد کروانا تھا اسی جدوجہد میں سید احمد بریلویؒ اور شاہ محمد اسمٰعیل شہیدؒ نے ۶ مئی ۱۸۳۱ء کو بالاکوٹ کے مقام پر سکھوں کا مقابلہ کرتے ہوئے جام شہادت نوش کیا۔

(مطالعہ پاکستان ص ۱۴، ۱۵، تنظیم المدارس اہلسنت پاکستان برائے طلبا ثانویہ عامہ)

اس میں سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ اور شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کو بزرگان دین میں شمار کیا گیا اور واضح طور پر تسلیم کیا کہ انہوں نے برصغیر سے انگریزوں کو نکالنے کیلئے جہاد شروع کیا اور اسی جہاد میں جام شہادت نوش کیا۔ اسی کتاب کے صفحہ نمبر ۱۶، ۱۸ پر باقاعدہ امتحانی سوالات میں ان دونوں حضرات کے متعلق بھی سوال موجود ہے۔

اگر ہمارا فریق مخالف واقعی عالم ہے اور اس نے باقاعدہ تنظیم المدارس کا امتحان دیا تو انہوں نے بھی یہ اسباق پڑھیں ہونگے امتحان میں کامیابی کیلئے ان دونوں شہیدوں کے متعلق ایسا ہی لکھا ہوگا جیسا کتاب میں مذکور ہے مگر ظلم کی انتہاء دیکھیں کہ جن کی انگریز مخالفت پر تمام بریلوی علماء کے مدارس کی کیبنٹ کا اجماع ہے ان کے مدارس سے کوئی آدمی اس وقت تک عالم بن کر نہیں نکل سکتا جب تک اس کو پڑھ نہ لے آج اسے ہی انگریز کا ایجنٹ معاذ اللہ ثابت کیا جا رہا ہے۔

یاد رہے کہ اسی حوالے کی بنیاد پر لاہور کے معروف بریلوی عالم فضل احمد چشتی نے پوری تنظیم المدارس کی تکفیر کی تھی اور تنظیم المدارس کی طرف سے جب مولوی شوکت سیالوی کو اپنا نمائندہ بنا کران کے پاس بھیجا گیا تو اس نے یہ حوالہ جات اس کے سامنے پیش کئے اور افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اس مناظرہ کے بعد تنظیم المدارس کے عمائدین نے بغیر توبہ کئے نئے نصاب میں سے اس تمام مواد کو نکال دیا''۔ (بحوالہ دفاع اہل سنت جلد دوم)

اب اگر اس رضاخانی میں کچھ غیرت وشرم ہے تو ڈوب کے مرجائے کہ ایسے مجاہد فی سبیل اللہ پر زبان طعن دراز کرتے ہوئے اسے شرم نہیں آتی؟۔

دفاع اہل السنۃ والجماعۃ کے بارے میں جھوٹ

موصوف کی پوری کتاب میں کئی کئی صفحات پر گالیاں اور لفاظیاں ہوتی ہیں جن کو مکمل نقل کرنا وقت وصفحات کا ضیاع ہے لہٰذا ہم صرف مقصودی بات کو نقل کرتے ہیں یہاں بھی موصوف کی ناول نگاری اور گالیوں کو ایک طرف رکھ کر مقصودی بات کو نقل کر کے اس کا جواب دیں گے کہ رضاخانی اپنی عادت سے مجبور ہو کر لکھتا ہے:

’’اس کتاب میں روایتی طور پر وہی پرانے اعتراضات کیئے گئے ہیں جن کا علما اہل سنت و جماعت دندان شکن جواب پہلے ہی دے چکے ہے، مگر دیوبندی اپنی ہٹ دھرمی اور ضد سے باز نہیں آتے اور ان ہی پرانے گھسے پٹے اعتراضوں کو پھر دوبارہ اپنی کتابوں کی سیاہی میں تبدیل کر دیتے ہیں دیوبندی موصوف نے بھی اس روش کو برقرار رکھا۔ راقم الحروف کا پہلے خیال تھا کہ شاید کوئی نئی بات اس کتاب میں ہو اور کوئی نئی تحقیق پڑھنے کو ملے مگر راقم الحروف کا اندازہ اس وقت غلط ثابت ہوا جب نئی تحقیق کے بجائے پورے مضامین کو ہی سرقہ شدہ پایا‘‘۔ (کشف القناع، ج ا، ص ا۳)

حالانکہ یہ آنجناب کی صریح کذب بیانی ہے اور اپنی ناخواندہ عوام کو طفل تسلی ہے۔ اب تک دفاع کی دو جلدیں آچکی ہیں آپ کا دعوی پوری کتاب کے متعلق ہے۔ اب اگر کوئی حلالی رضاخانی اس دنیا میں زندہ موجود ہے تو وہ، نہیں تو اپنے مرے ہوئے باپوں کو ’المدد‘‘ کہہ کر پکارے اور دفاع کی دونوں جلدوں کے صفحہ نمبر ایک سے لیکر آخر تک ایک ایک حوالے اور استدلال کے بارے میں بتائے کہ تمہارے بڑوں نے کب، کہاں، کس جگہ اس کا جواب دیا ہے؟ دیدہ باید۔

پھر حضرت علامہ ساجد صاحب کی یہ کتاب ’’دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف‘‘ کے جواب میں ہے یہ رضاخانی کلما طلاق کی قسم کھا کر جواب دے کہ اس کتاب میں نئی تحقیق پیش کی گئی ہے اور کاشف اقبال سے پہلے رضاخانیوں کی کتاب سے کسی قسم کا کوئی مواد سرقہ نہیں کیا گیا؟ بے شرمی کی انتہا دیکھیں کہ جنہوں نے پوری پوری کتب سرقہ کر کے لکھی حتی کہ عنوان بھی چوری کر کے لکھے وہ ہمیں کہہ رہے ہیں کہ کتب میں کوئی نئی تحقیق نہیں۔ پھر ایک رضاخانی لکھتا ہے:

’’ہاں اگر کوئی چھوٹا موٹا دیوبندی، وہابی مولوی اپنے بڑے مولویوں کا مواد کاپی کر کے کتاب لکھے تو اس کا جواب نہ دیا جائے کہ اس طرح کے مولویوں کا جواب دینا اپنا وقت ضائع کرنا ہے ان کیلئے ہمارے بزرگوں کے جوابات ہی کافی ہیں‘‘۔

(حسام الحرمین اور مخالفین، ۳۶، ۳۷)

اب اگر دفاع کا جواب آپ کے بزرگوں کی کتب میں پہلے سے موجود تھا لیکن اس کے باوجود آپ نے جواب لکھنے کیلئے قلم اٹھایا تو تین باتیں ہیں:

(۱) آپ نے جواب لکھ کر اپنا وقت ضائع کیا اور وقت کو فضول کاموں میں ضائع کرنے والے شیاطین تو ہو سکتے ہیں علمار بانیین نہیں۔

(۲) جواب تو بزرگوں کی کتب میں تھا مگر وہ جواب کافی نہیں تھا اس لئے نئے سرے سے جواب لکھنے کی ضرورت پیش آئی۔

(۳) دراصل مولوی ساجد صاحب کوئی معمولی چھوٹے موٹے مولوی نہیں تھے بلکہ اپنے مسلک کے بڑے علما میں ان کا نام آتا ہے ان کی کتاب کا جواب لکھنا میرے لئے اعزاز تھا میں بھی اپنے مسلک میں چند ٹکے حاصل کرسکوں گا دیکھو میں وہ آدمی ہوں جو مولوی ساجد جیسے

عالم فاضل کی کتب کا جواب لکھتا ہے۔

بہرحال موصوف خود اپنی کذب بیانی کی تردید آگے یوں کرتے ہیں:

’’پس ان وجوہات کی بنا پر راقم الحروف کا جواب لکھنے کا ارادہ نہ تھا مگر احباب نے بتایا کہ دیوبندی موصوف کا دعوی ہے کہ اس نے اپنی اس کتاب میں اپنے اکابر واساتذہ سے ملنے والے علوم کا خوب اظہار کیا ہے۔لہذا آپ ضرور اس کتاب کا جائزہ لیں اور عوام الناس کے سامنے دیوبندی اکابرین کی علمی حیثیت ظاہر کریں‘‘۔(کشف القناع،ج ا،ص ۳۲)

سوال یہ ہے کہ جب علامہ ساجد صاحب نے کوئی نئی بات لکھی ہی نہیں سب کچھ پرانا گھسا پٹا ہے تو احباب اصرار کیوں کررہے ہیں؟ جائزہ لینے کی کیا ضرورت ہے؟ اور عوام کو اکابرین کے علوم سے آگاہ کرنے کی ضرورت کیا ہے؟ یہ سب تو تحصیل حاصل ہے وھو باطل۔بلکہ احباب کو چاہئے تھا کہ عوام کو بتلاتے کہ بھائی ہمارے فلاں مولوی نے فلاں کتاب میں اس کا جواب دے دیا ہے بس وہ پڑھ لو کافی ہے۔یہ جائزہ اور اصرار ہی بتلا رہا ہے کہ اس کتاب نے رضاخانیت کی ناک میں دم کردیا ہے اور اپنی عوام کو طفل تسلی دینے کیلئے نئے سرے سے دجل و فریب کے جال بننے کی ضرورت پیش آئی۔

اسی طرح موصوف نے اپنی کتاب میں محمد علی،محمد ظفر رضوی،ابوحامد،احمد رضا،علی معاویہ پانچ مسٹنڈوں کے نام گنوائے حوالہ جات فراہم کرنے کیلئے۔(ملاحظہ ہو کتاب کا ص ۳۴) جب سب کچھ پہلے سے لکھا ہوا تھا تو حوالہ جات کس بات کے آپ مانگ رہے ہیں وہ بھی پانچ پانچ بندوں سے؟ بلکہ موصوف نے تو اردو کی عبارت تک ٹھیک لکھنے کیلئے ایک مستقل بندہ رکھا ہوا ہے۔اس نے پوری کتاب میں کئی جگہ علامہ ساجد صاحب پر علمی یتیم،جاہل وغیرہ کی گردان دہرائی مگر خود اتنا بڑا جاہل ہے کہ جس کتاب کو لکھ رہا ہے اس کی اردو عبارت تک ٹھیک لکھنے سے قاصر ہے۔جس کو حوالوں کیلئے عالم ہو کر پانچ پانچ غیر عالم لوگوں کی ضرورت پڑے ایسا علمی یتیم کہتا ہے کہ فلاں علمی یتیم ہے اور سے مجھے تو کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں تھی سب کچھ پہلے سے لکھا ہوا ہے۔

اسی سے آپ اندازہ لگائیں کہ مولانا ساجد صاحب نے کس قدر مضبوط گرفت کی کہ مظفر حسین شاہ کو اپنے ہسپتال کی پوری کیبنٹ بٹھانی پڑی اس کے صرف چند صفحات کا جواب دینے کیلئے اور اس میں بھی بری طرح سے ناکام۔لیکن اپنی خفت مٹانے کیلئے دوسروں پر جہالت کے جملے کسے جارہے ہیں۔جیسے ایک ناک والا ناک کٹے بریلویوں کی بستی میں گھس گیا تو سب بریلویوں نے شور مچادیا’’ناکو۔۔ناکو۔۔۔‘‘اس کا بھی یہی حال ہے اپنی جہالت کا اسے خوب علم ہے لہذا جعلی علم کا رعب ڈالنے کیلئے جاہل،بے علم،علمی یتیم،جاہل دیوبندی علمی بے مائیگی جیسی گردان شروع کردی۔

علامہ ساجد صاحب نے اپنی اس کتاب میں نہ صرف اپنے اکابر کا دفاع کیا ہے بلکہ اس دفاع کے جواب میں آپ کے اکابر نے جو دجل وفریب کیا ہے اس کا بھی منہ توڑ جواب دیا ہے۔جس کے جواب الجواب سے عاجز ہو کر آپ کو اپنے اکابر کا دجل تو نظر آتا ہے کہ جواب دیا ہے مگر آگے علامہ صاحب نے جو اس جواب کا جواب الجواب دیا وہ نظر نہیں آتا؟

دفاع نے کیسی کاری ضرب لگائی؟

اس دفاع نے رضاخانیوں کو کیسی کاری ضرب لگائی؟ اس کا اندازہ اس سے لگائیں کہ مظفر حسین شاہ کے ہسپتال کے ایک الیکٹریشن کا مناظرہ

سعید اسد فیصل آبادی کے شاگرد مولوی غلام حسین نقشبندی کے ساتھ ''ختم نبوت و نبوت'' کے مسئلہ پر ہوا۔ اس میں ایک اصولی بات کا مطالبہ غلام حسین نقشبندی نے کیا کہ یہ لکھ کر دو مگر اس مظفر حسین شاہ کے پالے ہوئے الیکٹریشن نے وہ اصول تسلیم کرنے کے بعد بھی لکھنے کی رضامندی ظاہر نہیں کی اور وجہ صرف یہ بتلائی کہ بعد میں دیوبندی اس اصول کو ہمارے خلاف پیش کریں گے۔ رضاخانی غلام حسین نقشبندی نے کہا کہ دیوبندیوں کو چھوڑو اس وقت آپ کا اور ہمارا مناظرہ ہے تو اس رضاخانی نے کہا کہ تمہیں نہیں معلوم ساجد خان کی دفاع اہل سنت پڑھ لو تو غلام حسین نقشبندی نے کہا کہ آپ کو پہلے بھی کہا تھا کہ مجھے بھیجو پر آپ نے نہیں بھیجی۔

یہ مناظرہ نیٹ پر موجود ہے یہ کلپ الگ سے کاٹ کر بھی نیٹ پر دیا گیا مگر رضاخانی مزید تسلی کیلئے خود ہی اپنے اس الیکٹریشن سے رابطہ کرکے اس کی تسلی کروا سکتا ہے۔ اب جس کتاب کی گونج ان کے مناظروں میں سنائی دے اور جس کتاب کے خوف و دبدبہ سے یہ کاغذ پر ایک اصول لکھنے کو تیار نہ ہوں اس کے بارے میں یہ جاہل اجہل رضاخانی اپنی جاہل عوام کو یہ تسلیاں دے رہا ہے کہ کچھ نیا نہیں ہے سب پرانا ہے، سب دجل ہے، سب جہالت ہے۔ اسی موقع کیلئے کہا گیا

لوم الخفاش لایضر الشمس

وعوا الکلب یالظلم البدر

تجھ جیسے چمگادڑوں کا ملامت کرنا دفاع جیسی دمکتی کتاب کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتی اور کتوں کا بھونکنا دفاع سے پھوٹنے والے نور کو ختم نہیں کرسکتا۔

علامہ صاحب نے ان کا کیا حال کیا ہوا ہے؟ گھر کی گواہی

انڈیا کے ناصر رامپوری مصباحی نے ۲۵ جولائی ۲۰۲۰ کو فیس بک پر ایک پوسٹ لگائی:

''پاکستان کے محترم ساجد نقشبندی ہیں، دیوبندیت کی تحسین اور بریلویت کی تردید کرتے رہتے ہیں اللہ انہیں مثبت کاموں کی توفیق دے۔ آمین''

اس پوسٹ پر مظفر حسین شاہ کے ہسپتال کے الیکٹریشن تیمور رضاخانی نے اسی دن کمنٹ کیا:

''اللہ ان سب کو توفیق دے ہم بھی انکار حدیث پہ کام کرسکیں ان کے جواب کے چکر میں اور کوئی کام نہیں ہوتا''۔

لیجئے موصوف تو کہتے ہیں کہ علامہ صاحب نے کوئی نئی چیز پیش نہیں کی وہی گھسے پٹے اعتراضات کئے لیکن انہی کا ہم نوالہ وہم پیالہ کہتا ہے کہ ان کے جواب کے چکر میں سب کاموں سے ہاتھ دھویا ہوا ہے۔ الحمدللہ اسی سے آپ علامہ صاحب اور ان کی ٹیم کی مضبوط گرفت کا اندازہ لگا لیں لیکن رضاخانی جھوٹ نہ بولیں تو کیا کریں؟

نوٹ: الیکٹریشن اگر اپنے کمنٹ کا انکار کلما طلاق کی قسم کے ساتھ کردے تو ہم ان شاءاللہ اصل ویڈیو ثبوت بھی پیش کردیں گے۔ اور یہ تو ہمیشہ یاد رکھا کرو کہ تردید نہ کرنا دلیل تائید است۔

جواب کے نام پر کیا دجل کیا جاتا ہے؟

آپ لوگوں کا جواب کس قسم کا ہوتا ہے؟ اس کی چند مثالیں ذکر کردوں۔ مولانا عبد الباری فرنگی محلی مرحوم کے بارے میں سیالوی نے

عبارات اکابر میں لکھا کہ رجوع کرلیا تھا۔علامہ ساجد صاحب نے اس کا دندان شکن جواب دیا کہ رجوع نہیں کیا یہ جھوٹ ہے۔موصوف نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا اور علامہ فرنگی محلی کے واقعہ کے جواب میں سیالوی کے اسی جھوٹ کو دہرادیا۔اس دجل کا نام ان کے ہاں جواب ہے اور پھر کہتے ہیں کہ جواب دے دیا۔پیر کرم شاہ الازہری کے بارے میں آپ لوگوں کا دعوی تھا کہ رجوع کرلیا حالانکہ علامہ ساجد صاحب نے اسکا بھی منہ توڑ جواب دفاع جلد دوم کے مقدمہ میں دیا ہے موصوف نے پھر اپنے بڑوں کی مکھی پر مکھی مارتے ہوئے رجوع والا قول نقل کردیا اور علامہ ساجد صاحب نے جو اس کا رد کیا اسے ہاتھ تک نہیں لگایا۔

علامہ صاحب نے حشمت علی رضوی کے ستر باادب سوالات کے حوالے پیش کئے حسن علی رضوی نے اس سے جان چھڑانے کیلئے کہا تھا کہ انہوں نے رجوع کرلیا تھا علامہ ساجد صاحب نے دفاع جلد دوم میں کئی صفحات پر اس جھوٹ کا مدلل رد کیا کسی رضاخانی کو اس کا جواب الجواب دینے کی جرات نہ ہوئی بتایا جائے کس کتاب میں اس کا جواب دیا گیا ہے؟ مگر یہ ڈھیٹ و بے حیا کہتا ہے کہ نہیں ہمارے بڑوں نے تو جواب دیا ہوا ہے۔

حضرت علامہ ساجد صاحب نے میاں شیر محمد شرقپوری صاحب مرحوم کی تائید آستانہ عالیہ کرمانوالہ سے شائع شدہ کتاب سے پیش کی موصوف نے اس حوالے کو ہاتھ تک نہیں لگایا اور اس سے جان چھڑانے کیلئے اپنے ہی ایک متعصب رضاخانی کی کتاب ''حدیث دلبراں'' پیش کی جو اس کے اصول سے جہالت اور بے عقلی ہے۔اسی طرح جگہ جگہ ''الفقیہ اخبار'' اور اپنے ہی گھر کے دیگر حوالے پیش کئے۔اس جہالت و بے عقلی کو یہ کہیں گے کہ ہم نے تو جواب دے دیا ہے۔یہی ہم کہنا چاہ رہے ہیں کہ بالفرض اگر کہیں جواب دیا ہے تو وہ جواب نہیں دجل وفریب اور دھوکا منڈی ہے۔کہتے ہیں چور چوری سے جائے ہیرا پھیری سے نہ جائے موصوف لکھتے ہیں:

''اس کتاب میں روایتی طور پر وہی پرانے اعتراضات کئے گئے ہیں جن کا علما اہل سنت و جماعت دندان شکن جواب پہلے ہی دے چکے ہے''

اس سے موصوف نے یہ تاثر دیا اپنے ناخواندہ رضاخانیوں کو کہ شاید علامہ صاحب نے رضاخانیوں پر اعتراض کرنے کیلئے کوئی کتاب لکھی ہے حالانکہ علامہ صاحب نے تو رضاخانیوں کے اعتراضات کے دفاع میں کتاب لکھی ہے جو اس کے نام سے ظاہر ہے۔اگر کہیں رضاخانیوں کا حوالہ ہے تو وہ اعتراض نہیں بلکہ آئینہ دکھانا ہے کہ ہم پر تو گستاخی کے فتوے اپنے اس گھر کے گند کے بارے میں کیا جواب ہے؟ علامہ صاحب نے جو کچھ اس کتاب میں بطور الزام پیش کیا اپنی طرف سے نہیں پیش کیا رضاخانیوں ہی کے گھر کا گند ہے بقول حسن علی رضوی:

''باقی جن پانچ باتوں کو اس نے دجل قرار دیا ہے تو یہ پانچ دجل بھی ہمارے نہیں بلکہ اس کے اپنے اکابر کے ہیں کیونکہ ہم تکفیری افسانے کے مصنف نہیں بلکہ مرتب وناقل ہیں''۔(تکفیری افسانہ،ص ۴۸)

تو علامہ ساجد صاحب بھی کتاب کے مولف ہیں جن اعتراضات کو آپ مبنی بر دجل کہہ رہے ہیں وہ آپ ہی کے گھر کے حوالہ جات ہیں علامہ صاحب نے اپنی طرف سے کچھ نہیں کہا لہذا اگر وہ دجل ہیں تو یہ دجل آپ ہی کے بڑوں اور گھر کا ہے۔

جواب کے نام پر تازہ دجل

ان کا جواب کس قسم کا ہوتا ہے اس کا اندازہ آپ اس سے لگائیں کہ ان کے شیخ الحدیث والتفسیر فیض احمد اویسی کی موت اگست ۲۰۱۰ میں

ہوئی مرتے وقت شکل سیاہ باولے کتے کی طرح ہوگئی تھی اسی لئے نہ تو کسی کو دیدار کروایا گیا نہ کسی قسم کی کوئی تصویر اخبارات وغیرہ میں شائع کی گئی (یہ رضاخانی اصول ہے) مناظر اسلام علامہ ابوایوب قادری صاحب زید مجدہ کی دست وگریبان کی پہلی جلد ۲۰۱۳ میں آئی اب مزے کی بات یہ کہ اس اویسی کی کتاب شرح حدائق بخشش کے ج ۶ میں دست وگریبان کتاب کی تینوں جلدوں کاذکر ہے یعنی اپنے مرنے سے پہلے اس کو پتہ لگ گیا تھا کہ اس کتاب کے اس اس صفحہ پر یہ یہ اعتراض ہے۔اس دجل وفراڈ اور دسیسہ کاری کو یہ لوگ جواب کہتے ہیں۔اب قادری صاحب کا اعتراض اس پر تھا کہ:

عزت بعد ذلت پہ لاکھوں سلام

یہاں حضور ﷺ کے بارے میں کہا گیا کہ آپ ﷺ معاذ اللہ پہلے ذلیل تھے پھر عزت والے ہو گئے جیسا کہ پیر نصیر گولڑوی نے لطمۃ الغیب میں لکھا۔اب اس کا جواب اویسی کے نام پر جس آدمی نے دینے کی کوشش کی اس نے کہا کہ یہاں بَعد زبر کے ساتھ نہیں بلکہ بُعد پیش کے ساتھ ہے جس سے مراد دوری ہے۔اور یہ کہ ان اشعار میں حضور ﷺ مراد نہیں۔

اور پھر آگے لکھا کہ قادری صاحب معاذ اللہ ازلی جاہل ہیں اس لئے ایسی جہالت کا ارتکاب کیا ان میں خان صاحب کے اشعار سمجھنے کی صلاحیت ہی نہیں وغیرہ وغیرہ۔(ملخصا شرح حدائق بخشش، ج ۶ ص ۱۷۱)

لیکن عقل کا دیوالیہ پن ملاحظہ ہو کہ آگے ہی خود ہی ان دونوں باتوں کی تردید اس طرح کی کہ:

''یہ بھی کہا گیا کہ یہاں بعد نہیں بلکہ بُعد بالضم ہے جو کہ بعد از کے معنی میں ہے یہ توجیہ نہیں تبدیل ہے۔بُعد بالضم کی ایسی ترکیب عرف اور اصول کے خلاف ہے اس معنی میں اس کی ایسی ایک بھی نظیر پیش نہیں کی جاسکتی''۔(شرح حدائق بخشش، ج ۶ ص ۱۷۳)

اسی طرح یہ کہنا کہ ان اشعار میں حضور ﷺ مراد نہیں اس کا رد کرتے ہوئے اسی کتاب میں ہے:

''لیکن یہ توجیہ کمزور ہے اس لئے کہ اس سے پہلے اور بعد کا کلام خود ذات مصطفیٰ سے متعلق ہے''۔(شرح حدائق بخشش، ج ۶ ص ۱۷۳)

ملاحظہ ہو یہ ہے کہ ان کی عقلوں کا حال اور یہ ہے ان کے جوابات کی حقیقت۔اب آپ اسی شعر پر کسی کتاب میں اعتراض کریں تو فوراً کہیں گے دیوبندیوں نے دجل وفریب کیا ہے ہم نے شرح حدائق بخشش کی جلد ششم میں اس کا منہ توڑ جواب دے دیا ہے۔

ایک اور مثال ملاحظہ ہو امام نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ پر ان کا اعتراض ہے کہ انہوں نے لکھا ہے کہ امتی بظاہر اعمال میں بڑھ جاتے ہیں۔اب اس اعتراض کا جواب دلائل قاہرہ سے حضرت امام اہلسنت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آٹھ (۸) صفحات میں عبارات اکابر میں دیا ہے۔اب اس کے جواب میں کسی کو جواب دینا تھا تو ان آٹھ صفحات کے جملہ دلائل کا جواب بالترتیب دیتا لیکن فیض احمد اویسی کے دجل کو دیکھیں وہ لکھتا ہے کہ دیوبندی اس کے جواب میں کہتے ہیں:

''اس میں نانوتوی صاحب نے بظاہر کی قید لگائی ہے تو بظاہر دیکھا جائے تو بہت سے امتی بہت سے اعمال میں حضور ﷺ سے بڑھ جاتے ہیں مثلاً ایک امتی ساری رات ذکر الٰہی میں مصروف ہے اور آپ نیند فرما رہے ہیں وغیرہ وغیرہ''۔

(شرح حدائق بخشش، ج ۲ ص ۲۸۳)

اب ہمیں بتایا جائے کہ کس ذمہ دار دیوبندی نے اس کے جواب میں کہا کہ امتی ساری رات ذکر کرتا ہے اور حضور ﷺ سوتے رہتے ہیں معاذ اللہ۔کیا یہ دجل نہیں کہ اصولی جواب کو چھوڑ کر اپنی طرف سے ایک مفروضہ قائم کر کے اس پر پورے جواب کی عمارت کھڑی کی جائے؟

پھراس مفروضے کا جو جواب دیا اویسی نے وہ بھی مبنی بر دجل وفریب کہ: ''ان بے وقوفوں کوکون سمجھائے کہ حضور ﷺ کا نیست میں ہونا یا دیگر اعمال میں ہونا بھی ان کی لاکھوں عبادتوں سے افضل ہے''۔(ملخصا شرح حدائق بخشش، ج ۲،ص ۲۸۳)

یہی توامام نانوتوی رحمہ اللہ کہنا چاہ رہے ہیں کہ بالفرض بظاہر کسی عمل میں کوئی امتی بڑھا ہوا بھی نظر آئے تب بھی نبی کی عبادات واعمال کے برابر یا مساوی اس کے اعمال نہیں ہو سکتے کیونکہ اعمال میں کمیت نہیں کیفیت مطلوب ہے۔جس کی تصریح حدیث میں بھی موجود ہے کہ بعد والے پورا پہاڑ سونا اللہ کی راہ میں خرچ کردے میرے صحابہ کے عشرعشیر کے مقابل بھی نہیں ہو سکتے۔(ملخصا)

اب دیکھیں اویسی نے یہ تاثر دیا کہ دیوبندی کیفیت،اخلاص، درجہ،ثواب میں بھی معاذ اللہ امتیوں کو اعمال میں انبیاء سے بڑھ کر سمجھتے ہیں حالانکہ اس کفر کا قائل کوئی دیوبندی نہیں اسی دجل وفریب کو یہ لوگ جواب کہتے ہیں کہ خود سے ایک مفہوم گھڑتے ہیں ہمارے ذمہ وہ لگاتے ہیں اور پھر اس کا رد کرتے ہیں اور پھر کہتے ہیں ہم نے تو جواب دے دیا ہے۔اب آپ امام نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی اس عبارت میں وہی امام اہلسنت رحمۃ اللہ علیہ کی تفصیلی مدلل تقریر پیش کریں تو یہ رضاخانی جواب میں کہیں گے کہ اس کا جواب تو اویسی نے دے دیا ہے تم نے کوئی نیا تیر نہیں مارا وہی پرانی باتیں کر کے جہالت کا ثبوت دیا ہے۔

غرض اس قسم کے دجل وفریب کی ایک پوری لسٹ ہے لیکن یہ ہماری کتاب کا موضوع نہیں صرف اشارہ کردیا ہے۔مزید تفصیل کیلئے دفاع اہل السنۃ والجماعۃ،سنی تراجم پر اعتراضات کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ،نواب احمد رضاخان فاضل بریلوی حیات،خدمات وکارنامے،سوط الحق، قہر حق،سیف حق وغیرہ قسم کے کتب ورسائل ملاحظہ فرمائیں۔

یہی کچھ اس رضاخانی نے اپنی اس کتاب میں بھی کیا ہے جیسا کہ آپ ملاحظہ کر رہے ہیں اور آگے بھی ملاحظہ کرتے جائیں گے۔

دفاع اہل السنۃ والجماعۃ کتاب کے نام پر اعتراض

موصوف کہتے ہیں کہ علامہ صاحب کو اپنی کتاب کا نام ''دفاع اہل السنۃ والجماعۃ'' نہیں بلکہ ''دفاع دیوبندیت'' یا ''دفاع وہابیت'' رکھنا چاہیے کیونکہ موصوف کی جماعت کے مناظر اعظم ماسٹر امین اوکاڑوی صاحب نے بھی اشارہ کیا ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

''برصغیر پاک وہند کے اندر سنی،حنفی نظریات کی ترویج وشاعت کے حوالہ سے ہم دیوبندی ہیں۔اگر کسی مناظرہ ومباحثہ کے دوران ہمارا تقابل فرقہ بریلویت یا فرقہ مماتیت کے ساتھ ہوگا تو ان کے مقابلہ میں ہماری حیثیت دیوبندی کی ہوگی اور اسی نسبت سے ہم ان کا مقابلہ کریں گے''۔(ملخصا کشف القناع،۳۶،۳۷)

واقعی جس نے بھی کہا سچ کہا کہ خان صاحب بریلوی جاہلوں کے پیشوا تھے۔پہلے مکمل عبارت ملاحظہ ہو:

''ہماری پوری نسبت

مولانا مرحوم فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے ہم مسلک حضرات کی مناظرانہ اصولوں سے ناواقفیت اور سادگی کی وجہ سے بوقت مناظرہ مخالفین ان سے اپنی مرضی وپسند کی نسبت لکھوا کر عوام کو دھوکہ دینے کی کوشش کرتے ہیں،مثلاً غیر مقلدین حضرات بوقت مناظرہ اپنی نسبت اہل حدیث لکھتے ہیں اور ہمارے نسبت حنفی یعنی اہل حدیث بمقابلہ حنفی،اور اس سے وہ یہ تاثر دینے کی کوشش کرتے ہیں فقہ حنفی حدیث کے مقابل ہے،اسی طرح بریلوی حضرات بوقت مناظرہ خود کو اہل سنت وجماعت لکھتے ہیں اور ہمیں دیوبندی اور اس سے وہ یہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں

کہ دیوبندیت ،مذہب اہل سنت و جماعت کے مقابل ہے اس لئے ہمارے حضرات کوکسی بھی مناظرہ کے وقت مدمقابل کی حیثیت کے مطابق اپنی نسبت ملحوظ رکھنی چاہئے ۔کیونکہ ہمارے مخالفین اکثر بوقت مناظرہ ہماری نسبت ادھوری بیان کرکے سادہ لوح عوام کودھوکہ دینے کی کوشش کرتے ہیں کبھی وہ ہمیں صرف دیوبندی کی نسبت سے پکارتے ہیں کبھی صرف حنفی کی نسبت سے حالانکہ ہماری چار مستقل نسبتیں ہیں :

(۱) توحید باری تعالی ،آنحضرت ﷺ کی نبوت وختم نبوت ،قرآن پاک کی صداقت اور دین اسلام کی حقانیت کوقبول کرنے کے اختیار سے ہم مسلمان ہیں اور اسلام ہماری نسبت ہے ۔اگر کسی مناظرہ ومباحثہ میں ہمارے مقابل یہودی ،عیسائی ،سکھ،کمیونسٹ ،ہندو ،مجوسی ،پادری ،ذکری اورقادیانی وغیرہ میں سے کوئی آئے گا توان کے مقابلہ میں ہماری حیثیت مسلمان کی ہوگی اور ہم اسلام کی نسبت سے ان کا مقابلہ کریں گے

(۲) اسلام کے اندر پیدا ہونے والے فتنوں کے مقابلہ میں ہم عقائد ونظریات کے حوالہ سے اصولی طور پر اہل سنت و جماعت ہیں اگر کسی مناظرہ ومباحثہ میں ہمارے مقابل روافض ،خوارج ،معتزلہ ،جبریہ ،قدریہ ،نیچریہ ،منکرین حدیث یا منکرین تقلید وغیرہ فرقوں میں سے کوئی آئے توان کے مقابلہ میں ہماری حیثیت اہل سنت و جماعت کی ہوگی اور اسی نسبت سے ہم ان کا مقابلہ کریں گے ۔

(۳) اہل سنت و جماعت کے ہاں چونکہ دلائل شرعیہ بالاتفاق چار ہیں ،قرآن ،سنت ،اجماع ،قیاس اس لئے ان اصولی دلائل پر متفق تمام طبقات اہل سنت و جماعت ہیں ۔ان کے درمیان پھر اگرکوئی اختلاف ہوگا تووہ فروعی ہوگا ۔اور فروعی فقہی مسائل میں تقلید یا اختلاف کے حوالہ سے ہم حنفی ہیں ۔لہذا اگرکسی مباحثہ ومناظرے میں ہمارے مقابل مالکی ،شافعی ،حنبلی وغیرہ فقہی مذاہب میں سے کوئی ہوگا تو ہماری حیثیت ان کے مقابلہ میں حنفی ہوگی اور ہم ان سے اسی نسبت کے حوالہ سے بحث کریں گے ۔

(۴) برصغیر پاک وہند کے اندرسنی ،حنفی نظریات کی ترویج وشاعت کے حوالہ سے ہم دیوبندی ہیں ۔اگرکسی مناظرہ ومباحثہ کے دوران ہمارا تقابل فرقہ بریلویت یا فرقہ مماتیت کے ساتھ ہوگا توان کے مقابلہ میں ہماری حیثیت دیوبندی کی ہوگی اور اسی نسبت سے ہم ان کا مقابلہ کریں گے ۔کیونکہ مذکورہ دونوں مکاتب فکر (بریلوی ومماتی) اہل سنت و جماعت اورحنفیت کے ساتھ اپنی زبانی نسبتیں برقرار رکھنے کے مدعی ہیں اگرچہ ان نسبتوں کے بنیادی اصول ونظریات سے وہ منحرف ہیں"۔

(ماہنامہ حق چار یار کا مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی نمبر ص ۱۱۷،۱۱۸)

اول تو حضرت علامہ اوکاڑوی رحمہ اللہ نے یہ بات مناظرے کے متعلق لکھی ہے ،میدان مناظرہ کے اصولوں کوتصنیف وتالیف کے اصولوں پر منطبق کرنا بھی کسی رضاخانی ہی کا کام ہوسکتا ہے ۔میدان مناظرہ اورتصنیف وتالیف کے اصول ،وقواعد اور منہج میں فرق ہے ۔

ثانیا حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ اہل السنت والجماعت کی نسبت کا انکار نہیں کررہے ہیں دوسرے نمبر پر انہوں نے اس کوتسلیم کیا وہ تو اہل بدعت کے دھوکا کے مقابل یہ بات کررہے ہیں کہ وہ خود کو اہل سنت و جماعت کہتے ہیں اور ہمیں دیوبندی لکھتے ہیں لہذا جب ہمارا اوران کا مقابلہ ہوتو وہ خود کو بریلوی لکھیں اور ہم دیوبندی ۔

رابعا ان کی یہ گفتگو اس وقت کیلئے ہے جب مدمقابل میں میدان مناظرہ میں بریلوی ہو جبکہ علامہ ساجد صاحب نے اپنی دفاع اہل السنۃ والجماعۃ صرف بریلویوں کے رد میں نہیں لکھی بلکہ اپنے حضرات اور وہ حضرات جو دیوبندی بریلوی اختلاف کو عبارات کے حوالے سے سمجھنا

چاہتے ہیں ان کی تفہیم کیلئے یہ کتاب لکھی لہذا کتاب کا نام اپنی جگہ بالکل درست ہے۔

رضاخانی مسعود ملت پروفیسر مسعود صاحب لکھتے ہیں:

''پاک و ہند میں اہل سنت والجماعت کے دو بڑے گروہ ہیں ایک کا تعلق مسلک دیوبند سے ہے اور دوسرے کا تعلق مسلک بریلوی سے''۔(مواعظ مظہری،ص ۳۱)

لیجئے آپ کے بڑوں نے خود تسلیم کیا کہ الحمدللہ مسلک دیوبند کا تعلق ''اہل السنۃ والجماعۃ'' سے ہی ہے تو اگر ان پر اعتراضات کے جواب میں علامہ صاحب نے ''دفاع اہل السنۃ والجماعۃ'' کا فریضہ سرانجام دے دیا تو آپ کو سیخ پا ہونے کی کیا ضرورت ہے؟

البتہ علامہ صاحب نے کاشف اقبال کی کتاب کے نام پر جو اعتراض کیا تھا اس کو موصوف گول کر گئے۔

رضاخانی کی کتاب کا نام

رضاخانی نے اپنی کتاب کا نام ''کشف القناع عن مکر ماوقع فی الدفاع'' رکھا حالانکہ اسی کتاب میں موصوف یہ کہہ چکے ہیں کہ علامہ ساجد صاحب نے کوئی نئی بات نہیں کی وہی کچھ لکھا جو ان کے اکابر نے لکھا اسی سے سرقہ کیا اور ہمارے اکابر اس کا بہت پہلے جواب دے چکے ہیں۔تو جب علامہ صاحب کی کتاب میں کوئی نئی چیز ہے ہی نہیں اور آپ کے اکابر نے ان سب باتوں کا جواب دے دیا ہے تو آپ کس بات کی ''نقاب کشائی'' اور کس ''مکر سے پردہ اٹھا'' رہے ہیں؟اگر کتاب کا نام درست ہے تو جو اندر لکھا وہ ''مکر'' ہے اور اگر اندر لکھا ہوا درست ہے تو کتاب کا نام ''مکر'' ہے۔

پھر موصوف نے اردو میں کتاب کا نام ''تحفظ اہل سنت و جماعت'' لکھا اب دفاع اہل السنۃ والجماعۃ سے آپ کو کیا خطرہ تھا کہ جواب میں ''تحفظ'' کرنا پڑا؟ آپ نے تو دفاع کے متعلق تاثر یہ دیا کہ:

''موصوف نے سرقہ شدہ مضامین اور فضول بکواس سے کتاب کی ضخامت کو بڑھانے کی کوشش کی ہے،کتاب کے مطالعہ سے دیوبندی موصوف کی علمی بے مائیگی اور قلت مطالعہ کی جھلک واضح نظر آتی ہے''۔(کشف القناع،ج ا،ص ۳۱)

کیا محض ''نری بکواس'' سے آپ کا مذہب خطرے میں پڑ گیا جو آپ کو ''تحفظ'' کیلئے کتاب لکھنی پڑی؟کیا واقعی آپ کا اتنا کمزور مذہب ہے کہ بقول آپ کے کوئی جاہل نری بکواس شروع کر دے تو آپ کا مذہب خطرے میں پڑ جاتا ہے؟؟؟!!!

بریلویوں کی اہل سنت و جماعت سے مراد خان صاحب کا مذہب بریلویت ہی ہوتا ہے موصوف کا اس کے تحفظ کیلئے میدان میں آنا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ علامہ ساجد صاحب کی مضبوط گرفت سے رضاخانیت خطرے میں پڑ گئی تھی اور رضاخانیت کو پوری ٹیم میدان میں لانی پڑی اس خطرے سے تحفظ کیلئے۔پھر موصوف نے کتاب خان صاحب بریلوی اور اس کے مذہب کے تحفظ کیلئے لکھی مگر نام ''تحفظ اہل سنت و جماعت'' رکھا حالانکہ ان کو کتاب کا نام ''تحفظ بریلویت'' رکھنا چاہئے تھا کیونکہ پروفیسر مسعود کی کتاب میں ہے کہ خان صاحب بریلوی کی بدولت:

''ان کی بدولت بریلویت کے نام سے ایک خاص مکتبہ فکر کی داغ بیل پڑی''

(فاضل بریلوی علما حجاز کی نظر میں،ص ۲۶۱)

تو رضاخانی جی!خان صاحب نے جس فرقہ کی داغ بیل ڈالی وہ ''بریلویت'' ہے نہ کہ اہل سنت و جماعت لہذا آپ ''تحفظ بریلویت'' یا

''تحفظ رضاخانیت'' کریں۔ مفتی غلام فرید ہزاروی رضاخانی لکھتا ہے:

''بریلوی کہلانے کی ایک اہم وجہ

جس طرح حیوان ایک جنس ہے اور انسان کی بھی یہ جنس ہے اور یہ انسان حیوانیت میں دوسرے انسانوں کے ساتھ شریک ہے، اب ضرورت ہے کہ ایسی چیز کی جو انسان کو حیوانیت میں دیگر حیوانوں سے ممتاز اور جدا کر دے اس کیلئے مناطقہ نے ناطق کو مقرر کیا ہے اور اس کو وہ فصل ممیز کہتے ہیں کہ یہ ناطق اس کو دیگر حیوانوں سے جدا کر دیتا ہے اسی طرح جب اسلام میں نئے نئے فرقے پیدا ہونے لگے تو ایک فرقہ معتزلہ کا وجود میں آیا جس نے اپنا نام اہل العدل والتوحید رکھا اور اس کو اپنا مابہ الامتیاز بنایا تو اہل حق کو ضرورت پڑی دیگر گمراہ فرقوں سے مابہ الامتیاز کی تاکہ اہل حق کا اختلاط اہل باطل سے عوام الناس کیلئے دھوکہ کا سبب نہ بن سکے۔ بنابریں اہل حق نے معتزلہ کے مقابلے میں جو اپنے آپ کو اہل العدل والتوحید کہلاتے تھے اپنا نام اہل سنت و جماعت رکھا تاکہ امتیاز ہو سکے۔ جیسا کہ شرح عقائد میں اس کی تفصیل موجود ہے۔ اور زمانے کے بعد اب حالات بدل گئے اور اہلسنت کہلانے والوں میں بھی انتشار و افتراق پیدا ہوا اور بعض اہلسنت کہلانے والوں نے معتزلہ کا راستہ بعض مسائل میں اور بعض میں خوارج کا راستہ اپنا لیا اور باوجود اس کے اپنے آپ کو اہل سنت و جماعت ہی کہلانے پر مصر رہے تو اب پھر اہل حق کا اہل باطل سے اختلاط کا منظر پیدا ہوا، تو ضرورت پڑی کہ اب پھر ایک فصل ممیز لگا کر اہل حق اہل سنت کو امتیاز دیا جائے اور اہل باطل سے جدا کیا جائے تاکہ عوام الناس کسی دھوکہ میں نہ پڑ جائیں چنانچہ اس مقصد کو پورا کرنے کیلئے فصل ممیز ''بریلوی'' ہے۔ اب جسے سنی حنفی بریلوی کہا جاتا ہے تو اہل حق اصلی سنی اصلی حنفی اہل باطل نقلی سنی نقلی حنفی سے ممتاز اور جدا ہو جاتے ہیں اور دھوکہ میں نہیں پڑتے اور اپنے آپ کو وہابیوں، نجدیوں، چکڑالویوں، دیوبندیوں وغیرہ سے بچا لیتے ہیں''۔

(النجدیت بجواب البریلویت، ص ۱۸۰، ۱۸۱)

تو جناب من! کتاب کا نام آپ نے ''تحفظ اہل سنت و جماعت'' رکھ کر گویا معتزلہ، خوارج، چکڑالوی، وہابی دیوبندی سب کا دفاع کیا اور خواہ مخواہ عوام کو دھوکا دیا۔ اب قارئین اندازہ لگائیں جس کی کتاب کے نام سے عوام دھوکے میں پڑ جائیں اور بقول بریلویہ عوام کے گمراہ ہونے کا ڈر ہو اس نے اپنی کتاب کے اندر اپنی عوام کو کتنا دھوکا دیا ہوگا اور کس قدر گمراہی کا سامان کیا ہوگا؟

نوٹ: موصوف نے اپنی عوام پر رعب جمانے کیلئے کتاب کا نام عربی میں رکھا ہم نے بھی جواب میں اپنی کتاب کیلئے مندرجہ ذیل نام پسند کئے جس میں سے ایک نام کو کتاب کے سرورق پر لکھ دیا گیا ہے:

کشف الخداع عما ظهر فی رد الدفاع

زجر المناع بتسديد رد الدفاع

ارشاد الوضاع من قام برد الدفاع

قرع السماع لمن يطالع رد الدفاع

کاشف اقبال کی سرقہ بازی اور رضاخانی دھوکا دہی

علامہ ساجد صاحب نے ایک الزامی رد رضاخانی ترجمان کاشف اقبال پر کرتے ہوئے لکھا تھا:

''حالانکہ یہ کتاب ماسوائے چند حوالہ جات کے سب کی سب مولوی غلام مہر علی چشتیاں کی کتاب ''دیوبندی مذہب'' سے سرقہ کر کے لکھی گئی ہے حتی کہ جس طرح دیوبندی مذہب نامی کتاب میں حوالوں میں کتر و بیونت ہے اسی طرح کاشف اقبال رضاخانی نے بھی اپنی کتاب میں بعینہ نقل کر دیئے۔تو بھلا اس سرقہ شدہ مواد کو''ایک عظیم شاہکار'' کہنا اسے مستقل کتاب کے طور پر پیش کرنا کیا کھلا ہوا جھوٹ و دجل نہیں؟ حیرت ہے کہ اگر متکلم اسلام مولانا الیاس گھمن صاحب مدظلہ العالی مطالعہ بریلویت سے حوالہ جات نقل کر دیں تو یہ لوگ اس پر آسمان سر پر اٹھالیں کہ سرقہ کر کے کتاب لکھی ہے اور یہاں اس بین الاقوامی سارق کو اس حرکت پر خراج تحسین پیش کیا جا رہا ہے:

ایں چہ بوالعجمی است''۔(دفاع اہل السنۃ والجماعۃ)

اس اقتباس کو پڑھ کر ہر آدمی فیصلہ کر سکتا ہے کہ حضرت علامہ صاحب نے جو سرقہ کی بات کی تھی وہ رضاخانی اصول پر کہ اگر متکلم اسلام حضرت مولانا الیاس گھمن صاحب زید مجدہ اپنی کتاب میں اپنے اکابر کا مواد نقل کریں تو تم اس پر مضامین لکھو،ان پر معاذ اللہ سرقہ بازی کا الزام لگاؤ تو یہاں تو کاشف اقبال نے پوری پوری کتاب اپنی کتاب میں شامل کر دی اس پر بھی کوئی فتوی لگاؤ۔مقرظین نے جو کہا وہ بھی اسی اقتباس کی روشنی میں کہا مگر اس اصولی گرفت کو رضاخانی نے بالکل ہضم کر کے مقرظین کی بات جس میں اختصار تھا کو لیکر صفحہ ۴۹ تا صفحہ ۵۵ کئی صفحے خان صاحب کے چہرے کی طرح اس پر سیاہ کر دئے کہ دیکھو کاشف اقبال پر سرقہ کا الزام لگایا حالانکہ گھمن صاحب نے فلاں کی کتاب سے مواد لیکر اپنی کتاب میں شامل کیا حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے مرزائیوں کی کتب سے مواد لیا معاذ اللہ۔

اس سلسلہ میں اول گزارش تو یہ ہے کہ مولانا الیاس گھمن صاحب زید مجدہ پر یہ اعتراض کر کے آپ نے کوئی نیا تیر نہیں مارا بلکہ کلمہ حق سے سرقہ کیا۔ثانیا حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق بھی آپ نے کوئی نیا انکشاف نہیں کیا بلکہ رضاخانی رسائل میں یہ الزام دہرایا جا چکا ہے جسے رضاخانیوں نے نیٹ پر بھی شائع کیا اور ان کے جوابات بھی دئے جا چکے ہیں لہذا اپنے ہی قلم سے کوئی نئی تحقیق پیش نہ کر کے بلکہ سابقہ گھسے پٹے اعتراضات دوبارہ نقل کر کے آپ:

''جاہل،بکواسی،علمی یتیم،ہٹ دھرم،ضدی،سارق،فضول بکواسی''۔(کشف القناع،ص ۳۱)

قرار پائے۔نیز الزامی جواب کو تحقیقی جواب سمجھ کر اس کا رد کرنے پر خود اسی کاشف اقبال کی عبارت کی رو سے:

''دیوبندی مولویوں کی لیاقت کا یہ عالم ہے کہ علماء اہلسنت کی دیوبندیوں کے رد میں کتب میں دیوبندیوں پر نقد کی عبارات میں الزامی اور تحقیقی نقد کو سمجھنے کی صلاحیت سے بھی محروم ہیں تو پھر ان کی اوقات علمی کا اندازہ لگانا کسی بھی سلیم العقل کیلئے مشکل نہیں''۔

(کنز الایمان اور مخالفین،ص ۱۲)

تو جو آدمی علامہ صاحب کی کتاب میں موجود الزامی رد کو سمجھنے کی صلاحیت نہیں رکھتا تو ایسے جاہل کی علمی اوقات کا اندازہ لگانا بھلا کونسا مشکل ہے؟

قارئین کرام! آپ نے ملاحظہ کیا کہ علامہ صاحب کا جو اصل مقصود تھا اسے اس آدمی نے ہاتھ تک نہیں لگایا اور اپنی طرف سے ایک مفہوم تراش کر اس پر کئی صفحے سیاہ کر دئے اور پھر خوشی سے پھولے نہیں سماتے کہ دیکھو ہم نے کیسا منہ توڑ جواب دیا غالباً ان کے ہاں دجل و فریب کا نام جواب کہلاتا ہے۔

رہی متکلم اسلام حضرت مولانا الیاس گھمن صاحب زید مجدہ کا اپنی کتب میں علمائے دیوبند کی تحقیقات کو شامل کرنا اور اسے سرقہ قرار دینا تو

اس کا جواب تو یہ ہے کہ آپ علامہ ساجد صاحب کی دفاع کے جواب میں کہہ چکے ہیں کہ کوئی نئی تحقیق نہیں سب کے جوابات ہمارے اکابر دے چکے ہیں تو گویا آپ نے بھی اپنے اکابر ہی کی تحقیقات کو کتاب میں شامل کیا ہے لہذا سارق تو خود ہوا۔

ثانیا کاشف اقبال جس کی کتاب کے دفاع میں تو نے کشف القناع لکھی وہ نوے فیصد سے بھی زیادہ ''دیوبندی مذہب'' سے لی گئی ہے حتی کہ عنوان تک تبدیل نہیں کئے گئے حتی کی عبارات بھی اسی گڑبڑ کے ساتھ پیش کی گئی ہیں جو دیوبندی مذہب میں ہے یہاں سرقہ بولتے ہوئے تم سب کی دس گز زبانوں کو تالے لگ جاتے ہیں؟۔

نیز ہمارا یہ بھی دعوی ہے کہ مفتی احمد یار گجراتی نے جاء الحق اور فیض احمد اویسی نے اختلافی موضوعات پر جو کچھ لکھا اس میں سے اکثر خان صاحب بریلوی اور مولوی نعیم الدین مراد آبادی کی کتاب سے سرقہ کیا ہے اگر کسی مستند رضاخانی عالم میں جرات ہے تو ہمیں اس پر چیلنج دے لیکن اس سے پہلے ہمیں یہ لکھ کر دینا ہوگا کہ اگر ہم نے یہ ثابت کر دیا تو انہیں اپنے ان اکابر کو سرقہ باز کہنا پڑے گا؟ دیدہ باید۔

یاد رہے کہ اس رضاخانی کے ہاں جواب نہ دینا یا تردید نہ کرنا دلیل تائید ہوتی ہے۔

مقرظین کی تضاد بیانی یا مظفر حسین کی خردماغی؟؟

علامہ صاحب نے اپنی کتاب میں رضاخانی مقرظین کی تضاد بیانی پیش کی تھی موصوف سے اس کا تو کوئی جواب نہ بن پڑا اور اپنے ہی اصول سے علامہ صاحب کی بات کا درست ہونا تسلیم کر لیا۔ اور دعوی ہے جواب دینے کا۔ البتہ اپنی ذلت کا ایک اور سامان یوں کیا کہ حضرت مولانا عبد الخالق سنبھلی مدظلہ العالی لکھتے ہیں:

''اس کتاب میں کاشف اقبال صاحب نے اپنے جگادریوں کے نقش قدم پر چل کر اسی طرح دجل وفریب سے کام لیا ہے بلکہ اس گھناؤنی حرکت میں ان سے ایک قدم آگے معلوم ہوتے ہیں''

اور علامہ راشد اعظمی صاحب مدظلہ العالی لکھتے ہیں:

''دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف'' حالانکہ اس میں اعلیٰ حضرت وغیرہ کے انکشافات سے مصنف ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھے ہیں''

اب کہتے ہیں کہ علامہ سنبھلی نے ایک قدم آگے کہا اور اعظمی صاحب نے ایک قدم آگے نہ ہونے کی تردید کی یہ تو کھلا تضاد ہے۔ (ملخصا کشف القناع، ج ۱، ص ۵۹ تا ۶۱)

یہ کل مقصودی بات تھی جس پر موصوف نے گالم گلوچ، بدکلامی اور ناول نگاری کر کے پورے سوا دو صفحے سیاہ کئے اور یہی طرز اس رضاخانی کا پوری کتاب میں ہے اصل مقصودی بات چند سطروں پر مشتمل ہوتی ہے مگر حضرت علامہ صاحب پر الزام تراشیوں، گالم گلوچ، لایعنی بحث اور فضول لفاظی میں کئی کئی صفحات سیاہ کر دئے گئے ہیں اگر یہ فضولیات نکال دی جائیں تو کل کتاب پچاس صفحات کی بھی بمشکل بنتی ہے۔

بہرحال اس کو تضاد کہنا بھی رضاخانی کی اپنی کتب سے جہالت وخردماغی ہے اس لئے کہ موصوف ہی کا الیکٹریشن لکھتا ہے:

''قائد اعظم کے حوالہ سے علما اہلسنت کا اختلاف نقل کیا۔۔۔ یہاں تفصیل کا موقع نہیں فی الحال اتنا عرض ہے کہ محمد علی جناح کے متعلق یہ اختلاف معلومات کی بنا پر ہے''۔ (دست وگریبان کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ، ص ۴۹۲)

تو مقرظین کا یہ اختلاف بھی ان کی معلومات کی حد تک ہے ایک نے کتاب جس زاویہ سے پڑھی تو اپنے حاصل مطالعہ کے مطابق کہہ دیا کہ سابقہ رضاخانیوں سے بھی ایک قدم آگے ہیں دجل وفریب میں، اور دوسرے حضرت نے اپنے حاصل مطالعہ کے مطابق یہ نتیجہ نکالا کہ نہیں بھلا دجل وفریب میں خان صاحب بریلوی سے بھی بڑھ کر کوئی ہوسکتا ہے؟ لہذا اس دجل میں وہ خان صاحب کے قدم بہ قدم ہیں۔ یوں سمجھیں کہ خان صاحب کے ''دجال وفریبی'' ہونے پر دونوں اکابر متفق ہیں بس فرق شدت کا یعنی کیفیت کا ہے اور اس میں اختلاف کوئی مذموم نہیں۔

آپس کے اختلاف پر ایک اصولی بات پر رضاخانی جہالت

رضاخانی علامہ ابوایوب قادری صاحب کی عبارت نقل کرتا ہے:

ہم نے عبارات کے موضوع پر ان بریلویوں کو یہ نسخہ دیا ہے کہ وہ آپ خود ہی ایک دوسرے کو کافر کافر کہہ کر پورے فرقہ کو برباد کر چکے ہیں لہٰذا جب تک اس باہمی تکفیر کی جنگ میں لگے رہیں گے اور جب تک اس سے جان نہیں چھڑاتے ہماری عبارتوں کو ہاتھ لگانے کی اجازت نہ ہوگی۔

اس کے بعد لکھتے ہیں:

''دیوبندیوں کے اس سلطان المناظرین کو بھی یہی نسخہ دیتے ہیں''۔ (کشف القناع، ج۱،ص۶۱)

یہاں پر بھی موصوف نے اپنی جہالت کے ساتھ ساتھ دجل کا ایک دفعہ پھر مظاہرہ کیا اول حضرت قادری صاحب کی مکمل عبارت ملاحظہ ہو:

''جہاں تک دفاع کی بات ہے تو اس سلسلے میں ہم نے موجودہ دور میں اپنا طرز تھوڑا سا تبدیل کیا ہے اور وہ یہ کہ ہم نے عبارات کے موضوع پر ان بریلویوں کو یہ نسخہ دیا ہے کہ وہ آپ خود ہی ایک دوسرے کو کافر کافر کہہ کر پورے فرقہ کو برباد کر چکے ہیں لہٰذا جب تک اس باہمی تکفیر کی جنگ میں لگے رہیں گے اور جب تک اس سے جان نہیں چھڑاتے ہماری عبارتوں کو ہاتھ لگانے کی اجازت نہ ہوگی۔ بہر حال یہ تو ایک مناظرانہ طرز ہے''۔

دراصل حضرت قادری صاحب کی اس بات کا ایک پس منظر ہے وہ یہ کہ رضاخانی ہر جگہ یہ چیختے ہیں: ''کہ علمائے دیوبند کافر ہیں، انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی گستاخیاں کی ہیں معاذ اللہ، ہم ہر چیز برداشت کر سکتے ہیں لیکن گستاخوں کے ساتھ نہیں بیٹھ سکتے کیونکہ ہم تو عاشق رسول ﷺ ہیں، ہم نے آج تک نبی کریم ﷺ کی کوئی گستاخی نہیں کی لہذا علمائے دیوبند پہلے اپنے آپ کو مسلمان ثابت کریں اس کے بعد ہی کوئی بات ہوگی''۔ اب اس کے جواب میں قادری صاحب نے ''دست وگریبان'' کی ترتیب بنائی کہ اگر علمائے دیوبند کے ساتھ پچھلے سو سال سے رولا یہی ہے کہ معاذ اللہ ان پر کفر کے فتوے لگے، ان سے بات نہیں ہوسکتی وہ کافر ہیں گستاخ ہیں معاذ اللہ تو یہ کفر کے فتوے یہ گستاخی کے فتوے تو خود تمہارے مسلک کے ذمہ دار لوگوں نے ایک دوسرے کے خلاف لگائے ہیں وہاں وہ ''دس گز کی زبان'' جو ہر وقت علمائے دیوبند پر بکواس کرنے کیلئے لٹکی رہتی ہے حلق میں پھنس جاتی ہے۔ اگر تمہارے مسلک کے یہ فتوے اور یہ گستاخیاں تمہارے لوگوں کو کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتی تو ہم سے روٹھنے کا کیا مقصد؟ اگر ہم کافر ہیں تو تمہارے فتووں پر جسے ہم جوتی کی نوک پر رکھتے ہیں لیکن تم تو خود اپنے فتووں سے کافر ہو پہلے خود کو تو مسلمان ثابت کرو پھر کسی کے ایمان کا مطالبہ کرنا۔

ہم رضاخانی سے سوال کرتے ہیں کہ ہم معاذ اللہ کافر، ہم پر کفر کے فتوے، ہم گستاخ لہذا ہمارے ایمان پر مناظرہ ہوگا تو یہی کچھ تمہارے گھر سے تمہارے مولویوں کے متعلق دکھاتے ہیں بتاو اس پر مناظرہ ہوگا یا نہیں؟ اگر ہاں تو قادری صاحب کی بات پر منہ بنانے کی کیا ضرورت ہے؟ اور اگر نہیں تو کیوں؟ رہی بات مفتی زرولی صاحب و مولانا طارق جمیل صاحب کی تو اس کے متعلق پیچھے آپ کے گھر کے حوالے گزر چکے کہ یہ اختلاف مذموم نہیں اور گستاخی کے فتوے بھی تفرد پر محمول ہو سکتے ہیں۔

باقی جو تبلیغی جماعت کے بارے میں اپنے ہی جیسے مجہول لوگوں کی کتب پیش کی مثلاً:

(۱) شاہراہ تبلیغ

(۲) احقاق الحق

(۳) کلمۃ الھادی (جس پر امام اہلسنت ؒ کی تقریظ جعلی ہے جن کی تردید ان کے بیٹے کر چکے ہیں اور آج بھی ان سے رابطہ کیا جا سکتا ہے)

تو ان کتب کو ہماری طرف سے بیچ چوراہے آگ لگا دیں اور ماچس و پٹرول کے پیسے ہم سے لے لیں۔ کتنی منافقت ہے کہ دعوت اسلامی کے خلاف "ابلیس کا رقص"، کتاب سمیت (۷) سے بھی زاید کتب پاک و ہند سے شائع ہو چکی ہیں اس پر تو یہ گونگے شیطان بنے ہوئے ہیں لیکن ہمارے خلاف ہر جاہل مجہول کو لے آتے ہیں۔

حجۃ الاسلام مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی ولایت کو مشکوک بنانے کی ناکام کوشش کا رد

علامہ ساجد خان صاحب نقشبندی دامت برکاتہم نے مولانا قاسم نانوتویؒ کا ولی اللہ ہونا رضاخانی گھر سے ثابت کیا تھا اور اس کے لیے رضاخانیوں کے گھر سے حوالے دیئے تھے۔ چنانچہ حضرت دامت برکاتہم العالیہ نے دفاع اہل سنت ص ۳۵ پر یہ شہ سرخی قائم کی تھی "حجۃ الاسلام مولانا نانوتویؒ بریلوی اکابرین کی نظر میں" پھر اس کے بعد یہ سرخی قائم کی تھی "حضرت نانوتوی ولایت محمدیہ پر فائز ہیں"

یعنی اس سرخیوں سے واضح ہوتا ہے کہ مولانا ساجد خان نقشبندی حفظہ اللہ نے یہاں رضاخانی حضرات سے بطور الزام مولانا نانوتویؒ کا ولی ہونا ثابت کیا تھا چنانچہ انہوں نے اسی پر تذکرہ مشائخ نقشبندیہ ص ۵۲۷ کا حوالہ دیا تھا کہ نور بخش توکلی صاحب نے اپنے شیخ توکل شاہ ابنالوی کا ایک خواب نقل کیا تھا کہ:

"حضور ﷺ تشریف لے جا رہے تھے توکلی صاحب اور مولانا نانوتوی دونوں ان کے پیچھے دوڑے اور مولانا نانوتوی وہاں اپنا قدم رکھتے جہاں حضور ﷺ کے قدموں کے نشان ہوتے۔ پھر فیض احمد اویسی صاحب کی کتاب تحقیق الاکابر کا حوالہ دیا تھا کہ وہ کہتے ہیں ہر ولی کے قدم نبی کے قدم پر ہوتے ہیں۔ پھر حضرت مجدد الف ثانیؒ کے مکتوبات (جس کا ترجمہ رضاخانی نے کیا ہے) سے ولایت محمدیہ پر فائز ہونے کے حوالے سے عبارت نقل کی تھی کہ کہ وہ اولیاء جو حضور علیہ السلام کی کمال متابعت سے موصوف ہیں اور آپ کے قدم مبارک کے نیچے چلتے ہیں انہیں بھی اس اسی مرتبہ مخصوصہ سے حصہ ملتا ہے۔ یوں رضاخانی گھر سے حضرت نانوتویؒ کا ولی ہونا ثابت ہوا اور ولایت محمدیہ پر فائز ہونے کا ثبوت دیا۔ (ملخصاً دفاع اہل سنت جلد اول ص ۳۵۔۳۶)

رضاخانی جواب کا خلاصہ:

محقق العصر علامہ ساجد خان صاحب دامت برکاتہم کی اس بات کے جواب میں رضاخانی یوں گویا ہے کہ اگر دیوبندی حضرات اپنے

بزرگوں کی کتب پڑھ لیتے تو نانوتوی اور دیگر اکابرین دیوبند کی ولایت کا دعوی ہر گز نہ کرتے۔مگر افسوس مولوی صاحب نرے جاہل اور بے علم ہیں۔ پھر حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی ؒ کی کتاب التکشف ص ۶۳۴ کے حوالے سے لکھا کہ ولی کی ولایت یقینی طور پر نہیں بلکہ ظنی ہو سکتی ہے اور پھر اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ مولانا ساجد خان صاحب نے مولانا نانوتوی ؒ کی ولایت کو قطعی کہا اور اس پر دلیل یہ دی کہ انہوں نے دفاع ص ۳۵ پر’’حقیقت یہ ہے کہ‘‘ کالفظ استعمال کیے جس سے قطعیت کا ثبوت ملتا ہے۔دوسرا نتیجہ یہ اخذ کیا کہ جو چیز ظنی ہے اور ظنیات مشکوک ہوتی ہیں۔گویا اس چیز کو ثابت کر رہے ہیں جس کے بارے میں خود مشکوک ہیں۔یوں ان دلائل سے استدلال کر کے جو خود ان کے نزدیک مشکوک ہیں نانوتوی کی ولایت ثابت کر کے جو کم عقلی اور جہالت کا مظاہرہ کیا۔(ملخصا کشف القناع ص ۱۲۷ تا ۱۲۹)

جواب:

ہم سب سے پہلے تو یہ عرض کرنا چاہیں گے دفاع جیسی مدلل کتاب کا جواب مظفر حسین صاحب کے بس کا روگ نہیں ہے۔لہذا ان کو یہ سب چھوڑ کر کوئی دوسرا کام کرنا چاہیے۔رضاخانی کا حال تو یہ ہے کہ جن کو ہمارا کلام سمجھنے تک کا سلیقہ نہیں ہے اور یہ دفاع اہل سنت جیسی معرکۃ الآرا کتاب کے جواب کی کوشش کر رہے ہیں۔

علامہ ساجد صاحب حفظہ اللہ نے یہ ساری بحث رضاخانیوں کے گھر کے حوالوں کو بنیاد بنا کر کی تھی۔یعنی اس کو الزامی گفتگو کہا جا سکتا ہے لہذا علامہ صاحب نے قطعیت کا دعوی کیا ہی نہیں بلکہ رضاخانیوں کے گھر سے بات کی ہے۔جس کو یہ جناب علامہ ساجد صاحب حفظہ اللہ کا موقف بنا کر پیش کر رہے ہیں گویا دھوکہ دینے کی کوشش کی ہے ان کی یہ حرکت خود ان ہی کے گھر کے اصولوں سے انتہائی قبیح ہے۔چنانچہ ایک رضا خانی لکھتا ہے:

’’کچھ یہی حال مخالفین اہل سنت کا ہے کہ وہ باتیں جو ہمارے علما اہل سنت کی نہیں ہوتیں یا جن ہستیوں کے بارے میں مخالفین ان عبارات کو پیش کر رہے ہوتے ہیں ان کے بارے میں سرے سے ہوتی ہی نہیں بلکہ کسی دوسری ذات کے متعلق ہوتی ہیں یا عبارات عوام الناس کی سمجھ سے بالاتر ہوتی ہیں جن کو مخالفین اہل سنت جہال جادوگروں اور شیطان (دیو) کی طرح ان کو خلاف موقع بتا کر علما حق اہل سنت و جماعت کو بدنام کرتے ہیں۔‘‘(رد اعتراضات المخبث ص ۸)

تو دیکھئے جو بات علامہ ساجد خان صاحب حفظہ اللہ کی تھی ہی نہیں بلکہ انہوں نے تم لوگوں کی باتیں نقل کی تھیں انکو جناب نے علامہ صاحب کا موقف بنا کر پیش کیا گویا اپنی ہی بندے کے اصول سے جہال جادوگروں اور دیووں کی فہرست میں شامل ہوگیا۔علامہ صاحب پر کم عقلی اور جہالت کا فتوی داغنے والا چشتی خود اپنے ہی گھر کے اصول سے جہال جادوگروں اور شیطانوں کی صف میں شامل ہوا۔

؎ غیر کی آنکھ کا تنکا آتا ہے تجھ کو نظر
دیکھ اپنی آنکھ کا غافل ذرا شہتیر بھی

نیز ایک اور رضاخانی کاشف اقبال لکھتا ہے:

’’دیوبندی مولویوں کی لیاقت کا عالم یہ ہے کہ علمائے اہل سنت کی دیوبندیوں کے رد میں کتب میں دیوبندیوں پر نقد کی عبارات میں الزامی اور تحقیقی نقد کو سمجھنے کی صلاحیت سے محروم ہیں تو پھر ان کی علمی لیاقت کا اندازہ لگانا کسی بھی سلیم العقل کے لیے مشکل نہیں ہے‘‘۔

(کنز الایمان اور مخالفین ص ۱۲)

پتہ چلا جو علامہ ساجد صاحب کے الزامی حوالہ جات کو سمجھنے کی صلاحیت سے محروم ہے اس کی علمیت کا بھانڈا خود رضاخانی اصول سے پھوٹ گیا۔ پس ثابت ہوا کہ مظفر حسین شاہ کی علمی لیاقت بس اتنی ہی ہے۔

دوم:

جناب کا ان الفاظ سے استدلال کرنا کہ ”حقیقت یہ ہے کہ“ کے الفاظ میں حقیقت کا لفظ استعمال کر کے قطعیت کی بات کی جا رہی ہے تو یہ بات کرنا بھی رضاخانی کی جہالت کا شاخسانہ ہے۔ بندہ خدا! آپ کو کس نے کہہ دیا کہ یہاں حقیقت سے مراد قطعیت ہے؟ ہم عرض کرتے ہیں کہ حقیقت یہاں ظن کے مدمقابل استعمال نہیں کیا گیا جیسا کہ جناب کی جاہلانہ سوچ ہے بلکہ یہاں حقیقت کا لفظ تم لوگوں کے دھوکوں، جعل سازیوں اور فراڈ کے مقابل استعمال ہوا ہے کہ رضاخانی حضرات جن کو توہین مصطفی ﷺ کے مرتکب ٹھہراتے ہیں وہ دھوکا ہے اصل حقیقت یہ ہے کہ ان کے گھر سے حضرت نانوتوی ؒ کی ولایت ثابت ہے۔

لیکن جناب نے خواہ مخواہ اس کو عجیب معنوں کا جامہ پہنا کر کیا کا کیا لکھ دیا۔ ان کی اس حرکت پر ایک رضاخانی یوں گویا ہے:

”دیوبندی حضرات خواہ مخواہ اس کو غلط انداز میں پیش کرنے کی ناکام کوشش کر کے اپنی دنیا اور آخرت خراب کرتے ہیں“۔

(رد اعتراغات الخبث ص ۳۱۹)

ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ چشتی، علامہ صاحب کی بات کو خواہ مخواہ دوسرے انداز میں پیش کر کے اپنی دنیا اور آخرت خراب کر رہے ہیں۔ لہٰذا علامہ ساجد صاحب نے یہ بات ہی کی ہے کہ رضاخانیوں کے بڑوں سے اکابرین دیوبند کا ولی اللہ ہونا ثابت ہو جاتا ہے اس سے قطعیت کا دعوی نہ جانے جناب کو کہاں سے نظر آ گیا؟۔ نیز جو چیزیں نص قطعی سے ثابت ہوتی ہیں اسکا منکر تو کافر ہوتا ہے جبکہ ہم نے کب یہ کہا کہ حضرت نانوتوی ؒ اور دیگر اکابر کی ولایت کا منکر کافر ہے؟

رضاخانی صاحب کی جہالت:

رضاخانی کا یہ کہنا کہ اگر ظن کے درجے میں ولی مانا جائے تو گویا وہ ولایت مشکوک ہو گی نری جہالت ہے۔ ہم یہ بات عرض کرنا چاہتے ہیں کہ ظن ہر جگہ گمان اور اٹکل پچو کے معنی میں نہیں آتا بلکہ کئی جگہ گمان غالب اور یقین کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ جیسا کہ قران کریم میں ہے: الذین یظنون انھم ملقوا ربھم وانھم الیہ راجعون

ترجمہ: جنہیں یقین ہے کہ انہیں اپنے رب سے ملنا ہے اور اسی کی طرف پھر لوٹنا۔

(سورۃ البقرہ۔ آیت نمبر ۴۶، ترجمہ کنزالایمان)

لیجئے یہاں رضاخانی سے سوال کرتے ہیں کہ کیا اب یہاں ظن بمعنی اٹکل اور گمان رکھتے ہوئے اور شک میں مبتلا ہو کے اپنے رب سے ملاقات کرنی ہے؟ یا یہاں یقین کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ خود اپنی جہالت پر ماتم کریں۔ اب حضرت تھانوی ؒ کی عبارت کا مطلب سمجھاتے ہیں۔

حضرت تھانوی ؒ کی التکشف کے حوالہ پر ایک نظر:

جناب نے التکشف کا حوالہ دیا ہے وہاں تو حضرت تھانویؒ ایک روایت کے حوالے سے بات کر رہے ہیں۔ چنانچہ حضرت تھانویؒ یہ روایت نقل کرتے ہیں

عن ابی بکر قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من کان ما دحا لا خیہ لا محالۃ فلیقل احسب فلانا واللہ حسیبہ ولا یزکی علی اللہ احدا احسب فلانا کذا و کذا ان کان یعلم منہ دلھا اخرجہ الشیخان وابو داؤد۔

ترجمہ: حضرت ابو بکرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص کو اپنے بھائی مسلمان کی ضرور ہی مدح کرنا ہو تو اس طرح کہنا چاہیے کہ فلاں شخص میرے گمان میں ایسا ہے آگے خدا کافی جاننے والا ہے اور خدا کے نزدیک کسی کے پاک ہونے کا دعویٰ نہ کرے اور یہ جو کہے گا کہ فلاں شخص میرے گمان میں ایسا ایسا ہے وہ بھی اس شرط سے کہ اسکے علم میں بھی وہ شخص ایسا ہو (ورنہ اس عنوان سے مدح جائز نہیں) روایت کیا اسکو بخاری ومسلم وابوداؤد نے۔(التکشف ص ۳۸۶ کتب خانہ مظہری)

اس کے بعد وہ بات کی جو رضا خانی نے نقل کی۔ اب عرض یہ ہے کہ حضرت تھانویؒ کی عبارت کا مقصد یہ تھا کہ کسی کی ولایت اگر ثابت ہو جائے اور اس کا ولی ہونے کا تمہیں یقین ہے لیکن یہ یقینیت ایسی نہیں کہ اس کا منکر کافر ہو جائے۔ ہمیں یقین ہے اور ہمارا اس پر شرح صدر ہے لیکن پھر بھی اس کی یقینیت قطعی نہیں کہ اس کا منکر کافر ہو جائے۔ یہ تھا حضرت تھانویؒ کی عبارت کا مطلب لیکن یہ صاحب نہ جانے اس عبارت کو کیا سے کیا بنا گئے اور نہ جانے عالم مدہوشی میں کیا سے کیا ثابت کرنے کی کوشش کرنے لگے۔ بندہ خدا عرض یہ ہے کہ ہوش وحواس میں رہتے ہوئے سوچ سمجھ کر لکھا کریں۔

یہ تو تھا ہمارا موقف اب جناب اپنے گھر کی سیر بھی کر لیں کیونکہ ان کے گھر میں "ولی" کی ولایت اتنی قطعی ہے کہ اس کا منکر کافر ہو جاتا ہے۔ سید احمد علی شاہ سیفی نے پیر محمد کو تین وجوہ سے کافر کہا اس میں سے ایک وجہ یہ لکھی کہ:

"اولیاء کو دھوکہ باز اور حرام کا مرتکب فاسق قرار دینا اور ان کی ولایت سے انکار کرنا"۔

(سیف کراتشی علی الزندیق الپشاوری حصہ اول ص ۱۹)

نیز لکھتا ہے:

"پس یقیناً کہ پیر محمد چشتی چترالی کفر مع الکفر بعد الکفر میں مبتلا ہے"۔(ایضاً ص ۱۹)

اسی کتاب میں ایک جگہ لکھتے ہیں:

"اولیاء کے ساتھ بغض وعداوت رکھنا ان کی گستاخی کرنا، ان کا انکار کرنا کفر ہے اور ایک ولی کا انکار کرنا اور دیگر تمام اولیاء پر اعتقاد رکھنا بھی کفر ہے جیسا کہ تمام انبیاء علیھم السلام پر ایمان لانا اور ایک نبی سے انکار کرنا کفر ہے۔(آگے علامہ نابلسی کا حوالہ دیا ہے)"۔(ایضاً ص ۱۰۳)

دیکھیے جناب کے گھر میں تو ولایت کے انکار کی وجہ سے تکفیر کر دی جاتی ہے اور "یقیناً" کا لفظ استعمال کیا جا رہا ہے۔ نیز یہاں تک کہا جا رہا ہے کہ ولی کا انکار ایسے کفر ہے جیسے نبی کا انکار کفر ہے (معاذ اللہ)۔ سوال یہ ہے کہ ہماری عبارت میں تو حقیقت کے لفظ سے قطعیت مراد لی جائے اور خود یہاں تو ولایت کا انکار وجہ تکفیر ہے اسی کے لیے لفظ "یقیناً" استعمال کیا جائے۔ ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ یہاں یہ یقیناً کا

لفظ ضرور قطعیت کی طرف اشارہ ہے کیوں کہ ما قبل میں کفر کا فتوی لگا یا گیا ہے ولی کی ولایت کے منکر پر!

ہم الزام انکو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا

اب جناب کے نزدیک ظن سے ولایت مشکوک ہو جاتی ہے تو لیجیئے ادھر بھی کچھ عرض کرنے کی ہمت کیجیئے۔کیونکہ آپ کے گھر سے حضرت نانوتوی کا ولایت محمدیہ ﷺ پر فائز ہونا ثابت کر دیا گیا ہے اور آپ ہی کے گھر سے ثابت کر دیا گیا کہ آپ کے نزدیک ولی کی ولایت کا منکر کافر ہے لہذا اب یا تو حضرت امام کی ولایت کا اقرار کرو یا اپنے کفر کا اقرار کرو۔

باقی حضرت تھانوی کے ملفوظ کا مطلب ہم نے واضح کر دیا کہ وہاں ایسی قطعیت مراد ہے جس کا انکار کفر ہے اور جیسی قطعیت قرآن سے ثابت شدہ چیز کو ہو یا جیسے حضور ﷺ سے عشرہ مبشرہ صحابہؓ کو جنت کی بشارت دی تو ایسی قطعیت کسی کو حاصل نہیں لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ کسی ثابت شدہ ولی کی ولایت پر شک و شبہ رکھا جائے۔آداب الشریعہ جلد ۴ ص ۱۴۹ پر موجود ہے۔اس میں امام احمد بن حنبلؒ کی لوگوں نے تعریف کی تو فرمایا کہ:

وقال لی ابو عبداللہ: أسأل اللہ أن یجعلنا خیرا مما یظنون و یغفر لنا مالا یعلمون۔

ترجمہ میں اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ مجھے اس سے بہتر بنائے جس کا یہ گمان مجھ سے رکھتے ہیں اور جن باتوں کو یہ نہیں جانتے اس پر میری مغفرت فرمائے۔

اب لوگ ظاہر ہے امام احمدؒ کو اللہ کا ولی سمجھتے تھے اور اسی پس منظر میں ان کی تعریف کر رہے تھے،لیکن دیکھئے امام احمد بن حنبلؒ نے انکو "ظن" سے تعبیر کیا۔گویا رضا خانی کے نزدیک ان کی ولایت مشکوک ہے معاذ اللہ! مزید امام ماوردیؒ فرماتے ہیں:

وحکی اصمعی ان ابابکر الصدیق رضی اللہ عنہ کان اذا مدح قال: اللھم انت اعلم بی من نفسی۔وانا اعلم بنفسی منھم ،اللھم اجعلنی خیرا مما یحسبون و اغفر لی مالا یعلمون،ولا تواخذنی بما یقولون۔

(ادب الدنیا والدین ص ۲۶۲)

کہ جب حضرت ابو بکر صدیقؓ کی مدح کی جاتی تھی تو فرماتے تھے کہ اے اللہ تو بہتر جانتا ہے جو کچھ میرے دل،میرے نفس کے اندر ہے اور میرے جی میں جو کچھ ہے ان سے میں زیادہ بہتر جانتا ہوں۔اللہ مجھے اس سے بھی زیادہ بہتر بنا دے جو وہ میرے بارے میں یہ گمان رکھتے ہیں۔

یہاں بھی یہی بات ہے کہ جن لوگوں نے گمان رکھا وہ ظاہر ہے ان کی صدیقیت،ولایت وتقوی کا گمان رکھتے تھے جس کو حضرت ابو بکر صدیقؓ نے گمان سے تعبیر کیا گویا رضا خانی حضرت کے نزدیک حضرت ابو بکر صدیقؓ کی ولایت بھی مشکوک ہے۔معاذ اللہ۔

عقیدہ الطحاویہ میں ہے:

ونرجو للمحسنین من المومنین،ان یعفو عنھم ویدخلھم الجنۃ برحمتہ ولا نامن علیھم ،ولا نشھد لھم بالجنۃ و نستغفر لمسیئھم ،و نخاف علیھم ولا نقنطھم۔

کہ ہم مومنین میں سے نیک لوگوں کے بارے میں امید رکھتے ہیں کہ اللہ تعالی ان کو معاف فرما دے گا اور انہیں اپنی رحمت سے جنت میں داخل فرمائے گا۔لیکن جنت میں یقینی داخلے کی ہم گواہی نہیں دیتے۔ہم گناہ گاروں کے لیئے بخشش کی دعا کرتے ہیں۔ہمیں ان کے

متعلق ڈر ہے لیکن ہم انہیں مایوس نہیں کرتے۔

لیجئے عقیدہ طحاویہ میں اہل سنت کا یہ عقیدہ ہے کہ ہم نیک لوگوں کے متعلق اللہ سے امید رکھتے ہیں کہ اللہ انکو جنت عطا فرمائے گا لیکن ان کے بارے میں یقینی طور پر فیصلہ نہیں کیا جاسکتا۔ اب ہم رضاخانی سے یہ پوچھتے ہیں کہ احمد رضاخان کے متعلق تمہارا کیا عقیدہ ہے؟ کیا تم یقینی طور پر کہتے ہو کہ وہ جنت میں جائے گا؟ اگر ہاں تو عقیدہ طحاویہ والا تمہارا رد کرتا ہے۔ اگر تم کہتے ہو کہ قطعیت سے یہ دعوی احمد رضاخان کے بارے میں بھی نہیں کیا جاسکتا تو پھر تمہاری سوچ کے مطابق گمان کے درجہ میں ہوگا جو تمہارے نزدیک مشکوک ہے گویا تمہارے نزدیک احمد رضا کے ولی اور جنتی ہونے میں بھی شک ہے۔ اسی طرح عقیدہ طحاویہ کی مشہور شرح بابرتی میں ہے:

أی نرجو الثواب فی الآخرة لمن عمل الحسنات من المومنین بحکم الوعد۔ وانما قال بلفظ (الرجا) لأن العمل الصالح لیس بموجب للجزاء بل الجزاء بفضل الله ورحمته۔ قال النبی علیه السلام: (لن یدخل احد کم الجنة بعمله، قیل: ولا انت یا رسول الله؟ قال: ولا أنا الا أن یتغمدنی الله برحمته) ولان العمل الصالح انما یکون وسیلة للثواب اذا کان لوجة الله ومقبولا عنده وذلك غیر معلوم فلا نیقین به بل نرجو الفضل من الله۔

قوله: "ولا نشهد لهم بالجنة ولا نأمن علیهم"

أای لا نأمن ولی المومنین ما یحبط عملهم من کفر أو نفاق، أو ما یحبط ثواب عملهم من عجب ورياء وسمعة، لأنهم غیر معصومین عن ذلهف، ادا، وافی الحیاة لا یتحقق الأمن من ذلك اذ الاعتبار للخواتیم وقصة بلعم بن باعورا مشهورة۔ (شرح عقیدہ طحاویہ۔۔ بابرتی ص ۱۰۴)

ہم مومنین کیلئے آخرت میں ثواب کی امید رکھتے ہیں شارح کہتے ہیں کہ امید کا لفظ اس لئے استعمال کیا کہ محض عمل صالح ثواب کا موجب نہیں بلکہ بدلہ تو اللہ کے فضل کا مرہون منت ہے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کوئی بھی اپنے عمل سے جنت میں نہیں جائے گا پوچھا گیا کہ کیا آپ ﷺ بھی نہیں فرمایا ہاں مگر یہ کہ اللہ مجھے اپنی رحمت مجھے ڈھانپ لے۔ نیک عمل تو ثواب کا وسیلہ ہے جبکہ اللہ کی رضا کیلئے ہو اور اس کے ہاں مقبول ہوں اور یہ بات معلوم نہیں لہذا ہم اعمال کی بنیاد پر کسی کے جنتی ہونے کا یقین نہیں کر سکتے بلکہ اللہ ہی کے فضل ورحمت کی امید رکھتے ہیں۔ اور ماتن نے جو کہا کہ ہم کسی کے قطعی جنتی ہونے کی گواہی نہیں دیتے کہ مومن کے اعمال کفر ونفاق کی وجہ سے برباد ہونے کا امکان ہے اسی طرح اس کے عمل عجب، ریا اور دکھلاوے کی وجہ سے برباد ہونے کا امکان ہے کیونکہ وہ غیر معصوم ہے زندگی میں ان چیزوں سے ان کا بچنا یقینی نہیں اسی لئے اعتبار خاتے کا ہے اور اس باب میں بلعم باعور کا قصہ مشہور ہے۔

اب بتائے جنتی اور خاتمہ باالایمان کا صرف گمان ہے تو تمہارے اصول پر خان صاحب بریلوی کا ایمان کے ساتھ اس دنیا سے جانا یقینی نہیں بلکہ امکان قوی ہے کہ مرتد ہو کر دنیا سے جہنم کی طرف روانہ ہوا۔

ظنیت کے مظفری معنی کا بطلان:

اب بات یہ ہے کہ اگر ظنی بمعنی مشکوک ہے تو عرض یہ ہے کہ فیض احمد اویسی لکھتا ہے:

''مسئلہ حاضر و ناظر عقائد ظنیہ اور فضائل و مناقب کی قبیل سے ہے''۔(دلوں کا چین ص ۶۰۸)

اسی طرح غلام رسول قاسمی ''ظنیات محتملہ'' کی سرخی لگا کر ذیل میں اپنے عقاید کو ظنیات میں شمار کرتا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے

''مثلاً محبوب کریم ﷺ کو عالم ما کان و ما یکون سمجھنا، حاضر و ناظر سمجھنا، مختار کل سمجھنا، آپ ﷺ کی نورانیت حسی، یارسول اللہ کہنا ۔۔۔الخ''۔(القواعد فی العقائد ص ۴)

لیجئے رضاخانی صاحب! بریلویوں کے یہ عقاید ظنی یعنی بقول آپ کے مشکوک وغیر یقینی ہیں۔اب جناب خود لکھتے ہیں:

''اس سے زیادہ کم عقلی اور بے وقوفی اور کیا ہوگی کہ فن مناظرہ پر لکھی جانے والی کتابوں میں ان دلائل سے استدلال کر رہے ہیں جو خود دیوبندیوں کے نزدیک مشکوک اور غیر یقینی ہیں''۔(کشف القناع ص ۱۲۹)

''لہذا جناب کے فتوی سے وہ حضرات جو ان کو ظنی کہہ کر شک کا شکار ہیں وہی بریلوی حضرات ان مسایل پر مناظرہ کر رہے ہوتے ہیں۔ لہذا ایسا عمل کر کے وہ سارے رضاخانی کے فتوے سے کم عقل اور جاہل ہونے کا تمغہ جیت چکے ہیں۔احمد یار نعیمی لکھتا ہے:

''کوئی بھی نیکی والا اپنے متعلق جنتی ہونے کا فیصلہ نہیں کر سکتا۔کیوں کہ یہ تو پہلے طے ہو چکا ہے نہ معلوم ہم کس گروہ میں ہیں اور ہمارے بارے میں کیا فیصلہ ہو چکا''۔(معلم التقریر ص ۱۰۷۔۱۰۸)

ایک جگہ لکھتا ہے:

''اسی لیے صوفیا کرام ڈرتے ہیں کہ نہ معلوم ہم قیامت میں مبارک ہوں یا منحوس۔رب تعالی بے نیاز ہے ایک دم میں مقبول کو مردود اور ایک نکتہ میں مردود کو مقبول کر لے''۔(معلم التقریر ص ۱۰۶)

لیجئے کسی بھی مومن اور نیکی کرنے والے اور صوفی بزرگ حتی کہ گجراتی صاحب کے بارے میں یقین و قطعیت کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ مبارک ہو کر دنیا سے گیا یا منحوس ہو کر، بلکہ اولیاء اللہ بھی اس معاملے میں ڈرتے ہیں کہ نہ معلوم ان سے قیامت کے دن کیسا سلوک ہوگا؟ یہاں بھی ظنیت آ گئی اور الٹی عقل کے مطابق تمام مومنین و صوفیاء کیے بارے میں شک آ گیا۔

ے دستار کے ہر پیچ کی تفتیش ہے لازم
ہر صاحب دستار محقق نہیں ہوتا

آخری بات:

حضرت نانوتوی ؒ کی ولایت کو شک کی طرف پھیرنے والے رضاخانی صاحب کے گھر میں تو نبوت بھی ایک مشکوک امر ہے(معاذ اللہ)۔اشرف سیالوی کے مخالفین انکو حضور علیہ السلام کی نبوت کا منکر گردانتے ہیں۔ چنانچہ تصریحات جلد اول میں اشرف سیالوی کے بارے میں یہ بات موجود ہے:

''جن نفی نبوت اور عدم نبوت کی گردان شروع ہے تو یہ قبل از بعثت کے عرصہ میں عالم ارواح والی بنوت کے سلب و زوال اور انکار کا عقیدہ او نظریہ نہیں ہے تو اور کیا ہے؟''۔(تصریحات، جلد ۱ ص ۹۲)

یہ ایک حوالہ دیا جارہا ہے مزید بیسیوں حوالے دئے جا سکتے ہیں۔ یہ تو تھا اشرف سیالوی کا عقیدہ کے وہ سلب بنوت کے قائل ہو کر نبوت

کے منکر ہیں ۔جبکہ اشرف سیالوی پارٹی مخالفین کو ختم نبوت کا منکر گردانتے ہیں چنانچہ بریلوی مناظر علامہ اشرف سیالوی رقمطراز ہیں:

''کیا عالم بالاوالی نبوت اس عالم آب وگل میں موثر تھی ؟ اگر موثر تھی تو دوسرے انبیاء علیہم السلام کے ادائے نبوت کا کیا جواز ہے کیا ان کو برحق نبی اور حقیقی نبی مانا جائے یا معاذ اللہ ناحق مدعی یا مجازی نبی تسلیم کیا جائے اگر وہ موثر تھی یعنی آپ عالم اجسام کے لئے بالفعل نبی تھے اور بایں ہمہ ایک لاکھ چوبیس ہزار یا کم وبیش انبیاء ورسل علیہم الصلوۃ والسلام تشریف لا سکتے ہیں اور دعواے نبوت ورسالت بھی کر سکتے ہیں تو کیا مرزا قادیانی جیسے کذابوں کے لیے یہ کہنا درست نہ ہوگا درست اتنی تعداد میں انبیاء کی آمد اگر ختم نبوت کے منافی نہیں ہے تو صرف میری نبوت کیوں ختم نبوت کے منافی ہے اور کیا قاسم نانوتوی والے قول کی قوی اور مضبوط بنیاد فراہم نہیں ہو جائے گی جبکہ اس کو کفر قرار دیا گیا ہے''۔(نظریہ،ص ۶)

ایک بریلوی لکھتے ہیں:

''تحقیقات: جب لوگ ملک مذہبی چالبازوں کی چالبازی کا شکار ہو رہے تھے اور جس راستے پر چل رہے تھے وہ عنقریب ہی انہیں قادیانیت کی گود میں لے جانے والا تھا تو اس وقت امام احمد رضا بریلوی کے افکار اور سید محدث اعظم پاکستان کی فراست کے پاسبان حضرت شیخ الحدیث نے ختم نبوت کا تحفظ کرتے ہوئے 415 صفحات کی ایک کتاب لکھی اور ایسی لکھی کہ علم کے دریا بہا دیے مستقبل قریب میں ان شاء اللہ یہ کتاب ہر خاص وعام کی دینی ضرورت بنتی نظر آرہی ہے''۔(حجۃ الاسلام نمبر ص ۲۶۲)

تتمہ تحقیقات میں لکھا ہے:

''اگر سرکار علیہ السلام کو سب سے پہلے نبوت ملی تو آپ خاتم النبیین کیوں کر ہو سکتے ہیں اگر سب سے پہلے سرکار علیہ السلام ختم نبوت سے متصف تھے تو پھر بعد میں ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کیسے مبعوث ہوئے اس طرح پھر نانوتوی کا کلام ٹھیک ہو جائے گا خاتم بمعنی اصل نبی ہیں اور دوسرے انبیاء آپ کے تابع ہیں لہذا اگر بعد زمانہ نبوی کوئی اور بھی نبی آجائے تو ختم نبوت میں کچھ فرق نہیں آئے گا''۔

(تحقیقات صفحہ ۴۱۹)

ان عبارات سے یہ واضح نتیجہ نکلتا ہے کہ جو لوگ نبی ﷺ کو شروع سے نبی مانتے ہیں وہ لوگ نبی ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کے منکر ہیں۔

دیکھئے دوسروں کی ولایت کو مشکوک کہنے والوں کے گھر کا حال یہ ہے کہ ان کے گھر میں نبوت بھی ایک مشکوک مسئلہ ہے ۔معاذ اللہ!

ہمارا سوال یہ ہے کہ؟

اب ہمارا نام نہاد محقق سے سوال یہ ہے کہ آپ کے نزدیک اولیاء کی ولایت قطعی ہے یا ظنی ہے؟ اگر ظنی مانتے ہیں تو یہ اتنا بڑا ہنگامہ کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ اگر آپ ولایت کو قطعی مانتے ہیں تو لازمی ہے کہ ایک ولی کا انکار کفر ہوگا۔اب ہمارا یہ سوال ہوگا کہ محمد سعید کاظمی اور غلام مہر علی یہ آپ کے نزدیک ولی تو ہیں ۔اسی طرح اشرف آصف جلالی وسعید اسعد،اشرف سیالوی اور اس کے معتقدین وغیرہ ہیں یہ ولی ہیں یا نہیں؟۔ اگر ان کو آپ ولی مانتے ہیں جیسا کہ واقعی مانتے ہوں گے تو اب سوال یہ ہے کہ ان لوگوں نے تو ایک دوسرے کے خلاف کتابیں لکھی ہیں اور ایک دوسرے کے کفر پر کتابیں لکھیں ہیں اور ایک دوسرے پر فتوے داغے ہیں تو ایک دوسرے کے منکر ہو کر گویا ایک دوسرے کی ولایت

کے منکر ہو گئے۔یعنی دوسرے معنی میں کفر کر گئے۔لہذا اب بات یہاں پر آجائے گی کہ ایک شخص کو ولی مان کر دوسرے کو کافر مانیں۔اگر ایسا نہیں کرتے تو پھر یہ ثابت ہوگا کہ ظن غالب کے درجے میں دونوں کی ولایت کے قائل ہیں(آپ کے نزدیک)۔

توکل شاہ انبالوی کا خواب اور حضرت نانوتویؒ کی ولایت کا ثبوت

چونکہ پہلے ہی دفاع اہل سنت میں کئے گئے استدلال کے بارے میں بیان کیا جا چکا ہے کہ علامہ ساجد صاحب نے وہاں رضاخانی کتب سے تذکرہ مشائخ نقشبندیہ، تحقیق الاکابر اور مکتوبات ترجمہ بریلوی کو الزامی طور پر پیش کر کے مولانا نانوتویؒ کا ولایت محمدیہ پر فائز ہونا بطور الزام رضاخانی کتب سے ثابت کیا تھا۔

رضاخانی جواب کا خلاصہ:

رضاخانی صاحب لکھتے ہیں کہ دیوخانی نے جو نانوتوی صاحب کے لیے ولایت محمدیہ پر فائز ہونے کی بات لکھی یہ خام خیالی ہے۔کثرت مطالعہ کا دعوی کرنے والے دیوخانی اگر کتب تصوف کا مطالعہ کرتے تو ایسا لکھنے کی جرات نہ کرتے۔(ملخصا) پھر مکتوبات امام ربانی سے ایک طویل عبارت نقل کی کہ:

''جب وہ عارف جو بلحاظ معرفت مکمل کل از روئے شہود اکمل ہو اس مقام پر پہنچتا ہے جو عزیز الوجود اور شریف رتبہ ہے تو وہ عارف تمام جہان اور اس کے ظہورات کے لئے بمنزلہ دل ہو جاتا ہے، تب اس سے ولایت محمدیہ حاصل ہوتی ہے اور دعوت مصطفویہ سے مشرف ہوتا ہے قطب اوتاد اور ابدال بھی اس کی ولایت کے دائرہ کے تحت میں داخل ہوتے ہیں اور ہر قسم کے اولیاء اللہ مثلا افراد آحاد بھی اس کے نور ہدایت کے تحت مندرج ہوتے ہیں کیونکہ وہ جناب رسول اللہ ﷺ کا نائب مناسب اور حبیب الہی کی ہدایت سے ہدایت یافتہ ہوتا ہے یہ عزیز الوجود اور شریف بھی نسبت مرادوں میں سے کسی ایک سے مخصوص ہوتی ہیں مریدین کو یہ کمال نصیب نہیں ہوتا یہ بڑی نہایتوں اور آخری غایت ہے اس کے اوپر کوئی کمال نہیں اور اس سے عمدہ کوئی بخشش نہیں خواہ اس قسم کا عارف ہزار سال بعد پایا جائے تو بھی غنیمت ہے اس کی برکت مدت مدید اور عرصہ بعید تک جاری رہتی ہے اور ایسے عارف کا کلام بمنزلہ دوا اور اس کی نظر بمنزلہ شفاء ہوتی ہے اس آخری امت میں سے ان شاء اللہ حضرت مہدی موعود اور اس نسبت شریفہ پر پائے جائیں گے''۔

اس طویل عبارت کو نقل کرنے کے بعد رضاخانی صاحب لکھتے ہیں کہ:

''حضرت امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی نظر میں حضرت امام مہدی ولایت محمدیہ کی نسبت سے مشرف ہوں گے''

پھر جو بات کہی اس کا خلاصہ یوں ہے کہ امام ربانی کے نزدیک مرید کبھی اس درجہ پر فائز نہیں ہو سکتا۔پھر ارواح ثلاثہ کی ایک پرانی عبارت کو پیش کیا جس میں حضرت گنگوہیؒ اور مولانا نانوتویؒ کا ایک واقعہ لکھا تھا کہ مولانا نانوتویؒ چت لیٹ گئے۔حضرت گنگوہیؒ نے سینے پر ہاتھ رکھا اور مولانا نانوتویؒ کے یہ کہنے پر کہ لوگ کیا کہیں گے کہا لوگوں کو کہنے دو۔

(ملخصا ص ۱۳۱ تا ۱۳۴ اور دافع ازالۃ الوسواس ص ۴۰۷ تا ۴۱۰)

جواب:

قارئین! ہمارا مدمقابل اس قدر جاہل، کم عقل اور بے وقوف ہے کہ فریق مخالف کے کلام کو سمجھنے کا سلیقہ بھی نہیں رکھتا۔مولانا ساجد خان

صاحب نے اس مقام پر ساری گفتگو الزامی کی تھی جبکہ اس نے اس کو تحقیقی بنا کر مولانا ساجد خان صاحب کا موقف بنا کر پیش کر دیا۔ گویا مزید جہالت کا ثبوت دے کر اپنی کلام فہمی سے عاجزی کی ایک اور دلیل فراہم کر دی۔ مولانا ساجد خانصاحب نے تذکرہ مشائخ نقشبندیہ سے یہ ثابت کیا تھا کہ مولانا نانوتویؒ کے قدم حضور علیہ السلام کے قدموں کے نشانات کے بالکل اوپر تھے پھر فیض احمد کی تحقیق الاکابر کے حوالے سے ثابت کیا تھا کہ یہی ولایت محمدیہ ہے۔ اب حضرت تو یہاں الزامی گفتگو فرما رہے تھے جبکہ یہ جناب اسکو بھی تحقیقی بنا کر پیش کرنے لگے۔

دوم:

جناب نے مکتوبات کے حوالے سے یہ بات کہی کہ ولایت محمدیہ امام مہدی کو حاصل ہوگی جبکہ فیض احمد اویسی تو اسی ولایت کو پیران پیر کے لیے ثابت کر رہا تھا۔ لہذا یہ سوال اویسی سے کرو کہ وہ کہہ رہا ہے کہ غوث اعظم کے علاوہ یہ ولایت کسی کو مل نہیں سکتی اور رضاخانی صاحب کہہ رہے ہیں کہ امام مہدی کے علاوہ کسی کو مل نہیں سکتی۔ اب ان دونوں میں جھوٹا کون ہے؟ یہی سوال مولانا ساجد خانصاحب نے دفاع اہل سنت ص ۳۶ پر قائم کیا تھا کہ اگر یہ مرتبہ پیران پیرؒ کے علاوہ کسی کو حاصل نہیں ہوسکتا تو مولانا نانوتویؒ کو کیسے حاصل ہوا؟ مگر موصوف اس کو گول کر گئے۔ ہم بھی یہی سوال کرتے ہیں کہ اگر تمہارے بقول یہ ولایت امام مہدی کے علاوہ کسی کو مل نہیں سکتی تو اویسی کے حوالے کی رو سے پیران پیر اور پھر حضرت نانوتویؒ کو کیسے ملی؟

ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ رضاخانی صاحب سے بڑا افراڈیہ شاید ہی اس وقت کوئی ہو۔ دجل، دھوکہ اور فریب کی ساری حدیں پار کر کے ہی اگر محقق بنا جا سکتا ہے تو ایسے محقق کو اکیس کیا بیالیس توپوں کی سلامی!

قارئین کرام! یہ صاحب تو کہتے ہیں کہ یہ ولایت محمدیہ بجز امام مہدی کے کسی کو حاصل نہیں ہوسکتی جبکہ نور بخش توکلی تو اس ولایت کو خواجہ قادر بخش کے لیے بھی مان رہا ہے۔ چنانچہ توکلی صاحب لکھتے ہیں:

''حضرت قبلہ مرشد سائیں توکل شاہ قدس سرہ فرماتے ہیں کہ ایک دن اس فقیر نے دیکھا کہ ایک نور برنگ سبز (نور ولایت محمدی) حضرت خواجہ صاحب سے آسمان کو چڑھا''۔ (تذکرہ مشائخ نقشبندیہ ص ۴۶۵)

لیجیئے یہاں تو ایک اور بندے کے لیے ولایت محمدیہ مانی جا رہی ہے۔ معلوم ہوا توکل شاہ انبالوی صاحب جھوٹے ہیں یا رضاخانی!!! خود ہی فیصلہ کرلیں۔ لیکن ہم فیصلہ کو آسان کرتے ہوئے آگے بڑھتے ہیں۔ چنانچہ ایک رضاخانی لکھتا ہے:

''جس مذہب کے علماء کا ایک بہت ہی اہم مسئلہ میں اس قدر شدید اختلاف ہو تو وہ مذہب شیطانی مذہب تو ہوسکتا ہے رحمانی نہیں''۔ (کلمہ حق شمارہ ۱۲ ص ۸۴)

کیا مرید کو ولایت محمدیہ ﷺ نہیں مل سکتی؟

رضاخانی نے مکتوبات کی عبارت سے یہ بات ثابت کرنے کی کوشش کی کہ ولایت محمدیہ کا درجہ کسی مرید کو حاصل نہیں ہوسکتا۔ عرض یہ ہے کہ ہر ولی کسی کا مرید ہوتا ہے۔ احمد رضا کو رضاخانی اپنا ولی مانتے ہیں جبکہ وہ خود کسی کا مرید تھا۔ اسی طرح دیگر کا معاملہ ہے۔ اب ہمارا یہ سوال ہے کہ خواجہ قادر بیگ جن کو ولایت محمدیہ حاصل ہوئی کیا وہ کسی کے مرید نہ تھے؟ جب وہ خود کسی کے مرید تھے تو ہم یہ ضرور پوچھنے کا حق رکھتے ہیں کہ ان کو ولایت محمدیہ کیسے مل گئی؟

کیاولایت محمدیہ صرف امام مہدی کو ہی ملے گی؟

ولایت محمدیہ کیا صرف امام مہدی کو ہی ملے گی یا ان کے علاوہ بھی کسی کو مل سکتی ہے؟اس حوالے سے خود حضرت مجدد الف ثانیؒ کی پیش کردہ عبارت میں ہی یہ الفاظ موجود ہیں کہ''ایسا عارف ہزار سالوں میں بھی پایا جائے تو غنیمت ہے۔''

معلوم ہوا یہ بات نہیں کہ امام مہدی کے علاوہ کسی کو مل ہی نہیں سکتی بلکہ حضرت مجدد الف ثانی کے ہاں بھی ولایت محمدیہ کسی دوسرے کو مل سکتی ہے لیکن ملنا نادر و دشوار ہے بلکہ حضرت کے نزدیک تو ملی بھی ہے چنانچہ ان کا ایک مکتوب اس پر گواہ ہے:

''بعض اسرار کے بیان میں اِمخدوم زادہ میاں شیخ محمد صادق سلمہ اللہ تعالی کی طرف صادر رہوا۔۔ایسا مفہوم ہوا تھا کہ تم کو ولایت خاصہ محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کے ساتھ مناسبت پیدا ہوگئی ہے۔اس بات سے خداوند جل سلطانہ کا شکر بجالایا کہ بہت مدت سے یہ آرزو تھی کہ یہ دولت تمہیں حاصل ہو جائے۔اب امیدوار ہو کر اس طرف متوجہ ہوتا ہے کہ تم کو اس ولایت کی طرف جزب کرے۔اتفاقاً اس جستجو میں تم کو ولایت موسوی علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام میں داخل پایا اور وہاں سے کھینچ کر دائرہ ولایت خاصہ میں داخل کیا''۔

(مکتوبات۔دفتراول حصہ چہارم ص ۵۵۳)

لیجے حضرت مجدد الف ثانیؒ کی ہی بات سے ایک اور شخص کو ولایت محمدیہ حاصل ہوگئی تھی۔

ارواح ثلاثہ کی عبارت کا جواب:

یہ واقعہ چونکہ کاشف اقبال نے اپنی کتاب میں پیش کیا ہے لہذا اس کا دندان شکن جواب مولانا ساجد کی آنے والی دفاع کی کسی جلد میں ان شاءاللہ مل جائے گا۔

مشتاق احمد انبیٹھوی صاحب کی شخصیت اور مظفر کی جہالت

یہ رضاخانی مشتاق احمد انبیٹھوی کو دیوبندیوں کے کھاتے میں ڈالتے ہوئے لکھتا ہے:

''حضرت توکل شاہ انبالوی رحمۃ اللہ علیہ سے یہ خواب نقل کرنے والا مشتاق احمد انبیٹھوی ہے جس کے حالات خود مشکوک ہیں اور یہ شخص دیوبندیوں کے اتنا قریب تھا کہ قیلولہ کرنے دیوبند مدرسہ میں جایا کرتا تھا۔ایسے شخص کی روایت پہ کیسے اعتماد کیا جا سکتا ہے؟''

(کشف القناع ص ۳۴ اور دافع ازالۃ الوسواس ص ۴۱۰)

جواب:

رضاخانی کا حال یہ ہے کہ مولانا نانوتویؒ کے بغض میں اس قدر اندھے ہو گئے ہیں کہ اپنے ہی بڑے کا انکار کئے جا رہے ہیں اور ان کو دیوبندیوں کے کھاتے میں ڈال رہے ہیں۔ابتدائی صفحات کا یہ حال ہے تو دفاع کا مکمل نام نہاد جواب لکھتے لکھتے تو شاید آپ پوری رضاخانیت ہی کو دیوبندیوں کے کھاتے میں ڈال دیں۔جناب آپ ان پر ایسے ہی''اعتماد'' کریں جیسے آپ کے بڑوں نے کیا۔چنانچہ نور بخش توکلی صاحب خود ان کے متعلق لکھتے ہیں:

''شیخنا العلامہ مولانا مولوی حاجی حافظ مشتاق احمد صاحب چشتی صابری ادام الہ تعالی فیوضہ''۔(تذکرہ مشائخ نقشبندیہ ص ۵۲۷)

پیرزادہ اقبال احمد فاروقی لکھتے ہیں:

''مولانا تو کلی نے حضرت سائیں توکل شاہ انبالوی رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت سے سلسلہ نقشبندیہ سے فیض وخلافت کا شرف حاصل کیا۔حضرت توکل شاہ کے وصال کے بعد مولانا مولوی مشتاق احمد محدث انبیٹھوی ثم لدھیانوی سے فیوض سلسلہ صابریہ سے بہرہ ور ہوئے۔حضرت مولانا مشتاق احمد جلیل القدر عالم دین ہونے کے ساتھ ساتھ بہت بڑے شیخ طریقت بھی تھے۔آپ کی وجہ سے سلسلہ صابریہ کے علمی وروحانی کمالات مخلوق خدا کے لیے بڑی عمدگی سے پہنچے اور خرقہ خلافت بھی حاصل ہوا''۔(تذکرہ علما اہل سنت وجماعت لاہور ص ۲۹۷)

مشتاق احمد انبیٹھوی صاحب نور بخش توکلی کے بھی مرشد تھے۔نور بخش توکلی صاحب خود لکھتے ہیں:''راقم الحروف نے واقع میں حضرت شاہ صاحب سے دریافت کیا کہ کیا آپ نے مجھے خلافت دے دی؟ فرمایا ہاں۔اس طرح شیخنا العلامہ مولانا مولوی مشتاق احمد صاحب انبیٹھوی چشتی صابری نت سلسلہ چشتیہ صابریہ میں مجھے خلافت سے سرفراز فرمایا''۔(تذکرہ مشائخ نقشبندیہ ص ۶۲۲)

سیرت رسول عربی میں لکھا ہوا ہے:

''آپ نے (نور بخش از راقم) بلند پایہ عالم دین حضرت مشتاق احمد انبیٹھوی ثمہ لدھیانوی رحمۃ اللہ تعالی علیہ سے سلسلہ صابریہ میں اکتساب فیض کیا۔حضرت نے بھی آپ کو خرقہ ءخلافت سے نوازہ۔(سیرت رسول عربی ص ۱۸،مکتبۃ المدینہ)

غلام نصیر الدین سیالوی نے بھی عبارات اکابر کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ ص ۵۲ تا ۵۴ جلد اول پر دیوبندی کے کھاتے میں ڈال کر اپنی جان نہیں چھڑائی جیسی حرکت رضاخانی نے کی ہے بلکہ اس نے بھی اس کو اپنا بزرگ تسلیم کرتے ہوئے اس کے دفاع کی ناکام کوشش کی ہے۔

ان تمام حوالہ جات سے ثابت ہوا کہ مشتاق احمد صاحب رضاخانیوں کے بڑے عالم، پیر طریقت اور نور بخش توکلی کے بھی مرشد اور نور بخش ان کے خلیفہ تھے۔نیز یہ کہ بریلوی علماء ومشائخ کے تذکرہ میں انکا تذکرہ بھی مل گیا ہے۔سو اس قدر معتبر اور بڑے شخص کا انکار بے حیائی و بے شرمی کے سوا اور کیا ہے؟۔ارے بدبختو!!! بڑوں کے نام کا استعمال کر کے ان کے نام کی روٹیاں کھانے والے بے وفا لوگو! جب دفاع نہ کر پاؤ تو انکار کرنے میں غنیمت سمجھنے والے بے وقوفو! سنو تمہارے اپنے اصول اس بارے میں کیا کہتے ہیں:

اختر رضاخان لکھتا ہے:

''جہاں ان علماء دیوبند کا مطلب نکل رہا ہو وہاں ساتھ ہوں گے اور جہاں ان کے فرقہ دیابنہ کے خلاف ہو وہاں یہی سارے بزرگ غیر معتبر''۔(قہر خداوندی ص ۹۴ جلد ۲)

ایک رضاخانی لکھتا ہے:

''انوار الباری میں بھی اس کی خدمات کا اعتراف موجود ہے۔لہذا جناب کا اپنے جید عالم اور کاڑھے دیوبندی کا انکار کرنا بے غیرت اور بے حیاء ہونے کے مترادف ہے''۔(کنز الایمان اور مخالفین ص ۲۸۴)

نیز انہیں کہ ہم مخرج مولوی ابو عبداللہ نقشبندی لکھتے ہیں:

''جو اپنے بڑوں کا انکار کر دیتے ہیں وہ کتنے بڑے مکار، دجال اور دھوکہ باز ہیں ایسے کذاب اور مکار جس کا چاہیں اس کا انکار کر ڈالیں''۔(ہدیہ بریلویت پر ایک نظر ص ۱۹۵)

قارئین کرام! اندازہ لگائیں رضاخانی کو ہم دجال یونہی نہیں کہہ رہے تھے ان کے ہم مسلک نے بھی ان کے لیے یہ اصول بنالیا ہے۔ پس ہماری بات کی بھی دلیل ہوگئی۔ مشتاق صاحب کا انکار کر کے جناب مظفر حسین بمع اپنی ٹیم:

(۱) مکار (۲) دجال (۳) کذاب (۴) دھوکہ باز

(۵) بے غیرت (۶) بے حیاء

تک ثابت ہوتے ہیں۔ نیز جہاں جواب نہ بن پڑے پلو جھاڑ کر ایک نرالی بہادری کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ سبحان اللہ ایسے بے وقوف قسم کے محقق رضاخانیت کو دو چار اور مل جائیں تو رضاخانیت کا خود ہی بیڑہ غرق ہو جائے گا۔

مشتاق احمد انبیٹھوی تو ان کا ابو ہے

آپ نے دیکھا کہ ماقبل میں رضاخانی مولف نے مشتاق احمد انبیٹھوی کو اپنا بڑا ماننے سے انکار کر دیا اور ان کو دیوبندیوں کے کھاتے میں ڈال دیا۔ اور مشکوک ٹھرایا مگر ایک نام نہاد رضاخانی محقق "خلیل رانا" نے ایک کتاب لکھی "تذکرے اپنے آبا کے" اس کے ۲۸۶ تا ۲۹۴ ان کا ذکر کیا اور ان کو اپنے "روحانی آبا" میں شمار کیا۔ مگر آج مظفر حسین اور چشتی جیسی نابنجار اولاد اپنے باپ کا ہی انکار کر بیٹھی۔ اللہ ایسے حرام خور اولادوں سے ہر باپ کو محفوظ رکھے جو کھائیں تو باپ کے نام پر مگر جب باپ کی اطاعت کی بات آئے تو کہے ہم تو اس کے "نطفے" ہی نہیں۔

لطیفہ

مورخہ یکم نومبر پر ایک کتاب "متکلم اسلام مولانا الیاس گھمن صاحب زید مجدہ پر الزامات کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ" کے جواب میں فیس بک اور واٹس اپ پر موصوف کے "ہم مخرج" میثم عباس رضوی کی ایک تحریر گردش میں آئی جو یوں ہے:

"کیا مولوی الیاس گھمن دیوبندی، ساجد خان دیوبندی اور ابوایوب دیوبندی" دوست محمد قندھاری" نامعلوم کی کتاب" الیاس گھمن پر الزامات کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ" سے متفق ہیں؟ اور اس کے مندرجات کی ذمہ داری قبول کرتے ہیں؟ کیونکہ مجھے خدشہ ہے کہ جب اس کتاب کے مندرجات پر گرفت کی جائے گی تو یہ اس" دوست محمد قندھاری" نامعلوم سے اس طرح لاتعلقی کا اظہار کریں گے جس طرح کسی نطفہء ناتحقیق سے کیا جاتا ہے۔ سائل: میثم عباس قادری رضوی"۔

اگر یہ تحریر موصوف کی نہیں تو اس کا انکار کر دیں ورنہ انکار نہ کرنا رضاخانیوں کے نزدیک تصدیق ہوتی ہے۔ بہر حال اس سے معلوم ہوا کہ لاتعلقی "نطفہ نہ معلوم" ہونے کی دلیل ہوا کرتا ہے تو آج مظفر حسین شاہ نے اپنی پوری ٹیم کے ساتھ اپنے "ابو مشتاق انبیٹھوی" سے اعلان لاتعلقی کر دیا تو کوئی رضاخانی بتائے گا کہ ہم حضرت کو "نطفہ نہ معلوم سمجھیں"؟۔

علما دیوبند کے ایمان کی ایک اور گواہی

چونکہ رضاخانی نے مشتاق صاحب کو دیوبندیوں کے کھاتے میں ڈالا لہذا ان کے نزدیک یہ دیوبندی عالم ہوئے اور دیوبندیوں کے پرستار ہوئے۔ اب جو بھی ہم نے حوالے پیش کئے جن سے مشتاق صاحب کا بریلوی ہونا اور تمہارے بڑوں کا پیر ہونا اور جید عالم ومحدث ہونا

ثابت ہوتا تھا۔ نیز ان کے لیے رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ بھی بریلوی کتب سے ملتے ہیں۔ گویا یہ سب بریلوی ایک دیوبندی عالم (بقول رضاخانی صاحب) کی تعریفیں کرتے پائے جارہے ہیں اور ان کو ولی اللہ اور جید عالم ومحدث مان کر ان کے لیے رحمت کی دعا کر رہے ہیں۔ لہذا ایک اور دیوبندی (بقول رضاخانی) کا ایمان رضاخانی حضرات کے گھر سے ثابت ہوا۔ نیز ہم یہ بھی کہتے ہیں جب تمہارے نزدیک مشاق صاحب دیوبندی ہیں تو ان کی تعریف میں جن جن لوگوں کو ہم نے پیش کیا وہ سب کافر ہوئے۔ کیوں کہ دیوبندی حضرات تو بریلوی حضرت کے نزدیک کافر ہیں اور کسی کافر کے لیے مغفرت ورحمت کی دعا کرنا کفر ہے۔ پس توکلی صاحب کفر کے گھاٹ اترے اور ان کو مسلمان مان کر رضاخانی بھی کافر ہوا۔ لہذا ہمارا رضاخانی کو مشورہ ہے یہ شعبدہ بازی چھوڑئے دفاع اہل سنت کا جواب آپ کے بس کی بات نہیں ہے آپ کی اس شعبدہ بازی پر یہی عرض ہے

؎ شعبدہ گر بھی پہنتے ہیں خطیبوں کا لباس
بولتا جہل ہے بدنام خرد ہوتی ہے

رضاخانی تاویل اور رضاخانی پیر کا خواب

رضاخانی یہ ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں کہ اس خواب سے مولانا نانوتویؒ کی کوئی فضیلت ثابت نہیں ہوتی چنانچہ اس نے مکتوبات مجدد الف ثانی سے ایک بار پھر سے استدلال کرتے ہوئے ایک عبارت نقل کی ہے:

''جاننا چاہئے کہ غلط کشف کا واقع ہونا محض القائے شیطانی پر ہی منحصر نہیں بلکہ اکثر اوقات ایسا ہوتا ہے کہ قوت مخیلہ غیر صادقہ غلط احکام کی ایک صورت پیدا کر لیتے ہیں جن میں شیطان کا کچھ دخل نہیں ہوتا۔ اسی قسم سے یہ بھی ہے کہ بعض لوگوں کو خواب میں حضرت پیغمبر علیہ الصوۃ و السلام کی زیارت نصیب ہوتی ہے اور وہ بعض احکام آپ سے اخذ کر لیتے ہیں جو فی الحقیقت شرعی احکام کے خلاف متحقق ہو چکے ہیں ایسی صورت میں القائے شیطانی تصور نہیں کی جاسکتی کیونکہ علمائے کرام کا متفقہ فیصلہ ہے کہ حضرت خیر البشر علیہ وآلہ الصلوۃ والسلام کی شکل میں شیطان کسی طرح بھی متشکل نہیں ہوسکتا پس اس صورت میں سوائے صورت مخیلہ کے وہ غیر واقع کو واقع تصور کر لیتی ہے اور کچھ نہیں''۔ (مکتوبات شریف دفتر اول،ص ۲۸۹)

اس کے بعد مقام ابی حنیفہ مصنفہ مولانا سرفراز خان صفدرؒ کا حوالہ پیش کیا اس پر یہ نتیجہ اخذ کیا کہ خواب میں آنحضرت ﷺ کی زیارت سے کوئی شرعی حکم ثابت نہیں ہوتا۔ (کشف، ملخصاص ۱۳۴۔ ۱۳۵)

جواب:

قارئین ہمارا فریق مخالف اس قدر کم عقل ہے کہ عبارت فہمی اور اس کا دور دور تک کوئی تعلق نہیں ہے۔ بندہ خدا مولانا ساجد خان صاحب نے الزامی حوالے پیش کیے تھے۔ اب اس کے جواب میں یہ حوالے پیش کرنا کس قدر جہالت ہے جس کا مظاہرہ کیا جارہا ہے؟۔ پھر اس پر تماشا یہ کہ اپنے ہی گھر کے اصولوں سے ناواقفی اس قدر ہے کہ یہ تک معلوم نہیں کہ آپ کے گھر والے تو خوابوں پر ہی گرفت کرتے ہیں اور خواب پر شرعی حکم نافذ کر دیتے ہیں گویا خواب پر اگر فتوی لگا دیا ہے تو اس سے شرعی احکام بھی ثابت مان لیے۔

چنانچہ حسن علی رضوی لکھتا ہے:

''گستاخانہ خوبوں کی فہرست۔۔۔جن میں متعدد خواب انتہائی شدید گستاخی پر مبنی ہیں''۔(برق آسمانی ص ۶۵)
یعنی خواب کو ہی گستاخی پر محمول کیا جارہا ہے۔لہذا تمہارے نزدیک خواب حقیقت پر محمول ہوئے۔نیز فیض احمد اویسی لکھتا ہے:
''قارئین بتائیں کہ امام الانبیاء ﷺ کی کھلی ہوئی گستاخی ہے یا نہیں۔خواب کا بہانہ ہے کیونکہ حضور ﷺ کے متعلق بیداری وخواب یکساں ہے''۔(بلی کے خواب میں چھیچھڑے ص ۲۲)
لیجئے خواب پر فتوے لگ سکتے ہیں۔نیز حضور ﷺ کے لیے بیداری وخواب یکساں ہوتا ہے۔
عبدالحکیم شرف قادری امام بخاری کی مختلف روایت نقل کی ہیں کہ جس نے خواب میں ہماری زیارت کی اس نے حق دیکھا شیطان ہمارا روپ نہیں دھار سکتا۔(خواب میں دیدار مصطفی کی بہاریں قیامت تک جاری ہیں،ص ۷)
نیز اسی کے ''ہم مخرج'' رضاخانی کے رسالے میں ہے:
''اگرچہ خواب سے کوئی شرعی حکم ثابت نہیں ہوتا لیکن اگر ایسے خواب ہوں جو اصول شریعت کے موافق ہوں تو ان سے استشہاد کیا جاسکتا ہے''۔(کلمہ حق،شمارہ ۱۲،بابت مارچ اپریل ۲۰۱۲،ص ۲۷)
ان تمام حوالہ جات سے یہ بات ثابت ہوئی کہ جس خواب میں آپ ﷺ کی زیارت ہو وہ خواب نہ شیطانی ہوسکتا ہے نہ محض دھوکہ بلکہ آپ ﷺ کی زیارت والے خواب کے بارے میں اصل بات یہ ہے کہ اس کا معاملہ بیداری کا سا ہے لہذا جناب کی سب تاویلیں بے کار ہیں۔

فیض احمد اویسی کی عبارت اور رضاخانی کی جہالت

رضاخانی صاحب اویسی کی عبارت کا مطلب سمجھارہے ہیں کہ:
''ہر ولی کسی نہ کسی نبی کے زیر قدم ہوتا ہے اور پیران پیر رحمۃ اللہ علیہ حضور اکرم ﷺ کے زیر قدم ہیں۔یہ مقصد نہیں جو دیوخانی نے بوجہ جہالت سمجھا ہے کہ ہر ولی کا قدم نبی پاک ﷺ کے قدم پر ہوتا ہے۔جو مفہوم ہم نے اویسی صاحب کی عبارت کا بیان کیا ہے اس میں کوئی تضاد نہیں ہے کہ جب تمام اولیاء حضور اکرم ﷺ کے زیر قدم ہیں تو پھر پیران پیر رحمۃ اللہ علیہ کی کیا تخصیص باقی رہ جاتی ہے؟''۔
(کشف القناع ص ۱۳۷)

جواب:

ہمیں یہ طعنہ دینے والے رضاخانی کا حال یہ ہے کہ خود اپنے بڑوں کی عبارت سمجھنے سے قاصر ہے مگر دوسروں پر غصہ ہیں کہ انہیں عبارت سمجھنے کا سلیقہ نہیں۔او بندہ خدا! اویسی نے جو پیران پیر کے ساتھ ولایت محمدیہ خاص کردی تو ہمارا سوال یہ تھا کہ یہ دوسروں کو کیسے مل گئی؟۔جبکہ ہم پیچھے خواجہ قادر بخش اور ایک دوسرے بندے کو بھی ولایت محمدیہ حاصل ہونا ثابت کر آئے ہیں۔
اسی طرح محمد اقبال مجددی کی کتاب میں شاہ ابوسعید کی کتاب کے متعلق ہے:
''شاہ ابوسعید کی فارسی نثر میں صرف ایک ہی تالیف ہدایت الطالبین ہے۔یہ کتاب مولف نے اپنے مرشد شاہ غلام دہلوی (ف ۱۲۴۰ھ) کے حین حیات تالیف کی تھی۔انہوں نے اس پر تقریظ بھی لکھی ہے جو کتاب کے آخر میں شامل ہے۔دراصل یہ کتاب عرفان عمومی اور سلوک نقشبندیہ مجددیہ کے طالبو کے لیے بنیادی کتاب کا درجہ رکھتی ہے۔اس سلسلے کے مریدین میں اسے بطور سبق پڑھا جاتا ہے''۔

(تذکرہ علما ومشائخ پاکستان وہند جلد دوم ص ۱۰۸۹۔ ۱۰۹۰)

لیجئے وہ کتاب جو سلوک میں بنیادی کتاب کا درجہ رکھتی ہے اور مریدیں اس کو بطور سبق پڑھتے ہیں۔ اسی کتاب کے متعلق مقامات مظہری میں ہے:

''حضرت شاہ ابو سعید کی ایک معروف تصنیف ہدایت الطالبین ہے جو اس سلسلے میں بہت مقبول ہے''۔ (مقامات مظہری ص ۱۶۶)

اسی طرح تذکرہ مشائخ نقشبندیہ میں بھی اس کتاب کے بارے میں یوں لکھا ملتا ہے:

''آپ نے بعضے یاروں کی فرمائش سے سلوک مجددیہ میں ایک رسالہ بزبان فارسی لکھا ہے جس کا نام ہدایۃ الطالبین ہے''۔

ایک جگہ لکھا ہے:

''بعد از اں تحریر فرمایا کہ ''یہ جو کچھ لکھا ہے موافق علوم ومعارف حضرت مجدد کے ہے''۔ (تذکرہ مشائخ نقشبندیہ ص ۴۴۲)

اب اسی کتاب میں ہے:

''میں اپنی مناسبت جناب حضرت عیسی علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کے ساتھ پاتا ہوں۔ آپ حضور توجہ فرمائیں کہ عیسوی ولایت سے منتقل ہو کر ولایت محمدی ﷺ کے ساتھ فایض المرام ہو جاؤں۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ ہم توجہ کریں گے تو بھی متوجہ ہو''۔

(ھدایۃ الطالبین ص ۶۱)

تو تمہارا تو دعوی ہے کہ ولایت محمدیہ سوائے امام مہدی کو نہیں مل سکتی تو یہ سب کیا ہے؟ اب جب کہ ہم اس قدر حوالے دے چکے ہیں جو اویسی صاف کے سیاہ جھوٹ پر واضح رد کرتے ہیں تب بھی جناب کو اس میں کوئی تضاد نظر نہیں آتا حیرت ہے۔

فیض احمد اویسی کی گستاخی:

مکتوبات کے حوالے سے رضا خانی نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ یہ ایسا عارف ہزاروں سالوں میں بھی پایا جائے تو غنیمت ہے اور ولایت محمدیہ امام مہدی کو ہی ملے گی۔ جبکہ اویسی صاحب نے اس ولایت کو خاص پیران پیر صاحبؒ کے ساتھ خاص کر کے امام مہدی کے ولایت محمدی پر فائز ہونے کا انکار کیا۔ گویا پیران پیرؒ کو امام مہدی پر فوقیت دے کر گستاخ بنا۔ (یاد رہے خاصہ کی تعریف کے مطابق وہ کسی دوسرے میں پایا نہیں جاتا۔ لہذا ولایت محمدیہ بھی اویسی کے نزدیک کسی دوسرے میں نہ پائی جائے گی)

یہ وہ معمہ ہے جسے رضا خانی جی کو حل کرنا تھا مگر جناب حل کرنے میں ناکام ہیں۔ باقی جو مطلب جناب نے اویسی کی عبارت کا بیان کیا ہے کہ ''ہر ولی کسی نہ کسی نبی کے زیر قدم ہوتا ہے اور پیران پیر رحمۃ اللہ علیہ حضور اکرم ﷺ کے زیر قدم ہیں'' اس میں اس بات کا جواب ہی نہیں جو ہم نے اٹھائی؟

مظفر حسین کی عاجزی

رضا خانی صاحب لکھتے ہیں:

''یہی تو ہم کہتے ہیں کہ اس مقام پر سیدنا غوث الاعظم فائز ہیں اور ان کے بعد بقول امام ربانی حضرت امام مہدی فائز ہوں گے۔ نہ تو ہم یہ کہتے ہیں کہ نانوتوی اس مقام پر فائز ہے اور نہ ہمیں یہ عقدہ حل کرنے کی ضرورت ہے''۔ (کشف القناع ص ۱۳۷)

جواب:

رضاخانی کا یہ لکھنا ان کی عاجزی کی بین دلیل ہے اس نام نہاد محقق کو اتنا معلوم نہیں کہ یہ مدعی سست گواہ چست کا مصداق بنا ہوا ہے۔ہم یہ کہتے ہیں کہ اویسی صاحب کو جھوٹا مانو یا خود کو اور امام ربانی حضرت مجدد الف ثانیؒ کو۔کیوں کہ امام ربانی ولایت محمدیہ پر امام مہدی کو فائز مانتے ہیں اس کے علاوہ کسی کو نہیں تم نے خود اس کا اقرار کیا۔جبکہ اویسی نے ولایت محمدیہ کو خاص کر دیا ہے پیران پیرؒ کے ساتھ۔لہذا اب کسی دوسرے میں اس کا پایا جانا محال ہوا۔

آپ کے اس جواب سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جناب خاصہ کی تعریف سے بھی ناواقف ہیں ورنہ ایسا جواب دینے سے پہلے سو بار سوچتے۔لہذا یہ عقدہ ویسے کا ویسا ہی ناحل شدہ پڑا ہے کہ اگر ولایت محمدیہ خاص ہے پیران پیرؒ کے ساتھ تو باقیوں کو کیسے ملی؟ یعنی جنہوں نے دوسروں کو ملنا مانا وہ کذاب ہیں۔انہوں نے جھوٹ لکھا ہے۔یا پھر اویسی صاحب نے جھوٹ بولا ہے؟

نیز اگر ولایت محمدیہ خاص تھی پیران پیرؒ کے ساتھ تو وہ حضرت نانوتویؒ کو کیسے مل گئی؟۔اس عقدہ کو بھی گزشتہ ابحاث پڑھنے کے بعد ہر صورت آپ کو ہی حل کرنا ہے۔یہ مت سمجھیئے کہ جواب کے نام پر چند سطریں لکھ دینے کا نام جواب ہوتا ہے بلکہ جواب دینا تھا تو معقول جواب دیا جاتا۔آپ نے عقدہ کھولنا تھا کہ اس مسئلہ کا حل کیا ہے لیکن وہ عقدہ جوں کا توں پڑا ہے اور آپ کا منتظر کہ آپ کب یہ معاملہ حل کرتے ہیں۔

غیر ممکن ہے کہ حالات کی گتھی سلجھے
اہل دانش نے بہت سوچ کے الجھائی ہے

رضاخانی کی ایک اور جہالت

رضاخانی لکھتا ہے:

”یہ عقدہ تو دیوخانی صاحب کو حل کرنا ہوگا کہ جب بقول حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ ولایت محمدیہ پر حضرت مہدی فائز ہوں گے تو پھر نانوتوی صاحب اس مقام پر کیسے فائز ہو گئے؟اور کیا دیوخانی صاحب نونوتوی کو قادیانیوں کی طرح مہدی موعود سمجھتے ہیں؟“

(کشف القناع ص ۱۳۷)

جواب:

اول بات تو ہم نے اپنی طرف سے نہیں رضاخانی حضرات کی کتب سے حضرت نانوتویؒ کی ولایت محمدی کا ثبوت دیا تھا لہذا اس عقدہ کو آپ لوگوں نے ہی حل کرنا تھا جس میں رضاخانی ناکام رہے ہیں۔جب کہ ہم نے یہ عقدہ حل کر دیا ہے کہ حضرت مجدد الف ثانیؒ نے ہرگز یہ نہیں فرمایا کہ امام مہدی کے علاوہ کسی اور کو یہ رتبہ مل نہیں سکتا بلکہ ہم نے مکتوبات سے ہی امام مہدی کے علاوہ ایک اور شخصیت کو ولایت محمدی ملنے کا ثبوت دیا۔گویا امام ربانیؒ کی بات کا جو مطلب رضاخانی سمجھا ہے وہ اس کی الٹی کھوپڑی اور ناقص عقل کا نتیجہ ہے دوسرے کو کلام فہمی سے عاجز کہنے والوں کی عاجزی دیکھ لیجئے کہ امام ربانیؒ کی عبارت کا وہ مطلب بتا رہا ہے جو خود ان کو بھی مسلم نہیں!حیف ہے ایسی عقل پر۔ایسے لوگ اٹھ کر آ گئے ہیں دفاع اہل سنت جیسے ضخیم، مدلل اور معرکۃ الآرا کتاب کا جواب دینے۔اس پر اسی کی زبان میں کہتے ہیں”کیا پدی

کیا پدی کا شوربہ!''

رضاخانی اکابر اور مجدد الف ثانی مظفری ذہنیت سے معاذ اللہ قادیانیت کے نقش قدم پر

جناب چونکہ مصر ہیں کہ امام ربانیؒ کے نزدیک امام مہدی ہی اس رتبہ پر فائز ہوں گے لہذا ان سے پہلے اگر کوئی ولایت محمدیہ پر کسی کو فائز مان لے تو وہ قادیانیوں کی طرح مہدی موعود ہونے کا قائل ہے۔گویا ما قبل میں ہم نے ولایت محمدی کے اثبات میں جتنے حوالے دیئے کیا وہ سب ان حضرات (ان حضرات کو جن کا ولایت محمدیہ کا ثبوت ہم نے رضاخانیوں سے دیا) کو مہدی موعود مانتے ہیں؟ جناب کی الٹی عقل کے مطابق تو اس کا جواب ہاں ہی ہے!

یہی نہیں چونکہ ہم نے مکتوبات سے ہی حضرت امام مہدی کے علاوہ بھی دوسرے شخص کو ولایت محمدیہ پر فائز ہونے کا ثبوت حضرت امام ربانیؒ سے دے دیا ہے۔لہذا مظفر ٹیپی الٹی ذہنیت والے کے مطابق مجدد الف ثانیؒ بھی قادیانیت کے آلہ کار ثابت ہو گئے۔معاذ اللہ!

حضرت نانوتویؒ سے بغض میں اس قدر اندھے ہوئے کہ مجدد الف ثانیؒ سمیت اپنے علماء پر بھی قادیانی نواز ہونے کا سوال اٹھا دیا؟

؎ یقین نہ آئے تو ایک بار پوچھ کے دیکھو\
جو ہنس رہا ہے وہ زخموں سے چور نکلے گا

ایک پرانا اور سوقیانہ اعتراض

پھر اسی صفحہ پر رضاخانی صاحب نے اعتراض کیا ہے کہ حضرت نانوتویؒ بچوں کے کمر بند کھول دیتے تھے۔(ملخصاص ۱۳۷)

جواب:

اس قسم کے اعتراضات کے جواب ہماری جانب سے کئی مرتبہ دئے جا چکے مگر جناب وہی اعتراض بار بار دہرا کر کوئی اچھا کام نہیں کر رہے۔ان کی اسی حرکت کے متعلق رضاخانی حضرات یوں گویا ہیں:

''وہ گھسے پھٹے اعتراضات جن کے بار بار علماء اہل سنت جواب دے چکے ہیں لیکن ان لوگوں کا اصول ہے کہ آدمی کو ڈھیٹ اور بے شرم ہونا چاہئے''۔(ہدیہ بریلویت پر ایک نظر ص ۱۸)

نیز لکھتے ہیں:

''کتب دیوبندیہ میں زیادہ تر مواد وہی ہے جس کی تردید اہل سنت کی طرف سے کئی بار ہو چکی ہے لیکن یہ لوگ شرم وحیاء سے عاری ہو کر اگلے نوالے چبا رہے ہیں''۔)ایضاص ۳۱)

رضاخانی صاحب اپنوں کے نزدیک ہی بے حیاء ڈھیٹ،شرم وحیاء سے عاری اور اگلے نوالے چبانے والے شخص ہیں۔باز آئیں اور کام کی بات کریں تو کم از کم ان کے اپنے ان کی سرزنش تو نہ کریں۔

؎ میرے لیے تو ہے اقرار باللساں بہت\
ہزار شکر ہے کہ ملاں ہیں صاحب تصدیق

آخری بات

اس خواب کا راوی مشتاق احمد انبیٹھوی ہے جو کہ رضا خانی حضرات کا معتبر ثابت ہو چکا ہے لہذا اب اس خواب کو بھی رضا خانی اصول سے معتبر ہونا چاہئے۔ چنانچہ پروفیسر مسعود لکھتا ہے:

''راوی معتبر ہے اور بات خواب کی ہے۔ اس لیے تنگ دلی یا تعصب سے کسی کا جھٹلانا نامناسب اور غیر معقول ہے جن کو اللہ تعالی نے بصیرت قلبی سے نوازا ہے وہ اس واقعہ سے ضرور روشنی حاصل کریں گے''۔ (فاضل بریلوی علما حجاز کی نظر میں ص ۸۱)

لیجئے جب آپ کے نزدیک راوی معتبر ہو تو خواب بھی حجت ہوا۔ نیز جو اس خواب کو حجت نہ مانتے ہوئے حضرت نانوتویؒ کی ولایت کے منکر ہیں وہ اپنے اصول سے ہی:

(۱) تنگ دلی (۲) تعصب (۳) خواب کو جھٹلا کر نامناسب (۴) غیر معقول حرکت کے مرتکب (۵) بصیرت قلبی سے محروم ہیں۔ رضا خانی صاحب ہوش کے ناخن لیں اور خواہ مخواہ حضرت نانوتویؒ کے بغض میں انکار نہ کریں۔

اہم بات

قارئین کرام! کتنی حیرت اور دلچسپی کی بات ہے کہ ایک وقت وہ تھا جب حضرت نانوتویؒ کے کفر کو ثابت کرنے کے لیے رضا خانی اہل حق سے مناظرہ کیا کرتے تھے۔ آج بات یہاں تک آ گئی ہے کہ اب گفتگو اس بات پر ہو رہی ہے کہ قاسم العلومؒ ولایت محمدیہ پر فائز ہیں یا نہیں؟۔

؎ راہ پر آ گیا ہے باتوں ہی باتوں میں
مان ہی جائے گا دو چار ملاقاتوں میں

اس سے بڑی حضرت امام نانوتویؒ کی کرامت اور کیا دکھائیں؟

سیرت رسول عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے استدلال:

مولانا ساجد خان صاحب نے ص ۳۷ دفاع اہل سنت پر نور بخش توکلی صاحب کی کتاب سیرت رسول عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس کے متعلق بریلوی کو دعوی ہے کہ بارگاہ رسالت میں مقبول ہوئی ہے سے مولانا نانوتویؒ کے متعلق دکھایا تھا:

''مولانا مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ''

پھر سوال کیا تھا کہ کیا منکر ختم نبوت کو ''رحمۃ اللہ علیہ'' کہنا جائز ہے؟ (ملخصا دفاع اہل سنت ص ۳۷)

رضا خانی جواب کا خلاصہ:

چشتی صاحب کا کہنا ہے کہ سیرت رسول عربی کے پہلے ایڈیشن کا عکس الفیصل ناشران وتاجران کتب غزنی اسٹریٹ اردو بازار لاہور سے شایع ہوا ہے اس ایڈیشن میں ترحم کے الفاظ نہیں بلکہ ''رح'' لکھا ہے یہ کتابت کی غلطی شمار ہوگی۔ پھر ارشاد المفتیین ص ۸۶ کا حوالہ دے کر یہ نتیجہ نکالا کہ مولانا سمیع الرحمن نے ولید بن مغیرہ کے نام کے ساتھ '' ؓ '' کی علامت لگائی پھر کہا کہ کیا ہم اب یہ سوال کر سکتے ہیں دیوبندیوں کے نزدیک شاتمین تاجدار ختم نبوت کو رضی اللہ عنہ کہنا جائز ہے؟

دوم: علامہ نور بخش تو کلی کی تقریظ انوار آفتاب صداقت پر موجود ہے۔ انوار آفتاب صداقت میں حسام الحرمین کا خلاصہ نقل کیا گیا ہے لہٰذا ان کے نزدیک دیوبندی حضرات کے عقائد کفریہ ہونے کے سبب وہ اسلام سے خارج ہیں اور وہ مسئلہ تکفیر میں بریلویوں کے موقف پر ہیں۔

سوم: اگر اب ان کا کوئی جملہ ان کے موقف کے خلاف ملے گا تو یہ تحریر قبل از علم پر محمول ہوگی۔

(ملخصاص ۱۳۸ تا ۱۴۱ کشف القناع)

جواب:

ہمارے قارئین دیکھ رہے ہیں کہ دفاع اہل سنت کا نام نہاد جواب جو رضا خانی اصولوں سے جواب کہلانے کے لائق نہیں بلکہ عاجزی کی دلیل ہے (اس بحث کو مقدمہ میں دیکھا جا سکتا ہے) میں اس قدر احمقانہ باتیں کر رہے ہیں کہ ان کے اپنے ان کو اچھی خاصی سنا چکے ہوں گے۔ اور اس بات کا کافی وشافی ثبوت قارئین ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ ان شاء اللہ آئندہ صفحات میں جناب پر انہیں کے ہم مسلک علماء کے فتاوی جات کا بوجھ بڑھتا جائے گا اور آخیر کتاب تک ان شاء اللہ یہ کسی کو منہ دکھانے کے قابل بھی نہ رہیں گے۔ ہم اسی لیے کہتے ہیں آپ ہمارے خلاف بخوشی جو لکھنا چاہیں لکھیں لیکن جتنا لکھیں گے اتنا پھنسیں گے اور اتنی ہی اپنی علمیت کا پول سب پر کھولتے چلے جائیں گے۔

کتابت کی غلطی کی بھڑک

اول بات تو یہ سیرت رسول عربی کتاب پر بریلوی حضرات کا یہ موقف ہے کہ یہ بارگاہ رسالت میں مقبولیت کا درجہ رکھتی ہے۔ نیز اس حوالے سے مفتی عبد الحمید رضا خانی نے تو کلی صاحب کو خواب میں دیکھا کہ ایک خوبصورت باغ میں ایک سنہری تخت پر جلوہ افروز ہیں تو دریافت پر پتا لگا کہ اکرام کا اصل سبب ان کی یہی کتاب بنی۔ (سیرت رسول عربی۔ دعوت اسلامی ایڈیشن ص ۲۰)

بات تو یہ ہے کہ اس کتاب کو جب خود رسول اللہ ﷺ نے پسند فرمایا تو کیا ان کو یہ اغلاط نظر نہ آئیں کہ اس کتاب میں انہیں کی خاتمیت زمانی کے منکر (بقول رضا خانیوں کے) کو رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا و مولوی تک لکھا گیا ہے؟ (معاذ اللہ) یعنی نبی ﷺ نے ایک گستاخ کے بارے میں لکھے گئے ان الفاظ کو پسند فرمالیا گویا گستاخی کی تائید کر دی۔ العیاذ باللہ!

دوم: تھوڑی دیر کے لیے تسلیم کہ یہ کتابت کی غلطی ہے، مگر نور بخش تو کلی کی دیگر باتوں کو دیکھنے سے لگتا ہے کہ یہ کتابت کی غلطی نہیں، مثلاً، علامہ قاسمؒ کا نام اسطرح لکھنا کہ:

"مولانا مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی" (سیرت رسول عربی ص ۵۳۸ ضیا القرآن پبلیکیشنز) (ص ۵۵۱ نور الایمان پبلیکیشنز)

پھر اپنی دوسری تصنیف (تذکرہ مشائخ نقشبندیہ) میں اپنے مرشد سائیں کے حوالے سے علامہ قاسم کی فضیلت میں خواب بیان کرنا وغیرہ چہ معنی دارد؟؟ اور سب سے بڑھ کر یہ کتاب (سیرت رسول عربی) بقول تمہارے بارگاہ رسالت ﷺ میں مقبول ہوئی اور تمہارا عقیدہ ہے کہ نبی پاک ﷺ کو ذرے ذرے کا علم ہے تو کیا یہ کتابت کی غلطی حضور نہ دیکھ سکے؟ یا دیکھا تو نشاندہی کیوں نہ کی کہ اس کتاب میں میرے گستاخ کو (رح) لکھا گیا ہے اسے نکال دو؟ رہی بات "ارشاد المفتین" کی تو وہ غلطی اتنی واضح ہے کہ رضا خانی موصوف کو بھی لکھنا پڑا کہ:

"ایک عام سلیم الفطرت انسان بھی اسے کتابت کی غلطی ہی قرار دے گا نہ کہ حقیقت الامر میں مفہوم عبارت کو حقیقت پر مبنی سمجھے گا"

رہ گئی بات مولانا سمیع الرحمن صاحب کے حوالے کی کہ انہوں نے ولید بن مغیرہ کو (رض) لکھا ہے تو اسے اس لیے کتابت کی غلطی پر محمول کیا جائے گا کہ مولانا سمیع الرحمٰن صاحب نے دوسرے کسی مقام پر ولید بن مغیرہ کی تعریف نہیں کی۔لہٰذا ہمارا یہ سوال اب بھی قائم ہے جو دفاع اور ازالتہ الوسواس میں کیا گیا کہ:

"ہم بریلوی حضرات سے سوال کرنا چاہتے ہیں کہ کیا منکر ختم نبوت کو رحمتہ اللہ علیہ کہنا جائز ہے؟؟؟

سوم: اگر یہ کتابت کی غلطی ہے تو مصنف کی زندگی میں یہ کتاب تاج کمپنی سے دو دفعہ چھپی ہے اور طبع دوم تاج کمپنی پر تو خود مصنف کی تقدیم بھی موجود ہے۔اب اگر کتابت کی غلطی ہوتی تو مصنف نشاندہی کرتا کہ بھئی وہ رحمتہ اللہ علیہ یا اس کی علامت غلطی سے آگئی کہ یہ اتنی بڑی غلطی تھی کہ بقول آپ کے آپ نے دنیا کے سب سے بڑے گستاخ کو مسلمانوں کی رجسٹری دے دی جبکہ اس نے بقول آپ کے قادیانیوں کو ختم نبوت پر شب خون مارنے کے رستے دکھائے۔دوسرے ایڈیشن میں وضاحت نہ کرنا اور سکوت اختیار کرنا آپ کے اصول سے تائید کی دلیل ہے۔لہٰذا کتابت کی غلطی کہہ کر جان نہیں چھڑائی جا سکتی ہے۔

چہارم: یہ بھی یاد رہے کہ حضرت نانوتوی ؒ کا ذکر نور بخش صاحب نے جہاں کیا اس سے قبل یہ لکھا ملتا ہے:

''حضور علیہ السلام سے توسل و استغاثہ فعل انبیاء و مرسلین علی نبینا و علیھم الصلوۃ والسلام اور سلف صالحین سے''۔

(سیرت رسول عربی ص ۵۳۱،مکتبہ اسلامیہ)

لیجیے نور بخش صاحب تو حضرت نانوتوی ؒ کو سلف صالحین کی فہرست میں شامل کرتے ہیں اور جناب ان کی مراد کے خلاف ثابت کیئے جا رہے ہیں۔

یہ کتابت کی غلطی نہیں ہے

رضاخانی صاحب کے گھر کا اصول ہے کہ:

''کاتب کی غلطی نہیں ہے کیونکہ کاتب کی غلطی اگر ہوتی تو ایک پریس میں ہوتی دو میں ہوتی یہ کیا بات ہے کہ ہر پریس کے کاتب نے یہی غلطی کی۔کیا کاتبوں نے باہم مشورہ کیا ہوا تھا؟''۔(دیوبندیوں سے لاجواب سوالات ص ۳۲۸)

کتابت کی غلطی ہوتی تو ایک پریس والے سے ہوتی جبکہ ضیاء القرآن والے آج تک '' ''کی علامت کے ساتھ چھاپ رہے ہیں جو خود آپ کے اصول سے کتابت کی غلطی شمار نہیں ہوتی۔

بڑوں کی گستاخیاں کاتب کے گلے میں

مولوی جہانگیر نقشبندی لکھتا ہے:

''وہابی گنگوہی نے صحابہ کی تکفیر کرنے والے کو اہل سنت سے خارج نہ ہوگا فتاوی رشیدیہ میں لکھا ہے کہ اس پر پردہ ڈالنے کے لیے دیوبندیوں نے یہ موقع ہاتھ سے جانے نہ دیا کہ اپنوں کی گستاخی پر پردہ ڈال دو اس پر یہ بہانہ کیا کہ کاتب کی غلطی ہے نہ اس نے لکھا چلو چھٹی ہوئی سب کاتب کی غلطی ہے اس پر فتوی لگاؤ''۔(اقرار علم الغیب ص ۴۸۔۴۹)

لیجیے دیوبندیوں پر اعتراض کرنا ہو تو کاتب کی غلطی کو اپنوں کی غلطیاں کاتب کے سر ڈالنے والا کہہ دو۔لہٰذا اب ہم یہی کہتے ہیں کہ اپنوں

کی غلطیاں وگستاخیاں تھی۔کاتب کے سر منڈھ کر جان نہیں چھوٹے گی۔

بعد کے لوگوں کو عبارت بدلنے کا حق کس نے دیا؟

اب جبکہ جناب کے گھر کے اصول سے یہ ثابت ہوا کہ یہ کتابت کی غلطی نہیں ہے تو پھر یہ حرکت کیوں کی گئی؟ دعوت اسلامی والوں نے تو حد ہی کر دی ان حضرات نے کیا حرکت کی ملاحظہ فرمائیں۔سیرت رسول عربی کے دعوت اسلامی ایڈیشن والوں نے تو تحریف کے سارے ریکارڈ توڑ ڈالے۔دعوت اسلامی کے نسخہ میں ص ۷۴۳ پر ہے:

''مولوی قاسم نانوتوی''(یعنی مولانا ورحم کے الفاظ اڑا دیے)(سیرت رسول عربی ص ۷۴۳)

جبکہ حاشیہ میں لکھ ڈالا کہ:

''سیرت رسول عربی کے سابقہ مطبوعوں میں یہاں تکریم کے الفاظ ہیں لیکن فرقہ وہابیہ اور ان کے اکابرین کے رد پر کتاب انوار آفتاب صداقت پر علامہ مولانا نور بخش توکلی رحمۃ اللہ تعالی علیہ کی تقریظ ہے جس میں آپ فرماتے ہیں''فرقہ وہابیہ۔۔۔کی تردید میں یہ مجموعہ بڑا کارآمد ہے۔۔۔لہذا تکریم کے الفاظ کتابت کی غلطی پر محمول کرتے ہوئے ہم نے حذف کر دیئے ہیں''۔(حاشیہ ص ۷۴۳)

اسے کہتے ہیں مدعی سست گواہ چست!

جب خود توکلی کی زندگی میں دو دفعہ تاج کمپنی والوں کی طرف سے چھپنے پر بھی اس نے کوئی تبدیلی نہ کروائی تو تقریظ کا بہانہ بنا کر تم لوگوں کو کس نے حق دیا کہ ایسی تحریفات کرتے پھرو؟ قارئین گھبرائیں نہیں ہم نے اس عمل کے تحریف ہونے کی بات بھی اپنی طرف سے نہیں رضاخانی گھر سے کی ہے۔چنانچہ کرنل انور مدنی صاحب لکھتے ہیں:

''علامہ کاظمی کا ترجمہ دوسرے ایڈیشن میں ان کے انتقال کے بعد بدلا گیا۔حالانکہ کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ ترجمہ بدلے۔یہ بد دیانتی کی بڑی اور بری مثال ہے''۔(پیر کرم شاہ کی کرم فرمائیاں ص ۲۸)

نیز محمد یوسف مرزا نقشبندی اپنی کتاب''پندرھویں صدی کا ایک عظیم فتنہ نام نہاد دعوت اسلامی''کے ص ۵۴ پر بدلائل کے ساتھ دعوت اسلامی والوں کو محرف ثابت کرتے ہیں۔بلکہ یہاں تک کہتے ہیں کہ تحریف کے بعد تحریف شدہ کتب ہی فروخت کرتے رہتے ہیں یہ لوگ!

(ملخصاص ۵۴)

نیز ص ۳۵ پر لکھتے ہیں:

''تو کیا سرکار دو عالم ﷺ کی توہین نہیں ہے؟ یا پھر سرکار دو عالم ﷺ کو معلوم نہ تھا کہ جس کتاب کو امت کے لیے تحفہ قرار دے رہا ہوں اس کتاب میں شرعی خرابیاں یہاں تک کہ کفریات بھی موجود ہیں۔مذکورہ خواب سے کیا علم غیب مصطفی ﷺ کا انکار لازم نہیں آتا؟ کیا یہ علم غیب مصطفی ﷺ پر حملہ نہیں؟ ہے ضرور ہے۔لیکن ان نام نہاد دعوتیوں کو یہ خواب کو بیان کر کے اپنے ذاتی مفاد کے لیے کچھ چیزوں کو ثابت کرنا تھا''۔(ص ۳۵)

لیجیے یہ ہر دو کتب اس بات کی گواہی دے رہی ہے ہیں کہ کتابت کی غلطی کہہ کر الفاظ حذف کرنا بد دیانتی کی اعلی مثال ہے اور برا عمل ہے۔اب چونکہ یہی رضاخانی کا موقف ہے لہذا انہیں نہ کہیں یہ اس بد دیانتی پر راضی ہو کر قصوروار بن رہے ہیں۔پھر تماشہ یہ کہ یہ کتاب سیرت

رسول عربی کو حضور ﷺ کی بارگاہ میں پسندیدگی ملی ہے لہذا یوسف صاحب کے بقول کتابت کی غلطی کہنے والے حضرات حضور ﷺ کی توہین کے مرتکب بن رہے ہیں۔ نیز یہ آپ ﷺ کے علم غیب کے منکر بن کر بھی گستاخ بن گئے۔

تحریف رضاخانیوں کا آبائی پیشہ ہے

رضاخانی نے جس بندے کو حوالے دینے پر شکریہ ادا کیا ہے وہی ابو حامد لکھتا ہے:

''دیوبندیوں نے اپنے آبائی پیشہ کی وجہ سے (۔۔ؒ یعنی رحمۃ اللہ علیہ) کی علامت جدید ایڈیشن میں ختم کردی ہے''۔

(یہ آئینہ انہیں کے لیے ہے ص ۹۸)

اب جبکہ یہ ثابت ہوگیا کہ رضاخانیوں کے ہاں یہ کتابت کی غلطی نہیں لہذا جن لوگوں نے ترحم کے الفاظ کاٹے یہاں تک کے مولانا کے الفاظ کاٹے وہ سب جان بوجھ کر تحریف کے مرتکب ہوئے ہیں۔ اب اس تحریف کی اصل وجہ سے پردہ ابو حامد نے ہٹادیا۔ اس حوالے سے یہ بات روز روشن کی طرح ثابت ہوئی کہ تحریف کا یہ وطیرہ رضاخانیوں کا ہے۔ یہ بے وقوف خود ایسے عمل کرتے ہیں اور الزام دوسروں پر دھر کر دھوکہ دہی، دجل وفریب اور بے حیائی کی ساری حدیں پار کر جاتے ہیں۔ جن لوگوں کا آبائی پیشہ ہی تحریف ہو اور بڑے حضرات تک اس کام میں ملوث ملیں اور گھر سے ہی اقبالی ڈگریاں برآمد ہوں تو اس جماعت کے ایک ادنی حضرت اور نام نہاد محقق بھی ضرور اس سنت کو پورا کرنے والوں میں سے ہوں گے۔

؎ چمن میں تھیں ڈالیاں ہزاروں مگر مقدر کا کھیل دیکھو
گری اسی شاخ پر ہے بجلی بنایا جس پہ تھا آشیانہ

نور بخش توکلی فتوی کفر کی زد میں

نور بخش توکلی صاحب نہ صرف حضرت نانوتویؒ کو سلف صالحین کی لسٹ میں شامل کرتے ہیں بلکہ ان کو مولانا و مولوی بھی لکھتے ہیں۔ جیسا کہ پیچھے حوالے دیئے جاچکے۔ جبکہ مولانا نانوتویؒ ان رضاخانی بشمول اس رضاخانی صاحب کے کافر ہیں گویا ایک کافر کو مولانا لکھ کر بھی جان نہیں چھوٹتی۔ چنانچہ رضاخانیت کا سرغنہ مولوی احمد رضا لکھتا ہے:

''حضور کی توہین کرنے والے شخص کو مولانا و فخر مسلمانان اور ہادی و رہبر ماننا اگر اس کے اقوال پر اطلاع کے بعد ہے خود کفر و موجب غضب رب ہے''۔ (فتاوی رضویہ جلد ۱۵ ص ۲۶۰)

ایک ایسا شخص جو رضاخانیت کے نزدیک کافر ہے اس کو مولانا کہہ کر خود نور بخش توکلی کافر ہوا نیز احمد رضاخان کی عبارت میں اقوال پر اطلاع کی بات ہے اور ممکن ہے جناب بھی یہی بات کریں بلکہ جناب نے یہ کہا بھی ہے کہ اگر ان کے فتوی تکفیر کے خلاف موقف ہو تو قبل از واقفیت پر محمول کریں گے۔

عدم علم کی بنیاد پر تعریف کا قول بھی ایک ڈرامہ ہے

تو عرض یہ ہے کہ جناب کے نزدیک تو وہ کفر پر مطلع تھے جس کی دلیل انہوں نے انوار آفتاب صداقت پر موجود تقریظ کو بنایا ہے لہذا اب کو

کفر کی پکی مہر لگی ہے جس کی تاویل بھی نہیں ہوسکتی۔ دوم قبل از واقفیت کا قول بھی ایک ڈرامہ اور دفع الوقتی ہے چنانچہ اجمل سنبھلی لکھتا ہے:

''اب باقی رہا مصنف کا قول کہ علماء حرمین شریفین نے اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی شان میں جو الفاظ مدح لکھے وہ قبل از واقفیت لکھے تو اس عقل کے دشمن سے دریافت کرو کیا ناواقفیت میں کوئی کسی کے لیے ایسے الفاظ کہہ سکتا ہے؟۔ دنیا جانتی ہے کہ کسی کی تعریف واقفیت کے بعد ہی ہوا کرتی ہے لیکن مصنف نے جو لکھا وہ اس کی دلی عداوت اور قلبی بخارات کی ترجمانی ہے''۔ (ردشہاب ثاقب ص ۳۹)

لیجئے جناب کا یہ پنچر لگانا کہ قبل از واقفیت پر محمول کیا جائے گا۔ تو اس پر عرض یہ ہے کہ تعریفیں واقفیت کی بنیاد پر ہوتی ہیں لہذا اور جو اس کو نہ مانے ان پر تین فتوے اجمل سنبھلی صاحب لگاتے ہیں:

(۱) عقل کے دشمن ہیں۔

(۲) دلی عداوت کا شکار۔

(۳) قلبی بخار کا شکار۔

لیجئے آپ کی تاویل پر اپنے مفتی کے فتاوی جات سمیٹ لیجئے۔

کیا تحریف سے نور بخش توکلی ایماندار بن جائے گا؟

مولوی اختر رضا لکھتا ہے:

''اب بتاؤ یہاں تو غلطی قدیم نسخے میں ہے اور اس کی اصلاح جدید نسخے میں کی جارہی ہے۔ تو کیا رشید احمد کی یہ گستاخی جدید نسخوں کی تبدیلی سے ایمان بن جائے گی؟؟؟''۔ (دلچسپ مناظر ص ۹۶)

ہم بھی آپ کے اصول سے یہی سوال کرتے ہیں۔

آفتاب صداقت پر تقریظ کا پنکچر اور ٹپی صاحب کی جہالت

اب رہا جناب مظفر حسین صاحب کا یہ کہنا کہ چونکہ نور بخش توکلی کی تقریظ انوار آفتاب صداقت پر موجود ہے اور اس میں حسام الحرمین کا خلاصہ ہے جس پر نور بخش توکلی موئید ہے لہذا وہ تکفیر کے موقف میں رضا خانیوں کے ساتھ ہے۔ تو یہ بھی اپنے ہی اصولوں سے ناواقفی کی دلیل ہے۔ چنانچہ انوار آفتاب صداقت پر توکلی صاحب کی تقریظ میں یہ الفاظ موجود ہیں جو جناب نے نہیں بتائے کہ:

''خاکسار نے انوار آفتاب صداقت مصنفہ مولانا مولوی حاجی قاضی فضل احمد صاحب لدھیانوی کو متعدد مقامات سے دیکھا''۔

(انوار آفتاب صداقت)

تو دیکھئے نور بخش توکلی صاحب نے متعدد مقامات سے دیکھنے کی بات کی ہے۔ متعدد مقامات سے یہ کہاں ثابت ہوا کہ انہوں نے مکمل کتاب کو پڑھ لیا اور یوں وہ تکفیری رضا خانیوں کے ساتھ ہو گئے؟

جبکہ مولانا فقیر محمد جہلمی جن کو رضا خانی اپنے اکابر میں شمار کرتے ہیں وہ لکھتے ہیں:

''پس ظاہر ہے جس چیز کو تفصیلی نظر سے نہ دیکھا جائے۔ اس کے حسن و قبح کی نسبت قطعی فیصلہ نہیں ہوسکتا۔ ایسا ہی مفتی صاحب مرحوم نے پہلے کتاب مرکوز کو سرسری نظر سے دیکھ کر اس کی نسبت مجمل رائے دے دی''۔ (آفتاب محمدی ص ۶۲)

لیجیئے جن توکلی صاحب نے کتاب کو مکمل پڑھا نہیں تو ان کا رضا خانی تکفیری موقف کا قول بھی قطعیت سے نہیں کیا جا سکتا ہے بلکہ توکلی صاحب نے بھی فضل احمد لدھیانوی کی شخصیت کو دیکھ کر مجمل رائے دے دی۔لہٰذا گھر کے اصول سے تقریظ کا سہارا بھی پر کاہ کی حیثیت نہیں رکھتا۔نیز ان کا موقف قطعی رہا ہی نہیں اور اس میں احتمال آ گیا ہے اور رضا خانی اصول یہ ہے کہ:

''حسب قائدہ اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال۔اس سے استدلال نہیں ہو سکتا''۔

(عبارات اکابر کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ، ص ۳۹۳)

لہٰذا آپ کے اصول سے استدلال باطل ہوا۔ایک اور اصول ملاحظہ فرمائیں کوکب اوکاڑوی لکھتا ہے:

''مصنفین اپنی تحریروں پر جن ہستیوں سے تقریظ و تقدیم لکھواتے ہیں انہیں جس قدر مسودہ دکھاتے ہیں اسی قدر ان حضرات کے علم میں ہوتا ہے۔تقاریظ لکھوانے کے بعد مصنفین اپنے مسودوں میں جو اضافہ و تبدیلی کرتے ہیں وہ ان بزرگوں کو نہیں دکھاتے۔مگر ان کی تقریظ اسی طرح شامل رکھتے ہیں یوں مصنف کی طرف سے تبدیلی و اضافہ کی کسی غلطی پر قارئین و ناقدین اس تقریظ لکھنے والے پر بھی اعتراض کر دیتے ہیں اور یوں وہ ہستیاں خواہ مخواہ معترضہ بن جاتی ہیں''۔(والدین رسالت مآب ﷺ، ص ۱۵)

لیجیئے جب اس قدر بات آپ کے گھر میں بات موجود ہے کہ مقرظ بسا اوقات مسودہ میں تغیر و تبدل سے بھی ناواقف ہوتا ہے لہٰذا موصوف کو تقریظ کا سہارا بھی سود مند نہیں۔اب ان مسلمہ اصولوں کے ہوتے ہوئے بھی ڈھیٹ بن کر اس کو ہمارے مقابل پیش کرنا اپنے مسلمہ اصولوں کا خون کرنے کے مترادف ہے۔اس خونی حرکت پر ابو عبد اللہ نقشبندی لکھتا ہے:

''یہ ایسا مکار دجال اور دھوکہ باز ہے کہ مسلمہ اصولوں کا خون کرتے ہوئے بھی اس کو ذرہ بھر حیا نہیں آتی''۔

(ہدیہ بریلویت پر ایک نظر، ص ۱۵۳)

کسی بدعتی کے حوالے ہمارے خلاف نہیں پیش کیے جا سکتے

جناب نے انوار آفتاب صداقت کے حوالے ہمارے خلاف پیش کیے ہیں حالانکہ جناب کا خود کا یہ اصول ہے کہ:

''بس جو بندہ بقول غازی پوری خود بدعتی ہو اس سے اہل سنت و جماعت کی تکفیر میں فتویٰ نقل کرنا چہ معنی دارد؟''۔

(کشف القناع، ص ۲۶۳)

ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ انوار آفتاب صداقت والا خود ایک بدعتی ہے تو اس کے فتوی ہم پر پیش کرنا چہ معنی دارد؟

قارئین کرام! یہ یاد رکھیں کہ یہ آدمی ایسا بے شرم ہے کہ خود ہی کئی جگہ اپنے ہی مسلمہ اصولوں کو اس نے کتاب میں توڑا جیسا آگے بھی آپ وقتاً فوقتاً پڑھیں گے اس کی وجہ یہی ہے کہ یہ بیچارہ تو اس باب میں بالکل جاہل ہے جب چار پانچ عقل سے فارغ بھوسے بھرے ہوئے بھیجے کوئی کتاب لکھنے کیلئے بیٹھیں گے تو ایسا ہی تضاد ہو گا یہ بیچارہ خوش ہو رہا ہو گا کہ کتاب پر میرا نام آ گیا میں تو بہت بڑا محقق ہوں مگر موصوف کے ساتھ اس کے ساتھی''ہاتھ'' کر گئے۔

نور بخش توکلی کے بدمذہب ہونے پر ایک اور دلیل

بالفرض ایک لمحہ کے لیے مان بھی لیا جائے رحمہ اللہ علیہ نہیں لکھا ہوا تھا تب بھی مولانا قاسم نانوتویؒ کا حوالہ سلف و صالحین کی لسٹ میں

دیا۔ یہ بھی توکلی کے آپ کے اصول کی روشنی میں کافر ہونے کی دلیل ہے کیونکہ پیر کرم شاہ کے بدمذہب ہونے کی ایک دلیل تم لوگوں نے یہ بھی لکھی ہے کہ انہوں نے مودودی و مولانا تھانوی اور شیخ الہندؒ کے حوالے ضیاء القرآن میں دیئے۔ چنانچہ رضاخانی ماہ نامہ رضائے مصطفی میں لکھا ہے:

''مقام تعجب ہے کہ پیر صاحب نے بوقت تفسیر منکرین شان رسالت و مخالفین اہل سنت کی شخصیات کو پیش کرتے وقت اتنا بھی نہ سوچا کہ اس طرح ان سے حسن ظن رکھنے والے اہل سنت و مسلک اعلیٰ حضرت کو کس قدر ٹھیس پہنچے گی۔ دیوبندی مودودی وہابی مکتب فکر کو کتنی تقویت حاصل ہوگی۔ بے خبر اشخاص ایسے غلط اشخاص وان کی عبارات و بیانات کو حجت و سند سمجھ کر گمراہ ہوں گے۔ اور خود ضیاء القرآن کی اہمیت میں واقع کمی ہوگی کہ اگر مودودی کی تفہیم القران و تھانوی کے بیان القرآن اور دیوبندی شیخ الہند کے حاشیہ قرآن تفسیر ماجدی جیسی کتابوں کے حوالے پیش کرنا ہے تو پھر ضیاء القرآن کی کیا ضرورت ہے؟''۔ (ماہ نامہ رضائے مصطفی جون ۱۹۷۸ء)

لیجئے گویا دیوبندی حوالے دینے پر اگر پیر کرم شاہ بدمذہب ہے تو توکل شاہ انبالوی بھی شیخ نانوتویؒ کے حوالے دے کر اور وہ بھی سلف و صالحین کے ضمن میں دے کر بڑا گمراہ و بدمذہب ہے۔

مولانا نانوتویؒ اور خواجہ قمر الدین سیالوی صاحب

دفاع اہل سنت میں علامہ ساجد خان صاحب نے خواجہ قمر الدین صاحب کا موقف ڈھول کی آواز کتاب سے نقل کیا تھا کہ وہ مولانا نانوتوی کو مسلمان مانتے ہیں بلکہ یہ کہتے ہیں کہ جو معنی خاتم النبیین کے انہوں نے بیان کیے معترضین کی عقل وہاں پہنچ نہ سکی۔ پھر فوز المقال جلد ۳ ص ۵۵۳ سے قمر الدین سیالوی صاحب کے موقف کی تائید میں ان کے مرید کی بات نقل کی تھی کہ:

''حضور شیخ الاسلام سیالوی نے ایک مرتبہ کسی دیوبندی مولوی کے سامنے مولوی قاسم نانوتوی کی کتاب تحذیر الناس کے بارے میں چند الفاظ فرمائے۔ اسے خانوادہ دیوبند نے بڑے پیمانے پر شائع کیا''۔ گویا خود یہ خواجہ صاحب کے مرید کو بھی مسلم ہے کہ جو بات خواجہ صاحب نے کہی اسی کو بڑے پیمانے پر خانوادہ دیوبند نے شائع کی۔ کوئی بات اپنی طرف سے نہ کی''۔ (دفاع اہل سنت ص ۷۳ ملخصا)

رضاخانی جواب کا خلاصہ

ڈھول کی کتاب دیوبندیوں کی کتاب ہے۔ جس کو ساجد خان صاحب اپنی کتاب ازالۃ الوسواس ص ۸۶ پر موجود اصول سے پیش نہیں کر سکتے۔ پھر تذکرہ پیر سیال سے عبارت نقل کی کہ خواجہ صاحب ایک دعوت کو قبول کر کے وہاں پہنچے تو وہاں علماء کرام نے کافی تعداد میں حاضر ہو کر قدم بوسی کی سعادت پائی۔ وہاں خواجہ صاحب نے اکابرین اہل سنت پر گفتگو شروع کی۔ جس میں مولوی فضل حق مولوی احمد رضا کی خدمات پر گفتگو کی مولوی سردار صاحب کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ لوگ شاہ اسماعیل کو شہید کہتے ہیں حالانکہ وہ قتل ہوا ہے اور اس نے اہل سنت کے عقیدہ کے خلاف جنگ کی نہ کہ سکھوں کے ساتھ۔ اور شاہ اسماعیل نے تقویۃ الایمان کتاب لکھی جو کتاب التوحید کا ترجمہ ہے اس میں کافی زہریلی باتیں لکھیں اور پھر نانوتوی صاحب نے تحذیر الناس میں لکھا کہ اگر بعد زمانہ نبی کوئی نبی آجائے تو ختم نبوت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ ایک دفعہ مسائل پر گفتگو ہوئی تو خواجہ صاحب نے فرمایا جو فتوی احمد رضا نے دیا ہم اس کو صحیح مانتے ہیں۔ نیز زلزلہ کتاب کی تعریف کی۔ (ملخصا کشف القناع ص ۱۴۲۔ ۱۴۳)

پھر کہا اس حوالہ سے خواجہ صاحب کا نانوتوی کے بارے میں موقف واضح ہو جاتا ہے پھر ایک فتویٰ نقل کیا جس کو جناب نے خواجہ صاحب سے منسوب کیا۔ اور آخر میں مکتوب کے عکس کے لیے دعوت وفکر از منشاء تابش قصوری کی طرف مراجعت کا مشورہ دیا۔

(ملخصا کشف القناع ص ۱۴۶)

جواب:

قارئین کرام! ہمیں یہ یقین کامل ہو گیا ہے کہ رضا خانی صاحب نرے جاہل ہیں۔ اس کے کچھ دلائل پیچھے گزر چکے ہیں کچھ ساتھ ساتھ آتے رہیں گے۔

اول تو مولانا ساجد خان صاحب نقشبندی نے ڈھول کی آواز کا حوالہ دے کر پھر فوز المقال کا حوالہ دیا تھا جس سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوتی تھی کہ خواجہ صاحب کے مرید تک نے یہ تسلیم کیا ہے کہ جو خواجہ صاحب نے کہا اسی کو خانوادہ دیوبند نے چھاپا۔ لہٰذا انہوں نے اپنے پیٹ سے کوئی بات نہ کی تھی۔ لیکن اس رضا خانی کی بے بسی دیکھئے کہ اس حوالے کو ہاتھ نہ لگایا اور ادھر ادھر کے حوالے لے کر آ گیا۔ کیا آپ اس کو جواب کہہ رہے ہیں؟ بھئی جس حوالے سے ہمارا استدلال تھا اس کو ہضم کر کے یہ کون سا جواب دیا جا رہا ہے؟ ہم یہ سمجھنے سے قاصر ہیں کہ رضا خانی اس کو جواب کہہ رہے ہیں جس کو خود رضا خانی اصولوں سے جواب کہا ہی نہیں جا سکتا ہے، بلکہ یہ تو خود رضا خانی اصول سے عاجزی اور اپنی کتابوں سے بے زاری کی دلیل ہے۔ چنانچہ مولوی غلام رسول سعیدی کی کتاب میں ہمیں یہ اصول ملتا ہے:

''اس کتاب (یعنی توضیح البیان جو کہ امام اہل سنت مولانا سرفراز خان صفدرؒ کی تصنیف ہے اس کا بزعم خویش جواب۔ از راقم) کا جواب لکھنے والے کو یہ خیال رکھنا پڑے گا کہ وہ ان تمام باتوں کا جواب دے گا جنہیں توضیح البیان میں پیش کیا گیا۔ ورنہ جن کتابوں پر اعتراض کا جواب نہ دیا گیا ہم سمجھیں گے کہ مبتدعین دیوبند یا تو ان سے بے زار ہیں یا ان کے جواب سے عاجز ہیں''۔ (توضیح البیان ص ۳۳)

اسی طرح رضا خانی خود لکھتا ہے:

''اس تحریر کے اندر ہمارے مضمون کا جواب نہ دینا ان کی شکست فاش کا بین ثبوت ہے۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ہمارے جواب نے ان کو ایسا مبہوت اور ششدر کر دیا ہے کہ جواب الجواب میں ایک جملہ بھی نہ لکھ پائے گویا کہ اس دیوبندی گیدڑ نے خاموشی میں ہی اپنی عافیت سمجھی اور اس طرح کا گنگ پنا اختیار کیا کہ گویا حضرت کے منہ میں زبان ہی نہیں۔ ویسے تو فضول ولایعنی بکواس کرنے اور الزامات لگانے کے لیے ان کی یہ زبان دو گز لمبی ہو جاتی ہے۔ اب نہ جانے دیوبندی موصوف کیوں خاموش ہیں۔ یہ ہمارے مسکت اور دندان شکن دلائل کا اثر ہے کہ موصوف نے چپ سادھ لی اسے کہتے ہیں۔ جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے''۔

(کشف القناع عن مکر ما وقع فی الدفاع ص ۱۳۰)

بغور پڑھیے اور خود سوچیے توضیح البیان کتاب کے اصول سے جناب یا تو جواب سے عاجز ہیں یا اپنی کتب سے بے زار! جو بھی بات ہو اتنا تو ثابت ہوا کہ یہ جناب نے کوئی جواب نہیں دیا بلکہ یہ جناب کی جواب سے عاجزی کی بین دلیل ہے اور اپنے ہی اصول سے شکست فاش کی دلیل ہے جو زبانیں دو گز لمبی علماء حقہ پر بھونکتی ہیں وہی زبانیں اس حوالہ پر خاموش ہیں وغیرہ۔ بہر حال جناب نے ہمارے اس استدلال کا اپنے اصولوں سے کوئی جواب نہیں دیا۔ نیز جناب نے خود لکھا ہے:

''بقیہ راقم الحروف اپنے فریق مخالفت کی طرف سے اب اس کو جواب تصور کرے گا جس میں راقم الحروف کے دونوں مضامین کا مکمل

جواب دیا جائے گا ایسا جواب جواب تصور نہیں کیا جائے گا جس میں خلاصہ کے نام پر جان چھڑانے کی کوشش کی گئی ہو''۔
(دافع ازالۃ الوسواس ص ۴۔۵)

خود تو جناب یہ اصول بنائیں اور ہمارے پیش کردہ حوالوں کو ہضم کر جائیں یہ دورنگیاں کس سبب سے ہیں؟ ۔ثابت ہوا جناب نے ہمارے پیش کردہ حوالوں کا جواب نہ دے کر خود ہی اپنی اس تحریر کا جواب نہ ہونا تسلیم کرلیا۔

؎ جن پہ تکیہ تھا وہی پتے ہوا دینے لگے

پھر جناب نے خود کشف القناع میں سیف الجبار کے حوالے ہمارے رد میں دئے ہیں حالانکہ سیف الجبار فضل رسول بدایونی جیسے متعصب بندے نے لکھی جو ہم پر حجت نہیں، دفاع جلد اول میں اس کے حجت نہ ہونے کو مولانا بیان کر چکے ہیں ۔لیکن ایک دفعہ پھر اسی کتاب کو ہم پر پیش کر دیا۔لہذا جس اصول سے جناب نے سیف الجبار ہم پر پیش کی اسی اصول سے ڈھول کی آواز کو تم پر پیش کر دیا گیا ہے ۔اب چیخنا کس بات کا اور کس بات کا شور؟

اس کے بعد تذکرہ پیر سیال کا حوالہ دے کر خواجہ صاحب کا تکفیری مؤقف ثابت کرنے کی کوشش کی لیکن یہ نہ دیکھا کہ اپنے مدمقابل پر خود اپنی ہی کتاب کا حوالہ پیش کر دیا جو خود اپنے ہی اصولوں کا خون ہے ۔ چنانچہ آپ تذکرہ پیر سیال کا حوالہ خود اپنے اصولوں سے پیش نہیں کر سکتے کہ خود موصوف لکھتے ہیں:

''میدان مناظرہ میں یا تو مسلم بین الفریقین دلایل سے استدلال کیا جاتا ہے یا مسلمات خصم کو دلیل بنایا جاتا ہے مگر دیوبندی موصوف اتنے جاہل و بے عقل ہیں کہ دلیل کے طور پر اپنی کتابیں پیش کرتے ہیں ۔اگر انہیں اپنی کتابیں ہی پیش کرنا منظور تھا تو یہ کتاب لکھنے کی انہیں کیا ضرورت؟''۔(کشف القناع ص ۱۷۶)

لیجئے ہم سمجھتے ہیں کہ تذکرہ پیر سیال کو پیش کرنے پر خود انہیں کے تبصرہ سے بہتر تبصرہ کوئی اور نہیں ہوسکتا۔ نیز یہ بات بھی ثابت ہوئی کہ جناب اپنے ہی فتوی سے جاہل اور بے عقل ہونے کا بین ثبوت ہمیں دے چکے ۔جناب کے قلم کی جولانیاں دیکھ کر یہی کہا جاسکتا ہے کہ

؎ کس دھن میں بہہ رہی ہے مری کشتی حیات
طوفاں نگاہ میں ہے کہ ساحل نگاہ میں

رہا جناب کا خواجہ قمر الدین سیالوی کا فتوی پیش کرنا۔اس حوالے سے عرض یہ ہے کہ یہ بھی اپنے اصول سے پیش نہیں کر سکتے ۔ نیز آپ لوگوں کا چونکہ ''کریمینل ریکارڈ'' ایسا ہے کہ آپ لوگ فتاوی جات گھڑ لیتے ہو۔ چنانچہ آپ کے گھر کی کتاب میں موجود ہے کہ آپ کے بڑے فتاوی جات گھڑ لیتے تھے۔ پیر کرم شاہ کی کرم فرمائیاں ص ۲۱ پر یہ عنوان قائم کیا ہے:

''مفتی عبدالقیوم ہزاروی پر ظلم بعد از وصال

مسئلہ ذنب پر مفتی صاحب کا ایک فتوی رسالہ نظامیہ مفتی نمبر میں درج کیا گیا ہے۔ جوکہ جعلی ہے نہ مستفتی کا پتہ ۔۔۔نہ مفتی صاحب کے ہاتھ کی تحریر ہے ۔ یہ کسی شیطان کی شرارت ہے جو سعیدی ہے''۔(ص ۲۱)

ایک جگہ لکھا ہے کہ:

''قارئین کرام! بعد از وصال جو فتوی نظامیہ میں چھپا وہ جعلی ہے اور صدیق ہزاروی کے شیطانی ذہن کا اختراع ہے''۔(ص ۸۵)

لیجئے جب جناب کے بڑے اپنے بزرگوں کی وفات کے بعد ان کے نام سے جعلی فتوے گھڑلیتے ہیں تو یہ فتوی بھی اسی قبیل سے ہے۔
چنانچہ جناب کے پیش کردہ فتوی کے جعلی ہونے کا ثبوت بھی ملاحظہ فرمائیں۔انوار قمریہ حصہ سوم میں یہ فتوی موجود ہے:
''زید یہ کہتا ہے کہ خاتم النبیین کے معنی صرف آخری نبی اگرنہ بھی لیا جائے بلکہ یہ معنی بھی کرلیا جائے کہ تمام انبیاء کرام حضور اقدس ﷺ کے انوار و فیوض سے مقتبس ہیں نہایت مناسب ہوگا۔کیا زید پر فتوی کفر لگایا جاسکتا ہے یا نہیں؟
جواب میں لکھا کہ اس قول پر زید کو کافر نہ کہا جائے''۔(نیچے نانوتویؒ کا نام آیا تو فتوی بازی شروع کردی)(انوار قمریہ حصہ سوم ص ۱۴۹)
اب دیکھئے کہ جب ایک عام آدمی نے سوال کیا کہ خاتم النبیین کا یہ معنی کیا جائے تو کہا اس کی تکفیر نہ کی جائے لیکن مولانا نانوتویؒ کا نام آیا تو فتاوی جات شروع۔تو یہ بات اس کی بین دلیل ہے کہ دراصل زید کے نام، پر جو فتوی تھا وہ حضرت نانوتوی ہی کے متعلق تھا اگرچہ حضرت کا موقف غلط رنگ میں پیش کیا گیا لیکن خواجہ صاحب نے پھر بھی اسے کافر نہیں کہا۔مگر رضاخانیوں نے بعد میں اعتراض سے بچنے کیلئے ان کے مرنے کے بعد حضرت نانوتویؒ کے نام پر ان سے منسوب جعلی فتوی گھڑلیا۔پھر جناب کے ہی پیش کردہ حوالے میں (جو کشف القناع ص ۱۴۴) پر موجود ہے۔از راقم) وہی بات موجود ہے کہ:
''زید یہ کہتا ہے کہ خاتم النبیین کے معنی صرف آخری نبی اگرنہ بھی لیا جائے بلکہ یہ معنی بھی کرلیا جائے کہ تمام انبیاء کرام حضور اقدس ﷺ کے انوار و فیوض سے مقتبس ہیں نہایت مناسب ہوگا۔کیا زید پر فتوی کفر لگایا جاسکتا ہے یا نہیں؟
جواب میں لکھا کہ اس قول پر زید کو کافر نہ کہا جائے''۔(کشف القناع ص ۱۴۴)
حالانکہ تم لوگ تو ایسے کی تکفیر کرتے ہو جو ختم نبوت کا معنی آخری نبی کے علاوہ کوئی اور کرے۔چنانچہ غلام مہر علی لکھتا ہے:
''آیت خاتم النبیین صرف ختم نبوت زمانی میں محصور ہے اس کا انکار کفر ہے''۔(دیوبندی مذہب ص ۱۷۲)
لیجئے ختم نبوت کا معنی آخری نبی ہی ہے اس کا انکار کفر ہے جبکہ جناب کے پیش کردہ فتوے میں زید نے جو دوسرا معنی بھی لیا وہ تو غلام مہر علی صاحب کے نزدیک کفر تھا جبکہ خواجہ صاحب نے زید کو کافر نہ کہا لہذا خواجہ صاحب کفر کے گھاٹ اتر گئے رضاخانی اصولوں سے۔اب یا تو خواجہ صاحب کو کافر مان لیں یا لامحالہ یہ کہیں کہ یہ فتوی ہی اکابر کی سنت پر عمل کر کے گھڑا گیا ہے ورنہ خواجہ صاحب ہرگز حضرت نانوتویؒ کی تکفیر نہیں کرتے تھے! بندہ خدا عجیب دلیل دی ہے اپنے موقف پر کہ خواجہ صاحب کو ہی کفر کے گھاٹ اتار لیا۔نیز خواجہ صاحب کو اگر اب مسلمان کہیں گے تو اپنے اصولوں سے کافر ہو جائیں گے۔دیکھئے اونٹ کس رخ بیٹھتا ہے۔یا تو فتوی ہی کو جعلی کہہ دیں یا خود کو کافر مان لیں۔

؎ دیکھئے جب ساتھ دے تقدیر تو
راہ پہ اس بت کو ہم لاتے تو ہیں

بہر حال جناب کے پیش کردہ فتوی سے ہی جناب کے موقف کی تائید نہیں ہوتی اور خود پیش کردہ عبارت بریلویت کے لحاظ سے کفر ہے۔
یہ بات اس چیز کی دلیل ہے کہ یہ فتوی تم لوگوں نے خواجہ صاحب کی زندگی کے بعد اپنے لوگوں کے دباؤ پر گھڑلیا۔
جہاں تک منشاء تابش قصوری کی کتاب کی طرف مراجعت ہے تو وہ تو جھوٹ کا پلندہ ہے اس میں تو علامہ اقبال کی طرف بھی علمائے دیوبند کی تکفیر سے متعلق ایک تحریر منسوب ہے جو بالکل جعلی ہے۔(ملاحظہ ہو تفصیل دفاع اہل السنۃ والجماعۃ جلد دوم) تو جو آدمی علمائے دیوبند کی تکفیر کے شوق میں علامہ اقبال پر جھوٹ گھڑ سکتا ہے اس نے اگر اپنے مولوی پر جھوٹ گھڑلیا تو کونسی بڑی بات ہوگئی؟

نیز سوال یہ ہے کہ کیا حضرت مولانا گنگوہی رحمہ اللہ کی طرف کذاب اعظم نے حسام الحرمین میں جو جعلی فتوی منسوب کیا اس کی تردید اور جعلی ہونا ہم اپنی کتب سے ثابت کرتے ہیں تو کیا رضاخانی اسے تسلیم کرتے ہیں؟ ہر گز نہیں تو اپنے فتووں سے جان چھڑانے کیلیے اپنے مولوی کی کتاب کا حوالہ کس اصول سے دے رہے ہو؟ ہمیں بھی یہ تسلیم نہیں۔

احمد رضا خواجہ صاحب سیالوی کے فتوی سے کافر ہے

احمد رضا نے مسئلہ امکان کذب کے باعث شاہ اسماعیل صاحب شہیدؒ پر ۷۸ وجہ سے لزوم کفر کو ثابت کر کے سبحن السبوح میں بالآخر ص ۸۰ طبع اول پر یہی لکھا کہ:

''حاشاء اللہ ہزار بار حاشاء اللہ میں ہر گز ان کی تکفیر پسند نہیں کرتا میں ان مدعیان جدید کو ابھی تک مسلمان ہی جانتا ہوں ۔۔۔ الخ''۔
(حسام الحرمین مع تمہید ایمان ص ۱۳۳۔۱۳۴)

جبکہ غلام نصیر الدین صاحب خواجہ صاحب کی طرف ایک عبارت منسوب کرتے ہوئے لکھتا ہے: ''تحقیق یہ لوگ کافر ہو گئے کیونکہ انہوں نے اللہ کی طرف امکان کذب منسوب کیا''۔ (عبارات اکابر کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ جلد ا ص ۶۹)

اب خواجہ صاحب تو امکان کذب کی بنیاد پر کفر کا فتوی دے رہے ہیں اور رضا خان صاحب ایسے لوگوں کو کافر نہیں کہتے تو لیجئے نتیجہ یہ نکلا کہ ایک کافر کو کافر نہ کہنے پر احمد رضا اپنے اصول سے کافر ہو گیا۔

شاہ اسماعیل شہیدؒ نے سکھوں کے خلاف جہاد کیا لہذا شہادت پائی

ہم یہاں جناب کے تذکرہ پیر سیال کے حوالے میں جو بات سردار احمد لائل پوری جیسے متعصب کے حوالے سے کی گئی (کہ شاہ اسماعیل صاحب شہید نہیں ہوئے بلکہ اہل سنت کے خلاف لڑتے ہوئے قتل ہوئے ہیں معاذ اللہ) کا بھی جھوٹ ہونا بریلوی کتب سے ہی ثابت کئے دیتے ہیں تا کہ قارئین کسی ابہام میں نہ رہیں۔ چنانچہ مقیاس الحنفیت میں مولوی عمر اچھروی لکھتے ہیں:

''مولوی اسماعیل صاحب اور سید احمد صاحب نے سرحد ہند وافغانستان میں آ کر آزاد قبائل کو سکھوں کے برخلاف جہاد کے واسطے بھڑ کایا۔۔۔ سکھوں کے مقابلہ میں شکست فاش ہوئی اور ۱۲۴۶ھ میں سکھوں کے ہاتھوں قتل کروا دئے''۔ (مقیاس ص ۵۶۵)

لیجئے اس حوالے سے یہ بات سامنے آئی کہ جہاد سکھوں کے ساتھ ہی کیا گیا تھا جس کے نتیجہ میں شہادتیں ہوئیں۔ اسی طرح تقدیس الوکیل کے حاشیہ میں یہ بات ہے:

''مولوی اسمعیل صاحب دہلوی ابن شاہ عبد الغنی ابن شاہ ولی اللہ دہلوی سید احمد صاحب رائے پوری کے مرید تھے۔ ۱۲۴۶ھ مطابق ۱۸۳۱ء میں بمقام بالاکوٹ سکھوں سے لڑتے ہوئے راہی ملک عدم ہوئے''۔ (تقدیس الوکیل ص ۳۶)

لیجئے یہاں بھی یہی بات ملی کہ جہاد سکھوں کے خلاف تھا لہذا ان سے لڑتے ہوئے وہ شہید ہوئے۔ کتنا بڑا جھوٹ ہے کہ ان کے متعلق یہ کہہ دیا کہ انہوں نے اہل سنت کے خلاف ہی میدان جنگ گرم کیا۔ شرم آنی چاہیے ایسی بے تکی باتیں کرنے پر جن کا بطلان خود ان کے گھر سے ہو جاتا ہے۔ تو جو اس تاریخی حوالے سے اتنا بڑا جھوٹ بول سکتے ہیں انہوں نے اگر خواجہ قمر الدین سیالوی صاحب کی طرف کوئی جھوٹا فتوی منسوب کر دیا تو کونسی بڑی بات ہو گئی؟

خواجہ غلام فرید چاچڑاں صاحب

دفاع اہل سنت میں مناظر اہل سنت مولانا ساجد خان صاحب نے خواجہ غلام فرید صاحب کی مقابیس المجالس سے حوالہ پیش کیا تھا کہ خواجہ صاحب نے مولانا گنگوہیؒ اور مولانا نانوتویؒ کی تعریف کی اور کہا کہ یہ صحیح معنوں میں حاجی امداد اللہؒ کے خلیفہ اور اہل طریقت تھے حالانکہ بعض صوفی حضرات غلط فہمی میں ان کو وہابی کہتے ہیں۔ (ملخصا دفاع اہل سنت ص ۳۸)

رضاخانی جواب کا خلاصہ:

مقابیس المجالس خواجہ غلام فرید کی تصنیف نہیں مولوی رکن الدین نے ترتیب دی ہے۔ نیز یہ اول روز سے ہی متنازع رہی ہے اس کو کسی دور میں مستند حیثیت نہیں دی گئی۔ اصل کتاب میں الحاق کر دیا گیا ہے۔ اس کتاب میں مرزا قادانی کے متعلق تائیدی الفاظ پائے جاتے ہیں اسی طرح گنگوہی و نانوتوی کے بارے میں ملحق عبارات کے سبب ان کو مسلمان نہیں کہا جا سکتا۔ اس عبارات کے الحاقی ہونے کی دلیل یہ بھی ہے کہ خواجہ صاحب نے فوائد فریدیہ میں وہابیہ کو باطل فرقوں میں شمار کر کے رد کیا ہے۔

علاوہ ازیں ۱۸۹۴ء میں غلام دستگیر قصوری اور خلیل احمد انبیٹھوی کے درمیان مناظرہ ہوا جس میں حکم خواجہ غلام فرید تھے۔ اس میں دیوبندیوں کو جہنمی قرار دیا۔ پھر لکھا کہ:

''حضرت خواجہ کے فیصلہ کے بعد خلیل احمد کو گرفتار کرنے تھانیدار پہنچ گیا تھا۔ خواجہ صاحب فریقین کی گفتگو سن کر دیوبندیوں کو گستاخ سمجھیں اس سے ثابت ہوا کہ یہ عبارات الحاقی ہیں۔ خواجہ محمد بخش نے اشارات فریدی پڑھتے وقت یہ فرمایا کہ میاں رکن الدین نے ملفوظات جمع کر کے نجات کا سامان کیا مرزا اور دیگر کے متعلق افتراء درج کر کے اپنی محنت ضائع اور آخرت خراب کر لی۔

پھر احتساب قادیانیت کے حوالے سے لکھا کہ خود دیوبندیوں کو تسلیم ہے کہ یہ کتاب الحاقی ہے۔ اس کا ناشر بھی دیوبندیوں کا آلہ کار ہے لہٰذا یہ معتبر نہیں۔ (کشف القناع ص ۱۴۶ تا ۱۴۸ ملخصا)

جواب:

اول بات تو یہ ہے کہ دفاع اہل سنت میں مقابیس المجالس کے معتبر ہونے کے دلائل دیئے گئے تھے جسکو جناب جواب دیتے وقت کم ازکم دیکھ لیتے اور اس پر بھی کچھ عرض کر دیتے۔ مگر موصوف تو جواب دینے کے بجائے ان سب حوالہ جات کو ہی گول کر گئے اور اپنے ہی اصول کے تحت ان حوالہ جات کا لاجواب ہونا تسلیم کر لیا۔

دوم جناب نے اس کتاب کو محرف ثابت کرنے پر زور لگایا ہے اور بہت زور لگا کر یہ بات کہی ہے کہ اس میں الحاق ہو گیا تھا۔ جبکہ جناب کی یہ حرکت خود رضاخانیوں کو قابل قبول نہیں ہے۔ چنانچہ مولوی حشمت علی لکھتا ہے:

''یوں تو ہر بے دین کو اختیار ہے کہ جس مسلم بزرگ کی کتاب میں اپنی بے دینی کا رد و ابطال دیکھے فوراً کہہ دے کہ اس کتاب کے ان بزرگ کی تصنیف ہونے میں کلام ہے''۔ (فتاوی حشمتیہ، جلد ا ص ۲۲۱)

دیکھئے کیسی منظر کشی کرتے ہوئے حشمت علی صاحب نے مظفر صاحب کے بے دینی کا پردہ چاک کیا ہے۔ لہٰذا ہم یہی کہتے ہیں بجائے انکار کے جواب دیا جائے۔

مولوی احمد رضا کا اصول اور مقابیس المجالس

مولوی احمد صاحب کے بقول کتاب کے متداول ہونے کے بعد اس میں تغیر وتحریف کا امکان نہ مانیں گے اور پھر متداول کا معنی یوں کرتے ہیں:

''تداول کے یہ معنی ہیں کہ کتاب جب سے اب تک علماء کے درس وتدریس یا نقل وتمسک یا ان کی مطمع نظر رہی ہے۔جس سے روشن ہو کہ اس کے مقامات ومقالات علماء کے زیر نظر آچکے اور وہ بحالت موجودہ اسے مصنف کا کلام مانا کئے'' ۔(فتاوی رضویہ قدیم جلد ۶ ص ۳۰۹)

لہذا مذکورہ عبارت سے یہ بات واضح ہوئی کہ اگر یہ بالفرض مان بھی لیا جائے کہ مقابیس المجالس میں تحریف ہوئی ہے تو جس جگہ تحریف ہوئی علماء نے وضاحت کردی کہ یہاں مرزائیوں کے حق میں یہ بات ہے لہذا یہ تحریف ہے۔ان اس کے علاوہ یہ علماء کی نظر سے بھی گزرچکی اور اس کتاب کو معتبر بھی مانا گیا۔کسی نے بھی ان جگہوں پر تحریف کا انکشاف نہیں کیا جو ہم نے پیش کی۔آج کے دو ٹکے کے لوگوں کی بات نہیں جو تمہارے معتبر ہیں ان مقامات پر تحریف کے حوالے سے خاموش ہیں لہذا یہ مقامات بالکل محرف نہیں۔لیجئے ہم نے آپ کے مجدد سے ایک اور اصول دے کر آپ کے انکار کی وجہ کو ختم کرڈالا ہے۔

نیز مولوی احمد رضا کا یہ قول ہے کہ تحریف ثابت کرنے کا یہ طریقہ ہے کہ اصل مسودہ مصنف سے دکھایا جائے۔نیز مولوی احمد رضا نے شیخ عبد الوہاب شعرانی کے حوالے سے ابن عربیؒ کی کتب میں تحریفات مانی ہیں۔(دیکھئے انہار الانہار)

لیکن کیا ان تحریفات کے سبب سے تمام کتب ابن عربی کو چھوڑ دیا جائے گا؟ نہیں مولوی احمد رضا کے بقول جن عبارات کا محرف ہونا دلائل سے ثابت ہوگا اسی جگہ تحریف مانی جائے گی اور تحریف ثابت کرنے کا اصل طریقہ یہ ہے کہ اصل مسودہ مصنف سے دکھانا پڑے گا۔ہم بھی آپ کے اعلی حضرت کے اصول کے سبب آپ سے مطالبہ کرتے ہیں کہ تحریف کے مدعی اپنے گھر کے اصول کی روشنی میں اصل مسودہ مصنف سے دکھائیں ورنہ مولوی احمد رضا کے اصول پر تحریف نہ مانی جائے گی اور آپ کی بات بے دلیل ہونے کے سبب آپ ہی کے گھر کے اصولوں سے بھی مردود ہوجاتی ہے۔نیز مرزائیوں کے حوالے سے تو آپ نے غلام جہانیاں کے حوالے سے تحریف کی بات کی لیکن کیا ہماری پیش کردہ عبارت میں بھی تحریف ہوئی؟ اس حوالے سے کوئی ثبوت نہیں ہے۔لہذا واضح دلائل لائیں۔

کیا کسی کتاب میں تحریف سے پوری کتاب غیر معتبر ہوجائے گی؟

ہم یہاں پر ایک بات یہ بھی کرنا چاہتے ہیں کہ رضاخانیوں کے ہاں بڑی بڑی کتب میں غیر مستند اقوال پائے جاتے ہیں لیکن اس سے پوری کتاب غیر مستند ہرگز نہیں ہوتی۔جیسا کہ رضاخانی صاحب جان چھڑانے کی کوشش میں ہیں۔چنانچہ جناب کے گھر کی کتاب میں ہی یہ بات ملتی ہے:

''فقہ اکبر، شرح فقہ اکبر، عقائد نسفیہ، شرح عقائد نسفیہ، مواقف، شرح مواقف وغیرہ اہل سنت وجماعت کے عقائد کی مستند کتابیں ہیں لیکن کسی مستند کتاب کا قول غیر مستند سے خالی ہونا ضروری نہیں ہے'' ۔(دیوبندیوں سے لاجواب سوالات ص ۳۱۳)

لیجئے بغور دیکھئے کہ کتنی بڑی بڑی عقائد کی کتب کے بارے میں یہ تک کہا کہ ان کا غیر مستند اقوال سے خالی ہونا بھی ضروری نہیں۔نیز اس حوالے سے یہ بات بھی ثابت ہوئی کہ غیر مستند اقوال کے پائے جانے کے بعد بھی یہ کتابیں کلیۃ غیر مستند نہیں ہوجاتیں۔بالکل اسی طرح

مقابیس المجالس میں قادیانیوں کے بارے میں اگر کوئی قول غیر مستند ہوتو اس سے یہ کہاں ثابت ہو جاتا ہے کہ ساری کتاب ہی غیر مستند ہو جاتی ہے؟ لہذا جواب لکھنے سے پہلے اپنے اصولوں اور ضابطوں کا پتہ ہونا چاہئے کہ کہیں جو میں لکھ رہا ہوں میرے ہم مسلک ہی تو میرے خلاف نہیں ہیں۔

ان تمام حوالہ جات سے یہ بات ثابت ہوئی کہ مقابیس المجالس مستند کتاب ہے۔اگر تحریف کا دعوی ہے تو رضا خانی اصل مسودہ مصنف سے دکھائیں۔نیز اگر مان بھی لیا جائے کہ تحریف ہوئی ہے تو زیر بحث عبارات میں تحریف کا ثبوت دیں۔اور تحریف ہوئی بھی ہے تو صرف قادیانیوں کے متعلق جیسا کہ علماء صراحت کر چکے۔اور اس غیر مستند قول کے پائے جانے کے بعد بھی مقابیس المجالس معتبر ہی رہے گی۔

رضاخانی کا جعلی حوالہ پیش کرنا

جس طرح مولوی احمد رضا خان صاحب نے مولانا گنگوہیؒ کی طرف جعلی فتوی بابت وقوع کذب منسوب کیا اسی روش پر چلتے ہوئے رضاخانی صاحب نے تذکرۃ الخلیل کا حوالہ نقل کر دیا کہ تھانیدار حضرت مولانا خلیل احمد سہارن پوریؒ کو گرفتار کرنے آیا اور حوالہ تذکرۃ الخلیل ص ۵۴ کا دیا۔جبکہ ص ۵۴ پر کوئی ایسی بات موجود نہیں۔نیز ہمارے علم کے مطابق پورے تذکرۃ الخلیل میں بھی ایسی عبارت موجود نہیں۔اس بات پر ہم صرف اتنا ہی کہہ سکتے ہیں کہ جناب کے گھر میں بڑے حضرت سے لے کر چھوٹے حضرت تک سارے جھوٹی باتیں منسوب کرنے میں ملکہ رکھتے ہیں۔جن کا ایک نمونہ جناب کے قلم سے بھی ہمیں مل گیا۔یقین کیجئے اس رضا خانی نے تذکرۃ الخلیل کے غلط حوالے دے کر کوئی دین کا کام نہیں کیا۔نہ ہی کوئی بڑی نیکی کمائی ہے بلکہ اپنی ہی عاقبت خراب کی ہے۔چنانچہ مولوی حسن علی رضوی لکھتا ہے:

''مصنف کے پیش کردہ حوالہ جلد ۲ ص ۵۱ پر تو اس عبارت کا وجود بھی نہیں اور پندرہ صفحات آگے اور پندرہ صفحات پیچھے یہ الفاظ نہیں ملتے جو مصنف نے اپنی عاقبت کا ستیاناس کرنے کے لیے بے خطر لکھ دیئے''۔(محاسبہ دیوبندیت جلد ۲ ص ۵۷)

ہم بھی ایسا ہی کہنا چاہتے ہیں کہ مذکورہ صفحہ پر ایسے کوئی الفاظ نہیں ملتے جو رضاخانی صاحب نے اپنی عاقبت کا ستیاناس کرتے ہوئے بے خطر لکھ مارے ہیں۔معلوم ہوا رضاخانی جعلی حوالے پیش کر کے اپنے ہی ہم مسلک کے فتوے کے بموجب اپنی عاقبت کا ستیاناس کر چکے ہیں۔

باقی ناشر دیوبندی تھا تو پھر تم لوگوں نے اس کتاب کو معتبر کیسے مان لیا؟ مقابیس المجالس کے معتبر ہونے پر دفاع اہل سنت جلد اول میں چند حوالے دئے گئے ہیں مزید چند حوالے ملاحظہ ہوں۔ڈاکٹر الطاف حسین سعیدی نے مقابیس المجالس کے حوالے اپنے تائید میں دیئے ہیں دیکھئے ان کی کتاب ''افضلیت غوث اعظم دلائل وشواہد''۔اب سوال یہ ہے کہ جب یہ کتاب محرف ہے تو اسکو اپنی تائید میں کیسے پیش کیا گیا؟ جب تم لوگ خود اس کو اپنے مسائل میں حکم بنا کر پیش کر سکتے ہو تو اسی اصول سے ہم کیوں نہیں پیش کر سکتے؟

کچھ باتیں مناظرہ بہاولپور کے متعلق

تذکرۃ الخلیل میں مناظرہ بہاولپور کی مختصر روئیداد موجود ہے جس سے مولوی غلام دستگیر قصوری کی علمیت کا بھانڈا بیچ چوراہے پھوٹ جاتا ہے۔مناظرہ میں یہ بات بھی تھی کہ اول تو روئیداد سرکاری طور پر جمع کرنی تھی جس کو غائب کر دیا گیا اور مولوی غلام دستگیر قصوری نے یک طرفہ روئیداد جمع کی جس میں جھوٹ بولے اور جن علماء سے تصدیق کی وہ معتبر ذرائع سے نہیں۔

نیز ایک شرط تھی کہ:

''جو منصف اور حکم مقرر ہو وہ علوم عقلیہ ونقلیہ، فرعیہ واصلیہ میں مزاولت تامہ رکھتا ہو اور اس پر فرض ہوگا کہ فریقین کے دلائل پر بدلائل شرعیہ فیصلہ لکھے جن فریق کے دعوی یا دلیل کی تصحیح کرے بدلائل کرے۔ اور جس کی تغلیط کرے بدلایل تغلیط کرے بلا دلیل اسکا قول ہر گز قبول نہ ہوگا''۔ (تذکرۃ الخلیل ص ۱۳۶)

آگے یہ بات بھی مذکورہ ہے کہ غلام دستگیر صاحب نے کہا تھا کہ پیر صاحب (خواجہ غلام فرید صاحب) کو حکم بنالیا جائے اس پر ہماری جانب سے یہ کہا گیا کہ:

''ہم کو پیر صاحب کے ادنی خادم کا منصف ہونا قبول ہے بشرطیکہ فیصلہ بدلائل شرعیہ ہو اور یہ بھی کہا گیا اس موقع میں تو پیر صاحب کی منصفی پر اس قدر زور ڈالتے ہو اور ان مسائل میں جن میں تم میاں صاحب کے مخالف ہو ان میں جناب میاں صاحب کی منصفی کو منظور نہیں کرتے''۔ (تذکرۃ الخلیل ص ۱۳۷)

اسی طرح آگے ایک جگہ بات موجود ہے کہ:

''رہا یہ کہ اگر یہ فتوی جس پر میاں صاحب کی تصدیق ہے اگر بالفرض ان کی طرف سے ہی سمجھا جائے اور خیال کیا جائے کہ یہ ان کی طرف سے فیصلہ ہے تو تاوقت یہ کہ یہ فیصلہ حسب شرائط بدلایل شرعیہ مدلل نہ ہو اور تمام دلایل کا مفصل جواب نہ ہو ہر گز قابل اعتبار کے فیصلہ نہیں ہو سکتا''۔ (ایضا ص ۱۴۶)

پھر آگے مذکور ہے کہ:

''صاف معلوم ہوتا ہے کہ میاں صاحب کو دھوکہ دیکر دستخط کرالیے گئے سوالات میں طرح طرح کی چالاکیاں کی ہیں۔ دلائل میں بہت کچھ خرافات بھری ہے''۔ (ایضا ص ۱۴۶)

تو اول تو خواجہ صاحب کو ہم نے حکم ہی نہیں مانا تھا اور ماننے کی صورت میں یہ شرط لکھی تھی کہ دونوں طرف جو بھی فیصلہ دیں وہ دلائل کی صورت میں ہوگا اور تقدیس الوکیل پر ان کی جو تائید ہے تو تذکرۃ الخلیل سے واضح ہوا کہ اول تو وہ تائید ہمیں مسلم ہی نہیں ہم اسے جعلی سمجھتے ہیں اگر بالفرض انہی کی ہو تو وہ شرائط کے مطابق نہیں یعنی دونوں جانب کے دلائل لکھ کر دلائل سے کسی ایک جانب کے دلائل کے درست ہونے کا تعیین نہیں کی گئی ہے۔

آگے ہے کہ:

''غلام دستگیر کے مقتداء مولوی مفتی صدر الدین اور امام رازی وغیرہ امکان نظیر فخر عالم ﷺ کے قائل ہیں۔ کیوں صاحب پھر وہ بھی اہل سنت سے خارج ہیں''۔ (ایضا ص ۱۴۷)

دستگیر صاحب کی چالاکیوں کا مزید تذکرہ یوں کرتے ہیں کہ:

''چوتھے اور پانچویں اور چھٹے جوابات میں نہ ہمارا مدعا صحیح نقل کیا نہ کوئی دلیل ذکر کی''۔ (ص ۱۴۸)

فتوی پر علماء کے دستخط اور ان علماء کی علمیت کی قلعی بھی تذکرۃ الخلیل ص ۱۴۹ پر کھول دی گئی ہے۔ یہ ہم نے مختصر عبارات نقل کی ہیں جس میں مناظرہ بہاولپور کی مکمل منظر کشی ہو جاتی ہے کہ جب روائیداد کو سرکاری طور پر قلمبند ہونا تھا تو یک طرفہ کیوں جمع ہوئی؟۔ پھر شرائط مناظرہ کی

پاسداری نہ کی گئی کہ جو بھی حکم ہو گا وہ تغلیط یا توثیق بدلائل ثابت کرے گا جس سے روگردانی کی گئی۔ نیز مختصر کہا جائے تو قصوری صاحب نے دھوکے سے میاں صاحب نے دستخط لیے۔ جن علماء کے فتوی پر دستخط لیے وہ بھی کوئی معتبر علماء نہ تھے بلکہ قصوری صاحب نے مزید بھی کئی چالاکیاں دکھائیں۔ ہماری جانب کے دلائل و مدعیٰ کو درست بیان ہی نہیں کیا گیا۔ وغیرہ وغیرہ۔ پس جب نہ یہ روئیداد ہمیں مسلم ہے اور نہ اس پر ثبت تائید تو اسے ہمارے خلاف کیسے پیش کیا جا سکتا ہے؟ کیا رضاخانی بھول گیا کہ اپنے گھر کے حوالے دینے والے پر کیا فتوے ہیں تمہارے گھر میں؟

یہ ہم نے مناظرہ بہاولپور کے حوالے سے کچھ عرض کر دیا ہے۔ شائقین تذکرۃ الخلیل کا مطالعہ کر کے مزید تفصیل جان سکتے ہیں۔

مولانا فقیر محمد جہلمی اور مولانا نانوتوی ؒ

دفاع اہل سنت میں حضرت مولانا ساجد صاحب نے مولانا فقیر محمد جہلمی کی کتاب حدایق الحنفیہ سے مولانا نانوتوی ؒ کا تذکرہ نقل کیا تھا۔ جس سے یہ بات ثابت ہوتی تھی کہ مولانا نانوتوی ؒ کا شمار اکابر علماء وفقہاء احناف میں ہوتا ہے۔ قرآن وحدیث میں وارد فضیلتوں کے مولانا نانوتوی ؒ بھی حقدار ہیں۔ ان کی تصانیف نے دنیا کے کونے کونے میں علم رسالت پہنچایا۔ ان پر اعتراض کرنے والے نظریہ غیر مقلدین کا سا رکھتے ہیں۔ موجودہ زمانے کے علماء ان کے عشر عشیر کو بھی نہیں پہنچ سکتے۔ ان کی تصانیف پر اعتراض کرنے والے جاہل ہیں اور ان کی عقل پر پتھر پڑ چکے ہیں وغیرہ۔ (ملخصا دفاع اہل سنت ص ۳۸ تا ۴۱)

رضاخانی جواب کا خلاصہ

مولانا فقیر محمد جہلمی نے قاسم نانوتوی ؒ کی تعریفیں عدم واقفیت کی بنیاد پر کی ہیں۔ فقیر محمد جہلمی صاحب دیوبندی عقائد کو گستاخانہ کہتے تھے چنانچہ رضاخانی نے مولانا جہلمی صاحب کی کتاب کا حوالہ نقل کیا کہ:

''حتی الامکان تاویل کرتے ہوئے کسی اہل قبلہ کی تکفیر کی جرأت نہیں کر سکتے۔ یہاں تک کہ یزید پر لعنت کرنے سے بھی پرہیز کرتے ہیں (راقم الحروف یزید کے متعلق ان کی بات سے متفق نہیں ہے) کیونکہ اس نے جو کچھ کیا اس کے فعل سے کسی کے عقیدہ میں خلل نہیں پڑا بخلاف مولوی محمد اسماعیل صاحب کے۔ گو ان سے بعض عمدہ کلام بھی واقع ہوئے ہیں۔ مگر انبیاء علیھم السلام کے حق میں اس سے ایسی بے ادبیاں صادر نہیں ہوئیں کہ ان کی کچھ تاویل نظر آسکے۔۔۔۔الخ۔ (از راقم)

نیز آفتاب محمدی ص ۱۱ کا حوالہ دیا جس میں یہ بات تھی مولوی فضل حق نے اسماعیل صاحب کے عقائد لکھ کر علمائے شاہ جہاں پور کو پیش کیے سب نے ان کی تکفیر کا فتوی دیا۔

اسی طرح رضاخانی صاحب نے آفتاب محمدی ص ۲۴،۲۵ سے امتناع نظیر کا رد مولانا جہلمی سے پیش کیا ہے پھر یہ لکھا کہ اسماعیل دہلوی نے مثل نبی اکرم ﷺ ممکن جانا، حضرت مولانا فقیر محمد جہلمی رحمۃ اللہ علیہ نے بالاتفاق علمائے کرام اسے کفر قرار دیا۔ پھر آگے یہ کہا کہ مولانا ساجد صاحب نے نقل کرتے وقت بھی بیس سے زاید غلطیاں کی ہیں۔ (ملخصا کشف القناع ص ۱۴۹ تا ۱۵۲)

جواب:

قارئین کرام! ہمارا واسطہ ایک ایسے شخص سے جا پڑا ہے جو نہ صرف اپنے گھر کے اصولوں سے ناواقف ہے بلکہ اس کو اتنا بھی نہیں پتہ کہ

اس کے گھر کی کتب کیا کہتی ہیں؟ چنانچہ جناب کے گھر کے اصول ہمیں یہ بتاتے ہیں کہ شخصیات کے متعلق معلومات کے مطابق آراء مختلف ہو سکتی ہیں۔ چنانچہ عبدالمجید خان سعیدی عمرا چھروی کے شاہ صاحب کو وھابی کہنے والے اعتراض کے جواب میں لکھتے ہیں:

''جیسی خبریں پہنچی انہوں نے اسی کے مطابق لکھ دیا بعد میں انہیں گہری تحقیق کا موقع نہیں مل سکا''۔

(مفتاح سنت جلد اول صفحہ ۲۵۶)

اسی طرح رضاخانی کا ایک ہم زلف چنڈ و خان اپنی کتاب دست و گریبان کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ صفحہ ۵۰۶ پر لکھتا ہے:

''اگر کسی نے ان کو غیر معتبر کہا تو ان کی اپنی معلومات ہیں اور اگر کسی نے معتبر کہا تو انہوں نے اپنی معلومات کے مطابق کہا ہے اس لیے یہ اختلاف ہرگز مذموم نہیں''۔

لیجئے رضاخانی اصولوں سے ہی یہ بات واضح ہوئی کہ شاہ صاحبؒ کے بارے میں فقیر محمد جہلمی صاحب کا موقف ان تک پہنچی معلومات کی حد تک تھا اور یہ ایسا اختلاف ہے جو ہرگز مذموم نہیں ہے۔ لہٰذا جناب کا یہ سب کچھ پیش کرنا رضاخانی اصول وضوابط کی رو سے بے کار اور فضول ہے۔ جس طرح شاہ صاحب کو آپ کے بڑوں نے وہابی کہا اور آپ انہیں اہل سنت سمجھتے ہیں مگر اس کے باوجود بقول آپ کے آپ اور آپ کے بڑوں کے مسلک میں کوئی فرق نہیں اپنی اپنی معلومات کی حد تک ہے تو اسی طرح فقیر محمد جہلمی کا شاہ صاحب کو وہابی کہہ دینے سے حضرت امام نانوتویؒ کے متعلق ان کی تائید کیسے کالعدم ہوگئی؟

یاد رہے کہ رضاخانی جب کسی کی کتاب میں اپنے خلاف مواد دیکھتے ہیں تو اسے تحریف پر محمول کرتے ہیں تو ہم بھی کہہ سکتے ہیں کہ جہاں شاہ صاحب کے خلاف کوئی بات ہو وہ تحریف بھی ہو سکتی ہے۔

رضاخانی اپنے اصولوں کی زد میں

دوم: یہاں بات چل رہی ہے مولانا نانوتویؒ کی اور آپ خواہ مخواہ بحث کو تقویۃ الایمان پر لے آئے ہیں اور یہ حرکت جناب ہی کے اصولوں کے مطابق درست نہیں۔ چنانچہ رضاخانی لکھتا ہے:

''بعدہ موصوف اپنی عادت سے مجبور ہو کر پھر وہی خلط مبحث سے کام لیتے ہوئے شیخ حمود کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ وہ جشن محفل میلاد کے خلاف ہے شیخ ابن باز کے فتوے کی تائید کرتے ہیں محفل میلاد کو بدعت کہتے ہیں۔ وہ ابن تیمیہ کو شیخ الاسلام کہتے، علم غیب کا منکر، ابن عربی کو کافر کہتے ہیں وغیرہ وغیرہ جن کا موضوع سے دور کا کوئی تعلق نہیں دراصل موصوف کے پاس اپنا پہلا مضمون شامل کرنے اور اپنے حجۃ الاسلام کے مناقب بیان کرنے کے باوجود مواد کی قلت اتنی تھی کہ ۹۶ صفحات میں مکمل کرنا مشکل تھا اس لیے بے چارہ کبھی ایمان والدین مصطفی ﷺ، کبھی علم غیب، کبھی میلاد النبی، کبھی ابن تیمیہ، کبھی ابن عربی وغیرہ کے متعلق لایعنی کلام سے اوراق کو سیاہ کرتا چلا گیا''۔

(دافع ازالۃ الوسواس ص ۳۷۰)

نیز ایک جگہ لکھا ہے کہ:

''دراصل موصوف خلط مبحث میں پڑنے اور ڈالنے کی کوشش اس لیے کر رہے ہیں کہ اب بے چاروں کی زنبیل اثر ابن عباس رضی اللہ عنہما کے متعلق خالی ہو چکی ہے۔ جس کے باعث ادھر ادھر بھاگنے میں عافیت سمجھ رہے ہیں مگر مسئلہ علم غیب و یا مسئلہ ذنب اس بارے

میں علماء کی بیسیوں کتب موجود ہیں ان کی طرف رجوع کیا جاسکتا ہے۔ راقم الحروف اور موصوف کے درمیان نزاع اثر ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تصحیح اور تضعیف کا ہے لہذا ان مسائل میں بھی ان کے للچاتے ہوئے دل کی بے قراری کو رفع کرنے کے لیے حاضر ہیں مگر یہ موقع جس مسئلہ کا ہے اسے ہم اسی سے منسلک رکھیں گے"۔ (دافع ازالۃ الوسواس ص ۲۱۹)

لیجئے رضاخانی صاحب اپنی ہی عبارات کو بغور پڑھئے ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ یہ موقع قاسم العلومؒ کی توثیق کا ہے جبکہ یہاں آپ تقویۃ الایمان کی ابحاث کو زیر بحث لاکر اپنے ہی اصول سے خلط مبحث کر رہے ہیں۔ نیز چونکہ آپ کی زنبیل میں اب اس حوالے سے کچھ رہا نہیں لہذا آپ خواہ مخواہ دیگر مسائل کو چھیڑ رہے ہیں۔ ہمارے اور آپ کے درمیاں اس مقام پر جو مسئلہ نزاعی ہے اس سے منسلک رہیں۔ باقی رہا تقویۃ الایمان کی عبارات کا مسئلہ تو اس حوالے سے علماء کئی کتب لکھ چکے ہیں ادھر رجوع کریں۔ لیکن فی الوقت اپنے ہی اصول سے اوراق سیاہ کرنے کے بجائے اسی نزاعی مسئلہ پر ہی بحث کی جائے تو مناسب ہے۔ آپ چونکہ تقویۃ الایمان کو چھیڑ بیٹھے ہیں لہذا بے موقع و بے محل اس کو بیچ میں لانا جناب ہی کے اصول سے اوراق سیاہ کرنے کے مترادف ہے۔ لہذا ہمارا آپ کو یہی مشورہ ہے کہ اوراق سیاہ کرنے کے بجائے اس حوالے سے ہی جواب دیا جائے جو فی الوقت زیر بحث ہے۔

پیش کردہ عبارات سے خود متفق نہیں

جناب خود بھی مولانا فقیر محمد جہلمی کے موقف سے متفق نہیں ہیں چنانچہ آفتاب محمدی کی عبارت نقل کرتے وقت خود بریکٹ میں لکھتے ہیں کہ:

"راقم الحروف یزید کے متعلق ان کی بات سے متفق نہیں"۔ (کشف القناع ص ۱۵۰)

لیجئے جو عبارت رضاخانی صاحب پیش کر رہے ہیں خود جناب بھی اس سے متفق نہیں ہیں۔ ہم چونکہ یہ بات پہلے ہی کر چکے ہیں کہ مولانا جہلمی نے تقویۃ الایمان کے بارے میں موقف ان تک پہنچی گئی معلومات کی بنیاد پر رکھا ہے وہ معلومات غلط تھیں لہذا ان کے تقویۃ الایمان کے موقف سے مولانا نانوتویؒ والے موقف کا رد نہیں ہوتا۔ یہ بات خود رضاخانی صاحب کو بھی مسلم ہے۔ چنانچہ خود رضاخانی صاحب بھی لعن یزید کے مسئلہ پر مولانا جہلمی سے اختلاف رکھتے ہوئے بھی اپنی تائید میں پیش کر رہے ہیں اسی طرح مولانا جہلمی صاحب کے تقویۃ الایمان کے متعلق موقف سے اختلاف کے باوجود مولانا نانوتویؒ والے موقف کو ہم پیش کر رہے ہیں۔ پس جس طرح لعن یزید والے مسئلہ پر عدم اتفاق کے باوجود اس سے اگلی عبارت جناب کے خلاف نہیں ہے اسی طرح شاہ شہیدؒ سے اختلاف کے باوجود مولانا نانوتویؒ والی عبارت ہمارے خلاف نہیں ہے۔

پیش کردہ عبارات جناب احمد رضا اور رضاخانیوں کے موقف کے بھی خلاف ہے

قارئین کرام! ہم بتاتے چلیں کہ جناب کی پیش کردہ عبارت سے خود مولوی احمد رضا اور رضاخانی حضرات بھی متفق نہیں کیونکہ مولانا جہلمی صاحب کی طرف منسوب کتاب میں شاہ شہیدؒ کا کلام ایسا بے باک ہے کہ اس میں تاویل نہیں ہوسکتی۔ جبکہ مولوی احمد رضا خان تمہید ایمان میں تکفیر سے کف لسان کرتے ہیں۔ اسی طرح شریف الحق امجدی تکفیر سے کف لسان کی وجہ یہ لکھتے ہیں کہ احمد رضا کو ان کی عبارات میں اسلام کا پہلو نظر آیا اس لیے کف لسان کیا۔ (دیکھئے تحقیقات، ص ۶۰)

لیجئے جن عبارات میں مولوی احمد رضا کو اسلام کے پہلو نظر آرہے تھے انہی عبارات میں مولانا جہلمی صاحب کسی تاویل کے بھی قائل نہیں

لہٰذا یہ عبارت ایسی ہے کہ رضا خانی بھی اس سے متفق نہیں ہیں لیکن اگر عدم اتفاق سے وہ عبارات آپ کے خلاف نہیں ہے تو اسی طرح تقویۃ الایمان کے بارے میں رائے سے اتفاق نہ ہوتے ہوئے مولانا نانوتویؒ کی عبارت ہمارے حق میں ہے۔

تعریف پر عدم واقفیت کا پنکچر

قارئین کرام! اب رہا جناب کا یہ کہنا کہ مولانا نانوتویؒ کی تعریف عدم واقفیت کی بنیاد پر کی گئی ہے تو ہم جناب سے سوال کرتے ہیں کہ ایسا کیوں نہیں ہوسکتا کہ مولانا جہلمی صاحب نے تقویۃ الایمان پر تنقید عدم واقفیت کی بنیاد پر کی ہو؟۔ اگر ادھر عدم واقفیت کی بنیاد پر تعریف کی جا سکتی ہے تو ادھر عدم واقفیت کی بنیاد پر تنقید بھی تو کی جا سکتی ہے۔ یہ کیا بات ہوئی اپنی مرضی کی عبارات ہو تو آنکھیں بند کر کے قبول کر لو اپنے مرضی کے خلاف بات آئے تو عدم واقفیت کا پنکچر لگا دو۔ جبکہ یہ عدم واقفیت کا قول خود آپ کے گھر والوں کو بھی تسلیم نہیں ہے بلکہ جو عدم واقفیت کا پنکچر جناب نے لگایا ہے اس پنکچر کے سبب بھی جناب پر تین عدد فتاویٰ جات ان کے گھر سے ہی لگ جاتے ہیں چنانچہ اجمل سنبھلی لکھتا ہے:

''اب باقی رہا مصنف کا قول کہ علماء حرمین شریفین نے اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی شان میں جو الفاظ مدح لکھے وہ قبل از واقفیت لکھے تو اس عقل کے دشمن سے دریافت کرو کیا ناواقفیت میں کوئی کسی کے لیے ایسے الفاظ کہہ سکتا ہے۔ دنیا جانتی ہے کہ کسی کی تعریف واقفیت کے بعد ہی ہوا کرتی ہے لیکن مصنف نے جو لکھا وہ اس کی دلی عداوت اور قلبی بخارات کی ترجمانی ہے''۔

(ردشہاب ثاقب ص ۳۹)

لیجئے جناب کا پنکچر لگانا کہ تعریف عدم واقفیت کی بنا پر کی ہے۔ تو اس پر عرض یہ ہے کہ تعریفیں واقفیت کی بنیاد پر ہوتی ہیں لہٰذا جو اس کو نہ مانے ان پر تین فتوے اجمل سنبھلی صاحب لگاتے ہیں۔

(۱) عقل کے دشمن ہیں۔

(۲) دلی عداوت کا شکار۔

(۳) قلبی بخار کا شکار۔

لیجئے آپ کی تاویل پر اپنے مفتی کے فتاوی جات سمیٹ لیجئے۔ پھر قارئین آپ نے دفاع جلد اول میں حضرت مولانا فقیر محمد جہلمی کی مکمل عبارت پڑھی ہوگی کہ وہ کس طرح حضرت نانوتوی کی تعریف میں رطب اللسان ہیں ان کی کتب مناظروں کا تعارف پیش کر رہے ہیں دینی خدمات کا تعارف پیش کر رہے ہیں تو یہ کیسے تسلیم کیا جا سکتا ہے کہ ان کی اتنی خدمات تو ان کے علم میں ہیں مگر معاذ اللہ وہ گستاخیاں جس سے پورے ملک میں طوفان آگیا تھا وہ ان کے علم میں نہیں؟۔

آخری بات

آج تو آپ یہ تاویلیں کرتے پھر رہے ہیں کہ تعریف عدم واقفیت کی بنا پر کی گئی ہیں تو آپ جن علماء دیوبند کی عبارات مولوی احمد رضا خان کی تعریف و مدح سرائی کے متعلق پیش کرتے ہیں تب آپ کو یہ خیال کیوں نہیں آتا کہ یہاں بھی تعریف عدم واقفیت کی بنا پر ہو سکتی ہے؟ وہاں تو یہ سب خان صاحب کی کرامت بن جاتی ہے۔

یہ بات سب کو مسلم ہے کہ شارح کا کام متن کا دفاع کرنا اور اس متن کی وضاحت کرنا ہوتا ہے نہ کہ یہ کہ اپنا مضمون بیان کرنا شروع کر

دے۔جناب وکیل صفائی بن کر آئے تھے تو کاشف اقبال صاحب کا دفاع کیا جاتا کیونکہ یہ یاد رہے کہ ہم نے یہ عبارات کاشف اقبال کے اصول سے پیش کی تھیں کہ کاشف اقبال صاحب کا اصول یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت کے ایمان کے حوالے سے دیوبندی حضرات کو ہم سے نہیں اپنے اکابرین سے لڑنا چاہیے۔[ملخصا] اب اسی اصول پر آپ کو چاہیے تھا کہ آپ مولانا قاسم نانوتویؒ کے ایمان اور ولایت پر اپنے گھر والوں سے مناظرے کرتے نہ کہ ہم سے بات کی جاتی اور ہمارے خلاف کتاب لکھی جاتی۔

اختلاف کی صورت میں شاہ شہیدؒ کو اہل باطل کہا جائے گا؟

قارئین بالفرض مولانا جہلمیؒ نے مولانا اسماعیل شہیدؒ سے اختلاف کیا بھی ہو تو کیا اس کو حق و باطل کا معیار بنایا جا سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔
چنانچہ خود پروفیسر مسعود لکھتے ہیں:

''محققین میں اختلاف پایا جاتا ہے۔یہ اختلاف کسی ایک کو اہل بطلان میں شمار کرنے کا کوئی معیار نہیں''۔

(فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں ص ۱۹۰)

پس اگر اختلاف بالفرض کیا بھی ہو (جو کہ غلط معلومات کی بنیاد پر ہے) تب بھی یہ کوئی حق و باطل کا پیمانہ نہیں ہے جیسا کہ جناب کے گھر سے ہی ثابت ہے۔لہذا بجائے ادھر ادھر راہ فرار کے دوٹوک جواب دیا جائے۔

نقل عبارت میں اغلاط کی بات

جناب نے اس مقام پر یہ بات بھی کی ہے کہ نقل عبارت میں مولانا ساجد صاحب نے بیس سے زیادہ اغلاط کی ہیں۔تو اس میں اعتراض والی کیا بات ہے؟ یہاں آپ کو وہ بیچارہ ''کاتب'' کیوں یاد نہیں آیا جس پر ضرورت پڑتے وقت اپنے گھر کے سارے کفر، ساری گستاخیاں ڈال دیتے ہیں؟ اگر آپ کہیں تو کاشف اقبال کی جس سرقہ شدہ کتاب کی تائید کیلئے آپ میدان میں آئے ہیں اس کی نقل عبارات میں سینکڑوں غلطیاں ہم دکھا سکتے ہیں اس شرط پر کہ پھر آپ کا تبصرہ ان کے متعلق بھی وہی ہوگا جو مولانا ساجد صاحب کے متعلق ہے۔کہئے ہمارے اس چیلنج کو قبول کرنے کی جرات ہے آپ میں؟

باقی اس پر ہم اپنی طرف سے کچھ نقل کرنے کے بجائے رضا خانی صاحب کا خود کا قول ہی دکھا دیتے ہیں۔چنانچہ جناب خود لکھتے ہیں:

''اگر دیوبندی موصوف یہ کہیں کہ حرف بحرف اور بریکٹ اور قومہ کے ساتھ وہی عبارت دوسرے علماء سے دکھائیں تو ہم اس کے جواب میں کہتے ہیں

الفاظ کے پیچوں میں الجھتے نہیں دانا
غواص کو موتی کی طلب ہے نہ صدف کی''۔

(کشف القناع ص ۲۷۸)

لیجئے مظفر صاحب آپکا اصول خود آپکا منہ چڑا رہا ہے۔بلکہ یہ بات بھی خود آپ کے ہی اصول سے ثابت ہوئی کہ عقل مند حضرات الفاظ کے پیچ وخم میں نہیں الجھتے لیکن جناب نے اسی بات میں الجھ کر بے وقوفی والا کام کر دیا ہے۔ایک رضا خانی لکھتا ہے:

''جب سو دو سو ہزار دو ہزار کلمات پر مشتمل کتاب میں سے اصل مقاصد و نتائج لیے جائیں گے تو چند ہی جملے ہوں گے اور آگے پیچھے سے

منقطع ہوں گے یہ قطع و برید قابل الزام واتہام نہیں، اس لیے کہ اس نے اصل مقصد کے الفاظ میں قطع و برید نہیں کی ہے''۔

(دیوبندیوں سے لاجواب سوالات ص ۶۹۷)

لیجیے اس سے بھی یہ بات ثابت ہوئی کہ اس قسم کی بات کو اتہام والزام پر محمول نہیں کیا جاسکتا نیز اصل مقصد کے الفاظ میں قطع و برید نہ کرنے سے اتہام ختم ہو جاتا ہے۔لہٰذا اصل مقصد یہ تھا کہ مولانا نانوتویؒ کی تعریف اوران کی جلالت کے مولانا جہلمی صاحب بھی قائل ہیں اور نقل عبارت سے اصل مقصد ہرگز فوت نہیں ہوا لہٰذا یہ جناب کے گھر کے اصول سے قطع و برید نہیں ہے۔

حضرت مولانا فضل الرحمن گنج مراد آبادی مرحوم اور مولانا نانوتویؒ

مولانا ساجد خان نقشبندی دامت برکاتھم نے دفاع اہل سنت میں فیصلہ خصومات سے کمالات رحمانی ص ۱۳۶ کا حوالہ دیا تھا کہ شاہ تجمل حسین صاحبؒ نے کمالات رحمانی میں لکھا کہ مولانا فضل الرحمن گنج مرادی آبادی صاحب کو بذریعہ کشف یہ معلوم ہوا کہ مولانا نانوتویؒ کو کم سنی میں ہی ولایت مل گئی۔نیز مولانا فضل الرحمن صاحب نے مولانا نانوتویؒ کی تعریف بھی کی۔(ملخصا دفاع اہل سنت ص ۴۱)

رضاخانی جواب کا خلاصہ

رضاخانی کا کہنا ہے کہ فیصلہ خصومات دیوبندیوں کی ہے نیز کمالات رحمانی غیر معتبر کتاب ہے۔پھر کتاب ''تبصرہ بر تردید تذکرۃ'' کے چند حوالے دئے کہ جس میں لکھا ہے کہ مولوی تجمل حسین صاحب خود شبہات کا شکار رہتے ہیں۔تجمل صاحب کی نقل کردہ روایات شاذ و منفرد اور مردود ہیں وغیرہ وغیرہ۔نیز جناب نے یہ بات کی کہ معروف معنی میں مولانا فضل الرحمن صاحب نے کسی کو اپنا خلیفہ مقرر نہیں کیا۔لہٰذا تجمل صاحب کو ان کا خلیفہ قرار دینا درست نہیں۔پھر ''افضال رحمانی'' کتاب کے حوالے سے مولانا فضل الرحمن گنج مرادآبادی صاحب اور احمد رضا کی ملاقات کا واقع نقل کیا کہ احمد رضا ان سے ملنے گیا انہوں نے کہا یہاں فقیر کے پاس کیا دھرا ہے ان کے والد عالم دادا عالم خود عالم۔پھر ان کو بلایا۔اس واقعہ کو جناب نے نقل کیا ہے پھر میلاد کے متعلق بات چلی احمد رضا نے اپنا مستحب کا دعوی رکھا جبکہ انہوں نے سنت کا دعوی کیا۔چنانچہ رضاخانی کی نقل کردہ عبارت کے الفاظ یہ ہیں:

''بوقت ملاقات حضرت بریلوی نے میلاد شریف کی بابت استفسار کیا تو مولانا بابا نے ارشاد فرمایا کہ پہلے تم بتاؤ خود بھی تو عالم ہو۔انہوں نے عرض کیا میں تو میلاد کو مستحب جانتا ہوں اس پر مولانا نے فرمایا کہ میں سنت جانتا ہوں۔(کشف القناع ص ۱۵۴)

پھر بات چلتے چلتے یہاں تک پہنچی کہ بعد از اں مولانا فضل الرحمن صاحب نے احمد رضا سے ٹوپی بدلی۔چنانچہ یہ بات بھی جناب نے خود نقل کی ہے کہ:

''بعد ازاں آپ نے اپنی کلاہ مبارک حضرت بریلوی کو عنایت فرما کر ان کی ٹوپی خود لے لی (طریقہ صوفیاء میں تبدیل لباس بھی فیض رسانی کا ایک طریقہ ہے۔۔الخ''۔(کشف القناع ص ۱۵۴)

پھر جناب نے اس عبارت پر تبصرہ کیا کہ چونکہ مولانا فضل الرحمن صاحب کشف قلوب کے حامل انسان تھے لہٰذا جیسے ہی سیدی اعلی حضرت کا خیال گستاخان رسول کی تکفیر کی طرف مبذول ہوا تو حضرت نے معاملہ جان لیا اور حضور ﷺ کی شان میں ادنی سی گستاخی کو کفر کہا۔اس سے یہ نتیجہ نکالا کہ وہ مسئلہ تکفیر پر احمد رضا سے متفق تھے۔نیز فرط محبت اور فیض رسانی کے لیے ٹوپی بدلی۔

(ملخصا کشف القناع،ص ۱۵۲ تا ۱۵۵)

جواب:

قارئین کرام! موصوف نے کمالات رحمانی کو غیر معتبر کہہ ڈالا اور ثبوت میں اپنے گھر کی کتاب ''تبصرہ برتر دید تذکرہ'' پیش کی یعنی خود ہی منصف خود ہی مدعی۔ خود ہی قاضی خود ہی گواہ! حالانکہ اس کے اباجی نصیر الدین سیالوی کا یہ اصول ہے کہ:

''مخالفین پر اپنے گھر کی کتاب پیش کرنا نہ تو برہانی انداز ہے نہ جدلی''۔ (عبارات اکابر کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ)

اسی طرح پیچھے موصوف کے اپنے اصول بھی ذکر ہو چکے کہ گھر کے حوالے پیش کرنا تھے تو کتاب ہی کیوں لکھی؟ جناب کو شرم آنی چاہیے کہ کمالات رحمانی کا انکار کر دیا۔ جبکہ اپنی کتب کا انکار بھی خود رضاخانی اصولوں سے قبیح حرکت ہے۔ مزے کی بات یہ ہے کہ ''تبصرہ برتر دید تذکرہ'' میں مصنف کمالات رحمانی کی بعض باتوں کا رد کیا گیا ہے مگر ہماری پیش کردہ مذکورہ بالا روایت کا رد نہیں کیا گیا۔ اور رضاخانیوں کے اصول سے خاموشی رضامندی کی دلیل ہوتی ہے۔ چنانچہ ملاحظہ فرمائیں:

''خاموشی ویسے بھی نیم رضامندی ہوتی ہے''۔ (کردار یزید ص ۸۶)

''تائید سکوتی فرمارہے ہیں''۔ (مجدد الف ثانی اور امام احمد رضا ص ۷۴)

لہذا ہماری تائید ہی تائید رضاخانی اصولوں سے ثابت ہوتی ہے۔ بہرحال جناب کو چاہیئے کہ پہلے غیر معتبر کہنے کے لیے بھی کوئی معتبر حوالہ لائیں ہوائی فائرنگ کریں گے تو اپنے ہی اصولوں کی زد میں آجائیں گے اور اپنے ہی اصولوں کا خون کر کے اپنے ہی فتاوی جات سے بے شرمی کا تمغہ حاصل کریں گے۔ بلکہ جناب کا خود کا اصول ہم یاد کراتے ہیں:

''کیا دوغلے پن کی واضح مثال نہیں کہ جب حوالہ پیش کریں تو موصوف یہ کہہ کر رد کر دیں کہ ہمارے لیے معتبر نہیں اور خود بطور دلیل اپنے گھر کا حوالہ پیش کریں۔ تف ہے ایسی تحقیق پر اور ایسے محقق پر''۔ (کشف القناع،ص ۱۴۲)

لیجیئے جناب نے خود ہی اپنی تحقیق اور محقق ہونے پر تف کہہ دی ہے۔ اس سے بڑھ کر تبصرہ ہم کیا کریں؟

مولانا فضل الرحمن گنج مرادآبادی صاحب بریلوی اصولوں سے بدعتی

جناب کی پیش کردہ عبارت کی رو سے جو انہوں نے ''افضال رحمانی'' سے نقل کی ہے احمد رضا خان کا موقف میلاد پر مستحب اور مولانا فضل الرحمن کا مؤقف سنت ہونے کا ہے۔ یعنی ایک ہی مسئلہ ہے اور اس پر مؤقف دونوں کے مختلف ہیں مولانا مرادآبادی صاحب کا اس معاملے میں موقف سنت کا ہے۔ جو کہ رضاخانی اصول سے ہی بدعت شمار ہوتا ہے چنانچہ عبدالمجید سعیدی لکھتا ہے:

''اہل سنت کے ہاں بدعت سئیہ کسی امر کی شرعی حیثیت کو بدل کر اسے شریعت سمجھنے کا نام ہے''۔ (مصباح سنت، جلد ۱ ص ۵۷)

لیجیئے ایک ہی امر تھا جسکو مولانا فضل الرحمن صاحب نے سنت کہا اور خان صاحب نے مستحب تو مستحب سے سنت کا درجہ بڑھا ہوا ہے لہذا ایک چیز کے شرعی حکم کو بدل دیا یا مستحب ہوگا یا سنت اس لئے وہ رضاخانی تعریف کے مطابق شرعی حکم بدلنے کے سبب جناب کی پیش کردہ حوالہ سے تو مولانا فضل الرحمن صاحب بدعت سئیہ کے مرتکب ہوئے۔

مولانا فضل الرحمن گنج مرادآبادی مرحوم اور مولانا نانوتوی ؒ کی آپسی محبت

جس ''افضال رحمانی'' کو جناب نے دلیل بنا کر پیش کیا ہے اور یہ بات ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ مسئلہ تکفیر پر مولانا احمد رضا سے متفق تھے اسی افضال رحمانی میں یہ بات بھی ہے:

''حضرت غوث زمان مولانا گنج مراد آبادی کی شان اقدس میں مولانا محمد قاسم صاحب یوں رطب اللسان رہا کرتے'' کہ حضرت مولانا شاہ فضل رحمٰن رحمۃ اللہ علیہ نے ہم سے ٹوپی بدلی اور جامع کمالات صوری ومعنوی ہیں۔'' (افضال رحمانی ص ۲۳۵)

لیجئے اسی افضال رحمانی میں دونوں بزرگوں کے ٹوپی بدلنے کا واقعہ موجود ہے اور ٹوپی بدلنا فیض رسانی کے لیے طریقہ صوفیاء ہے جیسا کہ جناب کی نقل کردہ عبارت میں ہی موجود ہے۔ نیز جناب خود ہی لکھتے ہیں:

''مولانا فضل الرحمن گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کلاہ مبارک سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے سر پر رکھ دی اور ان کی ٹوپی خود لے لی۔ پس آپ کا یہ انداز بھی فرط محبت کا عکاس ہے اور روحانیت کی دنیا میں فیض رسانی کا ایک طریقہ''۔ (کشف القناع ص ۱۵۵)

لیجئے جناب اسے کہتے ہیں امام نانوتویؒ کی زندہ کرامت کہ کمالات رحمانی کا تو انکار کر دیا لیکن جس کتاب کو آپ نے معتبر مانا اسی میں حضرت امام نانوتوی سے حضرت مراد آبادی کے فرط محبت اور فیض رسانی کا قصہ موجود ہے۔ اب اس روایت کے ہوتے ہوئے جناب کو خواہ مخواہ یہ پنکچر لگاتے شرم آنی چاہئے کہ مولانا مراد آبادی صاحب مسئلہ تکفیر میں تمہارے مجدد کے ساتھ ہیں۔

حکیم الامت مولانا تھانویؒ کے لیے دعا

مولانا تھانویؒ کے لیے بھی مولانا فضل الرحمن گنج مراد آبدی مرحوم نے دعا کی ہے۔ چنانچہ اسی افضال رحمانی میں ہے کہ:

''تھانوی صاحب نے حصول ملازمت کی دعا چاہی۔ آپ نے دعا دے کر رخصت فرمایا''۔

(افضال رحمانی ص ۲۲۵)

بہرحال جس دلیل سے جناب مولانا نانوتویؒ پر تنقید کر رہے تھے اسی دلیل سے ہم نے ان کا بحمداللہ ثقہ ہونا ثابت کر دیا۔ اب تبصرہ برتر دید تذکرہ کے حوالے سے جناب کا یہ کہنا کہ:

''علاوہ ازیں اس کتاب (تبصرہ برتر دید تذکرہ از۔ راقم) میں مذکور ہے کہ معروف معنی میں حضرت شاہ فضل الرحمن گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے کسی کو اپنا خلیفہ منتخب نہیں کیا''۔ (کشف القناع ص ۱۵۳)

یہ بات جناب نے تبصرہ برتر دید تذکرہ سے نقل کی ہے اور یہ بات مولانا علی مونگیریؒ کی ہے جو ندوۃ العلماء کے بانی تھے اور ان پر تو جناب کے گھر سے کفر کے فتوے ملتے ہیں۔ اب یہ تبصرہ برتر دید تذکرہ والا تو مولانا علی مونگیریؒ کو حضرت گنج مراد آبادی صاحب کا سب سے خاص آدمی شمار کر رہا ہے تو کیا اس تبصرے والے کی یہ بات آپ کو مسلم ہے؟ اور یہ مولانا محمد علی مونگیریؒ جو بقول اس تبصرہ والے کہ حضرت مراد آبادی کے سب سے خاص آدمی تھے یہ تو حضرت نانوتوی کو حکیم الامت کہتے (ملاحظہ ہو حسام الحرمین) تو اس سے بھی ثابت ہوا کہ مراد آبادی صاحب واقعی حضرت نانوتوی کو ولی اللہ مانتے ان کی تکفیر نہیں کرتے کیونکہ آپ کی عبارات اکابر کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ حصہ اول کے مقدمہ میں مذکور ہے کہ خلیفہ وشاگرد استاد و پیر کا مذہب اوروں سے بہتر جانتا ہے۔

باقی تبصرہ والے کی یہ بات ہی غلط ہے کہ آپ کے خلفاء نہیں تھے کیونکہ ان کے خلفاء کا ذکر ہمیں بریلوی کتب میں ملتا ہے۔ مولانا فضل

الرحمن صاحب کے خلفاء کا تذکرہ ہمیں یوں ملتا ہے:

''خلفاء: آپ کے صاحب زادے حضرت احمد میاں اور مولانا محمد علی کانپوری آپکے خلیفہ ہیں''۔

(جدید تذکرہ اولیائے پاک وہند ص ۳۷۶)

لیجئے اس حوالے سے جناب کی اس بات کا بھی جواب ہوگیا کہ معروف معنی میں ان کا کوئی خلیفہ نہ تھا جبکہ ہم نے ان کے دو خلفا دکھا دیئے۔ نیز محمود احمد رضوی لکھتا ہے:

''مولانا سید دیدار علی شاہ صاحب علیہ الرحمۃ جو قطب الاقطاب حضرت مولانا فضل الرحمن گنج مراد آبادی قدس سرہ العزیز کے مرید بھی اور خلیفہ بھی اور ان سے آپ کو حدیث کی اجازت بھی حاصل ہے''۔ (سیدہ ابوالبرکات ص ۱۷۳)

معلوم ہوا کہ تبصرہ برتر دید تذکرہ کا مولف کوئی متعصب قسم کا بریلوی ہے جو اپنے معتقدات کو بچانے کیلئے الم غلم اس کتاب میں نقل کر رہا ہے جس سے خود بریلوی بھی تسلیم نہیں کرتے تو جس کتاب کے مندرجات سے دوسرے بریلوی بھی مطمئن نہ ہوں انہیں ہمارے خلاف کیسے پیش کیا جاسکتا ہے؟ یہ طعنہ تو مولانا ساجد کو دیتے ہیں کہ وہ کتب کا مطالعہ نہیں کرتے مگر خود اس قدر جاہل آدمی ہے کہ جس کتاب کو اپنے استدلال میں لاتا ہے اس کا بھی پورا مطالعہ اس نے نہیں کیا ہوتا۔ میری جان کثرت مطالعہ اسے کہتے ہیں جو آپ کو مولانا ساجد صاحب حفظہ اللہ اور اس وقت ہماری کتب میں نظر آرہا ہے کہ کتاب تیری پیش کردہ اور تائید ہماری۔

مولانا نذیر احمد رامپوری اور مولانا نانوتوی ؒ

البوارق اللامیہ ص ۲۴ سے مولانا ساجد خان صاحب نقشبندی نے نقل کیا تھا کہ مجھ کو خوف ہے کہ مولوی محمد قاسم صاحب مرحوم نے جو دیوبند کے مدرسہ کی تعمیر فرمائی اہل اسلام کو علم دین کو راہ بتلائی۔ پھر حضرت نے فرمایا کہ نذیر احمد صاحب کی انوار ساطعہ پر تقریظ ہے لہذا تمہارے گھر سے مولانا نانوتوی ؒ کی توثیق اور ان کی دینی خدمات ثابت ہوئیں۔ (ملخصاص ۴۲ دفاع اہل سنت)

رضاخانی جواب کا خلاصہ:

رضاخانی صاحب نے ص ۱۵۶ پر فقط لفاظی ہی لفاظی سے کام لیا ہے۔ جناب کا یہ کہنا ہے کہ مولانا ساجد صاحب نے بوارق اللامیہ صحیح سے مطالعہ نہیں کیا۔ پھر بوارق اللامیہ ص ۶۵ سے عبارت نقل کی کہ:

''تیرھویں صدی کے بعض لوگوں نے خاتم النبیین کے ایسے معنی گھڑے تھے کہ اوپر یہ امر متفرع کیا تھا کہ لاکھوں انبیاء اس طبقہ زمین یا اور طبقہ میں پیدا ہو دیں تو منافی خاتمیت نہ ہوگا۔ اور آنحضرت (ﷺ) کو متصف بوصف نبوت بالذات اور دوسرے انبیاء علیہم السلام کو بالعرض بواسطہ فی العروض لکھا تھا۔ جس سے لازم آتا ہے کہ دوسرے انبیاء کی نسبت مجازا ہے نہ کہ حقیقۃ اور سلب نبوت دوسرے انبیاء کرام علیہم السلام سے درست ہے باعتبار حقیقت کے اس لیے کہ جو چیز مجازا منسوب ہوتی ہے اس کا سلب باعتبار حقیقت درست ہوتا ہے۔۔۔الخ''

(کشف القناع ص ۱۵۷)

پھر لکھا کہ وہ تو قاسم نانوتوی کے عقیدہ کو کفر کہہ رہے ہیں۔ پھر بھی دیوبندی بضد ہیں کہ انہوں نے نانوتوی کی مدح کی ہے۔

(ملخصا کشف القناع ص ۱۵۶۔۱۵۷)

جواب:

یہ رضاخانی اتنا جاہل آدمی ہے کہ خود اپنے لکھے ہوئے اصول بھول جاتا ہے چنانچہ خود اس نے لکھا:

''دیوبندی موصوف نے تھانوی صاحب کا جو حوالہ پیش کیا اس میں وہ سیدی اعلیٰ حضرت ۔۔۔ کا اسم گرامی نہ دکھا سکے اور نہ ہی دکھا سکتے ہیں''۔(کشف القناع،ص ۲۲۲)

تو جب خان صاحب کا نام نہیں تو ان پر فتوی بھی نہیں تو اسی طرح ہم نے حضرت امام نانوتویؒ کی توثیق ان کے نام کے ساتھ رامپوری صاحب سے دکھائی جبکہ جو عبارت آپ نے دکھائی ہے وہاں نام نہیں لہذا ان پر فتوی بھی نہیں۔

ثانیا بات تو یہ ہے کہ جناب دوسروں کو طعنہ دیتے ہیں کہ البوارق اللامیہ صحیح سے نہیں پڑھی ۔جبکہ ہمیں یہ لگتا ہے بلکہ یقین ہے کہ جناب نے اپنے گھر کی کتابیں ہی نہیں پڑھیں ۔جیسا کہ پیچھے اس کے کافی ثبوت مل جائیں گے ۔باقی یہ کہنا کہ قاسم نانوتوی کا رد کیا ہے یہ بھی غلط ہے چنانچہ غلام مہر علی لکھتا ہے:''خاتم النبیین کا جو نظریہ مرزائیوں کا ہے وہی دیوبندیوں کا ہے''۔(دیوبندی مذہب ص ۱۷۲)

غلام مہر علی نے جو بکواس کی ہے اس سے ہمیں اس وقت بحث نہیں مگر اس حوالے کو پڑھیے اور یہ جان لیجئے کہ البوارق اللامیہ کی عبارت میں ہمارا رد نہیں ہے بلکہ قادیانیوں کا رد ہو رہا ہے ۔اس کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ اگر اس میں ہمارا رد ہوتا تو پھر رامپوری صاحب اسی کتاب کے ص ۲۴ پر مولانا نانوتویؒ کو مرحوم کیوں لکھتے؟ کیا ایسا شخص جو تمہارے نزدیک کافر ہے اس کو مرحوم لکھ کر یہ کافر نہ ہوئے؟ لہذا ان کا یہ مرحوم لکھنا ہی بتا رہا ہے کہ یہ رد مولانا نانوتویؒ کا رد کر ہی نہیں رہا لیکن چونکہ تم نے اس کو مولانا نانوتویؒ کا رد سمجھا ہے لہذا تمہارے نزدیک یہ مولانا کو مرحوم لکھنے کے سبب کافر ہو گیا۔اور اس کی تقریظ جو عبد السمیع رام پوری نے انوار ساطعہ پر لی ہے وہ بھی اس کو مسلمان جان کر کافر ہوا رضاخانی اصول سے اور ایک کافر کی کتاب پر تقریظ لکھ کر ایمان تمہارے احمد رضا کا بھی نہ بچا جو تمہارے رضاخانیوں کا سرخیل ہے ۔نیز ان سب کو اپنا بڑا سمجھنے والے سارے رضاخانی کافر و بے ایمان ہوئے۔

مولانا صاحب حضرت امام نانوتویؒ کا رد اس عبارت میں نہیں کر رہے ہیں اس پر ایک دلیل یہ بھی ہے کہ انہوں نے بالذات و بالعرض کو حقیقت و مجاز پر محمول کر لیا اس لئے انبیا سے نبوت کے سلب کا الزام بھی دھر لیا حالانکہ امام نانوتوی نے کہیں بھی اس معنی میں ان اصطلاحات کو اس باب میں استعمال نہیں کیا۔

متضاد اقوال اور نذیر احمد صاحب

رضاخانی کی پیش کردہ عبارت جس کو وہ تحذیر الناس کا رد کہہ رہے ہیں اور ہماری پیش کردہ عبارت آپس میں متضاد ہیں ۔جبکہ اسی طرح کے تضاد کے متعلق نصیر الدین سیالوی لکھتا ہے:

''جس طرح قادیانی کے ان متضاد اقوال کے باوجود اس کو مدعی نبوت اور کافر قرار دیا جاتا ہے اسی طرح قاسم نانوتوی اور اشرف علی تھانوی وغیرہ کو بھی متضاد عبارات کی وجہ سے کفر سے بری قرار نہیں دیا جا سکتا''۔(عبارات اکابر کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ جلد ۲ ص ۴۵)

اسی طرح ایک جگہ براہین قاطعہ اور المہند کی عبارات میں بزعم خویش تضاد دکھاتے ہوئے لکھتا ہے:

''دیوبندیوں کی عبارات میں تضاد ہے اور متضاد عبارتوں کی وجہ سے جو ان پر کفر کا حکم لگا ہے وہ نہیں اٹھ سکتا''۔

(عبارات اکابر کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ جلد ۲ ص ۴۷)

لہذا ان متضاد عبارات کے ہوتے ہوئے نذیر احمد صاحب کسی صورت اب تکفیر سے بری نہیں ہو سکتے۔

ایک ممکنہ تاویل:

ممکن ہے کوئی رضاخانی یہ کہہ دے کہ کوئی شخص اپنے آپ کو ہی کیسے کافر کہہ سکتا ہے؟۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ:

''کوئی عاقل واقعی اپنے آپ کو کافر نہیں کہہ سکتا لیکن مشہور مقولہ ہے''خدا جب دین لیتا ہے حماقت آہی جاتی ہے۔''

(عبارات اکابر کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ جلد ۲ ص ۴۶)

ذاتی کی اصطلاح اور رضاخانیت

دوم: اگر ذاتی کی اصطلاح استعمال کرنے سے باقیوں کی نبوت کا سلب ہونا لازم آتا ہے جیسا کہ آپ نے مولانا نذیر رامپوری صاحب کی عبارت سے ثابت کرنے کی کوشش کی تو رامپوری صاحب کا یہ فتوی تو پھر آپ کے گلے کی ہڈی بھی بن رہا ہے۔ چنانچہ غلام مہر علی لکھتا ہے:

''یقیناً حضور کی خاتمیت ذاتی تو بے شمار دوسرے دلایل سے ثابت ہے جس پر سب کا ایمان ہے''۔ (دیوبندی مذہب ص ۵۹۸)

ایک جگہ لکھتا ہے:

''حضور بے شک ذاتی وزمانی ہر طرح خاتم النبیین ہیں''۔ (دیوبندی مذہب ص ۱۷۲)

لیجئے اب چونکہ آپ ﷺ کے لیے''ذاتی''کی اصطلاح آپ نے بھی مان لی بلکہ اس کو دلائل سے ثابت مان کر یہ تک کہا کہ اس پر سب کا ایمان ہے۔ لہذا یہ''سب''لوگ مولوی نذیر احمد رامپوری کے حساب سے دیگر انبیاء سے سلب نبوت کا عقیدہ رکھ کر خود کافر ہو گئے۔ لہذا جو عبارت آپ ہمارے خلاف پیش کر رہے ہیں وہ خود آپ کے کفر کی ایک بین دلیل ہے۔

رضاخانی سلب نبوت کے قائل

اب ہم قارئین کو بتانا چاہتے ہیں کہ سلب نبوت کا الزام تو مولانا نانوتویؒ پر لگانا چاہ رہے تھے مگر مظفر صاحب کے گھر کی حالت بھی ملاحظہ فرمائیں کہ جناب کے گھر میں اندرون خانہ کیا معاملات چل رہے ہیں؟۔ مولوی عبدالمجید سعیدی اشرف سیالوی گروپ کا عقیدہ نبوت یوں لکھتا ہے:

''اسی طرح ولادت باسعادت سے چالیس سال کی عمر شریف تک بھی ان کو آپکے بالفعل نبی ہونے سے انکار ہے''۔

(تنبیہات، جلد ا ص ۷۶)

نیز اسی صفحہ پر سیالوی صاحب کی تحقیقات سے ان کا موقف لکھتا ہے کہ:

''تخلیق آدم علیہ السلام سے ولادت باسعادت تک کم وبیش چھ ہزار سال کو اپنے آباؤ اجداد اور امہات وجدات کے ارحام واصلاب میں رہے اس مدت میں بھی وہ آپ کو بالفعل نبی مانتے نظر نہیں آتے۔ (تحقیقات، ص ۷۶)

یہ مفتی عبدالمجید سعیدی نے سیالوی صاحب کا موقف لکھا ہے کہ وہ چالیس سال سے پہلے آپ کو بالفعل نبی نہیں مانتے اور اسی کتاب میں

لکھتے ہیں:

’’پس آدم وحوا علیہما السلام سے اپنے والدین ماجدین تک پہنچنے نیز عالم بطن سے ولادت باسعادت اسی طرح ولادت مبارکہ سے چالیس سال کی عمر شریف تک کے تمام ادوار میں بھی آپ ﷺ بالفعل نبی و رسول تھے اس معنی میں کہ آپ کو عالم ارواح میں جب سے بالفعل نبی بنادیا گیا اس کے بعد اسے کینسل نہیں کیا گیا اور نہ ہی اسے غیر معتبر یا کالعدم قرار دیا گیا کیوں کہ یہ بے بنیاد اور بلادلیل دعوی ہے۔ نیز یہ تسلیب نبوت ہے جو بالاتفاق جائز نہیں اور یہ قول کفر ہے‘‘۔(تنبیہات،ص۷۹)

لیجئے سیالوی صاحب جو چالیس سال سے پہلے بالفعل نبی نہیں مانتے وہ سلب نبوت کا عقیدہ رکھ کر کافر ہوئے۔ یہی نہیں جو بھی ان کو اپنا بزرگ مانیں گے وہ بھی اسی فتوی کے مصداق بنتے ہوئے کفر کے گھاٹ اتر جائے گا۔ دیکھا آپ نے حضرت نانوتویؒ پر خواہ مخواہ کا الزام لگانے والوں کے گھر سے سلب نبوت کا گندہ عقیدہ برآمد ہو گیا۔ رضاخانی صاحب سے عرض ہے کہ ادھر بھی کوئی فتوی لگادیں۔ اس کے خلاف بھی کوئی کتاب لکھ دیں۔ یہ وہ جواب ہے جس پر آپ پھولے نہیں سماتے؟ اور کہتے ہو کہ میرے جواب الجواب سے یہ لوگ مبہوت ہو گئے ہیں۔

خلاصہ کلام جناب کا نام نہاد جواب کسی کام کا نہیں ہے ہمارا استدلال توڑنے میں رضاخانی صاحب ناکام رہے ہیں، بلکہ مزید کفر کے پروانے لے گئے اور اپنے اکابر کا کفر بھی ظاہر کروادیا۔

مولوی دیدار علی شاہ اور مولانا نانوتویؒ

حضرت مولانا ساجد خان نقشبندی صاحب مدظلہ العالی نے رسالہ’’تحقیق المسائل ص ۳۱‘‘ سے دیدار علی صاحب کا حوالہ نقل کیا تھا کہ انہوں نے لکھا ہے کہ:

’’اور مولانا و استاذ نا رئیس المحدثین مولانا محمد قاسم صاحب مغفور حضرت مولانا احمد علی صاحب مرحوم۔۔۔الخ‘‘۔
(ملخصا دفاع اہل سنت ص ۴۲)

رضاخانی جواب کا خلاصہ:

جناب نے پہلے تو مولا ساجد صاحب کو خائن، چور، نقال تک کہہ دیا ہے اور خواہ مخواہ لفاظی سے کام لیتے ہوئے نصف صفحہ سیاہ کیا ہے۔ پھر یہ کہا کہ ساجد صاحب نے لکھا ہے’’اور مولانا و استاذ نا رئیس المحدثین مولانا قاسم صاحب جبکہ رسالہ تحقیق المسائل میں’’اور مولانا و استاذ نا رئیس المحدثین استاد محمد قاسم صاحب۔ اسی طرح’’حضرت مولانا احمد علی صاحب‘‘ لکھا جبکہ اصل میں’’حضرتنا مولانا احمد علی صاحب‘‘ ہے اسی طرح نقل کیا’’فتوے اجوبہ سوالات خمسہ کی نقل زمان طالب علمی‘‘ جبکہ’’فتوی اجوبہ سوالات خمسہ سے یہی کہ جس کی نقل زمان طالب علمی‘‘ اصل الفاظ ہیں۔
(کشف القناع ص ۱۵۸۔۱۵۹)

نیز جناب کا یہ کہنا ہے دیدار علی صاحب نے کچھ دیوبندیوں کی تعریف عدم واقفیت کی بنیاد پر کردی۔ پھر ان کے رسالہ کی عبارت نقل کی جس کا مفہوم یوں ہے کہ بتیس سال پہلے دیدار صاحب کی مولانا گنگوہیؒ سے خط وکتابت ہوئی اور اس میں میلاد کا مسئلہ زیر بحث آیا اس وقت براہین قاطعہ، حفظ الایمان اور تقویۃ الایمان کتب کی عبارات دیدار صاحب کی نظر سے نہ گزری تھیں مگر بعد از مطالعہ کتب یہ یقین ہو گیا کہ فی

الواقع یہ لوگ گمراہ ہیں طبع ثانی میں تعظیمی القابات نکالنے کا دل چاہتا ہے۔(تحقیق المسائل ملخصا اخری صفحہ)۔
اس پر تبصرہ کیا کہ اس کے بعد بھی اگر یہ بات کی جائے کہ نانوتوی کو وہ مسلمان سمجھتے تھے تو یہ خام خیالی ہے پھر یہ کہا کہ دیدار صاحب کا حسام الحرمین کی تائید میں الصوارم الہندیہ میں فتوی موجود ہے۔(ملخصا کشف القناع ص ۱۵۹۔۱۶۰)

جواب:

پہلی بات تو رضاخانی صاحب نے نقل عبارت میں الفاظ کی اغلاط کو نشانہ تنقید بنایا ہے جس پر ہم نے جناب کے اصول سے ہی بتادیا تھا کہ دانا اور عقل مند الفاظ کے چکروں میں نہیں پڑتے۔نیز ما قبل میں دیوبندیوں سے لاجواب سوالات کا حوالہ بھی گزر چکا جس کے بعد جناب کا طعن کرنا فضول ہے۔نیز ہم ایک اور اصول آپ کی خدمت میں پیش کرتے ہیں جس سے جناب کا جاہل ہونا ثابت ہو جائے گا۔

''انہی الفاظ سے اگر آپ کی مراد یہ ہے کہ جو الفاظ نیازی صاحب کی زبان سے نکلے ہیں بعینہ وہی الفاظ کتابوں میں دکھائے جائیں تو یہ آپ کی زبردست جہالت کی دلیل ہے۔کیونکہ لفظ بہ لفظ عبارت نہیں بلکہ معنی ومفہوم دیکھا جاتا ہے''۔

(دیوبندیوں سے لاجواب سوالات ص ۳۸۹)

لیجئے بعینہ الفاظ کا مطالبہ کرنا زبردست جہالت ہے۔لہذا جناب مولانا ساجد صاحب پر تنقید سے پہلے ہی گھر کے اصول سے زبردست جاہل ثابت ہوئے۔

رضاخانی علماء رسالہ کا آغاز ہاتھ کی صفائی سے کرتے ہیں

یہاں یہ بات بھی بیان کرنا مناسب ہے کہ یہ دکھا دیا جائے کہ اصل قطع و برید کرنے والے کون ہیں۔چنانچہ عبدالمجید سعیدی رضاخانی مولوی غلام حسن قادری کے بارے میں لکھتا ہے:

''نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ لاہوری صاحب نے رسالہ کا آغاز ہی ہاتھ کی صفائی سے کیا ہے''۔(مصلحانہ کاوش ص ۱۳)

ایک جگہ لکھتے ہیں:

''لاہوری صاحب کا اس میں کمال یہ ہے کہ انہوں نے اس کا یہ پس منظر چھپانے کے ساتھ ساتھ حضرت کی عبارت ادھوری نقل کی''۔

(مصلحانہ کاوش ص ۳۳)

آگے لکھتے ہیں:

''جوتا پہننا سنت جسے وہ صاف اڑا گئے البتہ اڑائے گئے الفاظ کی جگہ یہ لفظ از خود لکھ دیئے ''یعنی امت کے لیے''۔(ص ۳۳)

ایک جگہ لکھتے ہیں:

''بڑے افسوس سے کہنا پڑ رہا ہے کہ مولانا نے اسے سیاق وسباق سے ہٹا کر اس کا محض من مانا جملہ اور ٹکڑا لے لیا ہے''۔

(مصلحانہ کاوش ص ۴۱)

ایک جگہ تو کمال کا انکشاف کیا کہ:

''اس عبارت میں بھی الٹ پلٹ کی گئی ہے۔جناب نے جو جملہ پہلے تھا اسے بعد میں اور جو بعد میں تھا اسے پہلے لکھ دیا گیا

ہے''۔(مصلحانہ کاوش، ص ۹۰)

مزے کی بات یہ ہے کہ سعیدی صاحب جس بات پر غلام حسن قادری کو کوکوس رہے ہیں یہی حرکت جناب کے اعلیٰ حضرت نے کی ہے لیکن تحذیر الناس کی ساتھ کی گئی اس دھوکہ دہی کو کوسنے کے لیے تیار نہیں۔

اشرف سیالوی کی قطع و برید

عبدالمجید سعیدی مولوی اشرف سیالوی صاحب کے بارے میں انکشاف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''نہایت افسوس سے کہنا پڑ رہا ہے کہ سرگودھوی صاحب نے اپنی مطلب برآری کے لیے لطائف الحیل سے بھی کام لیا ہے جس مین قطع و برید تک شامل ہے اور خلاف واقعہ بیان بھی اور اس میں انہوں نے ذرہ بھر بھی ہچکچاہٹ محسوس نہیں کی''۔(تنبیہات جلد ا ص ۱۳۱)

قارئین کرام! چونکہ رضاخانی کو بار بار عبارت میں کیڑے نکالنے کا شوق چڑھ رہا تھا اس لئے یہ ہم نے آئینہ دکھانے کے لیے کچھ حوالے دکھادیئے ہیں جس سے رضاخانی مولویوں کی حرکات کا کافی حد تک اندازہ ہو جاتا ہے۔اگر رضاخانی صاحب میں کچھ غیرت ہوگی تو یہاں پر بھی وہی تبصرہ پیش کریں گے جو مولانا کے متعلق بار بار کر رہے ہیں۔یاد رہے کہ دفاع کی عبارت میں لفظی غلطیاں تو یقینا کاتب کی طرف سے ہیں مگر یہاں تو خود آپ کے مایہ ناز عالم ان''تحریفات''کو کاتب نہیں بلکہ مصنف کی طرف منسوب کر رہا ہے لہٰذا غیرت کرو اور اس پر بھی کچھ تبصرہ کرو۔

دوم:رضاخانی نے خود تسلیم کرلیا کہ مولوی دیدار صاحب نے مولانا نانوتوی ؒ کو استاذ کہا ہے۔(ملاحظہ ہو ص ۱۵۸)جبکہ عبارات اکابر کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ میں یہ اصول موجود ہے کہ شاگرد استاد کا مذہب زیادہ جانتا ہے۔لہٰذا مولوی دیدار صاحب کیسے شاگرد تھے کہ ان کو آخری وقت تک استاذ کا عقیدہ ہی نہ پتہ چل سکا؟۔

سوم:جب دیوبندیوں کی تعظیم کرنے والا بھی تمہارے نزدیک کافر ہو جاتا ہے۔تو یہ مولانا نانوتوی ؒ کی تعظیم کر کے کافر ہوا ہے۔تو اب ہم اس حوالے کو تب ہی واپس لیں گے جب دیدار علی کے تجدید ایمان ونکاح کا ثبوت دیا جائے یہ کوئی فرعی مسئلہ تھوڑی تھا کہ صرف رجوع کافی ہوگیا، یا الفاظ کا نکالنا کافی ہوگیا۔دفاع جلد دوم کے مقدمہ میں مولانا ساجد صاحب نے توبہ کا مکمل طریقہ رضاخانی کتب سے دکھلایا ہے لہٰذا اسی طریقہ کے مطابق دیدار علی کا توبہ پیش کیا جائے ورنہ یہ محض ڈھونگ ہوگا۔

باقی رہی رجوع کی بات تو وہاں پر دیدار علی کا رجوع تو مولانا گنگوہی کے متعلق ہے اور آگے کتب کے نام بھی گنوائے ہیں جبکہ ان کتب میں تحذیر الناس کا نام نہیں ہے۔تو بالفرض رجوع مان بھی لیں تو اس سے حضرت نانوتوی ؒ کے متعلق رجوع کہاں ثابت ہوا؟ لہٰذا اس سے ہمارے پیش کردہ حوالے کی تردید کیسے ہوگئی؟

کہاں کی اینٹ کہاں کا روڑا بھان متی نے کنبہ جوڑا

الصوارم الہندیہ اور مولوی دیدار علی الوری

رہی بات الصوارم الہندیہ میں موجود فتوی تو یہ تمہاری کتاب ہے جو ہمارے لیے معتبر نہیں۔باقی حسام الحرمین کی تائید الصوارم الہندیہ سے کرنے کی بات بھی خود اپنی ہی کتب سے جہالت کی دلیل ہے۔چنانچہ آپ کے ہاں رجوع کا ایک طریقہ کار ہے۔مولوی حشمت علی

صاحب نے خود ستر باادب سوالات میں لکھا ہے کہ:

''اوراسی رسالہ مبارکہ کے صفحہ ۸۰ میں اسی طرح کے اختلافات کی بنا پر علماء بدایوں کو یہ شرعی ہدایت فرمائی گئی یہ وجوہ خمس بلاشبہ بالا جماع کم از کم پانچ حکم لازم کرتی ہیں اول تجدید اسلام دوم جس طرح ان اقوال مردودہ کی اشاعت ہوئی یو ہیں ان سے توبہ کی اشاعت سوم تجدید نکاح چہارم اعادہ حج کہ اس کا وقت عمر ہے نماز روزے جو گئے کہ ان کا وقت بھی گیا پنجم تجدید بیعت''۔

(ستر باادب سوالات، ص ۳۰، ۳۱)

لہٰذا اس طرح اور ان شرائط پر اسکا رجوع اور توبہ دکھائیں ورنہ الصوارم الہندیہ میں فتوی دے کر تو خود مولوی دیدار صاحب نے اپنے کفر پر مہر لگا دی ہے۔لہٰذا اگر حسام الحرمین کی تائید کی ہے تو یہاں ایک طرف مولوی دیدار صاحب مسلمان سمجھ رہا ہے اور دوسری جانب کافر کہہ رہا ہے تو یا کافر کو مسلمان سمجھ کر کافر ہوا یا کافر کو مسلمان کہہ کر۔ بہر حال دونوں طرح سے کافر ہو جاتا ہے۔

دیدار صاحب نے کفر پر مہر لگا دی

اب اگر پہلے دیدار صاحب نے علماء دیوبندی کی تعظیم کی ہے اور بعد میں اس نے حسام الحرمین کی تائید کر دی تو انہوں نے اپنی ہی کفر پر بقول حسن علی صاحب کے مہر لگا دی ہے۔ چنانچہ حسن علی رضوی صاحب لکھتے ہیں:

''پانچویں بات یہ کہ وقوع کذب کے قائل گنگوہی صاحب کے نام سے کفر کا یہ شائع شدہ فتوی خود ان پر پڑا وقوع کذب باری تعالی کے قائل بھی وہ اور وقوع کذب کے قائل کو کافر کہنے والے بھی وہ خود ہی ہیں اپنا فتوی اپنے ہی کام آ گیا''۔

(محاسبہ دیوبندیت، جلد دوم، ص ۴۸۷)

لہٰذا ایک طرف تعریف کر کے دوسری طرف ان کی تکفیر پر تائید کر کے دیدار علی صاحب کا اپنے ہی فتوے سے کام ہو گیا۔قارئین! دیکھا جس کو جناب مولانا نانوتوی ؒ کے کفر کی دلیل بنا رہے تھے وہی دلیل مولوی دیدار علی صاحب کے کفر کی بن گئی۔ہم یہاں یہ بات ضرور عرض کرنا چاہیں گے کہ جناب ثابت تو حضرت نانوتوی ؒ کو کافر کرنے کی کوشش کر رہے ہیں لیکن اب تک کی کوشش میں بری طرح ناکام ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے اکابر سے بھی ہاتھ دھوتے جا رہے ہیں۔اللہ کرے ایسی کوششیں یہ کرتے رہا کریں تا کہ یہ اور ان کے اکابر سب کی اصلیت کھلتی رہے۔

؎ اس کشمکش کے دام سے کیا کام ہمیں
اے الفت چمن ترا خانہ خراب ہو

پیر کرم شاہ صاحب اور مولانا نانوتوی ؒ

مولانا ساجد خان صاحب نے پیر کرم شاہ کے خط کا حوالہ دیتے ہوئے مولانا نانوتوی ؒ کی تعریف دکھائی تھی اور ان کی کتاب تحذیر الناس میری نظر میں کے حوالے سے حضرت امام نانوتوی ؒ کو ختم نبوت زمانی پر ایمان رکھنے والا ثابت کیا ہے۔

رضا خانی جواب کا خلاصہ:

رضاخانی صاحب فرماتے ہیں کہ تفصیلی گفتگو کے بجائے خالدمحمود صاحب کا حوالہ دیتا ہوں پھر مطالعہ بریلویت کا حوالہ دیا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ پیر کرم شاہ احمد رضا کے پیرو نہ تھے۔ احمد رضا نے تحذیر الناس کی عبارت میں نقل کے وقت دجل سے کام لیا پیر کرم شاہ اس تحریف پر ان کے ساتھ نہ تھے وغیرہ۔ پھر جناب نے علامہ خالد صاحب کے الفاظ جلی حروف میں لکھے کہ:

''لیکن کیا یہ مقام افسوس نہیں کہ پیر کرم شاہ صاحب اپنے اس مؤقف پر جم نہ سکے۔ الخ''

پھر یہ نتیجہ نکالا کہ جب گھر کے لوگ مان رہے ہیں کہ وہ اپنے مؤقف پر جم نہ سکے تھے پھر بھی وہی باتیں ذکر کی جارہی ہیں۔

(ملخصاص ۱۶۱ کشف القناع)

جواب:

جناب اس حوالے سے تفصیلی جواب دے بھی نہیں سکتے تھے۔ کیوں کہ ان کی زنبیل میں علامہ خالد محمود رحمہ اللہ کی اس عبارت کے سوا کچھ نہ تھا۔ سو ہم جناب کی بے بسی سمجھ رہے ہیں۔ لیکن ہم یہاں ان کی اس واحد دلیل کا بھی رد کئے دیتے ہیں۔ (پیر صاحب کے توبہ ورجوع کے حوالے سے دفاع جلد دوم کے مقدمہ میں بھی تفصیل موجود ہے۔)

مطالعہ بریلویت کا حوالہ اور پیر کرم شاہ صاحب

اس حوالے سے جناب نے مطالعہ بریلویت جلد 1 کا حوالہ دیا کہ پیر صاحب اپنے موقف پر قائم نہ رہ سکے حالانکہ مطالعہ بریلویت کے حوالے میں فقط یہ بات ہے کہ پیر صاحب نے جو حضرت قاسم العلوم کی تعریف وغیرہ کی ہے ''اپنے خط میں کھل کر'' اس پر پوری طرح جم نہ سکے تھے اور ''تحذیر الناس میری نظر'' میں کچھ باتیں دیوبندیوں کیخلاف لکھ دیں جس کا اقرار خود بریلویوں کو بھی ہے اس بنیاد پر علامہ خالد محمود کی مراد یہ ہے کہ وہ پوری طرح جم نہ سکے اپنے لکھے گئے خط پر یہ مطلب نہیں کہ تحذیر الناس پر کفر کا فتویٰ دیدیا۔ پیر صاحب کے خلاف رضاخانیوں کی کتاب ''علمی محاسبہ کے صفحہ ۱۱۲'' پر لکھا ہے کہ:

''تحذیر الناس میری نظر میں لکھ کر دوبارہ تحذیر الناس کی حمایت کی۔ جو دو چار جملے صلح کلیت نبھانے کیلئے دیوبندیوں کے بظاہر خلاف لکھے''۔

لیجئے جناب کے پیش کردہ حوالے کی قلعی ہم نے کھول دی۔ اس تفصیل سے یہ واضح ہوا کہ پیر کرم شاہ نے ''تحذیر الناس میری نظر میں'' بقول رضاخانیوں کے چند جملے دیوبندیوں کے خلاف لکھ دیئے یہ صرف بریلویوں کو خوش کرنے کیلئے ورنہ ان کا موقف وہی پرانا والا تھا۔ پس ہمارا استدلال ویسے کا ویسا ہی قائم ہے کہ پیر کرم شاہ نے مولانا قاسم نانوتوی ؒ کی تعریفیں کی ہیں اور وہ انہیں معاذ اللہ ختم نبوت کا منکر نہیں سمجھتے تھے۔ موصوف تو کہتے ہیں کہ علامہ خالد محمود صاحب ؒ کے ساتھ خط وکتابت میں پیر صاحب نے رجوع کر لیا تھا مگر ان کا اپنا ہم مسلک مفتی ظہور احمد جلالی لکھتا ہے:

''بات ہو رہی تھی پیر صاحب کی، پیر صاحب ایک جانب امام احمد رضا بریلوی کے معتقد ومعترف ہیں اور دوسری جانب مولوی محمد قاسم نانوتوی دیوبندی پر بھی والہانہ عقیدت کے پھول نچھاور کرتے ہیں ان کے اس دوہرے معیار (یعنی صلح کلیت) نے انہیں آج اس مقام پر لا کھڑا کیا ہے کہ وہ ایک نام نہاد دیوبندی عالم ڈاکٹر خالد محمود سیالکوٹی (مولف مطالعہ بریلویت وآثار الحدیث وغیرہ) کے سامنے یوں ساکت

وصامت ہو کر رہ گئے ہیں کہ اب ان کی حالت قابل دید ہی نہیں قابل رحم بھی ہے۔ یقین نہ آئے تو مکتبہ حنفیہ گوجرانوالہ سے چھپنے والی تحذیر الناس طبع دوم کا مقدمہ پڑھئے جس میں ڈاکٹر صاحب نے پیر صاحب کو لاجواب کر کے رکھ دیا ہے۔۔۔صد افسوس کہ پیر صاحب اس نام نہاد علامہ سے اپنی صلح کلیت اور تحذیر الناس کی حمایت کی ''برکت'' کے باعث بری طرح مات کھا گئے۔ پیر صاحب! اب آپ میدان میں اتر چکے ہیں پہلے تو آپ نے مولوی کامل الدین کو تحذیر الناس کی خوبیوں سے آگاہ کیا ہے آپ کا خط شائع ہوا تو آپ نے رسالہ ''تحذیر الناس میری نظر میں'' لکھ کر دوبارہ تحذیر الناس کی حمایت کی۔ جو دو چار جملے صلح کلیت کے نبھانے کیلئے دیوبندیوں کے بظاہر خلاف لکھے ڈاکٹر خالد محمود نے آپ کو پھر گرفت میں لے لیا اور ایسا گرفت میں لیا کہ جواب کی کوئی صورت ممکن ہی نہیں، البتہ آپ کے پاس ضعیف العمری، گوناگوں علمی مصروفیات، شب و روز کے دینی مشاغل اور اوراد و وظائف کی مشغولیت اور اسے ایک فروعی اختلاف کا نام دے کر سکوت اختیار کرنے اور جان چھڑانے کے مضبوط بہانے موجود ہیں۔ ظاہر ہے آپ تحذیر الناس کی حمایت سے ہاتھ اٹھانے سے تو رہے جواب آپ کے پاس ہے نہیں سو چپ ہی بھلی''۔ (ضیاء پاشی یا ضیاع کاری، ص ۱۱، ۱۲، ادارہ معارف نعمانیہ)

معلوم ہوا کہ پیر صاحب آخر وقت تک تحذیر الناس کی حمایت میں لگے رہے اور مطالعہ بریلویت میں پیر صاحب کا اس حمایت سے رجوع نہیں بلکہ ''بھرکس'' نکالا گیا ہے جس کے جواب سے پیر صاحب ساکت وصامت ہیں۔

رجوع کا دجل وفریب

یہ مولوی اتنا بڑا جاہل ہے کہ ایک طرف تو کہتا ہے کہ میں نے تمہاری ساری کتب چاٹ لی علامہ ساجد صاحب کو طعنے دیتا ہے کہ تجھے اپنی کتب کا پتہ نہیں اور اپنا حال یہ ہے کہ اسے اپنے ''ہم مخرج'' کے رسالوں کا بھی علم نہیں الٹا جو چھ سات مشٹنڈے رکھے ہوئے ہیں وہ بھی اس کی طرح ''نرے چبل بٹا چبل'' اس رجوع کے ڈرامے کا ڈراپ سین ہم اسی کے رسالے سے کر دیتے ہیں:

''ضیا پاشی یا ضیا کاری

مولوی قاسم نانوتوی نے جب تحذیر الناس لکھی تو بقول مولوی اشرف علی تھانوی صاحب سب علما نے اس کی مخالفت کی سوائے مولانا عبد الحیٔ کے (قصص الاکابر) عبد الحیٔ نے اثر ابن عباس کی صحت کی تائید کی تھی نہ کہ قاسم نانوتوی دیوبندی کی کفریہ عبادات کی قاسم نانوتوی کے خلاف عبد الحیٔ لکھنوی کا فتویٰ ''ابطال اغلاط قاسمیہ'' میں موجود ہے۔ اصل بات یہ تھی کہ تحذیر الناس کی تالیف کے سو سال سے بھی زائد عرصہ گزر جانے کے عبد جسٹس کرم شاہ بھیروی کو نہ جانے کیا سوجھی کہ قاسم نانوتوی دیوبندی کی حمایت میں ''تحذیر الناس میری نظر میں'' نامی کتاب لکھ ماری اور اس کتاب کے آخر یہ ''گل افشانی'' کی کہ ''میں یہ کہنا درست نہیں سمجھتا کہ مولانا نانوتوی ختم نبوت کے منکر تھے۔ گویا کہ وہ تمام علمائے اہلسنت (بشمول علمائے حرمین وہند) جنہوں نے قاسم نانوتوی کو ختم نبوت کا منکر قرار دیتے ہوئے اس پر فتویٰ کفر دیا۔ وہ سب غلط تھے (نعوذ باللہ) جسٹس کرم شاہ کی اسی مندرجہ بالا عبارت اور دوسری عبارات کے پیش نظر علما اہلسنت نے پیر کرم شاہ کو کافر قرار دیا ہے کیونکہ قاسم نانوتوی وغیرہ کے متعلق علما اہلسنت کا متفقہ فتویٰ ہے''۔ (کلمہ حق شمارہ ۷، مئی جون ۲۰۱۱، ص ۹۶)

''اس کے علاوہ مولوی قاسم نانوتوی دیوبندی کی کتاب تحذیر الناس میں درج ختم نبوت کے انکار پر مبنی عبارات کی بنا پر علما حرمین شریفین وعلما ہندوستان کی طرف سے دیئے گئے فتاویٰ کفر حسام الحرمین اور الصوارم الہندیہ کے انکاری اور انہی منکر ختم نبوت قاسم نانوتوی

دیوبندی کو پاکان امت میں سے شمار کرنے سمیت کئی خلاف اہل سنت نظریات رکھنے والے جسٹس کرم شاہ بھیروی صاحب کے متعلق نبیرہ اعلیٰ حضرت شیخ الاسلام مرشدی تاج الشریعۃ مفتی اختر رضا خان بریلوی اطال اللہ عمرہ اور دیگر علمائے اہلسنت کے دیئے گئے فتاوی کفر کو برحق گردانتے تھے ۔شہادت سے کچھ عرصہ قبل آپ نے اپنے گھر کے قریب واقع نیازیہ مسجد سمن آباد لاہور کے امام کو اس وجہ سے مسجد سے نکال دیا کہ وہ جسٹس کرم شاہ بھیروی صاحب کو انکے نظریات کا علم ہونے کے بعد بھی مسلمان اور ''ضیا الامت جیسے تعظیمی لقب سے یاد کرتا تھا''۔(کلمہ حق شمارہ ۱۱،ص ۵،۶)

دیکھا اس دجال کے مکروفریب کو اپنے ہی رسالوں میں لکھا کہ کافر ہے جو اسے مسلمان مانے وہ بھی کافر اور یہاں کہہ رہا ہے کہ انہوں نے تو رجوع کر لیا تھا اگر رجوع کر لیا تھا تو تمہارے مذہب میں ایک مسلمان کو کافر لکھ کر تیرے یہ ''ہم مخرج'' کافر ہوئے اور اگر رجوع نہیں کیا تھا تو تو نے رجوع کا قول کر کے دھوکا دہی جھوٹ ومکر جو مستلزم کفر ہے (رضاخانی اصول دعوت اسلامی کے خلاف پروپیگنڈے کا جائزہ) کی رو سے خود کافر ہو گیا۔

کچھ توجہ ادھر بھی

رضاخانی چونکہ اپنی اور مخالفین کی کتب سے جاہل و نابلد ہے اگر چہ دعوی علامہ الدھر ہونے کا ہے اس لئے اگر وہ اپنے مسلکی مجلہ ''حجت الاسلام لاہور'' کے ص ۱۸۹ تا ۱۹۱ پر رضا الحسن قادری ابن غلام حسن قادری اور مولوی اشرف سیالوی کی پیر کرم شاہ کی جھوٹی توبہ و رجوع کے حوالے سے دلچسپ گفتگو پڑھ لیتا تو ایسی بونگی نہ مارتا۔

علماء فرنگی محل اور حضرت نانوتویؒ

مولانا عبد الباری صاحب مرحوم علمائے دیوبند کے بارے میں اپنے اور اپنے اکابر اور علمائے فرنگی محل کا موقف ان الفاظ میں پیش کرتے ہیں:

''ہمارے اکابر نے اعیان علمائے دیوبند کی تکفیر نہیں کی ہے اس واسطے جو حقوق اہل اسلام کے ہیں ان کو ان سے کبھی محروم نہیں رکھا مولوی قاسم صاحب کے نام کے خط وکتابیں ہمارے پاس موجود ہیں''۔(الطاری الداری: حصہ دوم ص ۱۶ حسنی پریس بریلی)
(بحوالہ دفاع اہل سنت ص ۴۳)

رضاخانی جواب کا خلاصہ

الطاری الداری کی مکمل عبارت پیش کی جس میں یہ الفاظ قابل غور ہیں:

''اس طرح مجھے معلوم ہوا کہ مرزا محمد تقی خود تبرائی نہیں تھے بلکہ ان کے دستخطی فتاوے ہیں جن میں تبرا کو وہ منع کرتے ہیں اور اپنی کتب سے اس کے عدم جواز کو ثابت کرتے ہیں ۔علاوہ ہمارے اکابرین مجتہدین لکھنو سے جو تعلق رکھتے تھے اس کو ہم نے دیکھا اور برتا ہے ان کی عیادت،ان کی دعوت،ان کی تعزیت میں برابر ہم لوگ شرکت کرتے رہے ہیں''۔(کشف القناع ص ۱۶۲)

پھر اس پر رضاخانی صاحب نے تبصرہ کیا کہ:

''جس طرح مجتہدین لکھنو شیعہ سے اکابرین فرنگی محل کے تعلقات کی بنا پر اس کی عیادت کرنا، دعوت و تعزیت میں شریک ہونا ان کے عقائد کفریہ کو رفع نہیں کرتا اسی طرح عدم علم کی بنیاد پر اگر اکابرین فرنگی محل نے تکفیر نہیں کی تو وہ بھی دیوبندیوں کو مفید نہیں اس کی وضاحت الطاری الداری میں موجود ہے''۔ (کشف القناع ص ۱۶۳)

اس کے بعد الطاری الداری کی عبارت نقل کی۔

جواب:

اول بات تو آپ کے گھر کا اصول ہے تعریفیں ہوتی ہی واقفیت کی بنیاد پر ہیں اس پر انگلی اٹھانے والوں کو تین عدد فتاوی جات سے بھی نواز اگیا ہے۔لیکن پھر بھی جناب وہی بودی تاویل کا سہارا لے کر ہمارے دکھائے گئے فتاوی جات کی زد میں بار بار آرہے ہیں۔

دوم شیعوں کے بارے میں جو عبارت نقل کی گئی ہے اس میں یہ بات صاف موجود ہے کہ وہ تبرائی نہیں تھے۔شیعوں کے ساتھ تعلقات رکھتے تھے علماء فرنگی محل۔باقی آپ کا یہ دکھانا بے سود ہے کیونکہ یہ تعلقات رکھنا یا نہ رکھنا تمہارا اپنے گھر کا مسئلہ ہے ہمیں اس سے کیا غرض؟

نیز احمد رضا خان تو ایسے شیعہ کو بھی کافر کہتا ہے اور آپ نے خود تسلیم کرلیا کہ ان لکھنوی شیعوں کے عقائد کفریہ تھے لہٰذا جناب کی پیش کردہ عبارت کو دیکھتے ہوئے تو یہ ثابت ہوا کہ مولانا نانوتوی ؒ کی تکفیر نہ کر کے تو علماء فرنگی محل کافر ہوئے ہی تھے شیعوں کے ساتھ یارانے پال کر بھی کافر ہو گئے۔لہٰذا یہ تو آپ نے ان کا دہرا کفر ثابت کر دیا۔کمال کے محقق ہیں آپ۔اپنوں کی ہی نقاب کشائی کئے جارہے ہیں۔

یہ بھی یادرہے کہ یہاں اس عبارت کو تحذیر الناس کے رد میں اس لئے پیش نہیں کیا جاسکتا کہ علمائے دیوبند کی عبارات کے بارے میں خان صاحب نے کفر کی صاف وضاحت کی اس کے باوجود علمائے فرنگی محل خاص کر حضرت مولانا عبد الباری فرنگی محلی اس فتوے سے راضی نہیں تو ان کے تعلقات کا اظہار''عدم واقفیت'' کی وجہ سے نہ تھا بلکہ رضا خان بریلوی کے الزامات کو نہ ماننے کی بنا پر تھا اور یہی ثابت کرنا ہمارا مدعی ہے جس کے جواب سے یہ لوگ تا قیامت ان شاءاللہ عاجز ہیں۔موصوف نے علمائے فرنگی محلی کی عدم واقفیت کے دعوی کی دلیل میں الطاری الداری سے احمد رضا خان کی عبارت دکھائی ہے تو جناب ہم تو احمد رضا خان کو کذاب اعظم کہتے ہیں جو شخص تحذیر الناس کی عبارات میں دھوکہ دہی کرسکتا ہے، جھوٹا فتوی مولانا گنگوہی ؒ کی طرف منسوب کرسکتا ہے تو بھلا اس شخص کی بات ہمارے لیے کیسے حجت ہوگی؟ اسی کی بات ماننی تھی تو یہ اختلاف کا رولا کیوں؟۔نیز خود موصوف لکھتے ہیں:

''حکیم محمود سے بیان کرنے والا نجیب اللہ عمر ہمارے نزدیک پرلے درجے کا جھوٹا ہے لہٰذا اس کا بیان ہمارے لئے مضر نہیں''۔

(کشف القناع ص ۲۱۵)

تو الطاری الداری میں یہ بیان کرنے والا خان صاحب بریلوی ہمارے نزدیک پرلے درجے کا جھوٹا ہے لہٰذا اس کا بیان ہمیں مضر نہیں۔خان صاحب کو پرلے درجے کا جھوٹا کہنے پر آپ کو تکلیف تو یقینا بہت ہوئی ہوگی لیکن دوسروں کے خلاف جب دس گز زبان نکالتے ہو تو یہ بھی سوچا کرو کہ کہیں یہ زبان واپس موڑ کر لینی نہ پڑ جائے۔

دوسری بات اپنے گھر کی کتاب الطاری الداری ہمارے خلاف پیش کر دی جو نہ تو بقول نصیر الدین سیالوی جدلی انداز ہے نہ برہانی۔پھر بقول آپ کے بھی اگر گھر کی کتاب ہی پیش کرنی تھی ہمارے خلاف تو یہ کتاب لکھنے کی کیا ضرورت تھی؟ وہ تمام باتیں پیچھے پیش کی جاچکی ہیں۔

لہٰذا الطاری الداری کتاب کو ہمارے خلاف پیش کرنا حماقت اور اپنے ہی اصولوں سے لاعلمی نہیں تو اور کیا ہے؟

سوم: یہ بات بھی بڑی دلچسپ ہے کہ الطاری الداری والی بات کو فرنگی محلی صاحب نہیں مان رہے تو ہم کہاں سے مان لیں؟ ۔جب تمہارا اپنا بندہ ایک بات کو تسلیم نہیں کر رہا تو ہم کیسے اس کو تسلیم کر لیں؟

مظفری تاویلات

اس کے بعد رضاخانی صاحب نے جمال الدین فرنگی محلی صاحب کو رد وہابیت کا مجاہد عظیم فرمایا اور مولوی محمد علی رامپوری کو تقویۃ الایمان دکھائی اور اس سے اعلان برات کرایا۔اور حوالہ اپنی کتاب ''تذکرہ علمائے اہل سنت'' کا دیا۔آگے نزھۃ الخواطر کا حوالہ دے کر اس سے بھی یہ بات ثابت کرنے کی کوشش کی کہ مولوی جمال الدین صاحب شاہ صاحب کے سخت مخالف تھے۔یہاں تک کہ جمال الدین صاحب تقویۃ الایمان کو اچھا سمجھنے والوں کی بھی تکفیر کرتے تھے۔اسی طرح بانی درس نظامی استاذ الہند ملا نظام الدین محمد از محمد رضا انصاری فرنگی محلی سے طویل عبارت نقل کی۔وہاں بھی تقویۃ الایمان کو زیر بحث بنایا گیا تھا۔پھر اس پر تبصرہ کیا کہ جمال الدین صاحب تو تقویۃ الایمان کی متنازعہ عبارات کو گمراہی و کفر قرار دیتے تھے۔اور جمال الدین صاحب مولانا عبدالباری صاحب کے پڑ دادا ہیں۔آگے محمود احمد قاری کی کتاب کا حوالہ دے کر لکھا عبدالباری صاحب کے علم میں یہ چیزیں آئیں تو انہوں نے دیوبندیوں سے برات کا اظہار کیا پھر اپنی کتاب ''تذکرہ علمائے اہل سنت'' کا حوالہ دیا کہ:

> آپ ہی کے حکم سے اشرف علی تھانوی کی بہشتی زیور اور حفظ الایمان فرنگی محل میں جلائی گئی تھیں۔۔۔الخ
>
> یوں ان کی توبہ دکھائی ہے''۔(ملخصا کشف القناع ص ۱۶۳ تا ۱۷۱)

جواب:

رضاخانی صاحب نے خواہ مخواہ اتنے صفحات سیاہ کئے۔ان تمام صفحات میں چند باتیں قابل غور تھیں جن کا جواب ہم عرض کئے دیتے ہیں۔

اول بات تو یہ ہے کہ جناب نے اپنی کتابوں کے حوالے بھی دیئے جو ہم پر حجت نہیں بلکہ اپنے حوالے ہم پر پیش کرنا خود موصوف کے ہاں پرلے درجے کی جہالت ہے۔ما قبل میں تفصیلی گفتگو ہو چکی ہے۔تاہم ایک حوالہ اور دے کر ہم آگے بڑھتے ہیں۔مولوی حسن علی لکھتا ہے:''اپنا ہی دعوی اور اپنے ہی گھر کی شہادت؟ کمال بے حیائی اسی کا نام ہے''۔(برق آسمانی ص ۱۲۵)

تو رضاخانی صاحب کمال بے حیائی کا مظاہرہ کرنے کے بجائے جواب دیا جاتا تو بات اور تھی مگر آپ نے اتنے صفحات سیاہ بھی کئے اور شہادتیں بھی اپنے ہی گھر کی پیش کرنے لگے۔لہذا بقول حسن علی صاحب یہ آپ کی کمال بے حیائی کی دلیل ہے۔آپکا بے حد شکریہ آپ نے اپنے بے حیا ہونے کی ایک اور دلیل ہمیں دے دی۔

دوم: جناب نے نزھۃ الخواطر سے جمال الدین صاحب کا تقویۃ الایمان سے اختلاف دکھانے کی کوشش کی تو اس حوالے سے عرض یہ ہے کہ ایک طرف ہیں صاحب نزھۃ الخواطر جبکہ دوسری طرف مولانا عبدالباری صاحب ہیں۔اب تم لوگوں کا خود کا اصول ہے کہ کسی دوسرے کی نسبت اولاد باپ کا مؤقف زیادہ جانتی ہے۔چنانچہ نصیر الدین سیالوی لکھتا ہے:

> ''مولانا دیدار علی شاہ محدث الوری کا نظریہ الرشید والے کی نسبت ان کی اولاد امجاد بہتر جانتی ہے''۔

(عبارات اکابر کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ ص ۱۶۱ جلد ۱)

لہذا آپ کے اصول کے مطابق بجائے صاحب نزھۃ الخواطر اور خالد سیف صاحب کے عبد الباری صاحب اپنے باپ دادا کا نظریہ زیادہ بہتر جانتے ہیں اور ان کا قول ہم نے پیش کر دیا ہے کہ وہ اپنے اکابر کا مؤقف کیا بیان کرتے ہیں؟۔ جس سے بات صاف ظاہر ہو جاتی ہے کہ علمائے فرنگی محل تکفیر علماء دیوبند کے قائل نہ تھے۔

جمال الدین صاحب فرنگی محلی اور رضا خانیت

جناب نے کشف القناع ص ۱۶۴ پر تقویۃ الایمان کی عبارات سے صریح طور پر برات ظاہر نہ کرنے پر جمال الدین فرنگی محلی کی طرف سے مولانا محمد علی کے قتل کا فتوی جاری کرنے کی بات کی، حالانکہ اس فتوے سے تو آپ لوگ خود مطمئن نہیں کیونکہ ما قبل میں شریف الحق امجدی صاحب کا حوالہ گزر گیا کہ خان صاحب کو تقویۃ الایمان کی عبارت میں کوئی نہ کوئی اسلام کا پہلو ضرور نظر آیا جس کی وجہ سے تکفیر نہیں کی (ملخصا) پس جب یہ عبارات ہی محتمل ہیں اور اس میں اسلام کا پہلو بھی موجود ہے تو اس پہلو کی بنیاد پر اگر ان عبارات کو کوئی قطعی کفریہ نہ کہے تو اس بنا پر کسی کے قتل کا فتوی جاری کرنا غیر شرعی و حرام ہوا ایسا شخص مسلمان کے قتل ناحق میں ملوث ہو کر لعنت خداوندی کا مستحق ہوا۔ نیز کیا کسی مایہ ناز رضا خانی دار الافتا میں جرات ہے کہ تقویۃ الایمان کو درست سمجھنے والے دیوبندیوں کے قتل کا فتوی جاری کرے؟۔ تو اس آدمی کی ان حرکتوں سے تو تم خود راضی نہیں اس کے باوجود یہ تمہارے اکابر میں سے ہے اور خان صاحب کے نظریہ سے اس پر بقول تمہارے زد نہیں پڑتی تو شاہ صاحب کے خلاف بالفرض ایسی کوئی بات کہہ بھی دی تو اس سے یہ کہاں لازم کہ حضرت نانوتوی ؒ واعیان دیوبند کو بھی کافر سمجھتے تھے۔

دوسری بات یہ ہے کہ (رضا خانی اصول پر) یہ عقلا بھی کیسے ممکن ہے کہ پڑ دادا اتنا مخالف ہو کہ اس نے قتل کے فتوے دئے ہوں جبکہ پوتا اور پڑ پوتا اس قدر حمایتی ہو؟۔ اس کے دو ہی مطلب ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ وہ پڑ دادا کو غلطی پر سمجھتے تھے۔ ورنہ یہ کیسے ممکن ہے کہ جس کو دادا کافر کہیں انہی کو یہ مسلمان جان لیں اور اپنے ہی اصولوں سے سارے کافر ہو جائیں۔ ورنہ یہ بات ماننی پڑے گی کہ جن کو آپ پڑ دادا کہہ رہے ہیں یہ سب ان کو غلطی پر مانتے تھے۔ (یہ سارا اس اصول پر ہے کہ بیٹا، شاگرد و خلیفہ باپ استاد پیر کا مذہب بہتر جانتا ہے)

کیا تقویۃ الایمان پر جرح سے اکابر دیوبند متہم ہو جاتے ہیں؟

رضا خانی صاحب بار بار مولانا نانوتوی ؒ کی تردید کے لیے تقویۃ الایمان پر جرح دکھائے جا رہے ہیں پھر اس جرح پر تمام علماء دیوبند کو متہم ٹھرا کر ان کی توثیق کو مشکوک بنائے جا رہے ہیں۔ جبکہ یہ بات بریلوی اصولوں سے ہی قابل قبول نہیں کہ ایک پر جرح سے سارے ہی قابل جرح ہو جائیں۔ چنانچہ اقتدار احمد خان صاحب کو تم لوگ پھنس جانے پر غیر معتبر کہہ کر جان چھڑاتے ہو۔ کیا اب اقتدار پر کی گئی جرح سے مفتی احمد یار خان نعیمی بھی قابل اعتماد نہ رہے؟ رضا خانی صاحب کا طریقہ واردات دیکھیں تو جواب ہاں میں ملتا ہے۔

رضا خانی صاحب کے طریقہ واردات سے یہ بات واضح ہو رہی ہے کہ اگر فریق اول کے کسی شخص کی طرف سے فریق ثانی کے کسی ایک شخص پر تنقید کی جائے تو فریق اول کی وہ تنقید فریق ثانی کے تمام اشخاص کو مجروح کر دے گی۔ اگر اسی اصول کو تسلیم کر لیا جائے تو یہی اصول رضا خانیت کے لیے زہر قاتل ہے کیونکہ حشمت علی نے ستر باادب سوالات میں کچھوچھوی اور اس کے ابا کو کافر لکھا۔ شاہ احمد نورانی صاحب کے باپ اور نعیم الدین مراد آبادی کو بھی کافر لکھا ہے۔ اب اس اصول سے یہ نظریہ تمام رضا خانیوں کا عقیدہ ہونا چاہیئے کہ حشمت علی کی تکفیر کی وجہ سے یہ

سارے کافر ہیں۔

دوسری مثال:

حشمت علی صاحب اور احمد رضا کے مرشد گھرانے نے مسلم لیگ اور قائداعظم کے کفر پر کتابیں لکھیں۔ان کتب میں قائداعظم اور ان کی تائید کرنے والوں کو کافر لکھا۔اب اس رضاخانی کے اس اصول سے یہ نظریہ تمام رضاخانیوں کا ہونا چاہئے حالانکہ ایسا نہیں ہے۔جس طرح حشمت علی کی تکفیر سے دیگر بریلویوں کا یہ مؤقف ثابت نہیں ہوتا۔اسی طرح فقیر محمد جہلمی یا بعض فرنگی محل کے علماء کا شاہ اسماعیلؒ کے بارے میں سخت الفاظ کہہ دینے سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ علماء علمائے دیوبند کو بھی کافر سمجھتے تھے۔لہذا خود آپ کے اصول سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ کسی کی تکفیر میں بھی اختلاف ہوسکتا ہے ایک ہی گروہ کے فرد ایک آدمی کو کافر سمجھ سکتے ہیں اور دوسرے اسے عین مسلمان اور ولی اللہ سمجھ سکتے ہیں۔لہذا جو آپ نے مثالیں دی ہیں وہاں بھی اسی طرح ممکن ہے کہ ہوسکتا ہے کہ وہ شاہ اسماعیلؒ کی تکفیر کے قائل ہوں لیکن علماء دیوبند کی ولایت کے قائل ہوں جیسا کہ ہم نے ثبوت دیا کہ آدھی بریلویت جناب قائداعظم کو معاذ اللہ کافر مرتد سمجھتی ہے مگر پیر جماعت علی شاہ اسے ولی اللہ سمجھتے تھے۔

اگر آپ یہ کہیں کہ ہمارے دوسرے گروہ نے صراحت سے مسلم لیگی اور قایداعظم کے ایمان کی بات کی ہے لہذا یہ یہاں محمول نہیں ہوسکتا تو اسی طرح یہاں بھی فقیر محمد جہلمی صاحب اور عبد الباری صاحب نے مولانا نانا نوتویؒ اور علمائے دیوبند کی ایمان وولایت کی صراحت کی ہے لہذا وہ تمام چیزیں جو آپ دکھا رہے ہیں یہاں ہرگز فٹ نہیں ہوسکتیں۔

تیسری مثال:

جناب کے گھر میں اشرف سیالوی صاحب چالیس سال سے پہلے آپ ﷺ کی نبوت کے قائلین کو منکر ختم نبوت کہتے ہیں۔جبکہ دوسرا گروہ اشرف سیالوی کو سرے سے نبوت کا منکر کہتا ہے۔لیکن آپ لوگ دونوں کو حق بجانب سمجھتے ہیں۔لہذا یہ ممکن ہوا خود آپ کے اصول سے کہ ایک گروہ کسی کی تکفیر کرے لیکن یہی گروہ یا اس گروہ کے دیگر افراد اسی گروہ کے دیگر اشخاص کی تکفیر نہ کریں۔

کتب جلانے کے حوالے پر ایک نظر

جناب نے حفظ الایمان اور بہشتی زیور کے جلانے والی بات بھی خود اپنی ہی کتاب سے پیش کی جو نہ جدلی انداز ہے نہ برہانی۔بلکہ جناب کے اپنے اصول سے کتاب نہ لکھنا ہی بہتر تھا اور یہ کمال بے حیائی، بے عقلی اور ازلی جہالت کا واضح نمونہ بھی ہے۔

آخری اصولی بات

خادم حسین رضوی کے رسالہ میں ہے:

”درحقیقت علامہ اور شاہ اسمٰعیل کے درمیان ہونے والا اختلاف اس قدر دقیق علمی نکات پر مشتمل ہے کہ اس کی تہہ تک پہنچنا ہر کس و ناکس کے بس میں نہیں ہے۔جب تک علم الکلام وعقائد کی اصطلاحات سے گہری واقفیت اور اصول شرعیہ وفقیہ پر خاطر خواہ نظر نہ ہو اس اختلاف کی نزاکت، اہمیت اور حساسیت تک آدمی کی رسائی نہیں ہوسکتی۔اسی لئے وہ حضرات جن کی نظر علوم دینیہ میں گہری اور پختہ نہیں ہوتی وہ عام

طور پر غلط فہمی کا شکار ہو جاتے ہیں پھر دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ ہمارے بہت سے اہل قلم اور محققین جو اس نزاع کے سلسلے میں بے دھڑک اپنی رائے کا اظہار کر رہے ہیں ان کی نظر سے تقریر اعتراضات رسالہ یک روزی، تحقیق الفتوی اور رسالہ امتناع النظیر نہیں گزرا گویا انہوں نے براہ راست اصل ماخذ کا مطالعہ نہیں کیا بلکہ مسلکی فرقہ بندیوں کے زمانے میں لکھے جانے والے تیسرے اور چوتھے درجہ کے ماخذ و مراجع پر اعتماد کر لیا۔ عام اہل قلم کو جانے دیجئے کم از کم اہل تحقیق کا تو یہ شیوہ نہ ہونا چاہئے''۔(العاقب، ص ۶۲، فروری ۲۰۱۳)

تو جس طرح یہاں ''محققین'' کو کسی کے اعتماد پر غلطی لگی اسی طرح سمجھ لیں کہ جس کے فتوے آپ پیش کر رہے ہیں ان کو بھی کسی نہ کسی سبب کے اس خالص علمی مسئلہ میں غلطی لگنے کا امکان ہے اور یہ آپ کا مسلمہ قاعدہ ہے اذا جاالاحتمال بطل الاستدلال۔

ایک فیصلہ کن سوال

ہم حوالے علمائے دیوبند کی توثیق کے پیش کر رہے ہیں اور آپ کبھی تقویۃ الایمان کی طرف جاتے ہیں، کبھی توثیق کنندہ کے باپ دادا کی طرف اور اس بنیاد پر ہمارے حوالوں کو کالعدم کرنے کی ناکام کوشش کر رہے ہیں۔ تو آپ سے سوال ہے کہ آخر آپ کے مسلک کے لوگوں نے بھی تو اشرف آصف جلالی'' کو خنزیر، منافق، ولد الزانیہ، حیض کی پیداوار، گستاخ اور اہل سنت سے خارج'' قرار دیا ہوا ہے۔ اور یہ کوئی معمولی لوگ نہ تھے کوئی ''حجۃ الاسلام'' ہے، کوئی ''امیر شریعت'' ہے تو کوئی ''امام المناظرین''۔ اب جواب دیں کیا آپ سیالوی کے بارے میں یہی گمان رکھتے ہیں؟ اور جنہوں نے فتوے دیئے درست دیئے؟

اشرف سیالوی کے بارے میں آپ کے لوگوں نے بیسیوں کتب لکھ ڈالیں کہ وہ گستاخ ہے ہم اس کے جنازے میں شریک نہیں ہوں گے۔

جلالی کہتا ہے کہ سعید اسد نبوت کا منکر ہے اور سعید اسد کہتا ہے جلالی ختم نبوت کا منکر ہے یہ تمام ریکارڈ نیٹ پر موجود ہے اور کسی مائی کے لال رضاخانی میں جرات ہے تو کلما طلاق کی قسم کھا کر اسے جھوٹا کہے اور ہم سے ثبوتوں کا مطالبہ کرے۔

تو اب جواب دیں کیا آپ کا بھی یہی موقف ہے؟ اگر اس قدر شدید جرح، کفر و گستاخی کے فتوے لگنے کے باوجود بھی یہ آپ کے مسلک کے بڑے ہی رہے اور یہ فتوے کالعدم یا غلط فہمی کی بنیاد پر ہیں تو تقویۃ الایمان کے خلاف بالفرض آپ کوئی فتوی پیش کر دیں تب بھی ہماری توثیق اپنی جگہ برقرار رہے گی اور یہ اکابر ان کی نظر میں اکابر و مسلمان ہی رہیں گے۔

خلیل خان برکاتی اور مولانا نانوتوی ؒ

حضرت مولانا ساجد خان صاحب مدظلہ العالی نے خلیل خان برکاتی کے حوالے دیئے تھے کہ:

''فقیر کا موقف بفضلہ تعالی بعد تحقیق صحیح کے اکابر علماء دیوبند یعنی مولوی اشرف علی صاحب مرحوم، مولوی محمد قاسم صاحب مرحوم وغیرہ کے بارے میں یہ ہے کہ فقیر ان کو کافر و مرتد کہنے کے سخت خلاف ہے کیونکہ امر محقق یہی ہے پھر یوم قیامت کے ہولناک حالات کا اندیشہ اور اپنے دین وایمان کا تحفظ اور حساب کے دن کی سہولت اسی میں ہے احادیث صحیحہ میں فرمایا گیا ہے کہ اس نشان کی زد میں دو میں سے ضرور آئے گا یا وہ جس کو کہا گیا یا جس نے کہا''۔(انکشاف حق: ص ۷، ۳۸)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اور اکابر دیوبند کی تکفیر کرنے والوں کو نہ تو یوم حساب کا کوئی اندیشہ ہے نہ اپنے دین و

ایمان کے تحفظ کی کوئی پرواہ۔اسی طرح حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارات کی توضیح میں لکھتے ہیں کہ:

''ان تصریحات کے بعد کون مسلمان باانصاف یہ کہے گا کہ مولوی محمد قاسم صاحب مرحوم کا یہ عقیدہ ہے کہ معاذ اللہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آخری نبی نہیں اس کو تو وہ خود صاف صاف تصریح فرمارہے ہیں کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو آخری نبی نہ مانے وہ کافر ہے بلکہ اس میں تامل کرے وہ بھی کافر ہے''۔(انکشاف حق:ص ۱۱۴،۱۱۵)(دفاع اہل سنت ص ۴۳۔۴۴)

رضاخانی جواب کا خلاصہ:

خلیل خان برتاتی در پردہ دیوبندی تھا۔ناگپور کے شیخ الحدیث نے اسکا نوٹس عجائب انکشاف دیوبند میں لیا ہے۔آگے اسی کتاب کا حوالہ دے کر اس کو دیوبندی بنایا ہے، تیسری بات یہ کی کہ شریف الحق امجدی نے اس کے خلاف فتوی صادر کیا جس پر ممتاز علماء کی تصدیقات ہیں۔ جو شرعی فیصلہ کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔(ملخصا کشف القناع ص ۱۷۱۔۱۷۲)

جواب:

اس کا جواب خود مولانا ساجد صاحب دفاع اہل سنت کی جلد دوم میں دے چکے ہیں۔اب جس کا جواب پہلے ہی دیا جا چکا اسکو پیش کرنا کس قدر بری حرکت ہے آئیے ہم رضاخانی گھر سے دکھادیتے ہیں۔

''وہ گھسے پھٹے اعتراضات جن کے بار بار علماء اہل سنت جواب دے چکے ہیں لیکن ان لوگوں کا اصول ہے کہ آدمی کو ڈھیٹ اور بے شرم ہونا چاہئے''۔(ہدیہ بریلویت پر ایک نظر ص ۱۸)

نیز لکھتے ہیں:

''کتب دیوبندیہ میں زیادہ تر مواد وہی ہے جس کی تردید اہل سنت کی طرف سے کئی بار ہو چکی ہے لیکن یہ لوگ شرم وحیاء سے عاری ہو کر اگلے نوالے چبارہے ہیں''۔(ایضا ص ۳۱)

اسی طرح مولوی حسن علی رضوی لکھتے ہیں:

''دوسرے کی سنے بغیر اپنی کہے جاؤ یہ لوگ ہٹلر اور گوبلز کے فارمولے پر عمل پیرا ہیں کہ الزامات کا اس تسلسل سے اعادہ کرو کہ لوگ سچ سمجھنے لگیں''۔(محاسبہ دیوبندیت جلد ۱ ص ۲۶)

ایک جگہ لکھتے ہیں:

''مطالعہ بریلویت کے مرتب کا یہ حق نہیں تھا کہ جس اعتراض والزام کا جواب ہم دے چکے ہیں اس کو دوبارہ سہ بارہ نقل کرتا۔اس کا مقصد اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ یہ یا تو ہمارے جوابی مضمون کو پڑھتا ہی نہیں یا پھر دیدہ دانستہ مغالطہ دینا یا الٹا چکر چلانا اور لوگوں کو گمراہ کرنا ہی ان کا نصب العین ہے''۔(محاسبہ دیوبندیت ص ۳۲)

تو قارئین آپ حضرات نے ملاحظہ فرمایا رضاخانی صاحب اپنے لوگوں کے فتاوی سے:

۱: ڈھیٹ۔

۲: بے شرم۔

۳: شرم وحیاء سے عاری۔
۴: اگلے نوالے چبانے والے۔
۵: ہٹلر اور گوبلز کے فارمولے پر عمل پیرا۔
۶: مغالطہ دینے والے۔
۷: الٹا چکر چلانے والے۔
۸: لوگوں کو گمراہ کرنے والے۔

ثابت ہوتے ہیں۔ لیجئے رضاخانی جی اپنی حرکت پر فتاوی جات وصول کیجئے۔ آخر میں ہم رضاخانی کا ہی اصول اس کے سامنے رکھ دیتے ہیں شاید اس آدمی کو شرم آجائے یہ لکھتا ہے:

''مولانا کوثر نیازی صاحب دیوبندی تھے، عربی تعلیم عبدالحق ندوی صاحب سے حاصل کی وہ خود فرماتے ہیں کہ میں نے صحیح بخاری کا درس مشہور دیوبندی عالم شیخ الحدیث مولانا محمد ادریس کاندھلوی مرحوم ومغفور سے لیا ہے۔۔۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ کوثر نیازی صاحب کٹر دیوبندی تھے البتہ سیدی اعلیٰ حضرت۔۔۔ کی کرامت یہ ہے کہ اپنے عشق ومحبت کو خود منکروں سے منوالیا''۔

(کشف القناع ص ۲۱۴، ۲۱۵)

تو خلیل خان برکاتی صاحب نے بھی رضاخانیوں سے پڑھا، مایہ ناز رضاخانی عالم تھے رضاخانیوں سے خلافتیں حاصل کی تو اسی اصول کی روشنی میں اگر مخالف ہی سے علمائے دیوبند کی حقانیت مل گئی تو اب یہ علمائے دیوبند کی کرامت کیوں نہیں؟ رضاخانی صاحب یہ لینے اور دینے کے پاٹ الگ الگ کیوں؟

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی صاحب رحمتہ اللہ علیہ اور مولانا نانوتوی رحمتہ اللہ علیہ

حاجی صاحب کو رضاخانی بزرگ بھی مانتے ہیں جبکہ وہی حاجی صاحب ضیاء القلوب میں مولانا نانوتوی رحمہ اللہ علیہ کی تعریف میں رطب اللسان ہیں پھر مولانا ساجد صاحب نے ضیاء القلوب کے حوالے دیے تھے۔

رضاخانی جواب کا خلاصہ :

حاجی صاحب کے حوالے سودمند نہیں کیونکہ حاجی صاحب کے اندر اس قدر حسن ظن تھا کہ جن کو علمائے دیوبند کافر کہتے ہیں انکو حاجی صاحب صاحب باطن فرماتے ہیں۔ پھر اس بات پر ارواح ثلاثہ کی ایک عبارت سے استدلال کیا۔ پھر سوال قائم کیا کہ جن کی علماء دیوبند تکفیر کرتے ہیں حاجی صاحب کے حسن ظن کی بنیاد پر مسلمان قرار پائیں گے؟ اگر جواب ہاں میں دیں تو پھر یہ سوال ہوگا کہ علماء دیوبند اس قدر غیر محتاط تھے کہ صاحب باطن کو کافر کہتے تھے اگر جواب نہ ملے پھر کس منہ سے ان کی عبارت پیش کی کہ قاسم نانوتوی اور گنگوہی کی تعریف بھی اسی قبیل سے ہے۔ (کشف القناع ص ۱۷۲۔۱۷۳۔ ملخصا)

جواب:

رضاخانی نے جواب کے نام پر جو خرمستیاں کی ہیں وہ تو گاہے گاہے سب دیکھ ہی رہے ہیں مگر یہاں جناب نے کچھ زیادہ ہی دجل و

چالاکی سے کام لینے کی کوشش کی ہے مگر ان کی یہ چالاکیاں خود رضا خانی اصولوں کی زد میں آگئی ہیں۔ چنانچہ ملاحظہ ہو۔

رضا خانی صاحب کی علمی لیاقت

جناب نے اول تو صرف الزامی حوالہ پیش کیا ہے اور کوئی تحقیقی جواب نہیں دیا چنانچہ جناب کا ارواح ثلاثہ کو پیش کرنا بھی رضا خانی اصولوں سے درست نہیں۔ احمد یار خان نعیمی لکھتا ہے:

''جواب الزامی جواب تحقیقی کے بعد ہوتا ہے''۔ (تفسیر نعیمی جلد اول صفحہ ۵۶۸)

انس رضا رضا خانی لکھتا ہے:

''گھمن صاحب کی علمی حالت ملاحظہ ہو کہ انہیں اتنا بھی پتا نہیں کہ پہلے اپنے موقف پر دلائل دیے جاتے ہیں''۔

(حسام الحرمین اور مخالفین صفحہ ۳۲۴)

لہذا جناب کا صرف الزامی حوالہ پیش کرنا خود ان ہی کے مسلک کے اصولوں کی رو سے درست نہیں۔

ارواح ثلاثہ کی عبارت کا اصل معنی

جناب نے جو عبارت پیش کی ہے کہ حاجی صاحب ان کو بھی صاحب باطن قرار دیتے جن کو اکابرین دیوبند کافر جانتے تھے اس سے مراد یہ نہیں ہے کہ معاذ اللہ جو حقیقتا کافر ہوتے تھے انہیں بھی صاحب باطن سمجھتے تھے بلکہ اس کا معنی اور مفہوم فقط اتنا ہے کہ وہ اکابر جو بعض ظاہر پرست علماء کے نزدیک کافر ہوتے تھے حاجی صاحب انہیں صاحب باطن سمجھتے تھے کیونکہ وہ حقیقتا صاحب باطن ہوتے تھے اس کی چند مثالیں عرض کیے دیتے ہیں۔

مثالیں

جیسے ملا علی قاریؒ نے ابن عربیؒ کی تکفیر کی۔ جنید بغدادی کی تکفیر کی گئی بلکہ امام ذہبی نے انہیں زندیق تک کہا۔ اب دیکھئے وہی شخصیات جو ملا علی قاریؒ اور کئی علماء کے نزدیک کافر ہیں ان کو رضا خانی بھی حق پر سمجھتے ہوئے تکفیر نہیں کرتے بس ارواح ثلاثہ کی عبارت بھی اسی صورت پر محمول ہے۔ باقی رہا آپ کا سوال تو یہ سوال تو آپ سے بھی ہوسکتا ہے کہ فضل حق خیر آبادی نے شاہ شہید رحمتہ اللہ علیہ کو کافر کہا اور آپ کے لوگوں نے کہا کہ عرب وعجم سے ان پر فتوی لے لیے گئے تھے (انوار آفتاب صداقت) لیکن احمد رضا خان نے کافر نہیں کہا۔ اسی طرح پیچھے گزری شخصیات جن کے حوالے آپ نے پیش کیے مثلا بقول آپ کے علمائے فرنگی محل شاہ صاحب کی تکفیر کرتے تھے اس طرح مولانا جہلمی صاحب کے حوالے سے بھی پیچھے کلام ہوا کہ بقول آپ کے وہ شاہ شہیدؒ کی تکفیر کا نظریہ رکھتے تھے، جبکہ یہ نظریہ احمد رضا خان کے خلاف ہے۔ پس جو لوگ احمد رضا خان کے مخالف موقف رکھتے تھے؟ وہ اس قدر غیر محتاط تھے؟ جو جواب آپ دیں گے وہی ہماری جانب سے سمجھ لیں۔

دوم: ملا علی قاریؒ و امام ذہبیؒ کیا اس قدر غیر محتاط تھے جو انہوں نے ابن عربیؒ کی تکفیر کر دی۔ جنید بغدادی کی تکفیر کرنے والے کیا اس قدر غیر محتاط تھے؟ جواب دیجئے۔

آخری بات

حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو تم لوگوں نے اکابر میں شمار کیا ہے بلکہ اتنا بڑا اکابر کہ ان کو ثالث تک مانا ہے۔ اب انھوں نے بھی اگر علمائے دیوبند کی تعریف بقول تمہارے محض حسن ظن کی بنا پر کر دی تو یہ رضاخانی اصولوں کے بھی خلاف ہے:

اول تو یوں کہ آپ کے ہاں وہ ولی اللہ تھے اور ولی کی یہ پہچان ہے آپ کے ہاں کہ وہ مادہ کی شرم گاہ میں استقرار پکڑتے نطفہ کو دیکھتا ہے۔ (نجم الرحمن۔تنویر الخواطر)۔ تو کیسے ممکن ہے کہ ان کو بقول رضاخانیوں کے قاسم العلومؒ کا کفر تک نظر نہیں آسکا؟

خواجہ غلام فرید صاحب اور مولانا نانوتویؒ

مولانا ساجد خان صاحب مدظلہ العالی نے مقابیس المجالس ص ۱۷۳ کا حوالہ پیش کیا تھا کہ:

''تمام اکابرین دیوبند میں سے مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ زیادہ متبع شریعت تھے آپ کا درجہ اس قدر بلند ہے کہ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کی ہجرت کے بعد ان کے تمام مریدین اور خلفاء کے ہندوستان میں سرپرست اور سربراہ مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ مانے جاتے ہیں آپ پر اگرچہ شریعت کے معاملے میں سخت احتیاط کا پہلو غالب تھا۔۔۔الخ''۔
(دفاع اہلسنت ص ۴۶)

رضاخانی جواب کا خلاصہ

دیوبندی صاحب نے خواجہ صاحب پر جھوٹ باندھا ہے قادیانی بھی ان پر جھوٹ باندھتے ہیں مقابیس المجالس نامی کتاب کے مقبوسات خواجہ صاحب کی طرف منسوب ہیں وہ مقابیس المجالس مطبوعہ الفیصل ناشران وتاجران لاہور و بزم اتحاد المسلمین لاہور کے ص ۲۴۳ سے شروع ہو رہے ہیں۔ اس سے پہلے کے صفحات واحد بخش سیال کے قلم بند کئے ہوئے ہیں۔ واحد بخش سیال کی فنکاریوں کو خواجہ صاحب کی جانب منسوب کرنا ظلم و ناانصافی ہے۔ واحد بخش سیال وہابی تھا۔ (ملخصا کشف القناع ص ۱۷۴۔۱۷۵)

جواب:

اول بات تو یہ کہ جناب کے گھر کا یہ اصول ہے کہ شاگرد استاذ کے مذہب کو زیادہ جاننے والے ہیں۔
(دیکھئے عبارات اکابر کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ)

لہذا جب یہ بریلوی ہوئے اور ان کے مریدین و ماننے والوں میں شمار ہوتے ہیں تو ان کا نظریہ و عبارت حضرت پیر صاحب ہی کی عبارت متصور ہوگی۔ لہذا جناب جواب کے نام پر دفع الوقتی کرتے ہوئے کم از کم اپنے اصولوں کو مت بھول جایا کریں۔

مولانا گنگوہیؒ کا قلم عرش کے پار چلتا ہے۔۔۔رضاخانی جواب پر ایک نظر

''جس زمانے میں مسئلہ امکان کذب پر آپ (رشید احمد گنگوہی) کے مخالفین نے شور مچایا اور تکفیر کا فتوی شائع کیا سائیں توکل شاہ انبالوی کی مجلس میں کسی مولوی نے امام ربانی (رشید احمد گنگوہی) کا ذکر کیا اور کہا کہ امکان کذب باری کے قائل ہیں یہ سن کر سائیں توکل شاہ نے گردن جھکالی اور تھوڑی دیر مراقب رہ کر منہ اوپر اٹھا کر اپنی پنجابی زبان میں یہ الفاظ فرمائے:

''لوگو تم کیا کہتے ہو میں مولانا رشید احمد صاحب کا قلم عرش کے ورے چلتا ہوا دیکھ رہا ہوں''۔

(تذکرۃ الرشید، جلد دوم، ص ۳۲۲)

نمبر ا۔سائیں توکل شاہ انبالوی ان پڑھ بے علم علمائے دیوبند کے پرستار فضلہ خوار ہیں''۔

(صاعقۃ الرضا علی اعداء المصطفی المعروف مطالعہ بریلویت کی جھلکیاں ڈاکٹر خالد محمود اپنے علم وحواس کے آئینے میں۔ ص: ۱۷۲۔ ۱۷۳۔ بزم اعلحضرت امام احمد رضا برانچ یوپی موڑ نارتھ کراچی)

نوٹ: الحمد للہ رضاخانی مولوی نے سائیں توکل شاہ انبالوی کی اس روایت کو درست تسلیم کرتے ہوئے اس بات کا اقرار کیا کہ سائیں توکل شاہ انبالوی علمائے دیوبند کے فضلہ خوار و پرستار تھے۔ (دفاع اہل سنت ص ۴۶۔ ۴۷)

رضاخانی جواب کا خلاصہ

دیوبندی صاحب نے دجل وفریب سے کام لیتے ہوئے یہ باور کرانے کی کوشش کی ہے کہ مولوی عبدالوہاب دیوبندیوں کے مداح تھے حالانکہ انہوں نے اس واقع پر کڑی تنقید کی ہے۔ پھر یہ حوالہ بھی تذکرہ الرشید کا ہے جو دیوبندیوں کی کتاب ہے لہذا ہم پر حجت نہیں۔ دلیل بین الفریقین اور مسلمات خصم سے دی جاتی ہے۔ عبدالوہاب صاحب تو دیوبندیوں کی دوغلی پالیسی بیان کر رہے ہیں کہ جب اپنے مولویوں کی مدح سرائی کرنی ہو تو ایسی روایات کا سہارا لیتے ہیں۔ جبکہ تقویۃ الایمان میں غیب کا دریافت کرنا اپنے اختیار سے ہو کہ جب چاہے کر لے یہ اللہ کی شان ہے۔ دیوبندی مولوی نے مکاری سے یہ لکھ دیا کہ اس روایت کو عبدالوہاب صاحب نے درست تسلیم کر لیا۔ یہی دوغلی پالیسی ہے کہ دیوبندیوں کا ایک طرف دعویٰ ہے کہ نبی کو دیوار کے پیچھے کا علم نہیں جبکہ دوسری جانب ایک صوفی درویش کے لئے یہ تسلیم کر لیا کہ تھوڑی دیر مراقب ہو کر عرش کے پار گنگوہی کا قلم چلتا دیکھ رہے ہیں۔

پھر آگے یہ بات کی کہ یہی استدلال دفاع اہلسنت جلد ۲ صفحہ ۵۰ پر کیا گیا ہے اور پھر کہا کہ:

''بجائے نئی بات کے پہلی جلد کی باتوں کو دوبارہ نقل کرنا شروع کر دیا اس سے بڑھ کر ان کے عاجز اور مبہوت ہونے کی اور کونسی دلیل ہو سکتی ہے۔ (کشف القناع، ص ۱۷۸)

پھر ذکر خیر نامی کتاب کے حوالے سے لکھا گیا کہ یہ کتاب توکل شاہ صاحب کی سوانح پر مبسوط کتاب ہے اس کا مصنف دیوبند کا تعلیم یافتہ ہے اس نے تو ایسا کوئی واقعہ نقل نہیں کیا اور مولوی عاشق الہی صاحب جو توکل شاہ سے کوسوں دور ہیں اس نے یہ واقعہ نقل کیا وہ اس پر کیسے واقف ہو گئے؟ پھر کہا:

''یہ دیوبندیوں کی فرسودہ اور بناوٹی کہانیاں ہیں''۔

پھر ذکر خیر کے حوالے سے توکل شاہ کا واقعہ نقل کیا کہ اس نے شیطان کو جاھل کہا ہے:

''اور شیطان جاھل ہے''۔ (کشف القناع ص ۱۷۹)

اور پھر اس پر نتیجہ متفرع کیا کہ: ''گنگوہی صاحب تو شیطان کو اعلم مانتے ہیں جبکہ توکل صاحب جاہل لہذا براہین قاطعہ کے نظریے کا تو وہ رد کر رہے ہیں''۔ (ملخصا کشف القناع ص ۱۷۵ تا ۱۸۰)

جواب:

بڑے بڑے بے شرم آپ نے دیکھیں ہوں گے لیکن بات کو غلط طرف موڑنا، دجل، فراڈ اور ڈھٹائی میں جو مقام و مرتبہ ان رضاخانی مولویوں کو ملا ہے شیطان بھی ان کی نظریں اتارتا ہوگا۔ جب کلام سمجھ نہ آئے تو ایسے جاہل شخص کو بندہ کیا جواب دے؟ یہ رضاخانی نام نہاد محقق عجیب احمقوں کی جنت میں رہتا ہے۔ ارے بندہ خدا! ہم نے تذکرۃ الرشید کا حوالہ دے کر اس کی تائید اور اس روایت کا مسلم ہونا تمہارے گھر سے ثابت کرنے کے لیے مولوی عبد الوہاب کا حوالہ پیش کیا تھا نہ یہ کہ مولوی عبد الوہاب کا کوئی نظریہ حضرت امام گنگوہیؒ کے بارے میں پیش کیا تھا۔ چنانچہ عبد الوہاب دیوبندی حضرات کی دوغلی پالیسی کا رد نہیں کر رہے بلکہ وہ تو اس روایت کو درست تسلیم کر کے اپنے ہی مسلمہ بزرگ توکل شاہ کو دیوبند کا فضلہ خوار کہہ کر اس پر تنقید کر رہے ہیں اس پر ایک حوالہ تو دفاع اہل سنت میں دیکھا جاسکتا ہے اور ہم نقل بھی کر آئے ہیں۔ ایک مزید حوالہ ہم ذکر کیے دیتے ہیں۔ مولوی عبد الوہاب لکھتے ہیں:

''یہ بھی معلوم ہوا کہ رشید احمد گنگوہی کے کافر ہونے کا جب ذکر سائیں توکل شاہ نے سنا تو ان کی حمایت کا اعلان کیا اور بزرگی بیان کی یہ توکل صاحب کے دیوبندی ہونے کا نشان ہے''۔ (اکابر علماء دیوبند کا اجمالی تعارف اور ان کی دینی و ملی خدمات کا مختصر جائزہ، ص ۲۹۸۔ ۲۹۹)

قارئین دفاع اہلسنت میں موجود حوالے سے اگر عبد الوہاب صاحب بھی رضاخانی صاحب والی مراد لیتے تو یوں کہتے کہ: ''یہ بات توکل انبالوی صاحب سے ثابت نہیں'' مگر عبد الوہاب نے اس واقعہ کو تسلیم کیا اس لیے تو انبالوی صاحب کو بھی جاھل وان پڑھ تک لکھ دیا۔ اگر وہ جناب کی طرح نیا مطلب کشید کرنا چاہتے تو توکل شاہ صاحب پر تبرا کی کیا ضرورت تھی؟ نیز ہمارے پیش کردہ دوسرے حوالے سے تو بات مزید ثابت ہوگئی کہ عبد الوہاب صاحب اس کو دیوبندی بنا بیٹھے۔ تو اب اس توکل شاہ کو رضاخانی صاحب اکابر مان کر کافر ہوئے بلکہ جتنے رضاخانی ان کو بریلوی پیر مانتے ہیں سب کافر اور بے ایمان ہوئے۔

رضاخانی کی جہالت کہ عدم ذکر عدم وجود کو مستلزم

دوم یہ بات کہنا کہ فلاں صاحب نے توکل صاحب کی سوانح لکھی اس میں اس واقعے کا اشارہ تک نہیں کیا۔ تو یہ بات بھی جناب کی جہالت کی اعلیٰ دلیل ہے اول تو عدم ذکر عدم شئی کو لازم نہیں اور عدم نقل عدم ذکر کو مستلزم نہیں۔ چنانچہ عبد المجید خان سعیدی لکھتے ہیں:

''موصوف نے یہاں عدم ذکر کو ذکر عدم اور عدم نقل کو عدم وجود کی دلیل بنایا ہے جو شان علم و اصول سے بعید ہے''۔
(تنبیہات، جلد دوم صفحہ ۷۱۳)

لہذا جناب کا عدم نقل کو عدم پر محمول کرنا شان علم سے بعید اور اعلیٰ درجے کی جہالت ہے۔

احمد رضا خان بریلوی لکھتا ہے:

''عدم وجدان عدم وجود کو مستلزم نہیں۔۔۔ عدم نقل نفی وجود کو مستلزم نہیں''۔ (فتاوی رضویہ جدید، ج ۸، ص ۵۵۰، ۵۵۱)

اس جاہلانہ اصول پر پھر یہ بھی تسلیم کرو

اس جاہلانہ اصول پر پھر یہ بھی تسلیم کرو کہ ملا جمال الدین فرنگی محلی کا جو قصہ تقویۃ الایمان کو جلانے کا یا تکفیر کا وہ سب افسانہ ہے کیونکہ مولانا عبد الباری فرنگی محلی نے اپنے خاندان کے مشائخ کے تذکرے پر ایک کتاب لکھی جس کا جدید ایڈیشن ''علمائے فرنگی محل'' کے نام سے چھپا۔

اس کے صفحہ ۲۳۶ پر ملا جمال الدین فرنگی محلی کا ذکر تو ہے، غیر مقلدین کے ساتھ ان کے ایک مناظرے کا بھی ذکر ہے ۔مگر تقویۃ الایمان یا شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کے رد کا کوئی ذکر نہیں حالانکہ یہ تو بریلویوں کیلئے بہت بڑی دلیل بن جاتی ۔

اسی طرح روضہ رسول ﷺ کی زیارت، مزارات پر رضاخانیوں نے علماے فرنگی محلی کے ایک عالم حضرت مولانا عبدالحلیم فرنگی محلی کی کتاب کا اردو ترجمہ بنام ''نورالایمان'' مکتبہ فریدیہ ساہیوال سے چھاپا اس میں صاحب کتاب نے ابن تیمیہؒ کا نام لیکر ان کا رد تو کیا مگر اس موقع پر نہ حضرت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کا ذکر کیا نہ تقویۃ الایمان کا ۔تو بتائیں اس اصول پر کیا رضاخانیوں کے ہاں شاہ صاحبؒ استعانت بالغیر کے جواز کے قائل تھے؟ روضہ رسول ﷺ کی زیارت کو مستحب سمجھتے؟ اولیا اللہ کے مزارات کی تعظیم کرتے؟ اس جاہل رضاخانی کے اصول پر تو یہ سب باتیں صادق آرہی ہیں کہ کسی بات کا ذکر نہ ہونا اس بات کے کلیۃ نہ ہونے کی دلیل ہوا کرتا ہے ۔

احمد رضا خان کا شمار فقہاء حنفیہ و جید علماء میں نہیں ہوتا

اگر رضاخانی صاحب ابھی بھی اس بات پر مصر ہیں کہ عدم نقل عدم وجود کو مستلزم ہے تو پھر اپنے احمد رضا کی خیر مناؤ کیونکہ حدایق الحنفیہ میں مولانا جہلمی صاحب نے مولانا نانوتویؒ کو تو جید عالم اور فقہاء میں شمار کیا ہے ادھر احمد رضا خان کا ذکر تک نہیں کیا گویا ان کی نظر میں احمد رضا عالم اور فقیہ ہی نہیں کہ ان کا علمائے احناف کی لسٹ میں ذکر کیا جاتا ۔چلئے پھر یوں مان لیجئے ۔

لہٰذا کسی صاحب کا ایک واقعہ کو نقل نہ کرنا اور مولانا عاشق الٰہی صاحب کا اس واقعہ کو نقل کرنا عین موافق حقیقت ہے ۔نیز تمہارے معتبر علماء کی کتب میں جو اکابرین دیوبند کی تعریفیں موجود ہیں کیا تم نے وہ مان لی ہیں؟ حیرت ہے جب سوانح حیات کے حوالے پیش کیئے تو کہتے ہو کہ عدم واقفیت اور اب کہتے ہو کہ اگر ہوتا تو سوانح حیات میں ہوتا ۔تم لوگوں کا نہ کوئی دین ہے نہ ایمان نہ اصول نہ شرم نہ حیاء ۔

باقی رہا تقویۃ الایمان براہین قاطعہ اور دیگر کتابوں کا ذکر کرنا تو جناب کے پیش کردہ تار عنکبوت سے بھی کمزور دلائل کا اسی دفاع اہلسنت میں منہ توڑ جواب موجود ہے مگر جناب کی زنبیل میں کچھ ہے نہیں تو پھر سے وہی پرانی باتیں شروع کر دیں ہیں ۔

اپنے اکابر کے کفر پر مہر

باقی عبدالوہاب صاحب رضاخانی ہماری منافقت ظاہر کر رہے ہوں، کفر یا ارتداد، اس سے ہمیں کوئی سروکار نہیں ۔ہم تو ایک بات کہتے ہیں کہ اپنے قابل اعتماد و معتبر کو دیوبندیوں کے کھاتے میں ڈال کر ایک مسلمان کو بدمذہب و کافر کہہ کر عبدالوہاب صاحب کافر ہو گئے ۔اور آپ دیوبندی کو اپنا اکابر و بزرگ مان کر کافر ہوئے لہٰذا دونوں حضرات کفر کے گھاٹ اتر گئے ۔

کون شیطان کو زیادہ اعلم مانتا ہے؟

مولوی احمد رضا خان لکھتے ہیں:

''ابلیس کا علم معاذ اللہ علم اقدس سے ہرگز وسیع تر نہیں'' (فتاوی رضویہ جلد ۲۹ ص ۴۱۵ ۔ ۴۱۶)

یہی بات نعیم اللہ قادری نے ''شرک کی حقیقت ص ۱۳۲'' پر لکھی ۔خود چشتی کی تخریج شدہ کتاب ''رسایل اعلی حضرت کے ص ۱۹۲'' پر یہی بات موجود ہے ۔نیز یہی بات ''کفریہ کلمات کے بارے میں سوال و جواب ص ۲۴۵'' پر موجود ہے ۔

ان تمام کتب میں موجود اس عبارت سے صاف واضح ہوتا ہے کہ علم ابلیس علم اقدس ﷺ سے وسیع تو ہے مگر وسیع تر نہیں معاذ اللہ! اب دیکھئے کون شیطان کا علم نبی اکرم ﷺ سے زیادہ مان رہے ہیں اور الزام کن کو دیا جا رہا ہے؟۔

کیا شیطان جاہل ہے؟

جناب نے تجزیہ کے عنوان کے تحت یہ کہا کہ توکل صاحب شیطان کو جاہل مانتے ہیں جبکہ یہ بات اور یہ عبارت آپ کے بھی خلاف ہے چنانچہ احمد یار خان نعیمی لکھتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے شیطان کو علم غیب بخشا''۔ (تفسیر نعیمی پارہ ۸ صفحہ ۱۳۶)

اسی طرح تفسیر نور العرفان میں لکھتے ہیں:

''(شیطان نے کہا) کیونکہ میں پرانا صوفی عابد عالم فاضل دیوبند ہوں''۔ (تفسیر نور العرفان ۲۳۰)

لیجئے آپ تو توکل صاحب سے شیطان کی جاہل ہونے کا قول نقل کر رہے ہیں مگر آپ کے بڑے تو شیطان کو ''آپ کی طرح عالم فاضل'' مانتے ہیں تو گویا توکل انبالوی صاحب آپ لوگوں کا زبردست رد کر رہے ہیں۔

مولانا گنگوہیؒ کو متبحر عالم کہنا اور اس پر خامہ فرسائی

مفتی مظہر اللہ نے مولانا گنگوہی کو متبحر عالم مانا اور ان کے لیے رحمت کی دعا کی اس پر فتاویٰ مظہریہ صفحہ ۳۴۹ وس۳۵۶ کا حوالہ دیا گیا۔

رضاخانی جواب کا خلاصہ:

متبحر عالم کہنے والے اگر دیوبندی کتب پڑھ لیتے تو بغلیں بجانے کی نوبت نہ آتی پھر ملفوظات حضرت تھانوی رحمہ اللہ سے ایک ملفوظات کی عبارت نقل کی کہ:

دیوبندی حکیم الامت صاحب ارشاد فرماتے ہیں:

''میرے ایک دوست نے عجیب بات کہی تھی کہ متبحر کی دو قسمیں ہوتی ہیں، ایک کدو متبحر ایک مچھلی متبحر، کدو تو دریا کے تمام سطح پر پھر جاتا ہے مگر اس کو یہ خبر نہیں کہ دریا کہ اندر کیا ہے، اور ایک مچھلی ہے کہ عمق میں پہنچتی ہے گویا تمام دریا پر نہ تیرے، سو یہ آجکل کے مدعی کدو متبحر ہیں، او پر پھرتے ہیں اندر کی خاک بھی خبر نہیں، جیسے ایک انگریز نے دعویٰ کیا تھا کہ ہم اردو جانتا ہے اور میر کے اس شعر کی شرح کی تھی، شعر یہ ہے

ہم ہوئے تم ہوئے کہ میر ہوئے
اس کی زلفوں کے سب اسیر ہوئے

شرح یہ کی کہ ہم اور تم اور انڈیا کا ایک بڑا آدمی، یہ میر کا ترجمہ ہوا، سب اس کے بالوں میں پھنس کر جیل کھانے (خانہ) چلا گیا- ایک ایرانی نے دعویٰ کیا تھا کہ ہم اردو سمجھتا ہے ہندوستانی نے کہا: چھیلی رنگیلی رسیلی فہمیدی تم سمجھے؟ ایرانی نے کہا بلے فہمیدم ہاں سمجھا، ہندوستانی نے کہا چہ فہمیدی تم کیا سمجھے تو وہ ایرانی کہتا ہے کہ شش گربہ رنگین رسن گرفت چھ رنگین بلیوں نے رسی پکڑلی، بس یہی حال ہے ان مدعیوں کا

خوب سمجھ لو"۔ (ملفوظات حکیم الامت، بسلسلہ الافاضات الیومیہ، جلد ۳ ص ۸۰-۸۱، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان)

پس دیوبندی صاحب کو لفظ "متبحر" پر زیادہ خوش ہونے کی ضرورت نہیں ہے، رشید احمد گنگوہی صاحب چھیلی رنگیلی رسیلی فہمیدی کی طرح متبحر ہیں، ان کی عقل شش گر بہ رنگین رند گرفت جیسی ہے، ان کے لیے مسعود ملت پروفیسر مسعود احمد صاحب نے لفظ متبحر کند و متبحر کے معنی میں استعمال کیا ہے، یعنی جو سمندر کی سیر تو کر لیتا ہے لیکن اسے سمندر کی گہرائی کی حقیقت کی خبر نہیں ہوتی، اسی طرح گنگوہی صاحب نے کتابوں کا بوجھ تو سر پر لاد لیا لیکن علم کے سمندر کی حقیقت کے بارے میں وہ "کند و متبحر" ہی ہیں"۔ (کشف القناع، ص ۱۸۱-۱۸۲)

پھر " کی علامت کا استعمال پر یہ جواب دیا کہ فتاوی مظہریہ میں اکابر دیوبند کی تکفیر کی گئی ہے پھر فتاوی مظہریہ صفحہ ۴۷۳ کا حوالہ دیا۔ اور کہا کہ باقی ؒ کی علامت کتابت کی غلطی پر محمول ہے دیوبندی مولوی کا حوالہ گزر گیا کہ اس نے گستاخ رسول کے ساتھ رضی اللہ عنہ کا نشان استعمال کیا"۔ (ملخصاً ص ۱۸۲ تا ۱۸۴، کشف القناع)

جواب:

اول تو جناب رضاخانی صاحب نے ملفوظات کی عبارت پیش کرنے میں انتہائی دجل وفریب کا مظاہرہ کیا ہے چنانچہ ملفوظات میں حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی یہ بات عام علما اور حضرت گنگوہیؒ کے متعلق نہ تھی بلکہ منکرین حدیث کے متعلق ہیں چنانچہ اسی ملفوظ میں ہے:

"ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں آج کل کے مدعیان قرآن دانی کے متعلق فرمایا گیا نا اہلوں کا دعوی ہی دعویٰ ہے کہ ہم قرآن کو سمجھتے ہیں اور تفسیر کر سکتے ہیں"۔ (الاضافات الیومیہ جلد ۳ صفحہ ۶۹)

لہٰذا یہ عبارت منکرین حدیث، آجکل کے پروفیسر مثل شیخ محمد، انجینئر مرزا، غامدی صاحب جیسوں کے متعلق ہے نہ کہ عام علماء کے متعلق۔

حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کی تبحر علمی مولانا تھانوی رحمہ اللہ سے

حضرت تھانویؒ خود مولانا گنگوہیؒ کی ایک حکایت نقل کرتے ہیں جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت تھانوی کے ہاں مولانا گنگوہی کس قدر پائے کے متبحر عالم تھے۔ چانچہ ارواح ثلاثہ میں ہے کہ:

"خان صاحب نے فرمایا مولانا گنگوہی کی طبیعت علیل تھیں اور میں آپ کے پاس اکیلا تھا اور پاؤں دبا رہا تھا یہ وہ زمانہ تھا جس زمانے میں براہین قاطعہ شائع ہوئی تھی اور اس پر لوگوں میں شورش ہو رہی تھی حضرت نے فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ جناب رسول اللہ ﷺ تخت پر جلوہ افروز ہیں اور مجھے سامنے کھڑا کیا ہے اور مجھ سے امتحاناً سو مسئلے پوچھے اور سو کے سو کا میں نے جواب دے دیا ہے اور آپ نے سب کی تصویب فرمائی اور نہایت مسرور ہوئے اس کے بعد فرمایا اس روز کے بعد میں نہایت خوش ہوں اور سمجھتا ہوں کہ اگر سارے عالم میرے خلاف ہوں گے تو ان شاء اللہ حق میری جانب ہوگا"۔ (ارواح ثلاثہ، صفحہ ۲۲۷)

لیجئے اس حکایت سے یہ بات واضح ثابت ہوگئی کہ حضرت گنگوہیؒ کے متبحر عالم ہونے کا اقرار حضرت تھانویؒ کو بھی ہے۔

دوم: پروفیسر مسعود صاحب ہرگز ہرگز مولانا کو کند و متبحر عالم نہ سمجھتے تھے کیونکہ انہوں نے اس کو مقام مدح میں بیان کیا ہے۔ نیز مولانا گنگوہیؒ تو ایسے متبحر عالم تھے کہ خود تم لوگوں کی اکابر کے نزدیک ان کا قلم عرش کے پار چلتا تھا۔ نیز ابو زید فاروقی صاحب کے والد ان کی وفات پر یہ تاثرات دیتے ہیں کہ مولانا گنگوہی کی وفات ایسا زخم ہے جس کا مرہم نہیں۔ ایسا صالح دین دار۔۔۔۔ اس جیسا ایک آدمی ہزار

دین داروں پر بھاری ہے۔(بزم خیر از زید ص ۹۴۔ ۹۴ ترجمہ)

تو معلوم ہوا کہ یہاں کدو متبحر نہیں بلکہ مراد" مچھلی متبحر" ہے۔رہی بات فتاوی مظہریہ میں اکابر یو بند کی تکفیر کی کہ مفتی مظہر اللہ اکابر دیو بند کی تکفیر کے قائل تھے تو عرض یہ ہے کہ عجیب بات ہے ہم حوالہ پروفیسر مسعود کا دے رہے ہیں جب کے آپ اس کے باپ کا حوالہ پیش کر رہے ہو۔بندہ خدا! یہ بوکھلاہٹ کیسی؟ معلوم ہوتا ہے کہ جناب تضاد اور تناقض کی شرائط سے بھی لاعلم ہیں۔باقی آپ کا یہ کہنا کہ میں ان کو کافر لکھا ہے تو یہ تو جناب کے پیش کردہ حوالے سے ہی مفتی صاحب کے کفر پر رجسٹری ہو گی کہ ایک کافر کو بقول تمہارے رحمۃ اللہ علیہ کہہ کر کافر ہوا۔پھر جناب کے پیش کردہ حوالے میں مفتی مظہر اللہ دہلوی صاحب نے تو یہ بھی لکھا ہے کہ اکابرین دیو بند کی تکفیر سے سکوت کیا جائے کیا پتہ انہوں نے توبہ کی ہو۔تو کیا تم اس فتوے سے متفق ہو؟ اگر ہاں تو پھر آپ اور آپ کے علماء دو گز لمبی زبان تکفیری فتاوی جات کے لیے استعمال کیوں کرتے ہیں؟۔اس پر جناب کی پارٹی کو شمہ بھر شرم نہیں آتی کیا؟

مفتی مظہر اللہ کی تکفیر

مفتی مظہر اللہ دہلوی صاحب اس حوالے کی رو سے کافر ہیں کیونکہ ایک کافر کو کافر نہ کہنے والا کافر ہے اور احمد رضا خان کا اصول یہ ہے کہ اکابرین دیو بند کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے لہٰذا مفتی مظہر اللہ دہلوی کافر ہوا۔کیونکہ وہ تو کہتا ہے کہ علمائے دیو بند کو وفات کے بعد کافر نہ کہا جائے کیا معلوم توبہ کر لی ہو۔

قارئین کرام! یہ ہیں وہ جواہر پارے جو جواب کے نام پر رضا خانی صاحب دکھا رہے ہیں اور یقین کیجئے اب تک اپنے اکابر کو ہی کافر ثابت کیے جا رہے ہیں۔

مظفری اصول سے جواب

موصوف نے متبحر کا معنی متعین کرنے کیلئے ہمارے گھر کے حوالے سے استدلال کی ناکام کوشش کی جس کا حال آپ کو معلوم ہو گیا۔تو اب ہم اسی طرز سے"متبحر" کے معنی کی تعیین رضا خانی کے گھر ہی سے کر دیتے ہیں۔چنانچہ ملفوظات اعلیٰ حضرت کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ:

"ہر مکتب فکر میں سنجیدہ طبقہ ضرور ہوتا ہے جو اس رائے سے اتفاق کرے گا کہ کوئی * متبحر عالم * کچھ بیان کر رہا ہے تو وہ بات بے بنیاد نہیں ہو گی، یہ اور بات ہے کہ اوروں کی رسائی وہاں تک نہ ہو سکی"۔(ملفوظات ص ۱۳، مطبوعہ ہند)

لہٰذا لفظ متبحر پر ہمارا خوش ہونا بجا ہے کیونکہ ملفوظات کی اس عبارت میں کہا گیا کہ متبحر عالم جب کچھ بیان کرے تو وہ بات بے بنیاد نہیں ہو گی، یہ اور بات ہے کہ اوروں کی رسائی وہاں تک نہ ہو سکی، اور پروفیسر مسعود نے حضرت گنگوہی کو متبحر عالم مانا، گویا حضرت گنگوہی نے مسئلہ میلاد سے مسئلہ امکان کذب تک جو کچھ بیان کیا وہ بے بنیاد نہیں ہے، یہ اور بات ہے کہ احمد رضا خان اور اس کے چیلے چپاٹوں کی رسائی وہاں تک نہ ہو سکی۔

لطیفہ

اگر رضا خانی موصوف اس رائے سے اتفاق نہیں کریں گے تو بقول ملفوظات ان کا شمار سنجیدہ طبقہ میں نہیں ہو گا۔رہی بات حضرت

تھانویؒ کے ملفوظ کی تو اس سلسلے میں عرض ہے کہ اگر رضا خانی موصوف خود اپنے ہی وضع کردہ اصول کو سامنے رکھتے تو شاید یہ جہالت نہ بکھیرتے مگر آنجناب کی تو جیسے عادت پڑی ہوئی ہے اپنے ہی اصولوں کا خون کرنے کی موصوف کا وضع کردہ اصول ملاحظہ کریں، لکھتے ہیں:

''اصل حقیقت یہ ہے کہ دیوبندی موصوف نے اس حوالے کو سیدی اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ علیہ کی ذات پر منطبق کر کے دھوکا دہی اور دجل و فریب سے کام لیا ہے کیونکہ تھانوی صاحب کا یہ ملفوظ ۲۸ جمادی الولی ۱۳۰۱ھ بعد نماز جمعہ کا ہے جبکہ سیدی اعلیٰ حضرت کا وصال ۱۳۶۰ھ میں ،گویا کہ اعلیٰ حضرت کے وصال سے تقریباً گیارہ سال بعد کا ہے۔ اس میں تھانوی صاحب اس وقت اس دور کے لوگوں کی حالت بیان کررہے ہیں جیسا کہ ان کے ان الفاظ سے ظاہر ہے،الفاظ ملاحظہ کریں:

''اور اب تو اکثر شریر بلکہ فاسق و فاجر ہیں''۔

اور لفظ''اب'' حال پر دلالت کررہا ہے، پس ان ۱۳ھ کے لوگوں کا معاملہ تقریباً گیارہ سال پہلے وصال شدہ حضرات پر منطبق کیسے ہوسکتا ہے؟ دیوبندی دھرم میں ہے کوئی ان سے پوچھنے والا کہ آپ اس طرح کی دھاندلی کیوں کرتے ہیں؟''۔

(کشف القناع ،ص ۲۲۲،۲۲۳]

اب رضا خانی موصوف کے مندرجہ بالا اصول کی روشنی میں سنیے!

رضا خانی موصوف نے حضرت تھانویؒ کے اس ملفوظ کو حضرت گنگوہیؒ کی ذات پر منطبق کر کے دھوکا دہی اور دجل وفریب سے کام لیا ہے کیونکہ حضرت تھانوی کا جو ملفوظ اس نے نقل کیا ہے وہ ۲۱ ذی الحجہ ۱۳۵۰ھ کا ہے اور حضرت گنگوہی کا وصال ۱۳۲۳ھ میں ہوا گویا کہ حضرت گنگوہی کے وصال کے 27 سال بعد کا ہے۔ اس میں حضرت تھانویؒ اس وقت اس دور کے لوگوں کی حالت بیان کررہے ہیں جیسا کہ ان کے ان الفاظ سے ظاہر ہے،الفاظ ملاحظہ کریں:

''آجکل کے مدعی کدو متبحر ہیں''

اور لفظ آج کل حال پر دلالت کررہا ہے، پس ۱۳۵۰ھ کے لوگوں کا معاملہ تقریباً 27 سال پہلے وصال شدہ حضرات پر منطبق کیسے ہوسکتا ہے؟ رضا خانی دھرم میں ہے کوئی ان سے پوچھنے والا کہ آپ اس طرح کی دھاندلی کیوں کرتے ہیں؟

ہے یہ گنبد کی صدا جیسی کہو ویسی سنو

بریلوی شیخ الاسلام ابوالخیر دہلوی کا حوالہ اور اس پر اعتراض کی حقیقت

علامہ ساجد خان صاحب حفظہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

''بریلوی شیخ الاسلام مولانا ابوالحسن زید فاروقی اپنے والد کے حوالے سے مولانا گنگوہی رحمتہ اللہ علیہ کی وفات پر ان کے تاثرات یوں نقل کیے:''مولانا رشید احمد گنگوہی کی وفات ایسا زخم ہے جس کا مرہم نہیں ایسا عالم صالح دیندار اس وقت عنقا کے حکم میں ہے اناللہ وانا الیہ راجعون اس جیسا ایک آدمی ایک ہزار دینداروں پر بھاری ہے''۔ بزم خیر از زید: ص ۹۴،۹۵ (دفاع: ص ۴۸)

رضا خانی اعتراض:

یہاں بھی رضاخانی موصوف نے اپنے بڑوں کا رٹا رٹایا وہی پرانا سبق سنایا کہ شاہ ابوالخیر دھلوی اکابرین دیوبند کی عبارات سے بے خبر تھے...الخ (کشف القناع: ص ۱۸۴)

جواب:

تھوڑی دیر کے لئے اگر یہ بات مان بھی لی جائے تو اس سے "دفاع" کے استدلال پر کوئی فرق نہیں پڑتا اگر بالفرض شاہ ابوالخیر دہلوی اکابرین دیوبند کی عبارات سے بے خبر بھی تھے تو کیا بریلوی شیخ الاسلام مولانا ابوالحسن زید فاروقی بھی بے خبر تھے؟ نہیں، ہرگز نہیں مولانا زید صاحب کی کتابیں اس بات پر شاہد ہیں کہ وہ ان عبارات سے پوری طرح واقف تھے، اور واقفیت کے باوجود انہوں نے اپنے والد کا یہ تاثر نقل کیا ہے اور بطور تردید نہیں بلکہ بطور تعریف نقل کیا ہے لہذا دفاع کا استدلال بالکل درست ہے۔

رضاخانی موصوف اپنے اس دعوے کے ثبوت میں کہ شاہ ابوالخیر اکابرین دیوبند کی عبارات سے بے خبر تھے "بزم خیر از زید" سے ایک حوالہ پیش کرتے ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

''یہ ایک حقیقت ہے کہ آپ (شاہ ابوالخیر) کو پوری طرح ان اختلافات کا علم بھی نہ تھا جو دیوبند اور بریلی کے علماء میں تھا، اگر پیر سید گلاب شاہ "براہین قاطعہ" اور "حفظ الایمان" کی عبارتیں پڑھ کر نہ سناتے تو آپ کو اس کا علم بھی نہ ہوتا کیونکہ اردو کے رسائل کا آپ مطالعہ نہیں فرماتے تھے بلکہ بارہا آپ نے ہم ہر سہ برادران کو نصیحۃً فرمایا تھا کہ سو سال کے اندر جو تالیفات ہوئی ہیں ان کا مطالعہ نہ کیا کرو، متقدمین کا طریقہ آپ کو پسند تھا اور ان ہی کتابوں کا آپ مطالعہ کیا کرتے تھے۔ بزم خیر از زید در جواب بزم جمشید: ص ۹۳، ۹۴''۔

(کشف القناع: ص ۱۸۴)

یہ حوالہ نقل کر کے موصوف تبصرہ کرتے ہیں کہ:

''پس اس حوالے سے صاف ظاہر ہے کہ شاہ ابوالخیر دھلوی صاحب دیوبندیوں کی گستاخانہ عبارات سے بے خبر تھے، اور اسی عدم علم کی وجہ سے جب گنگوہی کے آنجہانی ہونے کی خبر آپ تک پہنچی تو آپ نے تعزیتی کلمات لکھے لیکن اس سے آپ کے "شری مان" کی پوزیشن صاف نہیں ہوتی اس لئے کہ یہ باتیں عدم علم کی بنا پر ہیں''۔ (کشف القناع: ص ۱۸۴)

جواب ۱:

یہ بات تو خود اسی "بزم خیر از زید" کی بعض نقول سے ثابت ہے کہ وقتاً فوقتاً اکابرین دیوبند کے عقائد وعبارات بلکہ دارالعلوم دیوبند کے انتظامی امور سے متعلق معلومات تک شاہ ابوالخیر کو ملتی تھی، حوالے ملاحظہ فرمائیں:

''ایک مرتبہ آپ کے سامنے کسی نے دیوبند کے علماء کا ذکر کسی قدر حقارت سے کیا...الخ''۔ (بزم خیر: ص ۹۳)

''ایک شخص نے آپ سے اہل دہلی کے بعض دیوبندی خیال علماء کی برائیاں بیان کیں....الخ''۔ (بزم خیر: ص ۹۳)

مولوی شمس الدین نے شاہ ابوالخیر صاحب کو بتایا کہ: ''مولوی خلیل احمد انبیٹھوی ایسے شخص کو بیعت بھی نہیں کرتے جو میلاد شریف کرتا ہو یا اس کا حامی ہو''۔ (محصلہ، بزم خیر: ص ۱۹)

پیر سید گلاب شاہ نے شاہ ابوالخیر کو ایک مختصر رسالہ پڑھ سنایا:

''جس میں مولوی اسمٰعیل دہلوی اور ان کے ہم خیال علماء کے ناشائستہ اقوال کا ذکر تھا''۔(بزم خیر:ص ۱۹)

''چونکہ ان دنوں بعض اخبارات اور رسائل میں مدرسہ (دارالعلوم دیوبند) کی بدانتظامیوں کا چرچا ہو رہا تھا اور اس سلسلہ میں آپ کے مسامع شریفہ تک بھی کچھ باتیں پہنچ چکی تھیں....الخ''۔(بزم خیر:ص ۱۸)

ان حوالہ جات سے ثابت ہوتا ہے کہ شاہ ابوالخیر دھلوی علمائے دیوبند کے عقائد و عبارات سے پوری طرح واقف تھے، یہ تو ہو ہی نہیں سکتا کہ مدرسہ دیوبند کی بدانتظامیوں کی خبر تو شاہ ابوالخیر تک پہنچ جائے لیکن بقول بریلویہ بدعقیدگی و بداعمالی کی خبر نہ پہنچے؟

لہٰذا رضاخانی موصوف نے جو حوالہ نقل کیا ہے اس کا مطلب یہ ہوگا کہ بریلویوں کے گمراہ کن عقائد و نظریات سے جو علمائے دیوبند کو اختلاف ہے شاہ ابوالخیر اس سے واقف نہیں تھے، اور جن اردو رسائل کو پڑھنے سے شاہ ابوالخیر صاحب منع کرتے تھے وہ بھی بریلوی رسائل تھے، چونکہ آپ ایک شریف اور سنجیدہ فطرت انسان تھے اور بریلوی کتب و رسائل میں گالیاں بھری ہوتی تھیں جیسا کہ خان صاحب بریلوی کے خلیفہ خاص مولوی نعیم الدین مراد آبادی نے خود اس کی گواہی دی ہے۔

''حضور (یعنی خان بریلوی۔ناقل) کی کتابوں میں وہابیوں، دیوبندیوں اور غیر مقلدوں کے عقائد باطلہ کا رد ایسے سخت الفاظ میں ہوا کرتا ہے کہ آج کل جو تہذیب کے مدعی ہیں وہ چند سطریں دیکھتے ہی حضور کی کتابوں کو پھینک دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ان کتابوں میں تو گالیاں بھری ہیں''۔(سوانح امام احمد رضا، ۱۳۱، فیضان اعلیحضرت، ص ۲۷۵)

تو معلوم ہوا جن اردو رسائل کو پڑھنے سے آپ منع کرتے تھے وہ خان صاحب بریلوی اور ان کے ہم خیال مولویوں کے ہیں۔

جواب ۲:

اس "عدم علم" کے بہانے کو مولوی احمد رضا خان صاحب تسلیم ہی نہیں کرتے وہ فرماتے ہیں کہ:

''سائل صورت وہ فرض کرتا ہے جو واقع نہ ہوگی دیوبندیوں کے عقائد کفر طشت از بام ہو گئے منکر بننے والے اپنی جان چھڑانے کیلئے انکار کرتے ہیں کہ ہمیں معلوم نہیں''۔(فتاوی رضویہ: جلد ۲۹ ص ۲۸۴)

پس خان صاحب کے اس دوٹوک فیصلہ کے مقابلہ میں مولانا ابوالحسن زید فاروقی صاحب ہوں یا کوئی اور رضاخانی چنڈوخان کسی کے بیان کی کوئی حیثیت نہیں۔

جواب ۳:

علامہ ساجد خان صاحب حفظہ اللہ نے "دفاع" میں یہ حوالے مولوی کاشف اقبال کے اس اصول کے تحت پیش کیے ہیں کہ:

''جہاں تک سیدی اعلیٰ حضرت کے ایمان کی بات ہے تو وہ تمہیں ہم سے الجھنا نہیں چاہئے بلکہ اپنے اکابر سے مناظرہ مجادلہ کرنا چاہئے جو سیدی اعلیٰ حضرت کو ایمان واسلام کی سند دیے ہوئے ہیں''۔(ملخصاً کلمہ حق: ص ۸۶)

اور کاشف اقبال کی اس عبارت میں کہیں بھی یہ بات موجود نہیں ہے کہ دیوبندی اکابر میں سے جو خان صاحب کے عقائد و عبارات پر مطلع ہونے کے بعد ان کو مسلمان مانیں ان سے مناظرہ مجادلہ کرو بلکہ کاشف اقبال نے مطلق کہا ہے، لہٰذا اگر شاہ ابوالخیر صاحب کے تاثرات سے مولانا گنگوہی کی پوزیشن صاف نہیں ہوتی تو ہمارے اکابر کے تاثرات سے آپ کے ''ہنومان جی میاں آل قارون'' کی پوزیشن بھی صاف

نہیں ہوتی!!

قارئین! غور فرمائیں کہ جب مولوی احمد رضا خان کے ایمان پر سوال اٹھے تو علمائے دیوبند کے تاثرات کافی ہوجاتے ہیں اور جب بریلوی اکابرین علمائے دیوبند کے ایمان کی گواہی دیں تو رضاخانی مناظرین اپنے ہی اصول کا خون کرتے ہوئے بڑی ڈھٹائی سے کہتے ہیں کہ:

''اس سے علماء دیوبند کی پوزیشن صاف نہیں ہوتی''

رضاخانی جماعت کا یہ منافقانہ رویہ اور دوہرا معیار آخر کیوں اور کب تک؟؟؟

اب مزید کچھ عرض کرنے کی قطعاً ضرورت نہیں کیونکہ اعتراض کی بنیاد بالکل مسمار ہوچکی ہے تاہم پھر بھی رضاخانی موصوف کی ضیافت طبع کی خاطر ان کے پیش کردہ چند حوالوں کا جائزہ لیتے ہیں، ملاحظہ فرمائیں

حوالہ نمبر (1) کا رد بلیغ

رضاخانی موصوف لکھتے ہیں کہ:

''مگر جب دیوبندیوں کی توہین آمیز عبارات آپ (شاہ ابوالخیر) تک پہنچیں تو پھر آپ کا ردعمل کیسا تھا، اس سلسلہ میں چند حوالے آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں:

حافظ احمد صاحب اور مولوی اشرف علی تھانوی جب ابوالخیر دھلوی کی بارگاہ میں پہنچے تو پھر ان کے ساتھ کیا معاملہ درپیش ہوا اور کس طرح وہ اپنے عقائد فاسدہ کی شاعت کو اپنے ساتھ لے کر دم دبا کر بھاگے، اس حوالے سے آپ ملاحظہ فرمائیں:

''یہاں تک گفتگو محبت کے پیرایہ میں بہت اچھی ہوتی رہی، حاضرین لطف اندوز ہوتے رہے پیر سید گلاب شاہ بھی یہ مکالمہ سن رہے تھے وہ مولوی غلام دستگیر قصوری مؤلف رسالہ'' تقدیس الوکیل'' کے طرف داروں میں تھے اس موقع پر انہوں نے جیب سے ایک مختصر رسالہ نکالا جس میں مولوی اسماعیل دھلوی اور ان کے ہم خیال علماء کے ناشائستہ اقوال کا ذکر تھا، انہوں نے حضرت سید الوالد سے عرض کیا: حضور دین کی خدمت اس طرح پر کی جارہی ہے۔

مولوی خلیل احمد ''براہین قاطعہ'' کے صفحہ ۲۲۸ پر لکھتے ہیں: '' آنحضرت ﷺ کا مولود شریف کرنا اور قیام تعظیمی کے لئے کھڑا ہونا بدعت و شرک ہے اور مثل کنہیا کے جنم کی''۔

اس آخری ناشائستہ عبارت کو سن کر شاہ ابوالخیر صاحب کو بڑا ملال ہوا، آپ نے فرمایا: افسوس ہے مولوی خلیل احمد آپ ﷺ کے ذکر شریف کی مبارک محفل کو ایسی بری تشبیہ دیتے ہیں اور آپ کے ذکر شریف کی محفل منعقد کرنے سے منع کرتے ہیں آپ نے یہ بھی ارشاد کیا جہاں کوئی جلسہ ہوتا ہے حسب ضرورت اور حسب احوال اس جگہ کو پاک اور صاف کیا جاتا ہے اور زیب و زینت دیتے ہیں، یہ لوگ میلاد شریف کی مبارک محفل کو اس سے بھی روکتے ہیں، اور پھر آپ نے فرمایا: ہم نے سنا ہے کہ مولوی خلیل احمد ایسے شخص کو بیعت بھی نہیں کرتے ہیں جو میلاد شریف کرتا ہو، یا اس کا حامی ہو اس موقع پر مولوی اشرف علی صاحب نے کہا: مولوی خلیل احمد صاحب جس مولود کو منع کرتے ہیں اس کو آپ بھی منع کریں گے اور بیعت نہ کرنے کی بات درست نہیں ہے، آپ سے کسی نے غلط بات کہہ دی ہے چونکہ آپ سے یہ بات مولوی

شمس الدین صاحب میرٹھی نے کہی تھی اور وہ اس موقع پر حاضر تھے آپ نے ان کو مخاطب کر کے فرمایا: ارے بھائی جواب دو، چنانچہ مولوی شمس الدین نے واقعہ بیان کیا۔

شاید اس موضوع پر کچھ گفتگو ہوتی لیکن پیر سید گلاب شاہ نے پھر سب کو اپنی طرف متوجہ کر لیا اور مختصر رسالہ میں سے مولوی اشرف علی صاحب کی کتاب "حفظ الایمان" کے صفحہ سات کا حوالہ دیتے ہوئے سنایا "دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہے تو اس میں حضور ہی کی کیا تخصیص ہے ایسا علم تو زید و عمر و بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کو بھی حاصل ہے"۔

یہ سن کر آپ نے مولوی اشرف علی صاحب سے کہا: کیا یہی دین کی خدمت ہے؟

تمہارے بڑے تو ہمارے طریقہ پر تھے تم نے اس کے خلاف کیوں کیا؟ مولوی اشرف علی صاحب نے کہا: میں نے اس عبارت کی توضیح اپنے دوسرے رسالہ میں کر دی ہے آپ نے بجواب ارشاد فرمایا: تمہارے اس رسالہ سے کتنے لوگ گمراہ ہوئے ہم دوسرے رسالہ کو لے کر کیا کریں؟ اس کے بعد تھوڑی دیر خاموشی رہی پھر آپ نے فرمایا: نماز کا وقت ہو گیا ہے، جس کا وضو نہ ہو وضو کر لے اس موقع پر کچھ لوگ اٹھے اور مولوی صاحب اور حافظ صاحب بھی اس وقت تشریف لے گئے، آپ نے نماز پڑھائی، حسب معمول نماز شروع کرنے سے پہلے آپ نے فرمایا: ہماری نماز کوئی خراب نہ کرے نماز سے فارغ ہو کر آپ نے مولوی (اشرف علی) صاحب اور حافظ صاحب کے متعلق دریافت فرمایا کہ یہ دونوں کہاں ہیں؟ شیخ وحید الدین نے صاحب نے عرض کیا کہ یہ دونوں صاحبان تشریف لے گئے آپ کے دریافت کرنے سے معلوم ہوتا ہے شاید آپ ان دونوں صاحبان سے کچھ گفتگو فرماتے لیکن ماشاء اللہ کان و مالم یشاء لم یکن، یہ ہے میرٹھ کی ملاقات کا صحیح بیان"۔ بزم خیر از زید: ص ۱۸، ۲۱ (کشف القناع: ص ۱۸۶، ۱۸۷)

جواب ۱:

یہ حوالہ بھی رضاخانی موصوف کو مفید نہیں، کیونکہ یہاں مقدمہ تکفیر و عدم تکفیر کا ہے، "دفاع" میں شاہ ابو الخیر صاحب کا جو تاثر نقل کیا گیا ہے اس میں وہ حضرت امام گنگوہی رحمہ اللہ کو اعلیٰ درجہ کا مسلمان مان رہے ہیں، جبکہ موصوف کے پیش کردہ حوالے میں براہین قاطعہ اور حفظ الایمان کی عبارت سننے کے بعد بھی شاہ ابو الخیر صاحب نے تکفیر نہیں کی صرف افسوس کا اظہار کیا اور رضاخانی موصوف خود لکھتے ہیں کہ:

''اہل بدعت کی جانب بدفہم، فاسق، فاجر کے الفاظ ملتے ہیں تو ان الفاظ سے کفر تو ثابت نہیں ہوگا''۔ (کشف القناع: ص ۲۲۱)

تو اظہار افسوس کرنے سے تو تکفیر کا ثبوت قطعاً نہ ہوا۔

جواب ۲:

شاہ ابو الخیر صاحب کا براہین قاطعہ اور حفظ الایمان کی عبارت پر افسوس و برہمی کا اظہار کرنا بھی ہمارے خلاف دلیل نہیں بن سکتا اس لئے کہ اولاً تو شاہ صاحب کے سامنے اصل کتابیں پیش نہیں کی گئیں بلکہ ایک رضاخانی مولوی کا لکھا ہوا رسالہ پڑھ کر سنایا گیا، ثانیاً اس واقعہ کے بہت دنوں بعد مفتی مظہر اللہ دہلوی صاحب نے شاہ ابو الخیر سے مولانا تھانوی اور حافظ احمد صاحب کی مذکورہ ملاقات کے تعلق سے دریافت کیا تو آپ نے جواب دیا: ''وہ تو ہم سے اچھی طرح ملے''۔ (بزم خیر: ص ۹۳)

پس اگر شاہ صاحب مولانا تھانوی سے ناراض رہتے تو مفتی مظہر اللہ کو یہ جواب نہ دیتے۔علاوہ ازیں پیر سید گلاب شاہ نے جو رسالہ پڑھ کر سنایا تھا،اس رسالہ میں کس قدر دجل وفریب سے کام لیا گیا؟اس کا اندازہ پیش کردہ عبارات سے ہی لگایا جاسکتا ہے،حفظ الایمان کی اصل عبارت میں"ایسا علم غیب" ہے جب کہ"مختصر رسالہ" سے جو عبارت پڑھی گئی اس میں"ایسا علم" ہے یعنی لفظ"غیب" کو ہضم کرلیا گیا جس سے عبارت کا اصل مفہوم مسخ ہوجاتا ہے۔

اور براہین قاطعہ کی جو عبارت پیش کی گئی وہ تو سرے سے ہی غلط ہے بلکہ اصل کتاب میں اس طرح موجود ہی نہیں ہے جس طرح پیش کی گئی جس کا جی چاہے براہین قاطعہ میں تلاش کرکے دیکھ لے۔بہرحال دجل وفریب کرکے عباتیں پیش کی گئیں لہذا شاہ ابوالخیر صاحب کا برہم ہونا ہمارے خلاف ہرگز دلیل نہیں بن سکتا ممکن ہے شاہ صاحب اصل عبارتیں دیکھ لیتے تو شاید اپنے افسوس کرنے پر افسوس کرتے۔

(**نوٹ**: براہین قاطعہ کی اصل عبارت اور اس پر رضاخانی دجل کا منہ توڑ و مدلل جواب دفاع جلد اول میں دیا جاچکا ہے؛ ملاحظہ ہوں صفحہ 776)

جواب:۳

جب مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب ایک جھوٹ اور براہین قاطعہ کی عبارت کے متعلق مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے گفتگو شروع اور صفائی پیش کرنا چاہا تو پیر سید گلاب شاہ نے کمال ہوشیاری و چالاکی سے فوراًسب کو اپنی طرف متوجہ کرکے حفظ الایمان کی عبارت پیش کردی،اگر اس موضوع پر گفتگو مکمل ہوتی اور مولانا تھانوی کو صفائی پیش کرنے پورا موقع دیا جاتا تو شاید شاہ ابوالخیر صاحب مطمئن ہوجاتے اور بجائے حضرت سہارنپوری پر افسوس کرنے کے ان بریلوی مولویوں پر افسوس کرتے جو شاہ صاحب کو ہمیشہ جھوٹی باتیں بیان کرکے ورغلاتے تھے پس اذجاء الاحتمال بطل الاستدلال

اسی طرح حفظ الایمان کی عبارت کے متعلق مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے جب کہا کہ"اس عبارت کی توضیح میں نے اپنے دوسرے رسالہ میں کردی ہے" تو شاہ ابوالخیر صاحب نے بغیر کچھ سوچے سمجھے مولانا تھانوی کی اس بات کو رد کردیا،یا یوں کہا جائے کہ شاہ صاحب نے جلد بازی میں حضرت تھانوی کا دوسرا رسالہ دیکھنے سے انکار کردیا،اس طرح عبارت حفظ الایمان پر بھی گفتگو ادھوری رہ گئی اگر اس پر بھی گفتگو مکمل ہوتی اور شاہ صاحب مولانا تھانوی کا وہ رسالہ دیکھ لیتے،جس کا ذکر حضرت تھانوی کررہے تھے تو شاید حقیقت شاہ صاحب کے سامنے آجاتی اور وہ بجائے مولانا تھانوی پر ناراض ہونے کے ان بریلوی مولویوں کی خبر لیتے جو مکروفریب اور دھوکا ودجل کرکے حفظ الایمان کی عبارت آپ کو سنا رہے تھے پس اذجاء الاحتمال بطل الاستدلال۔

جواب:۴

اس اقتباس کے آخر میں لکھا ہے کہ:

''نماز سے فارغ ہوکر آپ نے مولوی (اشرف علی) صاحب اور حافظ صاحب کے متعلق دریاف فرمایا کہ یہ دونوں کہاں ہیں؟ شیخ وحید الدین صاحب نے عرض کیا کہ یہ دونوں صاحبان تشریف لے گئے آپ کے دریافت کرنے سے معلوم ہوتا ہے شاید آپ ان دونوں صاحبان سے کچھ گفتگو فرماتے''۔

تو ممکن ہے نماز سے فارغ ہونے کے بعد شاہ ابوالخیر صاحب نے پیر سید گلاب شاہ کی کمال ہوشیاری پر غور کیا ہوگا اور حضرت کو یہ احساس ہوا ہوگا کہ ایک فریق کی بات سن کر فیصلہ کرنا مناسب نہیں، لہٰذا مولوی اشرف علی کے دوسرے رسالے کو بھی دیکھ لیا جائے کہ وہ کیا کہتے ہیں؟ اور میلاد کے متعلق مولوی خلیل احمد کا موقف بھی سن لیا جائے، اس لئے آپ نے حاضرین سے مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ اور حافظ احمد صاحب رحمہ اللہ کے متعلق دریافت فرمایا مگر وہ وہاں سے تشریف لے جاچکے تھے پس جب اس قدر احتمال موجود ہے تو خان صاحب بریلوی فرماتے ہیں کہ:

''قاعدۂ مسلمہ ہے: اذجاء الاحتمال بطل الاستدلال، جب احتمال آجائے تو استدلال باطل ہو جاتا ہے''۔

(فتاوی رضویہ: ج۲۹ص ۳۹۸)

لہٰذا یہ حوالہ رضاخانی موصوف کو ہرگز مفید نہیں!!

حوالہ نمبر (2) اور (3) کا ردِ بلیغ

مولانا ابوالحسن زید فاروقی کی ایک دوسری کتاب "مقامات خیر" کے حوالے سے رضاخانی موصوف لکھتے ہیں کہ:

''جو شخص میلاد شریف نہیں کرتا تھا یا اس مبارک محفل میں شریک نہیں ہوتا تھا آپ کو اس سے کبھی کوئی شکایت نہیں ہوئی ایسے افراد بہ کثرت آپ کے پاس آتے تھے اور آپ ان سے بہ محبت ملتے تھے، البتہ آپ کو ان لوگوں سے نفرت تھی جو محفل مبارک کے انعقاد کو بُرا کہتے تھے آپ ان لوگوں کو "بدعقیدہ" فرماتے تھے اور ایسے افراد سے آپ نہیں ملتے تھے''۔ مقامات خیر: ص ۳۷۴

''آپ کے سامنے ایک بدعقیدہ آ کر کھڑا ہوا، آپ نے حاجی ملا احمد خان سے فرمایا: بے نمازی سے ہم کو اتنی تکلیف نہیں ہوتی جتنی بدعقیدہ شخص سے ہوتی ہے، جاؤ اس کو ہمارے سامنے سے ہٹادو''۔ مقامات خیر: ص ۴۹۴

ان حوالوں سے ثابت ہوا کہ حضرت شاہ ابوالخیر رحمتہ اللہ علیہ منکر ان میلاد کو بدعقیدہ فرمایا کرتے تھے، اور بدعقیدہ شخص کو بے نمازی سے زیادہ بدتر سمجھتے ہوئے اپنے سامنے کھڑا نہ ہونے دیتے تھے اگر آپ کے سامنے گنگوہی صاحب کے حوالے سے "براہین قاطعہ" کی وہ عبارت، جس میں گنگوہی صاحب نے آپ ﷺ کے میلاد کو کنھیا کی جنم اشٹمی سے تعبیر کیا ہے، پیش کی گئی ہوتی تو آپ اندازہ لگائیں کہ آپ کا کیسا شدید ردعمل ہوتا، آپ گنگوہی کی تعزیت تو درکنار اس کا نام سننا بھی گوارہ نہ کرتے''۔ (کشف القناع: ص ۱۸۶، ۱۸۷)

جواب:

شاہ ابوالخیر صاحب سے مولوی شمس الدین نے بیان کیا کہ مولوی خلیل احمد میلاد کے حامی کو بیعت بھی نہیں کرتے، اور پیر سید گلاب شاہ نے "براہین قاطعہ" کے حوالے سے دھوکا و دجل پر مبنی عبارت پڑھ کر سنائی جو میلاد ہی کے متعلق تھی پھر بھی آپ نے حضرت سہارنپوری کو "بدعقیدہ" نہیں فرمایا، صرف افسوس کا اظہار کیا اور افسوس بھی اس پر نہیں کہ مولوی خلیل احمد میلاد کے منکر ہیں بلکہ اس عبارت پر جو آپ کو پڑھ سنائی گئی تھی، پس یہ بالکل جھوٹ ہے کہ شاہ ابوالخیر صاحب میلاد کے منکر کو "بدعقیدہ" فرمایا کرتے تھے، یہ مولانا ابوالحسن زید فاروقی کا اپنا نظریہ ہوگا جو انہوں نے شاہ صاحب کی طرف منسوب کر دیا اور اس پر دلیل آگے آرہی ہے۔

علاوہ ازیں اگر اس بات صحیح مانا جائے تو لازم آئے گا کہ شاہ صاحب کے نزدیک معاذ اللہ حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ بھی بدعقیدہ

تھے کیونکہ حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ بھی محفل میلاد کے سخت مخالف تھے اور میلاد میں پائی جانے والی بہت سی بدعات پر آپ نے نکیر فرمائی ہے، حتی کہ آپ کے مرید خواجہ حسام الدین رحمتہ اللہ علیہ نے آپ سے سوال کیا کہ اگر محفل میلاد میں یہ بدعات نہ ہوں تو کیا میلاد کی محفل منعقد کرنے کی اجازت ہے؟ تو حضرت مجدد علیہ الرحمہ نے جواب دیا کہ:

''مخدوم! فقیر کے دل میں یہی بات آتی ہے کہ جب تک اس کا دروازہ مطلقاً بند نہ کیا جائے گا، بوالہوس لوگ باز نہ آئیں گے، اگر اس کی (مولود کی) کچھ بھی اجزت دے دی جائے تو اس سے بات بڑھ جائے گی تھوڑی بات زیادہ تک پہنچاتی ہے مشہور بات ہے، والسلام''۔

(مکتوبات امام ربانی جلد سوم: ص 116 بحوالہ مطالعہ بریلویت: ج 3841)

(نمبر 2)

بے شک بدعقیدہ لوگوں سے شاہ ابوالخیر صاحب کو سخت نفرت تھی، مگر وہ علمائے دیوبند کو بدعقیدہ نہیں سمجھتے تھے علمائے دیوبند کے بارے میں آپ کا نظریہ کیا تھا چند حوالے ملاحظہ فرمائیں:

(۱) ایک مرتبہ آپ کے سامنے کسی نے دیوبند کے علماء کا ذکر کسی قدر حقارت سے کیا آپ نے فرمایا'' مگر یہ لوگ ہیں اہل علم۔

(بزم خیر از زید: ص ۹۳)

(۲) ایک شخص نے آپ سے دہلی کے بعض دیوبندی خیال علماء کی برائیاں بیان کیں آپ نے ارشاد کیا'' میاں پھر ایسے لوگ بھی تم کو نہ ملیں گے کیوں ان پرانی ہانڈیوں کو آپس میں ٹکرا کے پھوڑتے ہو''۔ (بزم خیر از زید: ص ۹۳)

(۳) ایک دن صبح کو جناب مولانا محمود الحسن صاحب دیوبندی آپ سے ملنے تشریف لائے آپ ان سے نہایت محبت سے ملے گھنٹہ سوا گھنٹہ دونوں حضرات کی نہایت پرلطف ملاقات رہی۔ (مقامات خیر: ص ۲۳۴)

(۴) اس واقعہ کو بیان کر کے حضرت سید الوالدی قدس سرہ نے مولانا قاسم صاحب کی خدمت اسلام کا ذکر کیا۔

(مقامات خیر: ص ۲۳۵)

(۵) آپ نے فرمایا مولوی قاسم صاحب اور مولوی رشید احمد صاحب نے خانقاہ شریف میں حضرت شاہ عبدالغنی سے حدیث شریف پڑھی ہے یہ دونوں صاحبان اپنے استاد کا اور ان کی جائے قیام کا اتنا ادب کرتے تھے کہ خانقاہ شریف دروازے کے باہر جوتی اتار دیا کرتے تھے اور خانقاہ شریف میں برہنہ پا داخل ہوتے تھے۔ (مقامات خیر: ص ۲۳۵)

(۶) جناب مفتی عزیز الرحمن صاحب... ایک دن... نسبت شریفہ مجددیہ لے کر حضرت سیدی الوالد سے ملنے تشریف لائے حافظ صاحب کا بیان ہے کہ حضرت سیدی الوالد کھڑے ہو کر حضرت مفتی صاحب سے ملے اور دونوں حضرات کی آنکھوں سے محبت کے آنسو جاری ہوئے۔

(مقامات خیر: ص ۲۴۸)

(۷) ربیع الآخر ۱۳۷۹ھ میں مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی رحمہ اللہ ورضی عنہ اس عاجز سے آ کر ملے اور یہ واقعہ بیان کیا کہ میری جوانی اور طالب علمی کا دور تھا، ایک دن خیال آیا کہ آپ کو دیکھو کیسے ہیں، چنانچہ ایک دو رفقاء کے ساتھ آیا اطلاع ہوئی آپ نے بلایا پانچ سات منٹ کے بعد فرمایا: ''اچھا میاں تم نے دیکھ لیا اب جاؤ، اللہ تم کو خیریت سے رکھے''۔ (مقامات خیر: ص ۲۷۳)

خلاصہ کلام:

یہ بات کسی طرح قابل اعتبار نہیں کہ شاہ ابوالخیر صاحب منکران میلاد کو" بدعقیدہ" فرماتے تھے ورنہ حضرت مجدد علیہ الرحمہ بھی اس کی زد میں آتے ہیں اور جس بدعقیدہ شخص کو آپ نے اپنے سامنے سے ہٹا دینے کا حکم دیا تھا وہ بھی کوئی رافضی یا نسیم رافضی یعنی رضاخانی تھا، کیونکہ دیوبندیوں کی تو آپ ہر موقع پر تعریف ہی کرتے تھے بلکہ کوئی شخص آپ کے سامنے دیوبندی علماء کی برائیاں بیان کرتا تو آپ دفاع کرتے تھے جیسا کہ مندرجہ بالا حوالوں سے ثابت ہے۔ پس رضاخانی موصوف کا ان حوالوں سے استدلال کر کے علمائے دیوبند پر چسپاں کرنا موصوف کے لئے ہرگز سودمند نہیں، موصوف اپنا دعویٰ ثابت کرنے میں پوری طرح عاجز آچکے ہیں اور یہ ثابت ہو چکا کہ شاہ ابوالخیر صاحب اکابر دیوبند کی عبارات سے واقف تھے اور واقفیت کے بعد انہوں نے حضرت گنگوہی کے لئے تعزیتی کلمات یا تعریفی جملے کہے ہیں۔

ضروری نوٹ: "بزم خیر از زید" اور "مقامات خیر" یہ دونوں کتابیں بریلوی جماعت کے شیخ الاسلام مولانا ابوالحسن زید فاروقی کی تصنیف کردہ ہیں اور مولانا موصوف حد درجہ متعصب آدمی تھے، لہٰذا نہ تو یہ ہمارے لئے قابل حجت ہیں اور نہ ہی مذکورہ کتابوں میں بیان کردہ تمام باتوں پر ہم اعتماد کر سکتے ہیں !!!

اس حوالے سے آخری اصولی وفیصلہ کن بات

شاہ ابوالحسن زید فاروقی صاحب (اللہ پاک ان کی بشری کمزوریوں کی وجہ سے ہونے والی کوتاہیوں سے سے درگزر فرمائے۔ آمین) کے متعلق جو ہم نے کہا یہ اپنی طرف سے نہیں کہا بلکہ مولانا ساجد خان صاحب نقشبندی حفظہ اللہ دفاع اہل السنۃ جلد دوم کے مقدمہ میں اس پر تفصیلی کلام کر چکے ہیں۔ یہاں ہم خود رضاخانی فقیہ النفس کا حوالہ پیش کر رہے ہیں جس سے ثابت ہوگا کہ شاہ ابوالحسن زید فاروقی اپنے والد صاحب کی طرف منسوب ان عبارات میں جو بظاہر علمائے دیوبند کے خلاف ہوں "متہم" ہیں اور قابل اعتبار نہیں۔ چنانچہ شریف الحق امجدی رضاخانی گھوسوی لکھتا ہے:

"مولانا ابوالحسن زید صاحب سنی صحیح العقیدہ نہ تھے۔ صلح کلی تھے۔ اکابر دیوبند میں مولوی قاسم نانوتوی کے شاگرد کے شاگرد تھے۔ اور نانوتوی صاحب کو نہ صرف یہ کہ مسلمان جانتے تھے بلکہ بہت بڑا عالم اور ولی کامل مانتے تھے۔ مقامات خیر میں ان کے نام کے ساتھ رحمۃ اللہ علیہ لکھا ہے۔ اسی طرح مولوی رشید احمد گنگوہی کے بھی بہت مداح تھے۔ گنگوہی نے میلاد شریف کو ناجائز و بدعت کہا جو ان کے فتاوی میں موجود ہے۔ ابوالحسن زید صاحب اس کا انکار کرتے تھے اور بے جا تاویلیں کرتے تھے۔ میری خود ان سے بات چیت ہوئی ہے اور نوبت تلخ کلامی تک پہنچ چکی ہے۔ شروع شروع میں وہ دیوبندی نواز تھے لیکن جب ان کا انجام یہ دیکھا کہ ان کے حلقہ کے کٹر دیوبندی ہو گئے تو بعد میں کچھ گول مول دیوبندیوں کے خلاف بھی بولنے اور لکھنے لگے۔ ایسی صورت میں جبکہ وہ نانوتوی کی تحذیر الناس کی کفری عبارتوں اور گنگوہی کی براہین قاطعہ کی ص ۵۱ کی شیطانی کفری عبارت پر مطلع تھے، جس پر علمائے عرب و عجم، حل و حرم، ہند و سندھ نے ان دونوں کو کافر کہا اور وہ بھی اس تفصیل کے ساتھ کہ ان کے کفریات پر مطلع ہونے کے بعد جو ان کو بھی کافر۔ پھر بھی جناب ابوالحسن زید صاحب نانوتوی اور گنگوہی کو عالم، ولی مانتے تھے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ بنیادی طور پر ان کا عقیدہ بھی وہی تھا جو نانوتوی و گنگوہی کا تھا"۔

(فتاوی شارح بخاری، ج ۳، ص ۵۴۲)

اس سے چند باتیں معلوم ہوئیں:

(۱) رضاخانی شیخ الاسلام شاہ ابوالحسن زید فاروقی علمائے دیوبند کو مسلمان بلکہ کامل درجے کا ولی اللہ سمجھتے تھے اور ان کی طرف سے باقاعدہ رضاخانی اکابر سے مناظرہ کرتے تھے۔

(۲) شاہ ابوالحسن زید فاروقی کے والد شاہ ابوالخیر دہلوی کا عقیدہ بھی یہی تھا کہ وہ اکابر دیوبند کو اعلی درجے کا مسلمان سمجھتے تھے تبھی حضرت گنگوہی کی وفات پر سخت رنجیدہ ہوئے کیونکہ غلام نصیر الدین سیالوی عبارات اکابر کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ حصہ اول کے شروع میں لکھتے ہیں کہ شاگرد و بیٹے کا عقیدہ وہی ہوتا ہے جو باپ اور استاد کا ہوتا ہے تو یہ کیسے مان لیں کہ بیٹا ابوالحسن تو انہیں اعلی درجے کا مسلمان مانے اور باپ ابوالخیر دہلوی معاذ اللہ کافر۔

(۳) رضاخانی مولف نے جو خامہ فرسائی کی کہ ابوالخیر تو معاذ اللہ علمائے دیوبند کو کافر سمجھتے تھے وہ سب جھوٹ اور اس آدمی کی بے ایمانی اور مکروفریب ہے اور اپنے اکابر کے فتاوی سے جہالت کی بین دلیل ہے۔

(۴) شاہ ابوالحسن زید فاروقی علمائے دیوبند کی ان عبارات جن کو رضاخانی معاذ اللہ کفر کہتے ہیں پر خوب مطلع تھے لہذا رضاخانیوں کا ان کے متعلق یا ان کے والد کے متعلق یہ کہنا کہ وہ ان عبارات پر مطلع نہ تھے صریح جھوٹ وکذب بیانی ہے اور یہ صفت ان کو ان کے اعلی حضرت سے ورثہ میں ملی ہے۔

(۵) شاہ ابوالحسن زید فاروقی صاحب کی کتب میں وہ عبارات جو بظاہر اکابر دیوبند کے خلاف ہیں وہ درست نہیں، بلکہ بقول رضاخانی شریف الحق امجدی وہ انہوں نے جان بوجھ کر اپنے عقیدے کے خلاف اس لئے شامل کردی ہیں کہ ان کے مرید ان کے منہ سے علمائے دیوبند کی کثرت سے تعریفیں سن سن کر ''دیوبندی'' ہونے لگ گئے تھے اب اس ڈر سے کہ کہیں ان کے سارے مرید ہی ''دیوبندی'' نہ ہو جائیں ان عبارات کو اپنی کتاب میں شامل کیا (جس کو رضاخانی مظفر حسین نے بھی پیش کیا) اگرچہ ان عبارات کا بھی معقول جواب موجود ہے جیسا کہ ماقبل میں تفصیل گزری لیکن بالفرض ایسا ہی ہو جیسا کہ رضاخانی نے ثابت کرنے کی کوشش کی تب بھی ان عبارات کا کوئی اعتبار نہیں بلکہ وہ ابوالحسن زید فاروقی صاحب کی ''دسیسہ کاری'' ہے۔

حضرت تھانویؒ کی کرامت اور رضاخانی کی جہالت

علامہ ساجد خان صاحب حفظہ اللہ نے مدرسہ ''منظر الاسلام'' بریلی کے منور حسین نامی ایک طالب علم کا واقعہ نقل کیا ہے جسے خود مذکورہ طالب علم نے بطور کرامت بیان کیا ہے، جس کا خلاصہ کچھ اس طرح ہے کہ جب حضرت تھانوی رحمہ اللہ بریلی کے ایک جلسہ میں تشریف لائے تو مولوی حشمت علی نے (جلسہ ناکام بنانے کے لئے از ناقل) مناظرے کی خواہش کا اظہار کیا، حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے فرمایا فقیر کسی سے مناظرہ کرنے نہیں آیا اس کے بعد (چونکہ جلسہ کسی طرح خراب کرنا تھا از ناقل) رضاخانی مولوی امجد علی رضوی نے منور حسین صاحب کو مولوی حشمت علی خان کے ساتھ جلسہ میں اس غرض سے بھیجا کہ دوران تقریر منور حسین اٹھ کر اعتراض کردے گا، مگر منور حسین حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی تقریر سن کر آپ کا عقیدت مند ہو گیا۔ (ملاحظہ ہو، دفاع: ص ۴۸، ۴۹)

رضاخانی اعتراض:

رضاخانی موصوف اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

''اگر دیوبندی موصوف یہ سمجھتے ہیں کہ منظر اسلام بریلی شریف کا طالب علم تھانوی صاحب کے وعظ کی محفل میں ان پر لٹو اور فریفتہ ہوگیا، اور یہ تھانوی صاحب کی بہت بڑی کرامت ہے تو یہ ان کی بہت بڑی غلطی ہے''۔(کشف القناع:ص ۱۸۸،۱۸۹)

جواب:

اول تو اس واقعہ کو خود صاحب معاملہ یعنی "منظر اسلام بریلی" کے مذکورہ طالب علم نے "کرامت" کہہ کر بیان کیا ہے بلکہ عنوان ہی یہ دیا ہے: "حضرت مولانا اشرف علی صاحب مرحوم تھانوی کی کرامت"

اور واقعہ شروع کرتے ہوئے لکھا ہے:

"کرامت تو یہ تھی کہ جب.... الخ" (ملاحظہ ہوں تصویب الایمان:ص ۷۲)

لہذا رضاخانی موصوف کا یہ کہنا کہ "دیوبندی موصوف یہ سمجھتے ہیں... الخ" محض دھوکا و دجل ہے۔

ثانیاً اگر مولوی احمد رضا خان صاحب کا بچپن میں طوائفوں کو آلہ تناسل کی زیارت کرا کر مسئلہ بیان کرنا اور خان صاحب کے دادا جان مولوی رضا علی خان کا بیک وقت کوٹھے اور گھر پر موجود رہنا کرامت ہوسکتا ہے تو حضرت تھانوی کی تقریر سے ایک بریلوی طالب علم کا متاثر ہو کر تائب ہو جانا کرامت کیوں نہیں ہوسکتا ؟؟؟

ثالثاً: اس قسم کے واقعات کو خود رضاخانی مولویوں نے بھی کرامت قرار دیا ہے، اس سلسلہ میں درجنوں حوالے پیش کئے جاسکتے ہیں، مثال کے طور ہم ایک دو حوالے ہدیہ ناظرین کرتے ہیں رضاخانی "مفتیٔ اعظم کی استقامت و کرامت" نامی کتاب کے صفحہ ۲۰۱ پر یہ عنوان قائم کر کے لکھا ہے:

"کئی گمراہوں کو اپنی کرامت سے سنی بنایا

تاجدار اہلسنت سیدی مفتی اعظم نے سینکڑوں غیر مسلم کو حلقہ بگوش اسلام کیا، جس کے کئی شواہد تاریخی صفحات میں ملتے ہیں ساتھ ہی آپ نے ہزاروں بدمذہب دیوبندیوں کو اور وہابیوں کو بھی بدمذہبی سے توبہ کرایا اور آغوش سنیت میں لا کر جہنمی ہونے سے بچالیا"۔

اسی کتاب میں ایک عنوان اس طرح قائم کر کے لکھا ہے کہ:

"دلوں کے خطرات اور مفتی اعظم کا کشف"

"دل نے فیصلہ کیا کہ اصحاب عقل و خرد کا یہ ہنگامہ جوش اور عقیدت و محبت کا طوفان یونہی نہیں ہے بلکہ جس طرف قلوب انسانی جھکتے جا رہے ہیں وہ اپنے اندر بہت کمال رکھتا ہے اور کشف کا تاجدار ہے"۔ (مفتی اعظم کی استقامت و کرامت:ص ۱۷۴)

اسی طرح ایک اور رضاخانی مولوی اپنی کتاب "انوار البیان" صفحہ ۲۷۸ پر یہ عنوان قائم کرتا ہے: **"اعلیٰ حضرت کی کرامت دیکھ کر غیر مقلد مولوی تائب ہوگیا"**

حضور مفتی اعظم ہند کی کرامت کے ص ۱۰۳ پر ناگپور کے ایک شخص بریلوی مفتی کا منہ دیکھ کر ایمان لے آیا۔

ان حوالوں سے ثابت ہوا کہ رضاخانیوں کے نزدیک بھی اس قسم کے واقعات کرامت کے زمرے میں آتے ہیں، پس بریلوی طالب علم کے واقعہ کو کرامت کہنے کو "بہت بڑی غلطی" کہنا خود بہت بڑی غلطی ہے۔ رضاخانی موصوف نے اپنے اس اعتراض کو تقویت دینے

کے لئے" تذکرۃ الرشید" کے حوالے سے ایک طویل واقعہ نقل کیا ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ:

"فدا حسین نامی ایک مردود شخص جو نماز سے منع کرتا تھا اور جنابت کے لئے بدن پر بھبوت کا مل لینا کافی سمجھتا تھا دہلی آیا، شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک ذی استعداد طالب علم کو اس مردود سے مناظرے کے لئے بھیجا؛ اس مردود نے اس طالب علم پر جادو کر دیا جس کی وجہ سے وہ اس مردود فدا حسین کا مرید ہو گیا.....الخ (ملاحظہ فرمائیں کشف القناع: ص ۱۸۹ تا ۱۹۲)

یہ واقعہ نقل کر کے موصوف ہم سے سوال کرتے ہیں کہ:

" کیا دیوبندی اس واقعہ میں بھی یہی کہیں گے کہ یہ فدا حسین کی کرامت ہے اور اس طالب علم کا اعتراف حق ہے؟"۔
(کشف القناع: ص ۱۹۲)

جواب:

دراصل رضا خانی موصوف کا مطالعہ انتہائی ناقص ہے،" چند مشٹنڈوں" کے بل بوتے پر اس نے کتاب تیار کی ہے جیسا کہ مقدمہ میں خود ہی اقرار کیا ہے کہ:

" محمد علی رضوی.....حوالوں کی دستیابی سے لے کر لفظوں کے انتخاب تک فقیر کے سنگ رہے"۔ (کشف القناع: ص ۳۴)

اگر موصوف خود ہی مطالعہ کرتا تو اسے معلوم ہوتا کہ:

"اگر مسلمان صالح کامل سے خرق عادت کا ظہور ہو اور دعوی نبوت سے مقرون نہ ہو اسے کرامت کہتے ہیں.......اور کافر سے خرق عادت ظاہر ہو اسے استدراج کہتے ہیں"۔ (مقالات سعیدی: ص ۲۵۶)

پس وہ یہ اعتراض کرنے سے پہلے دونوں واقعات کے اس فرق کو ملحوظ رکھتا:

اس کی مثال ایسی ہے جیسے رضا خانی کا کوئی ملحد بھائی معجزے اور جادو کو آپس میں گڈ مڈ کر دے یا یہ کہہ کر معجزات کا انکار کر دے کہ معاذ اللہ ایسا کام تو جادوگر بھی کر سکتے ہیں مثلاً، سانپ کو لاٹھی بنانا موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ تھا اور فرعون کے جادوگر بھی لاٹھی کو سانپ ظاہر کر دیتے تھے اب اس رضا خانی کا ملحد بھائی اگر یہ کہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے لاٹھی کو سانپ بنا دیا تو کون سا کمال کر دیا یہ کام تو فرعون کے جادوگر بھی کر لیتے ہیں؟ (معاذ اللہ) تو کیا اس کا یہ کہنا درست ہے؟ ہرگز نہیں، یقیناً ہم اس کے جواب میں یہی کہیں گے ایک معجزہ ہے جو حق ہے اور دوسرا جادو ہے جو باطل ہے۔

تذکرۃ الرشید کے واقعہ میں بھی یہ صراحت موجود ہے کہ فدا حسین قطعیات کا منکر، نماز سے منع کرنے والا ایک مردود شخص تھا، اور حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق خود بریلوی مولوی فیض احمد گولڑوی نے کہا ہے کہ وہ:

" ہر مسئلہ کو خالص شرعی نقطۂ نظر سے دیکھنے کے عادی تھے"۔ (مہر منیر: ص ۲۶۸)

اور مولانا غلام محمد گھوٹوی صاحب جن کو عبد الحکیم شرف قادری نے" تذکرہ اکابر اہلسنت" میں اپنے اکابر میں شمار کیا ہے فرماتے ہیں:

" بالخصوص حضرت مولانا اشرف علی تھانوی دامت برکاتہم کے خدمات طریقت پر نظر کر کے شبہ ہوتا کہ شاید وہ اس صدی کے مجدد ہیں"۔
(ضرب شمشیر بر فتنہ پنج پیر: ص ۵۵)

پس اگر موصوف ان حوالوں کو بذات خود مطالعہ کر کے دیکھ لیتا تو فدا حسین مردود کے جادو والے واقعہ کا مولانا تھانوی کی کرامت والے

واقعہ سے موازنہ کرکے اپنی جہالت اور لاعلمی کا بھانڈا بیچ چوراہے پر نہ پھوڑتا۔

رہا موصوف کا یہ اعتراض کہ اس قسم کے واقعات کو بطور دلیل پیش کرنا جہالت ہے، تو اس سلسلہ میں عرض ہے کہ چونکہ منور حسین صاحب رضاخانیوں کی مرکزی درسگاہ "منظر اسلام" بریلی کے طالب علم تھے اور مولوی امجد علی رضوی نے ان کو بڑے ناز سے حضرت تھانوی کے جلسہ میں اعتراض کرنے کے لئے بھیجا تھا مگر وہ تقریر سن کر متاثر ہوئے اور تائب ہو گئے اور چونکہ اس قسم کے واقعات رضاخانیوں کے یہاں بہت بڑی کرامت سمجھے جاتے ہیں اس لئے اس حوالہ کو پیش کیا گیا ہے، اگر پھر بھی رضاخانی موصوف کو یہ حوالہ قبول نہیں تو ہم اسی کی زبان میں کہتے ہیں کہ ہم بھی اصرار نہیں کرتے، اگرچہ دلائل کا میدان ہمارے لئے وسیع ہے۔

حوالہ میں بددیانتی کاالزام

منظر اسلام بریلی کے طالب علم منور حسین صاحب نے لکھا ہے کہ:

"اب پہنچے ہم اعلیٰ حضرت کے مدرسہ" (تصویب الایمان: ص ۶۷)

اور" دفاع" میں یہ عبارت اس طرح نقل ہوئی ہے:

"اب پہنچے ہم اعلیٰ حضرت کے پاس"۔ (دفاع: ص ۴۹، ۵۰)

اسی کو موصوف نے "بددیانتی" قرار دیا ہے، حلانکہ خود تسلیم کرتا ہے کہ:

"کتابت کے دوران بے شمار غلطیاں ہو جاتی ہیں"

اور آگے بریکٹ میں لکھتا ہے:

"جیسا کہ موصوف کی اسی کتاب میں بھی ہیں" (کشف القناع: ص ۱۸۳)

عقل کے اندھو! جب خود تسلیم کرتے ہو کہ دوران کتابت بے شمار غلطیاں ہو جاتی ہیں اور "دفاع" میں بھی موجود ہیں تو پھر اس غلطی کو بجائے کتابت کی غلطی پر موقوف کرنے کے بددیانتی قرار دینا کہاں کا انصاف ہے؟ لیکن بات وہی موصوف خود کتاب لکھیں تو انہیں کچھ علم ہو؟ ان چار پانچ مشٹنڈوں نے جو کہا کتاب میں شامل کر دیا اس لئے جو لکھا دوسرے مقام پر اسی کی تردید کر دی۔ موصوف مزید لکھتا ہے کہ:

"اس کے علاوہ موصوف کی اس نقل کردہ عبارت میں مزید تیئیس (23) اغلاط موجود ہیں"۔ (کشف القناع: ص ۱۹۵)

جواب:

مولوی حسن علی رضوی آف میلسی لکھتا ہے کہ:

"اعلیحضرت نے ان کی اُردو عبارت کا جو مطلب عربی میں بیان فرمایا ہے وہ بلکل صحیح ہے۔ انہوں نے تحذیر الناس کی ہر سہ عبارت کا مطالب و معانی کو نقل کیا ہے۔ الفاظ و کلمات کی نقل کا حسام الحرمین میں کسی جگہ دعویٰ نہیں فرمایا۔ اگر کوئی شخص حسام الحرمین میں نقل الفاظ کے دعویٰ کا مدعی ہے تو وہ اس پر دلیل لائے۔ ہم پورے وثوق کے ساتھ کہتے ہیں کہ وہ نقل الفاظ و کلمات کا دعویٰ ثابت نہ کر سکے گا۔ اور اہلِ علم سے مخفی نہیں کہ نقل بالمعنی کے لیئے الفاظ و کلمات کو بعینھا نقل کرنا قطعاً ضروری نہیں لہٰذا حسام الحرمین میں بالذات کالفظہ نہ ہونا ہرگز خیانت پر محمول نہیں کیا جا سکتا"۔ (محاسبہ دیوبندیت: ج دوم، ص ۴۶۷، ۴۶۸)

پس اسی اصول سے ہم بھی کہتے ہیں کہ علامہ ساجد خان صاحب حفظہ اللہ نے "دفاع" میں نقل بمطابق اصل کا دعوی نہیں کیا لہذا ہمارا بھی مطالبہ ہے کہ اگر کوئی نقل بمطابق اصل کا مدعی ہے تو وہ اس پر دلیل لائے نیز مولوی حسن علی رضوی کہہ رہا ہے کہ اہل علم سے مخفی نہیں کہ نقل بالمعنی...الخ اس کا مطلب ہے رضاخانی موصوف یہ اعتراض کر کے اہل علم کی جماعت سے خارج ہوگیا (ویسے بھی شامل نہیں تھا مگر اس کے دم چھلے خواہ مخواہ اسے مناظر اسلام اور محدث عصر وغیرہ القابات لگا کر اہل علم میں شامل کر رہے تھے)۔

مولانا عبد الباری فرنگی محلی مرحوم کا مبہم توبہ نامہ

علامہ ساجد خان صاحب حفظہ اللہ "سیرت انوار مظہریہ" کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''مولوی اشرف علی تھانوی کی حفظ الایمان کی گستاخانی عبارت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمتہ نے جب اپنے دوست مولانا عبد الباری فرنگی محلی کو دکھائی تو انہوں نے فرمایا کہ مجھے اس میں کفر نظر نہیں آتا اعلیٰ حضرت نے ایک مثال دی پھر بھی انہوں نے نہ مانا اعلیٰ حضرت خاموش ہو گئے''۔سیرت انوار مظہریہ:ص ۲۹۲ (دفاع:ص ۵۰)

اعتراض کا خلاصہ

رضاخانی موصوف اس حوالے کے متعلق فرماتے ہیں کہ مولانا عبد الباری فرنگی محلی مرحوم نے رجوع کر لیا تھا اور آپ کا رجوع نامہ "اخبار ہمدم لکھنؤ" ۱۱ رمضان المبارک 1339ھ بمطابق 20 مئی 1921 اور ماہنامہ "السواد الاعظم" مراد آباد بابت ماہ رمضان 1339ھ میں شائع بھی ہوا، لہذا وہ حوالہ جو "سیرت انوار مظہریہ" کے حوالے سے پیش کیا گیا ہے اولاً: اس کی صحت ہی محل نظر ہے۔

ثانیاً: بفرض تسلیم وہ سابقہ احوال پر محمول ہو کر اس حوالہ سے مرجوح قرار پائے گا"۔(ملاحظہ فرمائیں کشف القناع:ص ۱۹۶)

جواب:

یہی اعتراض مولوی غلام نصیر الدین سیالوی نے بھی "عبارات اکابر کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ" میں کیا ہے رضاخانی اصول کے تحت موصوف نے وہیں سے سرقہ کیا ہے۔اور اس کا دندان شکن جواب علامہ ساجد خان صاحب حفظہ اللہ "دفاع جلد دوم" میں دے چکے ہیں یہاں اسی کو نقل کیا جا رہا ہے سو ملاحظہ ہو:

''اِس کے اگر چہ کئی جوابات دیئے جاسکتے ہیں مگر سر دست صرف مظہر اعلیٰ حضرت حشمت علی رضوی کا یہ حوالہ اس جھوٹ کیلئے کافی ہے۔ سیالوی نے توبہ کیلئے 1921 کے اخبار کا حوالہ دیا حالانکہ:

"1342ھ میں حضرت والا (یعنی نعیم الدین مراد آبادی) نے آل انڈیا سنی کانفرنس قائم فرما کر اس کا پہلا سالانہ جلسہ مراد آباد ہی میں منعقد فرمایا تھا۔اس جلسے میں بھی مولوی عبد الباری فرنگی محلی وفتح اللہ آزاد لکھنوی ونذیر احمد خجندی بغیر اس کے کہ ان سے توبہ صحیحہ شرعیہ لیجائے یونہی شریک فرمانا اور حضرات علمائے اہلسنت کے دوش بدوش مسند وعظ پر بٹھانا چاہا تھا اس وقت خود حضرت والا کے پیرزادے حضرت مولانا سید احمد اشرف صاحب کو چھوچھوی وحضرت سلطان الواعظین مولانا عبد الاحد صاحب پیلی بھیتی وحضرت مولانا سید محمد آصف کان پوری وحجتہ الاسلام مولانا حامد رضا خان ۔۔۔۔۔۔۔کو جب اس کی خبر ہوئی تو ان حضرات نے فرمایا جب آپ ان لوگوں سے توبہ صحیحہ شرعیہ نہیں لینا چاہتے ہیں اور اُن پر کفر وضلالت کے شرعی الزامات قائم ہیں۔آپ اسی طرح ان لوگوں کو بھی علماء اہلسنت کے ساتھ بٹھانا اور سنّی

کانفرنس کارکن بنانا چاہتے ہیں تو یہ سنی کانفرنس نہ رہے گی یہ تو ندوہ بن جائے گی۔ تو حضرت والا نے مولوی عبدالباری فرنگی محلی کو تار دے دیا کہ تشریف نالائے۔۔۔۔۔۔لیکن اب بائیس برس بعد پھر ایسے لوگوں کو جن کا نمبر 40 و نمبر 45 و نمبر 61 میں تذکرہ ہوا ہے بغیر اُن سے تجدید اسلام کرائے بغیر اُن سے توبہ صحیحہ شرعیہ کی اشاعت کرائے ہوئے پھر سنی کانفرنس لانا چاہتے ہیں یہ ندویت ہے یا نہیں؟''

(ستر باادب سوالات،ص ۹۱، بفرمائش جماعت اہلسنت پیلی بھیت مطبع آواز وطن پریس کانپور)

1342ھ میں 22 سالہ مزید ڈال دے تو 1364ھ بنتا ہے یعنی مولانا عبدالباری فرنگی محلی نے 1364ھ تک توبہ نہیں کی تھی۔ لہٰذا 1364ھ کے بعد کوئی مستند شہادت پیش کرے کہ جس میں مولانا عبدالباری فرنگی محلی نے نہ صرف توبہ کی بلکہ تجدید ایمان بھی کیا ہو اور کسی بند کمرے میں نہیں بلکہ بقول حشمت علی رضوی اُسے باقاعدہ شائع کروایا ہو۔

نیز موصوف جس توبہ کا ذکر کر رہے ہیں اس کے بارے میں خود انکے ہم مسلک پیر صاحب لکھتے ہیں: ''امام احمد رضا اس مجمل و مبہم توبہ نامہ سے مطمئن نہ ہو سکے''۔ (کلیات مکاتیب رضا، حصہ اول،ص ۳۳)

خود خان صاحب بریلوی لکھتے ہیں:

''جن امور سے بودی توبہ شائع کی تھی اُن میں یہ اقوال متعلقہ قربانی بھی داخل ہیں پھر اس توبہ کو بھی توڑ دیا اور اب پورا عناد و استکبار ہے''۔ حیات اعلیٰ حضرت، حصہ سوم،ص ۴۶۳ (دفاع اہل السنۃ والجماعۃ: ج ۲ص ۴۰، ۴۱)

اب قارئین کرام! یہ خود اس مظفر کے بقول ڈھیٹ پن، جہالت اور قارئین کا وقت ضائع کرنا ہے کہ ایک بات کا جواب دیا جا چکا ہے تو آخر اسے دوبارہ دہرا کر کیوں قارئین کا وقت ضائع کیا جا رہا ہے؟ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ علامہ صاحب کی گرفت اس قدر مضبوط ہے کہ رضاخانی مظفر حسین کے سارے کمپوڈر بیٹھ کر بھی اس کا توڑ نہ کر سکے۔

بہشتی زیور کے متعلق مفتی مظہر اللہ صاحب کا فتوی اور اس پر اعتراض کا جواب

علامہ ساجد خان صاحب حفظہ اللہ نے ''فتاوی مظہریہ'' کا یہ حوالہ نقل کیا ہے:

''بہشتی زیور کے متعلق ایسے ناپاک لفظ استعمال کرنا نہایت درجہ اس کی توہین ہے قائل پر توبہ لازم ہے گو بعض مسائل اس میں اہل سنت والجماعت کے خلاف ہیں لیکن اکثر مسائل اہل سنت کے موافق ہیں جس کی وجہ سے ایسی توہین جائز نہیں''۔ (دفاع:ص ۵۰)

اعتراض:

رضاخانی لکھتا ہے کہ:

''دیوبندی موصوف نے اس مقام پر بڑی چالاکی سے کام لیا ہے اور سادہ لوح حضرات پر یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے کہ اشرفعلی تھانوی کی تصنیف ''بہشتی زیور'' مفتی مظہر اللہ دہلوی رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک اتنی معتبر و مستند تھی کہ آپ نے اس کی توہین کرنے والے پر فتوی لگایا''۔ (کشف القناع:ص ۱۹۹)

جواب:

دفاع میں یہ حوالہ کیوں پیش کیا گیا پہلے اسے سمجھ لیں دیوبندی کتب کے متعلق مولوی احمد رضا خان بریلوی کہتا ہے کہ:

"دیوبندیوں کی دو ورقیوں پر پیشاب کرنا پیشاب کو مزید ناپاک کرنا ہے"۔ (سبحان السبوح:ص ۹۴)

مزید لکھتا ہے کہ:

"تقویت الایمان و براہین قاطعہ وتحذیر الناس ومعیار الحق وغیرہا تمام تصانیف وہابیہ کو کفری قول اور پیشاب سے زیادہ نجس و بد مانو"۔ (سبحان السبوح:ص ۱۵۵)

یعنی خان صاحب بریلی تمام دیوبندی کتب کو پیشاب سے زیادہ نجس و بدماننے کا حکم دیتے ہیں (معاذ اللہ) اور مفتی مظہر اللہ صاحب ایسے شخص پر فتوی لگا رہے ہیں، تو کاشف اقبال کے اصول کی روشنی میں خان صاحب کے پیروکاروں کو چاہئے کہ وہ اس معاملہ میں بجائے خان صاحب کا حکم مان کر ہم سے الجھنے کے مفتی مظہر اللہ صاحب سے مناظرہ مجادلہ کریں اس لئے اس حوالے کو نقل کیا گیا تھا، علامہ ساجد خان صاحب حفظہ اللہ کا مقصد ہرگز یہ باور کرانا نہیں تھا کہ مفتی مظہر اللہ کے نزدیک "بہشتی زیور" معتبر و مستند کتاب ہے یہ تو رضاخانی موصوف کی اس عقل و ذہانت کا نتیجہ ہے جسے دیوبند دشمنی میں:

ہر ایک نقشہ الٹا نظر آیا
مجنوں نظر آئی لیلی نظر آیا

رضاخانی مولف چونکہ اپنی کتب سے بالکل جاہل ہیں اور رضاخانیوں نے محض انہیں "بلی کا بکرا" بنایا ہے ورنہ یہ حوالہ ہمارے لئے بالکل سود مند ہے کیونکہ رضاخانی موصوف خود لکھتے ہیں کہ:

"یہ فتوی تو دیوبندی صاحب کے لئے اس وقت مفید ہوتا جب علماء اہل سنت میں سے کسی نے بھی "بہشتی زیور" پر پیشاب کرنے کا حکم دیا ہوتا"۔ (کشف القناع:ص ۱۹۹)

تو خان صاحب بریلوی تو ہماری تمام کتب کو نہ صرف پیشاب کرنے کا بلکہ پیشاب سے زیادہ نجس و بدماننے کا حکم دے رہے ہیں لہذا موصوف کی اس عبارت کے مطابق مفتی مظہر اللہ کا فتوی ہمارے لئے مفید اور دفاع کا استدلال درست ہے۔

حضرت تھانوی ہر مسئلہ کو شرعی نقطہ نظر سے دیکھتے تھے

علامہ ساجد خان صاحب حفظہ اللہ نے "مہر منیر" کے حوالے سے بریلوی مولوی فیض احمد گولڑوی کی یہ عبارت نقل کی ہے:

"مولوی اشرف علی صاحب تھانوی جو ہر مسئلہ کو خالص شرعی نقطہ نظر سے دیکھنے کے عادی تھے"۔ (دفاع:ص ۵۱)

اس حوالہ کے متعلق بھی رضاخانی موصوف نے وہی راگنی الاپی ہے کہ فیض احمد گولڑوی صاحب نے سنی سنائی باتوں اور بوجہ سادہ دلی ایسا لکھ دیا ملاحظہ فرمائیں (کشف القناع:ص ۲۰۰)

جواب:

عدم علم، سنی سنائی بات، بوجہ سادہ دلی وغیرہ وغیرہ، اس قسم کے ڈھکوسلے خان صاحب بریلوی سننے کے لئے تیار نہیں ہیں فتاوی رضویہ کا حوالہ گزر چکا ہے، اگر پھر بھی رضاخانی موصوف بضد ہیں تو پہلے خان صاحب بریلوی کو جھوٹا کذاب تسلیم کریں۔

ثانیاً: دفاع میں کاشف اقبال رضاخانی کے جس اصول کے تحت یہ حوالے پیش کیے گئے ہیں اس میں اس طرح کی کوئی شرط یا قید موجود

نہیں ہے لہذا رضاخانی موصوف کا اس قسم کے ڈھکوسلے پیش کرنا اپنے ہی اصول سے جان چھڑانے کی کوشش کرنا ہے جو عاجزی وشکست فاش کی بین دلیل ہے۔

رضاخانی کو اپنے اصول بھی یاد نہیں رہتے

رضاخانیوں کی یہ منافقت ہے کہ ایک طرف جب پھنستے ہیں تو اصول گھڑتے ہیں اور دوسری جگہ خود ہی ان اصولوں کو توڑتے ہیں اب یہاں اس نے کہا کہ گولڑوی نے یہ سب اپنی سادگی اور سنی سنائی باتوں کی وجہ سے کہہ دیا مگر دوسری جگہ خود لکھتا ہے:

''پس ثابت ہوا کہ خالد محمود صاحب کا یہ تبصرہ ضد وعناد پر مبنی ہے کیونکہ اس الزام کی تردید وہی افراد کر سکتے ہیں جن کا نام لیا جائے یا کوئی اس معاملہ میں ان سے تفتیش کرے''۔ (کشف القناع،ص ۲۱۴)

تو اگر یہ گولڑوی پر الزام تھا یا اس کی سادی لوحی تھی تو اس کی تردید بھی وہی کر سکتا ہے یا وہ ثقہ لوگ جنہوں نے اس معاملہ میں اس سے تفتیش کی ہو۔ سچ کہا

دروغ گو را حافظہ نباشد

حضرت حکیم الامتؒ پر ایک لایعنی اعتراض

اس موقع پر اس خائن وکذاب نے مناظرہ کوہاٹ سے رضاخانی مولویوں کا یہ اعتراض سرقہ کیا کہ حضرت تھانوی دنیاوی منفعت کیلئے محفل میلاد النبی ﷺ میں جایا کرتے تھے تو وہ کسی مسئلہ کو شرعی نقطہ نظر سے کیسے دیکھ سکتے ہیں؟ (ملخصاص ۲۰۰،۲۰۱) معاذ اللہ۔

حالانکہ اس کا منہ توڑ جواب بھی مولانا ساجد خان صاحب نقشبندی حفظہ اللہ ''روئیداد مناظرہ کوہاٹ'' ص ۴۷،۴۸،۴۹ میں دے چکے ہیں ایک بات کا جواب دیا جا چکا ہے تو اس کو پھر دہرانا خود رضاخانی کے ہاں شکست کی علامت اور قارئین کا وقت ضائع کرنا ہے۔ مختصر وضاحت یہ ہے کہ حضرت حکیم الامت جس علاقے میں رہتے وہاں لوگ جمعہ میں اتنا شریک نہ ہوتے جتنا ان محافل میلاد میں نیز وہ محافل مروجہ خرافات سے بھی پاک تھیں تو حضرت تھانوی کو ان محافل میں ان کے عقائد واعمال کی اصلاح کا موقع مل جاتا جس کی وجہ سے شرکت کرتے کیونکہ اولا ان کا موقف یہ تھا کہ وہ محافل میلاد جو خرافات سے پاک ہوں ان میں کسی دینی مصلحت کے پیش نظر شرکت کرنا جائز ہے۔ جبکہ ایک ضمنی فائدہ یہ بھی تھا کہ اگر وہ ان محافل میں شرکت نہ کرتے تو مخالفت کی وجہ سے انہیں کانپور چھوڑنا پڑتا جس کی وجہ سے بشری تقاضے کے مطابق ایک دنیوی منفعت چھوٹتی اور اس منفعت کا ضرر بھی ایسے سبب سے ہوتا جس کو خود حضرت تھانوی جائز سمجھتے ہیں۔

لہذا منفعت کے ختم ہونے کے ساتھ ساتھ اس میں شریعت کی بھی ایک طرح کی مخالفت تھی کہ حدیث میں آتا ہے کہ لگے بندھے کاروبار اور نوکری کو بلا وجہ نہیں چھوڑنا چاہئے:

عن نافع، قال: كنت اجهز إلى الشام وإلى مصر فجهزت إلى العراق، فاتيت عائشة ام المؤمنين، فقلت: لها يا ام المؤمنين كنت اجهز إلى الشام فجهزت إلى العراق، فقالت: لا تفعل ما لك ولمتجرك، فإني سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: " إذا سبب الله لاحدكم رزقا من وجه، فلا يدعه حتى يتغير له، او يتنكر له

حضرت نافع کہتے ہیں: کہ میں اپنا سامان تجارت شام اور مصر بھیجا کرتا تھا، پھر ایک بار عراق کی طرف بھیجنے لگا، تو میں ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگا کہ اے ام المومنین میں اپنا سامان تجارت شام بھیجا کرتا تھا لیکن اس بار میں عراق بھیج رہا ہوں، تو انہوں نے فرمایا: یہ نہ کرو تمہیں اپنے پرانی منڈی سے نفرت کیوں ہوگئی (یعنی تمہاری پہلی منڈی کو کیا ہوا کہ اس کو چھوڑ کر تم نے دوسری اختیار کرلی؟) میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: "اللہ تعالیٰ جب تم میں سے کسی کے لئے روزی کا کوئی ذریعہ پیدا کر دے، تو وہ اسے نہ چھوڑے یہاں تک کہ اس کا سبب بدل جائے، یا بگڑ جائے۔

(ابن ماجہ، 2148 مسند احمد 6 / 246 شعب الایمان للبیہقی فی رقم الحدیث ۱۲۴۳)

بعض روایات میں حدیث کا آخری جز" إذا سبب الله لاحدكم رزقا من وجه، فلا يدعه حتى يتغير له، او يتنكر له "کو مختلف الفاظ کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے" من رزق في شيئ فليلزمه" اور "من رزقه الله رزقا في شيئ فليلزمه " (البیہقی فی شعب الایمان رقم الحدیث ۱۲۴۱، ۱۲۴۲)

یعنی جو شیئ کسی کا ذریعہ رزق ہو یا اللہ تعالیٰ جس کو کسی شیئ میں رزق دے وہ اسے لازم پکڑے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کوئی شخص اپنے ذریعہ آمدنی کو بلاوجہ بند نہ کرے کہ اس میں رب تعالیٰ کی ناشکری ہے، بلکہ اس کی نعمت کٹ کرانا ہے لگی نوکری بند کرا رو بار بلاوجہ مت چھوڑو۔ رضاخانیوں کے اعلیٰ حضرت کا قول ہے جو شخص بلاوجہ پچاس روپیہ ماہوار کی نوکری چھوڑے گا تو ایک دن ایسا آئیگا کہ وہ پندرہ روپے کی نوکری تلاش کرے پر نہ ملے گی ہاں اگر قدرتی طور بند ہو جائے تو پروانہ کرے کہ اس صورت میں رب تعالیٰ اس سے بہتر دروازہ کھول دے گا۔ (مرآۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح جلد ۴ صفحہ ۲۴۰، ۲۴۱ ملخصا)

امام ابن ماجہ نے اس حدیث پر یوں باب قائم فرمایا ہے۔

امام سندھی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: قوله: من أصاب مالا من شيء أي: من وجه وسبب، أي: إذا فتح على العبد بأب الرزق من سبب، فيلزم ذلك السبب ولا يتركه إلى غيره؛ إذ كل سبب لا يوافق كل عبد۔

امام مناوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: من رزق في شيئ فليلزمه أي جعلت معيشته في شيئ فلا ينتقل عنه حتى يتغير، ذكره الغزالي، وذلك أنه قد لا يفتح عليه في المنتقل إليه فيصير فارغا بطالا والمسلم إذا احتاج أول ما يبتذل دينه۔

لیکن جب حضرت مولانا گنگوہی صاحبؒ کے ساتھ تفصیلی مکاتبت ہوئی تو حضرت کا شرح صدر اس پر ہو گیا کہ ان محافل میں شرکت بھی درست نہیں اور ترک کر دیا ملاحظہ ہو یہ تفصیلی مکاتبت تذکرۃ الرشید، ص ۱۱۶ تا ۱۱۸۔ سوال یہ ہے کہ اگر حضرت تھانوی علیہ الرحمۃ دنیاوی منفعت کیلئے شرکت کرتے تو پھر آخر ترک کیوں کر دی؟

باقی رہا دنیاوی منفعت اور چندے بٹورنا تو کتاب کے شروع میں ہم وضاحت کر چکے ہیں کہ یہ رضاخانی کے پیر و مرشد اختر رضا خان کے کام ہیں۔

آستانہ کرمانوالہ اور رضاخانی تاویل

علامہ ساجد خان صاحب دامت برکاتہم نے صفحہ ۵۱ پر یہ عنوان قائم کیا:

* آستانہ کرمانوالے کے تاثرات *

اور اس کے تحت "معدن کرم" نامی کتاب سے مندرجہ ذیل اقتباس نقل کیا:

''حکیم محمد مزنگ والے فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت سید نور الحسن شاہ بخاری رحمتہ اللہ علیہ حکیم صاحب اور ایک ساتھی کے ہمراہ حضرت میاں صاحب کے حکم کے مطابق دیوبند گئے اور شیخ الحدیث حضرت مولانا انور شاہ کشمیری (رح) کی خدمت میں حاضر ہوئے جب حضرت مولانا (رح) کو معلوم ہوا کہ یہ حضرات شرقپور سے تشریف لائے ہیں تو بے ساختہ فرمایا وہ جہاں اللہ کا شیر رہتا ہے تمنا ہے کہ ان کی خدمت میں حاضر ہو کر شرف نیاز حاصل کروں چنانچہ وہ حضرت قبلہ (رح) کی حاضری کے لیے شرقپور تشریف لائے اور بوقت روانگی حضرت قبلہ (رح) سے پیٹھ پر بغرض حصول فیوض و برکات ہاتھ پھیرنے کی خواہش فرمائی اور خوشی خوشی رخصت ہوئے''۔

(بحوالہ معدن کرم مشتمل بر احوال و آثار کرمانوالے :ص ۱۳۷ مولف محمد اکرام عبد العلیم قریشی ،نیا ایڈیشن ۱۴ ذوالحج ۱۴۱۹ھ)

یہ حوالہ نقل کرنے کے بعد علامہ ساجد خان صاحب حفظہ اللہ نے یہ نوٹ لگایا کہ:

''حضرت مولانا سید انور شاہ رحمتہ اللہ علیہ کو دو مرتبہ رحمتہ اللہ علیہ لکھنا اور وفد بھیجنا دار العلوم دیوبند میں ،اور حضرت کی خواہش کی تکمیل آپ رحمتہ اللہ علیہ کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرنا اور حضرت شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کا شرق پور جانا اور خوش خوش واپس شرق پور سے بھیجنا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ دار العلوم دیوبند کے علماء سے ان حضرات کو قلبی محبت تھی علماء دیوبند کے خلاف بعض مکفرین کے فتاویٰ کو کوئی اہمیت نہ دیتے تھے''۔(دفاع ص ۵۱)

رضاخانی اعتراض کا خلاصہ

رضاخانی صاحب سے اس حوالے کا جب کوئی جواب نہ بن سکا تو موصوف نے اپنی موروثی ڈھٹائی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس واقعہ کو ہی غیر معتبر قرار دیا ،چنانچہ موصوف لکھتے ہیں:

''یہ واقعہ غیر معتبر روایات پر مبنی ہے''۔(ص ۲۰۲)

اور آگے "حدیث دلبراں" نامی کتاب سے ایک واقعہ (جو معدن کرم میں بیان کردہ واقعہ سے ذراہٹ کے اور رضاخانیوں کا تراشیدہ ہے) یہ کہہ کر پیش کیا کہ:

''ہم آپ کے سامنے اصل واقعہ پیش کرتے ہیں''۔(ایضاً)

اس کے بعد تبصرہ کرتے ہوئے لکھا کہ:

''اس واقعہ کو آپ غور سے ملاحظہ فرمائیں ،اس میں تصریح ہے کہ حافظ امیر علی صاحب کے بھائی دیوبند میں زیر تعلیم تھے اور وہی حضرت میاں شیر محمد شرق پوری رحمتہ اللہ علیہ سے مدرسہ دیوبند کی تعریف کیا کرتے تھے ،آپ نے تفتیش حال کے لیے سہ رکنی وفد ہندوستان بھیجا ،پہلے وہ لوگ سرہند شریف پہنچے ،اس کے بعد امبیٹا سے ہو کر دیوبند پہنچے انہوں نے جو مدرسہ کے حالات معائنہ کیے تو وہاں کا ماحول غیر تسلی بخش

تھا، پھر ان کی ملاقات انور شاہ کشمیری سے بھی ہوئی۔واپسی پر انہوں نے حضرت میاں شر قپوری سے غیر تسلی بخش احوال عرض کر دیے اور کوئی قابل ذکر چیز انہیں نظر نہیں آئی حضرت میاں شر قپوری رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی ناراضگی کا اظہار ان الفاظ میں فرمایا کہ "انور شاہ صاحب کو تو ایسا نہیں ہونا چاہئے تھا کیونکہ ان کی پیدائش کشمیر کی ہے جو کہ اہل عرفان بزرگوں کا مرکز ہے"۔

اب اس حوالہ سے دیوبندیوں کی اور دیوبند کے مدرسے کی عظمت کہاں ثابت ہوتی ہے؟

یہ تو دیوبندیوں کا پاگل پن ہے کہ وہ اصل حقائق سے منہ چھپا کر غیر مستند اور ادھورے واقعات سے استدلال کرتے ہیں حضرت میاں شر قپوری رحمتہ اللہ علیہ کا سہ رکنی وفد دارالعلوم دیوبند بھیجنا مدرسہ کی محبت کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ تفتیش احوال کی غرض سے تھا، یہ اصلیت ہے اس واقعہ کی جو حضرت میاں شر قپوری رحمتہ اللہ علیہ کے حوالے سے موصوف نے بیان کیا ہے"۔(ص ۲۰۴)

جواب: اولا

رضاخانی موصوف نے یہاں شدید دھوکہ دیا ہے معدن کرم کے واقعہ کو غیر معتبر قرار دیا اور اس کے مقابلے میں "حدیث دلبراں" کتاب سے واقعہ پیش کیا جب کہ حدیث دلبراں کا مصنف خود رضاخانی ہے اور اس کتاب پر نظر ثانی بھی رضاخانی مولوی نے کی ہے چنانچہ مصنف حدیث دلبراں خود لکھتا ہے کہ:

"استاذی مکرم شارح بخاری حضرت مولانا علامہ غلام رسول صاحب رضوی فیصل آبادی کا بھی بیحد ممنون ہوں کہ جناب نے کتاب ہذا کے مسودے کا علمی نقطہ نظر سے بہ نظر غائر ملاحظہ فرمایا اور اس پر "اظہار خیال" سے نوازا اللہ کریم ان کا فیضان علم ہمیشہ جاری رکھے"۔

(حدیث دلبراں:ص ۱۵)

تو جس کتاب پر نظر ثانی کرنے والا رضاخانی تکفیری پارٹی کا ممبر ہو وہ بھلا کیوں کسی ایسے واقعہ کو صحیح الفاظ کے ساتھ کتاب میں جگہ دے گا جس سے علماء دیوبند کی شان و عظمت ظاہر ہو؟ بلکہ اس نے کتاب لکھی ہی اس مقصد کیلئے کہ ان واقعات کو مسخ کیا جائے۔پھر ایسی کتاب ہمارے لیے کیونکر حجت ہو سکتی ہے؟ جب کہ خود رضاخانی صاحب نے بھی یہ اصول لکھا ہے کہ:

"میدان مناظرہ میں یا تو مسلم بین الفریقین دلائل سے استدلال کیا جاتا ہے یا مسلمات خصم کو دلیل بنایا جاتا ہے، مگر یہ دیوبندی موصوف اتنے جاہل ہیں اور بے عقل ہیں کہ دلیل کے طور پر اپنی ہی کتابیں پیش کرتے ہیں"۔(کشف القناع:ص ۱۷۶)

اب موصوف ہی بتائیں کہ ان کی اس حرکت کو ہم جہالت کا نام دیں یا بے عقلی کا؟؟؟

* ثانیاً * یہی مصنف حدیث دلبراں ایک تکفیری رضاخانی کے متعلق لکھتا ہے کہ:

"استاد العلما محدث پاکستان حضرت قبلہ مولانا سردار احمد صاحب فیصل آبادی رحمتہ اللہ علیہ"۔(حدیث دلبراں:ص ۱۱)

اور خود رضاخانی صاحب نے یہ اصول لکھا ہے کہ:

"اس روایت کا ابتدائی حصہ کہ "مجھ کو عقیدت اور غلامی مولانا محمد قاسم صاحب سے تھی" واضح کر رہا ہے کہ مولوی تجمل حسین دیوبندیوں کے آلہ کار تھے لہذا اس اصول سے بھی یہ روایت غیر معتبر قرار پاتی ہے"۔(کشف القناع:ص ۱۵۳)

تو یہاں بھی حدیث دلبراں کا مصنف خود ایک متعصب رضاخانی ہے اور ایک تکفیری رضاخانی مولوی کو بھاری بھرکم القابات سے یاد کر رہا ہے اور اس کے لیے الفاظ ترحم بھی لکھ رہا ہے تو اس اصول سے بھی حدیث دلبراں غیر معتبر قرار پاتی ہے لہذا گزارش ہے کہ ہمارے پیش

کردہ معدن کرم کے حوالے کو غیر معتبر ثابت کرنے کے لیے کوئی غیر جانب دار یا معتبر حوالہ پیش کیا جائے۔

کس قدر دجل ہے کہ ہمارے معتبر حوالوں میں بھی اپنے جیب سے پنکچر لگا کر انکار کیا جائے اور جب اپنی گاڑی پھنستی ہے تو اپنے اصول بھی یاد نہیں رہتے یہی وہ منافقت ہے جو ہر رضاخانی کا خمیر ہے۔

قارئین، ذرا اس پر بھی غور فرمالیں کہ رضاخانی موصوف کے نزدیک مشتاق انبیٹھوی کی بیان کردہ روایت صرف اس لیے غیر معتبر ہو جاتی ہے کہ وہ قیلولہ کرنے مدرسہ دیوبند میں جاتا تھا (ملاحظہ ہوں، کشف القناع ص ۱۳۴) مگر اپنی باری آئی تو اپنے ہی مولوی کی کتاب کو بطور دلیل پیش کر دیا جب کہ غلام نصیر الدین رضاخانی لکھتا ہے کہ:

''اپنے ہی مولوی کے لکھے ہوئے رسالے کا حوالہ دینا نہ یہ برہانی انداز ہے نہ جدلی انداز ہے''۔

(عبارات اکابر کا تنقیدی جائزہ، جلد اول: ص ۵۰)

اب رضاخانی موصوف ہی بتائیں کہ یہ دلیل کا پیمانہ الگ الگ کیوں ہے؟؟؟

* ثالثاً: * رضاخانی موصوف نے یہ اصول بھی لکھا ہے کہ:

''حالانکہ اس حوالے کو جھوٹا ثابت کرنا ہوتا تو اس وقت کے اخبار و رسائل میں تردید کی جاتی، مگر ایسا نہ ہوا''۔ (کشف القناع: ص ۲۱۳)

تو اس اصول کی روشنی میں ہم بھی کہنے کا حق رکھتے ہیں کہ اگر معدن کرم کے حوالے کو جھوٹا ثابت کرنا ہوتا تو اس وقت کے اخبار و رسائل میں تردید کی جاتی مگر ایسا نہ ہوا، بلکہ بعد میں ایک رضاخانی مولوی اس کی تردید کر رہا ہے جو ہمارے لیے قطعاً حجت نہیں۔

* رابعاً: * حدیث دلبراں کا مصنف نہ تو میاں شیر محمد شرقپوری کا مرید و خلیفہ ہے نہ کرمانوالے سرکار کا بلکہ ایک رضاخانی ہے؛ برخلاف اس کے ''معدن کرم'' کا مصنف کرمانوالے سرکار کے خلیفہ تھے اور چالیس سال تک متواتر کرمانوالے سرکار سے کسب فیض کیا اور اکثر و بیشتر اپنے شیخ کے ساتھ سفر و حضر میں رہے چنانچہ ''معدن کرم'' کے دیباچہ میں یہ بات لکھی ہوئی ہے کہ:

''مصنف کتاب حضرت مولانا محمد اکرام صاحب نے آج سے کوئی پچاس برس پیشتر عربی زبان و ادبیات میں ایم اے کیا اور چالیس سال متواتر سرکار کرمانوالے سے کسب فیض کیا اور اکثر و بیشتر سفر و حضر میں شیخ طریقت کے ساتھ رہے''۔ (معدن کرم: ص ۴)

اور خود رضاخانی صاحب بطور طنز لکھتے ہیں کہ:

''اب خلیفہ اعظم تو ایسے کسی واقعہ پر اطلاع نہ پاسکے مگر کوسوں دور رہنے والے مولوی عاشق الٰہی میرٹھی صاحب اس قصہ سے واقف ہو گئے''۔ (کشف القناع: ص ۱۷۸)

تو اس اصول کی روشنی میں ہم بھی پوچھتے ہیں کہ کرمانوالے سرکار کی خدمت میں چالیس سال تک متواتر رہنے والا خلیفہ جو واقعہ بیان کرے وہ صحیح یا کوسوں دور رہنے والا رضاخانی مولوی جو واقعہ بیان کرے وہ صحیح؟؟؟

* خامساً: * غلام نصیر الدین سیالوی لکھتا ہے کہ:

''سرفراز صاحب کو پتہ ہونا چاہئے کہ مولانا غلام مہر علی صاحب مدظلہ مولانا غلام محمد گھوٹوی کے بالواسطہ شاگرد ہیں تو وہ ان کے مذہب کے بارے میں سرفراش سے بہتر جانتے ہیں''۔ (عبارات اکابر کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ: ص ۵۱)

تو اس اصول کے پیش نظر ہم بھی کہنے کا حق رکھتے ہیں کہ معدن کرم کے مصنف کرمانوالے سرکار کے خلیفہ تھے اور چالیس سال تک متواتر

ان سے کسب فیض کیا تو وہ ان کے مذہب کے بارے میں "حدیث دلبراں" کے مصنف اور رضاخانی صاحب سے بہتر جانتے ہیں۔

نیز معدن کرم کے دیباچہ میں یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ:

''مولانا نے واقعات کے بیان میں کہیں بھی افراط وتفریط سے کام نہیں لیا اور فکروفن کی صداقت کے تمام تقاضوں کو ہر آن پیش نظر رکھا ہے یہ تمام واقعات مصنف کے ذاتی مشاہدات ہیں''۔(معدن کرم: ص ۴)

لہٰذا ہمارے پیش کردہ حوالے کی صداقت اس سے بھی ظاہر ہے۔

الفاظ ترحم کے متعلق رضاخانی اعتراض کا تجزیہ

رضاخانی موصوف لکھتے ہیں کہ:

''باقی رہی بات "معدن کرم" میں انور شاہ کے لیے الفاظ ترحم کی تو اس کے لیے گزارش یہ ہے کہ "معدن کرم" نہ ہی حضرت میاں شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے اور نہ ہی میاں صاحب نے ان کے لیے تعریفی وتوثیقی کلمات بیان فرمائے، بلکہ الٹا آپ نے تو ناراضگی کا اظہار فرمایا، جیسا کہ ذکر ہو چکا، اب اگر کوئی غیر مستند شخص اکابرین دیوبند کے لیے دعائیہ کلمات لکھتا ہے تو وہ ہمارے لیے حجت نہیں ہیں ہمارے لیے صرف وہ دلائل حجت بن سکتے ہیں جو ان اکابرین اہل سنت وجماعت کے نوک قلم کا نتیجہ ہوں جن سے اہل سنت وجماعت کا تشخص قائم ہے''۔(کشف القناع: ص ۲۰۴، ۲۰۵)

تجزیہ:

اولاً تو ہم رضاخانی موصوف سے یہ پوچھتے ہیں کہ کیا "حدیث دلبراں" میاں شیر محمد شرقپوری کی اپنی تصنیف ہے؟ جسے لے کر آپ نے واویلا مچایا ہوا ہے۔ نیز کیا تم نے یا تمہارے دیگر رضاخانی مولویوں نے جو ہمارے خلاف کتب لکھیں ہیں اس میں صرف انہی اکابر کے حوالے دیئے ہیں جس سے ہمارے مسلک کا تشخص قائم ہے؟ میں حیران ہوتا ہوں کہ یہ رضاخانی آخر کس دنیا میں رہتے ہیں ان کو ذرا بھی حیا نہیں آتی کہ اس طرح کی بونگیوں کا جواب کل کو جب ہمارے منہ پر مارا جائے گا تو آخر ہمارے پاس اس کا کیا جواب ہوگا؟ لیکن وہ رضاخانی ہی کیا جو دجل سے باز آجائے۔۔

* **ثانیاً** * رہی بات ناراضگی ظاہر کرنے کی تو اس کا جواب ماقبل میں گزر چکا کہ حدیث دلبراں رضاخانی مولوی کی تصنیف ہے جو ہمارے لیے حجت نہیں۔

* **ثالثاً:** * اگر معدن کرم کا مصنف آپ کے نزدیک غیر معتبر ہے تو "حدیث دلبراں" کا مصنف ہمارے لیے معتبر کیسے ہوگیا؟ ذرا اس کی وضاحت فرمائیں۔

* **رابعاً:** * جب آپ کے سامنے نور بخش توکلی اور پروفیسر مسعود کی تصانیف کا حوالہ پیش کیا گیا کہ انہوں نے علماء دیوبند کے لیے الفاظ ترحم لکھے ہیں تو کیا آپ نے قبول کرلیا جناب؟ جو یہاں کہہ رہے ہیں کہ ہمارے لیے صرف وہ دلائل حجت بن سکتے ہیں جو اکابرین اہل سنت کے نوک قلم کا نتیجہ ہوں ورنہ نہیں! بلکہ آپ نے وہاں اپنی رضاخانی طبیعت کے مطابق بڑے آرام سے یہ تاویل کرلی کہ:

''یہ کتابت کی غلطی پر موقوف ہے''۔(ملاحظہ ہوں کشف القناع: ص ۱۳۹ اور ۱۸۳)

گویا آپ کو تو ماننا ہی نہیں ہے، خواہ ہم کتنے ہی ٹھوس حوالے پیش کریں مگر آپ "میں تو نہ مانوں اور مرغے کی ایک ہی ٹانگ" کی رٹ لگائے ہوئے ہیں۔ اس ہٹ دھرمی کا جواب بھلا اسکے علاوہ اور کیا ہوسکتا ہے کہ خدا تم لوگوں کو ہدایت دے۔

دربار شرقپور دیوبند میں چارنوری وجود کا اعتراف

اس عنوان کے تحت محقق العصر حضرت علامہ ساجد خان نقشبندی صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے "خزینۂ معرفت" اور "معدن کرم" کے حوالے سے ایک واقعہ نقل کیا ہے جس کا خلاصہ رضاخانی صاحب نے یوں بیان کیا ہے:

''حضرت میاں شیر محمد شرق پوری رحمتہ اللہ علیہ نے انور شاہ کی بڑی عزت وتکریم کی اس کی خواہش پر اس کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرا اور دیوبند میں چارنوری وجود ہونے کی خبر دی، ملاحظہ فرمائیں دفاع ص ۵۲ ''(کشف القناع: ص ۲۰۵)

رضاخانی اعتراض کا خلاصہ مع جوابات

رضاخانی موصوف نے اپنی رضاخانی عقل کے مطابق اس حوالے پر چند پھس پھسے اعتراضات کیے ہیں ہم نمبر وار ان اعتراضات کو نقل کر کے ان کے جوابات عرض کرتے ہیں:

(1) رضاخانی موصوف لکھتے ہیں:

''یہ واقعہ بھی درست نہیں ہم آپ کے سامنے اصل واقعہ پیش کرتے ہیں''۔

آگے "حدیث دلبراں" سے ایک واقعہ اس کے مقابلہ میں پیش کیا ہے، ملاحظہ فرمائیں (کشف القناع: ص ۲۰۶)

جواب:

رضاخانی موصوف کی ایک کتاب "دافع ازالۃ الوسواس" میں لکھا ہے کہ "عزت تو آنی جانی چیز ہے بس آدمی کو ڈھیٹ ہونا چاہئے"۔ یہاں موصوف اسی ڈھیٹ پن کا مظاہرہ کر کے شاید "نوبل پرائز برائے ڈھیٹ پن" کے مستحق بننا چاہتے ہیں ہم موصوف سے پوچھتے ہیں کہ جب یہ اصول خود آپ نے بھی لکھا ہے کہ مخالف پر اپنے گھر کی کتاب پیش کرنا بے عقلی اور جہالت ہے تو پھر "حدیث دلبراں" جیسی رضاخانی کتاب کو بطور حجت پیش کرنا چہ معنی؟ کہیں آپ بھی جاہل اور بے عقل تو نہیں؟

(2) موصوف لکھتے ہیں:

''خزینہ معرفت" میں مذکورہ حوالہ غیر مصدقہ اطلاعات پر مبنی تھا اور جب اس کی اصل حقیقت سامنے آئی تو اس طرح اس واقعہ کو کتاب سے نکال باہر کیا گیا جس طرح دودھ میں سے مکھی کو نکال دیا جاتا ہے''۔ (ص ۲۰۶)

جواب:

رضاخانی موصوف نے شاید یہ سمجھا ہوا کہ جس طرح وہ ''احمقوں کی جنت'' میں رہتے ہیں شاید ساری دنیا کا بسیرا انہی کے ساتھ ہے۔ ذرا بتائیں کہ اگر یہ واقعہ غیر مصدقہ اطلاعات پر مبنی تھا تو اس کی اصل حقیقت کس نے سامنے لائی؟ اور اس کا اعتبار ہم کس اصول سے کریں؟ اور اس واقعہ کو "غیر مصدقہ اطلاعات پر مبنی" قرار دینے والا کون ہے؟ اور کیا آپ کے وضع کردہ اصول کی روشنی میں اس وقت کے اخبار ورسائل میں اس کی تردید کی گئی تھی؟ اگر ہاں تو حوالہ پیش کیا جائے۔ نیز اس حوالے کو کتاب سے دودھ سے مکھی کی طرح نکال باہر کرنے والا کون

ہے؟ کیا وہ ہمارا معتبر ہے؟

قارئین کرام! اس واقعہ کو غیر معتبر کہنے والے، اس کو کتاب سے نکالنے والے، اور اس کے مقابلے میں "حدیث دلبراں" نامی کتاب میں ایک جھوٹا واقعہ گڑھنے والے سب کے سب رضا خانی ہیں جو ہمارے لیے قطعاً حجت نہیں جب کہ "خزینہ معرفت" میاں شیر محمد شرقپوری کے خادم خاص جناب صوفی محمد ابراہیم صاحب کی تصنیف ہے اور اس پر نظر ثانی کرنے والے اور دیباچہ لکھنے والے میاں شیر محمد شرقپوری کے مخلص دوست محمد عمر بیربلوی صاحب ہیں تو اس لحاظ سے ہمارا پیش کردہ حوالہ بالکل ٹھوس اور درست ہے۔ بعد میں کسی رضا خانی چنڈول خان نے اپنی رضا خانیت بچانے کیلئے کتاب میں ہیر پھیر کر دی تو اس ''دجل'' سے اصل حقیقت تو تبدیل نہیں ہو جائے گی؟

پھر موصوف بڑی ڈھٹائی سے کہہ رہے ہیں کہ "حوالہ نکال دیا گیا" جب کہ رضا خانی مذہب میں حوالہ نکال دینا تحریف وخیانت کہلاتا ہے، (ملاحظہ ہوں، "تحریفات" اور "مناظرہ گستاخ کون؟" وغیرہ کتب اور موصوف کے ایک ''ہم مخرج'' تو اس پر قسط وار مضامین بھی لکھ رہے ہیں اپنے رسالہ میں بنام ''دیوبندی خود بدلتے نہیں کتابوں کو بدل دیتے ہیں'') تو گویا "خزینہ معرفت" کا حوالہ نکالنے والا محرف اور خائن ہے۔ اور بمصداق حق کے سامنے خود تو بدلے نہیں کتابوں کو ہی بدل دیا۔

(3) موصوف لکھتے ہیں:

''ویسے اگر انور شاہ صاحب کی آستانہ شرقپور پر عزت وتکریم ہوئی ہوتی تو انور شاہ صاحب نے ضرور اپنے متعلقین کو بتایا ہوتا اور ان کی کتب سوانح حیات میں ضرور موجود ہوتا، مگر انور شاہ صاحب سے اس طرح کا کوئی بھی واقعہ خود ان کی زبانی ان کی کتب سوانح حیات میں موجود نہیں، حالانکہ یہ دیوبندیوں کے لیے بڑی دلیل بن سکتی تھی کہ اہل سنت کے ایک بڑے آستانہ نے انور شاہ صاحب کے لیے نوری وجود ہونے کی گواہی دی۔ انور شاہ کے سوانح میں خود انور شاہ کی زبانی ان واقعات کا نہ ہونا اس بات کی بین دلیل ہے کہ آستانہ شرقپور میں انور شاہ کا سحر نہ چل سکا''۔ (کشف القناع، ص۲۰۶)

جواب:

الحمد اللہ! دیوبندیوں کے لیے تو دلائل کا میدان اتنا وسیع ہے کہ فاضل بریلوی کی پچاس سالہ محنت اور ان کے چیلے چپاٹوں کے مسلسل حملوں کے باوجود بھی دیوبندیت فکری اعتبار سے زندہ ہے اور جگمگا رہی ہے اور یہی وجہ ہے کہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی جماعت کی حقانیت ثابت کرنے کے لیے آستانہ شرقپور کا سہارا نہیں لیا یہ تو رضا خانیوں کا وطیرہ رہا ہے کہ ذرا کسی نے احمد رضا خان کی تعریف کر دی تو مت پوچھئے، کوثر نیازی جیسا مودودی بھی اگر فاضل بریلوی کے قصیدے پڑھ دے تو سارے کفر وگستاخی کے فتوے بالائے طاق رکھ کر اسے اپنے اسٹیج کی زینت بنالیا جاتا ہے۔ اور احساس کمتری کا یہ حال ہے کہ خان صاحب کی حقانیت ثابت کرنے کیلئے علمائے دیوبند کا نام لے لے کر حوالے گڑھے گئے جیسا کہ دفاع اہل السنۃ جلد اول میں موجود ہے اور موصوف کو بھی چار ونہ چار اس کذب بیانی کا اقرار کرنا ہی پڑا۔

بہر حال رضا خانی موصوف نے جگہ جگہ علامہ ساجد خان صاحب کو جاہل اور بے عقل لکھا ہے مگر خود موصوف کی علمی حالت کیا ہے؟ وہ اس اعتراض سے ظاہر ہے کہ (انور شاہ کی سوانح میں یہ واقعہ موجود نہیں لہذا یہ واقعہ غلط ہے) اگر موصوف کی یہ بات درست مان لی جائے تو فاضل بریلوی کی شخصیت بھی مشکوک ہو جاتی ہے، کیونکہ فقیر محمد جہلمی صاحب نے "حدائق الحنفیہ" میں تقریباً ایک ہزار علمائے احناف کا تذکرہ کیا (جس میں دیوبندی علماء بھی شامل ہیں) مگر اس میں فاضل بریلوی کا کوئی ذکر نہیں، تو کیا رضا خانی موصوف کے اصول سے فاضل بریلوی حنفی عالم

نہیں تھے؟ یا پھر اس لائق نہیں تھے کہ فقیر محمد جہلمی صاحب ان کا تذکرہ کریں ؟

کیا اس رضاخانی جاہل کے نزدیک ''عدم الذکر عدم الشیئ کو متلزم'' ہے؟ اس بچکانہ اعتراض پر اگرچہ بہت کلام کیا جاسکتا ہے مگر ہم طوالت سے بچتے ہوئے موصوف کے گھر سے ایک فیصلہ کن حوالہ نقل کر کے آگے بڑھتے ہیں ۔ رضاخانی مولوی ڈاکٹر اشرف آصف جلالی صاحب کہتے ہیں:

''عدم ذکر عدم شے کو متلزم نہیں ہوتا یہ متفقہ قانون ہے کہ اگر کسی شے کا ایک مقام پر ذکر نہ ہو تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ شے واقعہ ہی نہیں ہے''۔(مناظرہ دعا بعد از نماز جنازہ:ص۹)

ذرا آنکھ کھول کر اس حوالے کو پڑھیے اور رضاخانی مولف کی علمی حیثیت کا اندازہ لگائیے کہ موصوف کو اس عام قانون کا بھی علم نہیں کہ "عدم ذکر عدم شے کو متلزم نہیں" اگر علم ہوتا تو یہ بچکانہ اعتراض کیوں کرتے---؟

اکابر بریلویہ نے علم ہونے کے باوجود تکفیر نہیں کی

ماقبل میں آپ نے دیکھ لیا کہ علامہ ساجد صاحب کی مضبوط گرفت کے مقابلے میں رضاخانی تاویلات کی پٹاری میں سے سب سے مضبوط تاویل یہی نکلی کہ ''ان کو علم نہ تھا'' جس کا منہ توڑ جواب ماقبل میں دیا جا چکا ہے ۔اب ہم رضاخانی کے گھر سے ایک حوالہ پیش کرتے ہیں جس میں رضاخانیوں نے تسلیم کیا کہ بہت سے رضاخانی اکابر کو علمائے دیوبند کی عبارات کا علم تھا لیکن اس کے باوجود تکفیر نہیں کی اگرچہ رضاخانی نے خان صاحب کو بچانے کیلئے اپنے ان اکابر کی علمی حدود اربعہ کو ''صفر'' میں شمار کیا اور اسے ''عدم تکفیر'' کی علت قرار دیا لیکن حقیقت یہی ہے کہ یہ حضرات خوب سمجھتے تھے کہ یہ اکابر کافر نہیں خان صاحب بریلوی نے ان کی تکفیر کر کے اپنی ہی آخرت خراب کی اور ہم تکفیر مسلم کا بوجھ اپنے سروں پر نہیں لاد سکتے ۔اب اصل عبارت ملاحظہ ہو:

''یہ مسئلہ بھی کوئی معمولی نہیں ،کفر و ایمان کا معاملہ ہے جس نے مسلمانان برعظیم کے درمیان ہمیشہ ہمیشہ کیلئے حد فاصل کھینچ دی ہے،اس میں اگر کوئی شخص سطحی مطالعہ ہونے کے موجب سکوت اختیار کرلے جیسا کہ اعلیٰ حضرت کے دور میں بھی کئی اکابر اہل سنت نے کیا تو الگ معاملہ ہے''۔(مجلہ حجت الاسلام ص ۱۸۹)

آخر میں ہم رضاالحسن قادری صاحب کے علم میں لانے کیلئے یہ کہہ دیں کہ ''سکوت'' بھی الگ معاملہ نہیں بلکہ خان صاحب بریلوی کے نزدیک ان عبارات پر سکوت کرنے والا بھی'' کافر'' ہے ۔لہذا یہ الگ معاملہ نہیں اسی قسم کا معاملہ ہے جس قسم کا معاملہ پیر کرم شاہ الازہری کا ہے اور آپ اس میں ہلکان ہوئے جارہے ہیں ۔

آمد برسر مطلب

علامہ ساجد خان صاحب حفظہ اللہ نے دفاع کے صفحہ ۳۲ پر کاشف اقبال رضاخانی کا یہ اصول نقل کیا تھا:

"جہاں تک سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی......کے ایمان کی بات ہے تو وہ تمہیں ہم سے الجھنا نہیں چاہئے بلکہ تمہیں اپنے اکابر مثلاً اشرفعلی تھانوی وغیرہ سے مناظرہ مجادلہ کرنا چاہئے جو سیدی اعلیٰ حضرت بریلوی کو ایمان و اسلام اور عشق رسول ﷺ کی سند دیئے ہوئے ہیں...تمہارا کفر کا فتویٰ تمہارے اکابر دیوبند پر لگتا ہے اس لیے اگر اعلیٰ حضرت بریلوی مسلمان نہیں تھے تو ان کو مسلمان اور عاشق

رسول اور ان کو اپنا امام بنانے کی خواہش مندسب دیوبندی اکابر کافر ہوئے اس لیے کہ "من شک فی کفرہ وعذاب ؇ فقد کفر" کتب فقہ میں مرقوم ہے"۔(کلمہ حق:ص ۸۵,۸۶/شمارہ نمبر ۴)

اس کے بعد علامہ ساجد خان صاحب لکھتے ہیں:

"تو لیجئے جناب ترجمان رضاخانیت صاحب! اب ہم آپ ہی کے مقرر کردہ اصول کے تحت اپنے اکابر کا مسلمان عاشق رسول اور اکابر اہل سنت میں سے ہونا ثابت کر دیتے ہیں اور آپ اب ہم سے الجھنے اور ہمارے خلاف کتاب لکھنے کے بجائے اپنے ان اکابر کی قبروں پر جا کر ماتم کریں اور اپنے ہی فتووں کے خون ہو جانے کا مرثیہ پڑھیں"۔(دفاع اہل السنہ جلد اول:ص ۳۳)

اس کے بعد علامہ ساجد خان صاحب نے بریلوی اکابر کے وہ حوالے پیش کیے جن میں علماء دیوبند کو مسلمان اور ولی اللہ تسلیم کیا گیا (جن پر اعتراضات کے جوابات ماقبل میں گزر چکے))اس کے بعد لکھتے ہیں:

"اب ہم کاشف اقبال رضاخانی صاحب اور ان تمام بریلوی مناظرین کہ جن کے سامنے جب یہ کہا جاتا ہے کہ نواب احمد رضا خان صاحب کے کفر و ایمان پر بات کریں تو فوراً اچھل پڑتے ہیں کہ آپ کے فلاں فلاں مولانا صاحب نے تو خان صاحب کو مسلمان کہا پھر ان کے کفر و ایمان پر کیسے بات ہو سکتی ہے؟ اب بانگ دہل اعلان کریں کہ اکابر علمائے اہل السنت دیوبند مسلمان ہیں کیونکہ ہمارے فلاں فلاں مولانا صاحب نے ان کو مسلمان تسلیم کیا ہے''۔

رضاخانی موصوف کا مطلب سے فرار

علامہ ساجد خان صاحب کی اس مضبوط گرفت سے رضاخانی صاحب اس قدر بوکھلائے کہ حیلہ بہانہ کر کے سیدھا مطلب سے فرار ہو گئے مگر ہم موصوف کو اتنی آسانی سے فرار ہونے نہیں دیں گے ان کا پورا پورا تعاقب کریں گے ان شاء اللہ۔

موصوف نے مطلب سے فرار کرتے ہوئے چند باتیں لکھی ہیں جس کا ماحاصل یہ ہے کہ:

"مولوی کاشف اقبال کا اصول دیوبندیوں کو مفید نہیں، کیونکہ فاضل بریلوی کو ایمان کی سند دینے والے وہ اکابرین دیوبند ہیں جن کے ساتھ گستاخانہ عبارات پر فاضل بریلوی کی جھڑپ جاری تھی، جبکہ اکابرین دیوبند کو نہ تو فاضل بریلوی نے مسلمان کہا نہ ہی آپ کے متوسلین نے، لہٰذا دیوبندیوں کا کاشف اقبال کے اصول کو بنیاد بنا کر استدلال کرنا غلط ہے اس کے علاوہ اس سلسلہ میں دیوبندی جن بزرگوں کی عبارات سے استدلال کرتے ہیں ان کی دو قسمیں ہیں ایک تو وہ بزرگان اہل سنت ہیں جو علماء دیوبند اور ان کی گستاخانہ عبارات سے واقف نہیں تھے، محض سنی سنائی باتوں پر تاثرات دے دیے لہٰذا ایسے حوالہ جات بھی دیوبندیوں کو مفید نہیں دوسری قسم میں وہ بزرگان اہل سنت ہیں جن کے نام پر فرضی اور جھوٹے حوالے بنائے گئے یا جب تک ان کے علم میں گستاخانہ عبارتیں نہ آئیں تب تک ان کے وہ تاثرات تھے (مگر بعد از علم انہوں نے شدید ردعمل کا اظہار کیا) یا ان کی عبارات میں کتر و بیونت اور الحاق کیا گیا، ایسے حوالے بھی دیوبندیوں کو مفید نہیں فاضل بریلوی سے تو دیوبندی اکابرین پوری طرح واقف تھے اس کے باوجود ان کی مدح و ثناء کی جو اس بات کا پکا ثبوت ہے کہ ان اکابرین دیوبند کو فاضل بریلوی کی کتب میں کوئی ایسا جملہ نہ مل سکا جس پر تکفیر کی جاسکے"۔(محصلہ، کشف القناع:ص ۲۰۷,۲۰۸)

جواب:

علامہ ساجد خان صاحب حفظہ اللہ کی پوری گفتگو کاشف اقبال رضاخانی کے اصول پر تھی اور کاشف اقبال نے اس عبارت میں ایسی کوئی قید نہیں لگائی مطلق کہا ہے کہ فاضل بریلوی کے کفر وایمان پر اس لیے بات نہیں ہو سکتی کیونکہ دیوبندی اکابرین نے ان کی تکفیر نہیں کی بلکہ مسلمان مانا ہے۔ لہذا علامہ ساجد خان صاحب حفظہ اللہ نے اسی اصول کے پیش نظر بریلوی اکابر کے حوالے دیے ہیں کہ جب تمہارا یہی اصول ہے تو پھر اکابر دیوبند کو بھی گستاخ کافر وغیرہ کہنے کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ تمہارے فلاں فلاں اکابر نے بھی علمائے دیوبند کی تکفیر نہیں کی اور انہیں مسلمان بلکہ ولی اللہ تسلیم کیا ہے اب اس پر رضاخانی کا یہ کہنا بالکل غلط ہے کہ کاشف اقبال کا اصول دیوبندیوں کو اس لیے مفید نہیں، کیونکہ فاضل بریلوی کو مسلمان ان دیوبندی اکابر نے مانا ہے جن کے ساتھ عبارات پر جھڑپ جاری تھی، جب کہ دیوبندی اکابر کو مسلمان نہ تو فاضل بریلوی نے کہا نہ ہی آپ کے متوسلین نے، کیونکہ کاشف اقبال کی عبارت میں "سب دیوبندی اکابر کافر ہوئے" کے الفاظ بتا رہے ہیں کہ یہ بات مطلق کہی گئی ہے۔

(**نوٹ**: ممکن ہے کوئی رضاخانی یہ کہے کہ کاشف اقبال کی عبارت میں یہ قید لگی ہوئی ہے "مثلاً اشرفعلی تھانوی" لہذا اس سے مراد صرف تھانوی صاحب ہیں، تو جواباً عرض ہے کہ یہ قید اتفاقی ہے جیسا کہ عبارت پر غور کرنے سے صاف ظاہر ہے)

کاشف اقبال رضاخانی علماء یہود کے نقش قدم پر

قارئین کرام! کاشف اقبال رضاخانی کا یہی اصول علامہ ساجد خان صاحب نے "سیف حق" نامی رسالہ میں پیش کیا تھا جو اس کے کلمہ حق کے جواب میں تھا اب بجائے یہ کہ یہ مولوی اس اصول کو تسلیم کرتا اس نے جب اس مضمون (جس میں یہ اصول نقل کیا تھا) کو الگ سے "سبز عمامہ کا جواز" کے نام سے شائع کیا تو اس پوری عبارت کو ہی غائب کر دیا ملاحظہ ہوں سبز عمامے کا جواز صفحہ ۳۶ / میلاد پبلی کیشنز لاہور جون 2011 یہی بات دفاع صفحہ ۵۳ پر علامہ ساجد خان صاحب نے لکھی ہے اس کا جواب دیتے ہوئے رضاخانی صاحب لکھتے ہیں کہ:

"مولانا کاشف اقبال کا ایک مضمون کلمہ حق رسالہ میں شائع ہوا تھا پھر اس کو دوبارہ سے میلاد پبلی کیشنز لاہور نے "سبز عمامے کا جواز" کے نام سے شائع کیا اس دوبارہ شائع کردہ مضمون میں اشاعتی ادارے "میلاد پبلی کیشنز لاہور" نے ملکی حالات اور اپنے تاجرانہ معاملات کے تناظر میں وہ جملے جو انہوں نے اپنی دانست میں سخت سمجھے حذف کر ڈالے اسی کا الزام دیوبندی موصوف نے مولانا کاشف اقبال مدنی صاحب کے سر ڈال دیا اور ناشر کی اس کاروائی کو مولانا کاشف اقبال کے لیے علمائے یہود کا نقش قدم قرار دیا حقیقت یہ ہے کہ تمام اہل سنت اور مولانا کاشف اقبال مذکورہ بالا اصول پر ابھی تک قائم ہیں، اگر چہ کوئی ادارہ ملکی حالات کی وجہ سے اسے شائع کرے یا نہ کرے"۔

(کشف القناع: ص ۲۰۹)

جواب:

جب ہماری بعض کتب میں ناشر نے گڑبڑ کی تو فضل اللہ چشتی نے اسے تحریف قرار دیا اور اس کا ذمہ دار بھی دیوبندیوں کو ٹھہرا دیا، چنانچہ تحذیر الناس کی ایک عبارت کے متعلق لکھتا ہے:

"دیوبندی حضرات جب اپنے عالم کی اس عبارت کی تاویل کرنے سے قاصر رہے، تو انہوں نے اس میں تحریف کر دی"۔

(تحریفات: ص ۱۵۲)

جبکہ جس عبارت کے متعلق یہ بات کہی جارہی ہے اس پر ہمارے علماء قائم ہی نہیں بلکہ اس پر ہونے والے اعتراضات کے جوابات بھی دیتے آرہے ہیں، خود اسی "دفاع" میں اس پر اعتراض کا جواب موجود ہے۔ تو جس اصول سے فضل اللہ چشتی نے ناشر کی غلطی کو ہمارے کھاتے میں ڈالا ہے اسی اصول سے علامہ ساجد خان صاحب نے کاشف اقبال پر یہود کے نقش قدم پر ہونے کا دعوی کیا۔ یہ کہاں کا انصاف ہے کہ جب ہماری کتب میں ناشر گڑ بڑ کرے تو اس کے ذمہ دار ہم، اور جب رضاخانی کتب میں ردو بدل ہو تو اس کا ذمہ دار ناشر، یہ لینے اور دینے کے پاٹ الگ الگ کیوں؟

پھر رضاخانی موصوف نے بڑی معصومیت سے یہ کہہ کر کاشف اقبال کو بچانے کی کوشش کی کہ "مولانا ساجد نے ناشر کی کاروائی کو کاشف کے سر ڈال دیا"- جب کہ حقیقت یہ ہے کہ کاشف اقبال ہی اس کا مجرم ہے کیونکہ علامہ ساجد خان صاحب نے "سیف حق" میں جب اس کا حوالہ دیا تھا اس کے بعد جب میلاد پبلی کیشنز لاہور نے اس کو حذف کیا، تو کاشف اقبال کی ذمہ داری تھی کہ وہ اس تعلق سے کچھ وضاحت کرے مگر موصوف بھیگی بلی بن کر مسلسل خاموشی اختیار کی جو اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ اس سے راضی تھا بقول شفقات احمد بریلوی کہ:

"خاموشی ویسے بھی نیم رضا ہوتی ہے"- (کردار یزید: ص ۸۶)

پھر رضاخانی صاحب یہ کہہ رہے ہیں کہ "ناشر نے جو الفاظ اپنی دانست میں سخت سمجھے ملکی حالات اور اپنے تاجرانہ معاملات کے تناظر میں اس کو حذف کر دیا" تو ہم پوچھتے ہیں کہ یہ اصول جسے حذف کیا گیا اس میں کون سی بات سخت تھی؟ اور وہ کون سے تاجرانہ معاملات تھے جس کی بنیاد پر اتنے اہم اصول کو حذف کرنے کی ضرورت پیش آئی؟ جب کہ یہ اصول تو دیوبندی بریلوی اختلاف کو ختم کرنے کا آسان حل تھا ناشر کو تو چاہئے تھا کہ اسے خاص طور پر رہنے دیا جائے۔ پھر یہ بھی عجیب بات ہے کہ رضاخانی موصوف خود لکھتے ہیں کہ:

"سیدی اعلی حضرت رحمتہ اللہ علیہ تو وہابیت کو گالی تصور کرتے تھے"- (کشف القناع: ص ۳۹۲) اور اسی "سبز عمامے کا جواز" میں متعدد جگہ "وہابی دیوبندی" کے الفاظ موجود ہیں تو اتنا اہم اصول جس سے کفر وایمان کی بحث کا خاتمہ ہوسکتا تھا اسے ملکی حالات کے تناظر میں نکال دیا گیا مگر جسے اعلی حضرت گالی تصور کرتے تھے اسے چھاپ چھاپ دیا گیا۔

مگر اب جب کہ "دفاع" میں علامہ ساجد خان صاحب نے ضرب لگائی تو رضاخانی صاحب بھیگی بلی کی طرح کہہ رہے ہیں کہ وہ ناشر نے نکال دیا تھا مگر کاشف اقبال اور ہمارے علماء اس پر قائم ہیں تو جناب جب قائم ہو تو اس پر عمل بھی کرو اور علمائے دیوبند پر کفریہ فتوے سے توبہ بھی کرو کیونکہ تمہارے اکابر نے ان کو ایمان کی سند دی ہے۔

نیز رضاخانی نے یہ کہہ کر خود اپنی ہی عبارت کی تردید کی وہ اس طرح کے ایک اور جگہ ناشر کی گڑبڑ کے متعلق موصوف کہتے ہیں:

''صفحہ قرطاس سے اڑا دیا جاتا ہے اس کا سبب اس سے اتفاق نہ ہونا ہی ہوسکتا ہے''۔ (کشف القناع، ج ۱، ص ۲۶۷)

تو آپ کے نزدیک تو ناشر کی طرف سے صفحہ قرطاس سے اڑایا جانا پوری جماعت کی طرف سے اس سے اتفاق نہ ہونا قرار پاتا ہے مگر یہاں سارا بوجھ ناشر بیچارے پر؟؟؟!!!!

باقی فاضل بریلوی کی مدح میں جو حوالے ہمارے اکابر کی جانب منسوب ہیں، ان حوالہ جات کی وضاحت دفاع اہل السنہ جلد اول اور سفید وسیاہ پر ایک نظر میں کی جاچکی ہے اور یہ ثابت کیا جاچکا ہے کہ اس سلسلہ میں یہ حوالہ جات رضاخانیوں کو مفید نہیں۔ اور اس سلسلہ میں، ہم جن بریلوی اکابر کی عبارات سے استدلال کرتے ہیں ان میں رضاخانی موصوف کے اعلی حضرت اور ان کے متوسلین بھی شامل ہیں، مثلاً فاضل

بریلوی لکھتے ہیں:

"اور امام الطائفہ (اسمٰعیل دہلوی) کے کفر پر بھی حکم نہیں کرتا کہ ہمیں نبی ﷺ نے اہل لا الہ الا اللہ کی تکفیر سے منع فرمایا ہے"۔

(تمہید ایمان: ص ۵۴)

یہاں فاضل بریلوی نے صراحتاً شاہ شہید کو اہل لا الہ الا اللہ میں شمار کیا ہے۔ اسی طرح "سیرت انوار مظہریہ" میں ہے کہ:

"مولوی اشرف علی تھانوی کی حفظ الایمان کی گستاخانہ عبارت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا نے جب اپنے دوست مولانا عبد الباری فرنگی محلی کو دکھائی تو انہوں نے فرمایا کہ مجھے تو اس میں کفر نظر نہیں آتا اعلیٰ حضرت نے ایک مثال دی پھر بھی انہوں نے نہ مانا اعلیٰ حضرت خاموش ہو گئے اور دوستی ومحبت کو برقرار رکھا"۔ (انوار مظہریہ: ص ۲۹۲)

عبارت کے آخری ٹکڑے پر غور فرمائیں "اعلیٰ حضرت خاموش ہو گئے اور دوستی ومحبت کو برقرار رکھا" اور رضا خانی اصول کے مطابق:

"خاموشی ویسے بھی نیم رضا ہوتی ہے" (کردار یزید: ص ۸۶)

اسی طرح دیدار الوری کا حوالہ پیش کیا گیا تھا وہ بھی خان صاحب کے متوسلین میں سے ہیں۔ حضرت مولانا فضل الرحمن گنج مرادآبادی صاحب کا حوالہ پیش کیا انہیں بھی خان صاحب کے دوستوں میں شمار کیا گیا ہے۔

لہٰذا اب رضا خانی موصوف سے گذراش ہے کہ حضرات اکابر اہل السنۃ دیوبند کے ایمان کے متعلق آپ کو ہم سے نہیں الجھنا چاہئے بلکہ بقول کاشف اقبال اپنے اعلیٰ حضرت اور عبد الباری فرنگی محلی اور دیگر اکابر سے مناظرہ مجادلہ کرنا چاہئے۔

نوٹ: اکابر دیوبند نے فاضل بریلوی کی تکفیر کیوں نہیں کی؟ اس سلسلہ میں حضرت مولانا عبد الاحد قاسمی صاحب حفظہ اللہ نے "داستان فرار" میں تفصیلی بحث کی ہے قارئین وہاں ملاحظہ فرمالیں۔

دیگر لن ترانیوں پر ایک نظر

(1) رضا خانی موصوف کہتے ہے کہ ہمارے بعض بزرگوں نے دیوبندی اکابرین اور ان کے عقائد وعبارات سے لاعلمی کی وجہ سے محض سنی سنائی باتوں پر تاثرات دے دیے۔

جواب: یہ بات بالکل غلط ہے کیونکہ فاضل بریلوی سے سوال ہوا کہ:

"جو اشخاص نہ عالم ہیں نہ دیوبند کے تعلیم یافتہ، نہ ان سے بیعت وعقیدت رکھتے ہیں محض اپنی لاعلمی عقائد کی وجہ سے ان کو کافر نہیں سمجھتے ہیں اور ان کے عقائد بھی ایسے بالکل نہیں ہیں جن پر تکفیر لازم آتی ہوں ان کے پیچھے نماز پڑھنی چاہئے یا تنہا بہتر ہے"۔

(فتاوی رضویہ، ج۲۱ ص ۲۸۲)

فاضل بریلوی اس کا جواب دیتے ہیں کہ:

"سائل صورت وہ فرض کرتا ہے جو واقع نہ ہوگی، دیوبندیوں کے عقائد کفر طشت از بام ہو گئے منکر بننے والے اپنی جان چھڑانے کے لیے انکار کرتے ہیں کہ ہمیں معلوم نہیں...." (فتاوی رضویہ، ج۲۱، ص ۲۸۳)

اور مولوی اجمل سنبھلی رضا خانی صاحب لکھتے ہیں:

''دنیا جانتی ہے کہ کسی کی تعریف واقفیت کے بعد ہی ہوا کرتی ہے''۔(ردشہاب ثاقب:ص ۳۹)

(2) موصوف کہتے ہیں بعض بزرگوں کے نام پر جھوٹے اور فرضی حوالے بنائے گئے یا ان کی عبارات میں کتر وبیونت اور الحاق کیا گیا۔

جواب: جھوٹے اور فرضی حوالہ کی جہاں تک بات ہے تو ماقبل میں جن حوالہ جات کو موصوف نے جھوٹا ثابت کرنے کی کوشش کی ان کا حشر آپ دیکھ چکے ہیں، اور ہم بدلائل ثابت کر چکے کہ ہمارا پیش کردہ ایک بھی حوالہ جھوٹا اور فرضی نہیں ہے، ہاں کوئی رضاخانی اگر ان حوالہ جات کو جھوٹا قرار دے تو یہ ہمارے خلاف قطعاً حجت نہیں بن سکتا اور جہاں تک کتر وبیونت اور الحاق کی بات ہے تو فاضل بریلوی کے نزدیک الحاق ثابت کرنے کے دو ہی طریقہ ہیں:

(نمبر ۱) اس کتاب کے صحیح ومعتمد عمدہ وقدیم نسخے اس عبارت سے خالی ملیں۔

(نمبر ۲) خاص مصنف کا اصل مسودہ پیش کیا جائے جس میں اس عبارت کا نشان نہ ہو۔(فتاوی رضویہ: ج ۷، ص ۵۷۶)

اور فضل اللہ چشتی رضاخانی لکھتا ہے کہ:

"ہم ان محرفین سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ شرح شفاء از ملا علی قاری علیہ الرحمہ کا کوئی ایسا قلمی مخطوطہ یا مطبوعہ نسخہ پیش کریں جس میں "لا لان" کے الفاظ ہوں خود بدست مصنف تحریر ہو بعد کے کسی تلبیس کار نے اس میں کوئی حدف واضافہ نہ کیا ہو"۔(تحریفات: ص ۵۶)

لہذا گذارش یہ ہے کہ جن حوالہ جات کے متعلق موصوف کتر وبیونت یا الحاق وغیرہ کا دعوی کریں، تو فاضل بریلوی اور فضل اللہ چشتی کے ان اصولوں کے مطابق اسے ثابت کریں۔

(3) رضاخانی موصوف کہتے ہیں کہ "بعض بزرگوں نے گستاخانہ عبارات سے لاعلمی کی وجہ سے تاثرات دے دیے مگر بعد از علم شدید رد عمل کا اظہار کیا"۔

جواباً عرض ہے کہ ان بزرگوں نے ہماری عبارات پر رد عمل کا اظہار نہیں کیا جو حوالہ اس باب میں رضاخانی پیش کرتے ہیں وہ ان رضاخانیوں کی اپنی کتب کے ہیں جو خود رضاخانیوں کے نزدیک فریق مخالف پر پیش کرنا نہ جدلی انداز ہے نہ برہانی۔ پھر جو عبارات اور جو مفہوم ان کے سامنے پیش کیا گیا وہ ہمارا ہے ہی نہیں تو فتوی ہم پر کیسے؟ بلکہ رضاخانیوں نے ان عبارات کا جو خود ساختہ مفہوم ان کے سامنے بیان کیا اس پر رد عمل کا اظہار کیا ہے۔ مثال کے طور پر "بزم خیر از زید" میں بیان کردہ یہ واقعہ ہی دیکھ لیں کہ:

''جب حضرت شاہ ابوالخیر مجددی کی بارگاہ میں حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی اور مولانا احمد صاحب ملاقات کے لیے گئے تو آپ نے ان سے کھڑے ہو کر ملاقات کی، احترام سے بٹھایا اور ان سے محبت بھرے انداز میں گفتگو کی، دوران گفتگو حضرت گنگوہی اور حضرت نانوتوی کی تعریف بھی کی کہ یہ دونوں حضرات اپنے استاد (شاہ عبدالغنی مجددی) کا بہت احترام کرتے تھے چونکہ ان دنوں مدرسہ دیوبند کے خلاف اخبارات ورسائل میں مضامین شائع ہوتے تھے تو شاہ ابوالخیر صاحب تک بھی کچھ باتیں پہنچی تھیں آپ نے دوران گفتگو حضرت تھانوی اور مولانا احمد صاحب سے دریافت کیا کہ "ہم نے سنا ہے مدرسہ پہلے کی طرح دین کی خدمت نہیں کر رہا ہے" تو دونوں حضرات نے جواب دیا کہ "حضرت مدرسہ پہلے کی طرح دین کی خدمت کر رہا ہے بعض مخالفوں نے ذاتی عناد اور فاسد اغراض کی وجہ سے کچھ باتیں غلط اڑائی ہیں جن کا ذکر اخبارات میں بھی آیا ہے حقیقت میں کچھ بھی نہیں"۔

آگے کا واقعہ بریلوی شیخ الاسلام کی زبانی سنئے:

''یہاں تک گفتگو محبت کے پیرایہ میں ہوتی رہی حاضرین لطف اندوز ہوتے رہے پیر سید گلاب شاہ بھی یہ مکالمہ سن رہے تھے وہ مولوی غلام دستگیر قصوری مولف رسالہ تقدیس الوکیل کے طرف داروں میں سے تھے اس موقع پر انہوں نے جیب سے مختصر رسالہ نکالا جس میں مولوی اسمٰعیل دہلوی اوران کے ہم خیال علماء کے ناشائستہ اقوال کاذکر تھا انہوں نے حضرت سید الوالد ((حضرت شاہ ابوالخیر)) سے عرض کیا حضور دین کی خدمت اس طرح پر کی جارہی ہے''۔(بزم خیراز زید:ص ۱۸,۱۹)

غور فرمائیں، پیر سید گلاب شاہ جوغلام دستگیر قصوری رضاخانی کے طرف داروں میں تھے انہوں نے شاہ ابوالخیر مجددی کوایک رسالہ پڑھ کر سنایا جس میں شاہ شہید اوران کے ہم خیال علماء کی عبارات تھیں یعنی اصل کتابیں نہیں دکھائی بلکہ رضاخانیوں کالکھا ہوارسالہ پڑھ کرسنایا اب ظاہر بات ہے اس رسالہ میں ان عبارات کامفہوم وہی بیان کیا گیا ہوگا جوخود ہمارے نزدیک بھی کفر ہے اوراگر وہ رضاخانی مفہوم اگر ہمیں سنایا جائے تو ہم بھی اس پر ناپسندیدگی کاہی اظہار کریں گے۔

ابوالاعلیٰ مودودی اور رضاخانیوں کی منافقت

علامہ ساجد خان صاحب حفظہ اللہ لکھتے ہیں:

"مولانا کوکب نورانی نےعنوان دیا:

اعلیٰ حضرت بریلوی کے بارے میں علمائے دیوبند کے تاثرات:(فہرست سفید وسیاہ)

پھراس عنوان کے بعد دوسرے نمبر پرحوالہ ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کادیااورانہیں علمائے دیوبند کے کھاتے میں ڈال دیا"۔

(دفاع،ص ۵۵)

اس کاجواب دیتے ہوئے رضاخانی نے بے شرمی وبے غیرتی کی تمام حدیں پار کردی اورتعصب وہٹ دھرمی کامظاہرہ کرتے ہوئے ایسی جہالت بکھیری کہ فاضل بریلوی بھی شرما جائے،موصوف لکھتے ہیں:

''ابوالاعلیٰ مودودی اور دیوبندی نظریاتی طور پرایک جیسے ہی عقائد کے حامل ہیں مودودی صاحب کی ہمدردی اہل سنت وجماعت سے وابستہ نہ تھی،بلکہ وہ دیوبندی علماء اور دیوبندی نظریات کے حامی تھے انہوں نے وہابیانہ نظریات کے سلسلہ میں تقویت الایمانی دھرم کے گھاٹ کاپانی پیا ہوا تھا پس اگرآج کل دیوبندیوں کومودودی صاحب اچھے نہیں لگتے تو وہ ان کاسیاسی اختلاف ہے،اوران اختلافات کی شروعات ٹانڈوی صاحب کے وقت سے ہوئیں ورنہ مودودی اور دیوبندی ایک ہی تھالی کے بینگن تھے اور ہیں اس سلسلہ میں اگر دیوبندی موصوف کومودودی صاحب کاحوالہ منظور نہیں تو ہم بھی اصرار نہیں کرتے اگرچہ دلائل کاوسیع میدان ہمارے لیے موجود ہے''۔

(کشف القناع:۲۱۱,۲۱۲)

جواب:(1)علامہ ساجد خان صاحب حفظہ اللہ کااعتراض یہ تھا کہ کوکب نورانی نے ابوالاعلیٰ مودودی کوعلمائے دیوبند کے کھاتے میں کیوں ڈالا؟ حضرت علامہ صاحب کایہ اعتراض بالکل درست ہے اوریہ بات خود رضاخانیوں کوبھی تسلیم ہے کہ دیوبندیوں کے خلاف مودودی کاحوالہ پیش کرناغیر مناسب ہے،چنانچہ مولوی حسن علی رضوی لکھتا ہے کہ:

''یہ بات کسی طرح مناسب نہیں کہ ایمان وعقیدہ یامسلک تو بیان کریں ہم مانچسٹروی کامگرحوالہ دیں مودودی یاغلام احمد پرویز کا''۔

(محاسبہ دیوبندیت، جلد دوم،ص ۶۰۰)

اوراسی طرح رضاخانیوں کا مستند رسالہ" رضائے مصطفیٰ گوجراں والا، ذیقعدہ ۱۳۹۸ھ کے صفحہ ۱۸" پر ایک عنوان ہے:

"مودودی دیوبندی فتاوی کی روشنی میں"

اس عنوان کے تحت مولانا مودودی پر دیوبندی اکابرین کے مندرجہ ذیل فتاوی نقل کیے گئے ہیں:

''مولوی مہدی حسن، مولوی محمد یوسف بنوری:- ٭" مسلمانوں پر واجب ہے، کہ جماعت اسلامی سے اجتناب کریں اس میں شرکت کرنا زہر قاتل ہے نیز لوگوں کو اس جماعت میں شرکت سے روکا جائے تا کہ گمراہ نہ ہوں اس جماعت کا نقصان نفع سے زیادہ ہے اور اس میں چشم پوشی روا نہیں جو شخص بھی اس جماعت کی تائید کرے اور نشر واشاعت میں اس کی اعانت کرے، وہ گنہگار رہوگا اور ثواب کی بجائے معصیت کا داعی قرار پائے گا، اور اگر مودودی خیال کا کوئی شخص کسی مسجد میں امام ہو، تو اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہوگی

علمائے ہندو پاکستان کا اس امر پر اتفاق ہے کہ مودودی اہل سنت و جماعت کا مخالف خود گمراہ اور گمراہ کن شخص ہے"۔

(کتاب الاستاذ المودودی: ص ۵۰، ۵۵)

٭مفتی محمود:- ٭" مودودی گمراہ کافر اور خارج از اسلام ہے اس کے اور اس کی جماعت سے تعلق رکھنے والے کسی مولوی کے پیچھے نماز پڑھنا ناجائز اور حرام ہے"۔ (ہفت روزہ زندگی روزنامہ مساوات)

٭مولانا احمد علی لاہوری:- ٭" مودودی صاحب دین محمدی کا ایک ایک ستون گرار ہے ہیں خانہ کعبہ کی توہین محمد رسول اللہ ﷺ کی توہین، اللہ جل شانہ کی توہین، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی توہین حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی توہین تمام محدثین رحمہم اللہ کی توہین، تمام مفسرین رحمہم اللہ کی توہین، تمام مجددین رحمہم اللہ کی توہین، رسول اللہ ﷺ کے تجویز کردہ سارے دین کی توہین، مسلمان اس فتنۂ مودودیت میں مبتلاء ہونے سے بچ جائیں"۔ (احقر الانام احمد علی شیرانوالہ دروازہ لاہور)

٭عطاء اللہ شاہ بخاری:- ٭" مولانا مودودی کی کتب سے فی الواقع ایسے نتائج نکلتے ہیں جن سے اسلام کی بنیاد متزلزل ہوجاتی ہے"۔

٭مولانا محمد صادق:- ٭" ان مودودی کے ضال و مضل ہونے میں کوئی شک نہیں میری سمجھ میں تیس دجالوں میں ایک مودودی ہے"۔

٭مولانا مطیع الحق:- ٭" مولانا قاری طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند نے مودودی صاحب کے وجود کو اسلام کے لیئے ایک عظیم الشان فتنہ قرار دیا تھا.... ایسے عقائد رکھنے والا شخص (مودودی) کیونکہ کسی اسلامی جماعت کا قائد وامیر ہوسکتا ہے"۔

تو جب رضاخانیوں کو خود تسلیم ہے کہ مولانا مودودی پر دیوبندی علماء نے اتنے سخت فتوے دیے ہیں تو پھر مودودی کا حوالہ ہمارے لیے کیوں کر حجت ہوسکتا ہے؟

انصاف کا تقاضہ تو یہ تھا کہ رضاخانی موصوف یہ تسلیم کرتا کہ ہاں واقعی مولانا کوکب نورانی نے جو مودودی صاحب کا حوالہ دیا اور انہیں علمائے دیوبند کے کھاتے میں ڈالا ہے وہ غیر مناسب حرکت ہے، لیکن موصوف اپنی متعصب ذہنیت اور اپنے موروثی ڈھیٹ پن سے مجبور ہیں، اس تعصب و ڈھیٹ پن کے نتیجہ میں موصوف نے ایک ایسا اصول وضع کیا کہ اپنے ہی باطل مذہب کی مٹی پلید کر دی، کیونکہ اب موصوف کے اس اصول سے کہ مودودی اور دیوبندی نظریاتی طور ایک ہی جیسے عقائد کے حامی ہیں.. الخ ہم بھی:

(۱) طاہر القادری۔

(۲) اقتدار نعیمی۔

(۳) خلیل خان برکاتی۔

(۴) زبیر حیدر آبادی۔

(۵) پیر کرم شاہ۔

(۶) پیر سیف الرحمن۔

(۷) کرنل انور مدنی۔

(۸) گوہر شاہی۔

(۹) عون قادری (وغیرہم)۔

اوران کے علاوہ رضاخانیوں کے یہاں جتنی غیر معتبر شخصیات ہیں (بقول ان کے) ان تمام شخصیات کے مریدین ومعتقدین، خواہ کوئی چنڈو خان ہو، بس بریلوی کہلاتا ہو اور بریلویانہ عقائد ونظریات کا حامی ہو ہم اس کا حوالہ بطور دلیل پیش کریں گے، اور رضاخانی اس کو مانیں گے اور ماننا پڑے گا اگرچہ وہ کسی مزار کا چرسی موالی ہی کیوں نہ ہو۔

واضح رہے کہ مذکورہ بالا شخصیات کا بریلوی مناظرین جان چھڑانے کے لیے انکار کرتے ہیں۔ ان کے اس انکار کو ہم ویسے بھی نہیں مانتے اور اب رضاخانی موصوف کے اس اصول کے پیش نظر تو قطعاً نہیں مانیں گے۔

(2) موصوف نے بغیر کسی دلیل کے حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کے اختلاف کو سیاسی اختلاف قرار دیا، حالانکہ مولوی شکیب ارسلان رضاخانی لکھتا ہے کہ:

''یہ ایک دعویٰ ہے اس پر دلیل نہیں پیش کی گئی مدعی کو ضروری ہے کہ وہ اپنے دعوے کو دلیل سے مبرہن کرے''۔

(بریلوی ہی اہل سنت ہیں: ص ۳)

تو موصوف کو بھی چاہئے تھا کہ اپنے دعوے کو دلیل سے مبرہن کرتا تاکہ ہم بھی دیکھتے کہ ہمارے فریق مخالف کے ترکش میں کتنے تیر ہیں؟۔ بہر حال مولانا مودودی کے بارے میں حضرت شیخ الاسلام سے زیادہ شدت تو شیخ الحدیث مولانا زکریا رحمہ اللہ کے یہاں تھی، شیخ الحدیث رحمہ اللہ کون سی پارٹی کے حامی تھے؟ مولانا منظور نعمانی اور مولانا علی میاں وغیرہ بہت سے علماء نے مولانا مودودی کی مخالفت کی کیا یہ سب بھی کسی پارٹی سے تھے؟ مولانا مودودی سے اکابر کا جو اختلاف تھا اور ابھی تک ہے وہ اُن کی گمراہ کن تحریروں کی روشنی میں تھا نہ کہ کسی سیاست کی بناء پر، اگر حضرت شیخ الاسلام رحمہ اللہ نے سیاسی اختلاف کی وجہ سے مولانا مودودی کو گمراہ کہا تو سیاسی اختلاف تو اور بھی بہت سے علماء سے تھا مثلاً حضرت تھانوی، مولانا شبیر احمد عثمانی وغیرہ تو انھیں گمراہ کیوں نہیں کہا؟ اس کے علاوہ ماقبل میں ''رضائے مصطفیٰ'' کے حوالے سے جو فتوے ہم نے نقل کیے کیا وہ سب بھی اسی قبیل سے ہیں؟

اگر رضاخانی موصوف کے اندر ذرہ برابر بھی شرم وحیاء اور غیرت نام کی کوئی چیز باقی ہے (جس کی ہمیں کوئی توقع نہیں) تو وہ اس بات کو ثابت کرے کہ ابوالاعلیٰ مودودی کے ساتھ ہمارا اختلاف نظریاتی نہیں بلکہ سیاسی ہے۔

(3) جب بقراطی بگھار کے موصوف فارغ ہوئے تو آخر میں کہا کہ مودودی کا حوالہ ماننے پر ہم اصرار اس لیے نہیں کرتے کہ ہمارے

لیے دلائل کا میدان وسیع ہے۔ تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ کوکب نورانی و دیگر کے لیے دلائل کا میدان تنگ تھا جو انہوں نے اپنے مدعا کے ثبوت میں مودودی کا حوالہ پیش کیا؟

مودودی بریلوی بھائی

آئیے ہم آپ کو بتاتے ہیں کہ مودودی کا ''ہم عقیدہ'' اور ''ہم مخرج'' کون ہے؟ علامہ خادم حسین رضوی کے رسالے میں رضاخانی مناظر اعظم اشرف سیالوی کے بارے میں لکھا ہے:

''مولانا (سیالوی صاحب) نے جو بات کی، ہم پر زیادتی کی کہ بالکل وہی عقیدہ لکھ دیا جو پہلے مودودی نے لکھا''۔

(العاقب، ص ۶۵، فروری ۲۰۱۳)

تو لیجئے جناب مودودی ہمارا نہیں تمہارا ہم عقیدہ ہے اس کے عقیدے کی تائید میں کتب تم لکھتے ہو نہ کہ ہم اس لئے آج سے خان صاحب بریلوی کی طرح اس کو بھی اپنا پیر و مرشد مانو۔

فاضل بریلوی کی تعریف میں کوثر نیازی کے بیان کی حقیقت

علامہ ساجد خان صاحب لکھتے ہیں:

مولانا کوکب نورانی صاحب نے نواب احمد رضا خان صاحب کے بارے میں حضرت تھانوی کا قول پیش کیا کہ:

"احمد رضا خان صاحب عاشق رسول (ﷺ) تھے اس نے اگر ہماری تکفیر کی وہ عشق رسالت کی بناء پر کی کسی اور غرض سے نہیں کی"۔

(سفید و سیاہ ملخصاً: ص ۱۱۲)

اس کے ثبوت کے لیے حوالہ مولوی اوکاڑوی نے مولانا کوثر نیازی مودودی آف پیپلز پارٹی اور چٹان لاہور ۲۳ اپریل ۱۹۶۲ء کا دیا چٹان کا یہ حوالہ عبدالحکیم شاہ جہاں پوری نے اعلیٰ حضرت کا فقہی مقام صفحہ ۱۱۰ پر بھی نقل کیا۔

اس قسم کے بناوٹی حکایات پر علامہ خالد محمود تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اب آپ غور فرمائیں مولانا کوثر نیازی کے اس بیان میں کیا ذرہ صداقت ہوسکتی ہے؟ مولانا تھانوی کو اچھی طرح معلوم تھا کہ مولانا احمد رضا خان نے حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی کی تحذیر الناس کے تین مختلف مقامات سے عبارت لے کر ایک کفریہ عبارت بنائی اور اس پر کے فتوے حاصل کیے کیا یہ بد دیانتی بھی مولانا احمد رضا خان صاحب نے عشق رسول کے جذبہ میں کی تھی؟ پھر حضرت مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوری نے جب المہند میں بات کھول دی اور اس پر حضرت مولانا تھانوی نے بھی دستخط فرما دیے تو اب کون کہہ سکتا ہے کہ مولانا تھانوی کی مولانا احمد رضا خان کے اس دجل و فریب پر نظر نہ تھی سو ایسی حکایات جو ان حضرات کے نام سے لوگوں نے بنا رکھی ہیں ہر گز لائق اعتبار نہیں جو حضرت مفتی محمد شفیع صاحب کے نام سے وضع کی گئی ہوں یا شیخ الحدیث والتفسیر مولانا محمد ادریس کاندھلوی کے نام سے، ان میں ذرا بھی صداقت نہیں ہے مولانا احمد رضا خان نے علمائے دیوبند کے بارے میں جو حرکت شنیعہ کی وہ بد دیانتی پر مبنی تھی اور علمائے دیوبند بھی اس میں کسی خوش فہمی میں نہ تھے''۔ (مطالعہ بریلویت: ج ۵ ص ۸۴، دفاع جلد اول ص ۵۶،۵۵)

رضاخانی اعتراض کا خلاصہ:

رضاخانی موصوف لکھتے ہیں:

''کوثر نیازی صاحب کا یہ بیان آغا شورش کاشمیری کے ہفت روزہ چٹان لاہور ۲۳ اپریل ۱۹۶۲ء میں شائع ہوکر اکابر واصاغر کے ہاتھوں تک پہنچا، مگر عمائدین دیوبند نے اس کی تردید نہیں کی حالانکہ اس وقت تھانوی صاحب کے خلفاء ومعتقدین زندہ موجود تھے۔ کافی عرصہ خاموش رہنے کے بعد خالد محمود صاحب اپنے اندازے، قیاس اور رائے سے اس کو جھوٹا قرار دے رہے ہیں، حالانکہ اس حوالے کو جھوٹا ثابت کرنا ہوتا تو اس وقت کے اخبار ورسائل میں تردید کی جاتی، مگر ایسا نہ ہوا۔ اور کوثر نیازی صاحب نے یہ بات مفتی شفیع صاحب اور مولوی ادریس کاندھلوی صاحب کے حوالے سے بیان کی، یہ دونوں حضرات بھی اس وقت حیات تھے مگر تردید وتکذیب نہ کی اور خالد محمود صاحب نے بھی ان سے استفسار نہیں کیا۔ پس ثابت ہوا کہ خالد محمود صاحب کا یہ تبصرہ ضد وعناد پر مبنی ہے کیونکہ اس الزام کی تردید وہی افراد کر سکتے ہیں جن کا نام لیا جائے یا کوئی اس معاملہ میں ان سے تفتیش کرے''۔ (کشف القناع: ص ۲۱۳, ۲۱۴)

جواب:

اولاً: * جن بزرگوں نے علمائے دیوبند کی عدم تکفیر کا قول کیا یا اکابرین دیوبند کی تعریف کی، اس سلسلہ میں رضاخانیوں کا آخری بہانہ یہ تھا کہ:

''ان بزرگوں تک علمائے دیوبند کے عقائد وعبارات نہ پہنچی اور نہ ہی حسام الحرمین ان تک پہنچی ورنہ وہ تکفیر ضرور کرتے''۔

مگر رضاخانی موصوف کے اس اصول سے اب یہ آخری بہانہ بھی خاک میں مل گیا، کیونکہ موصوف بغیر کسی ثبوت کے کہہ رہے ہیں کہ کوثر نیازی کا بیان شائع ہوکر اکابر واصاغر کے ہاتھوں تک پہنچا۔ اس کا مطلب شورش کاشمیری مرحوم جو نہ عالم ہے نہ ہمارے اکابر میں سے اس کا ہفت روزہ چٹان شائع ہوکر اکابر واصاغر تک پہنچ جاتا ہے تو پھر حسام الحرمین شائع ہوکر بریلوی اکابرین مثلاً پیر مہر علی شاہ گولڑوی، ارشاد حسین رامپوری وغیرہ تک کیوں نہ پہنچی؟

اس صورت میں یا تو یہ تسلیم کریں کہ فاضل بریلوی کی ملک میں کوئی خاص اہمیت نہ تھی جیسا کہ مطالعہ بریلویت وغیرہ میں لکھا ہے، یا یہ تسلیم کریں کہ حسام الحرمین شائع ہوکر سب تک پہنچی پھر بھی تمہارے بزرگوں نے اسے کوئی اہمیت نہ دی اور علمائے دیوبند کو مسلمان ہی مانا۔

اسی طرح ماقبل میں علمائے دیوبند کے متعلق بریلوی اکابرین کے تاثرات پر مبنی جن حوالہ جات کو موصوف اپنے گھر کی کتابیں پیش کر کے جھوٹا ثابت کرنے کی کوشش کر رہے تھے وہ سب بھی صحیح ودرست ثابت ہو گئے کیونکہ جن شخصیات ومصنفین کے حوالے سے وہ واقعات پیش کیے گئے ان واقعات کو اگر جھوٹا ثابت کرنا ہوتا تو اسی وقت کے اخبار ورسائل میں تردید کی جاتی، مگر ایسا نہ ہوا بعد میں رضاخانی محرفین نے اس کی تردید کی اور حذف واضافہ کر کے واقعات کو غلط انداز میں پیش کیا۔

ثانیاً: * اس بات کا کوئی ثبوت نہیں کہ عمائدین دیوبند نے کوثر نیازی کے بیان کی تردید نہیں کی، جب کہ بریلوی غزالی زماں احمد سعید کاظمی لکھتے ہیں: ''یہ ضروری نہیں کہ کسی کی کہی ہوئی ہر بات منقول ہو جائے''۔ (الحق المبین: ص ۷۳)

اور بریلوی مناظر عبدالمجید سعیدی لکھتے ہیں:

''یہ دعوی عدم ذکر کے حوالہ سے ہے جو ذکر عدم کو عند اہل العلم ہرگز مستلزم نہیں پس یہ استدلال غیر معیاری ہے آپ نے نہیں دیکھا تو اس کا یہ مطلب کہاں ہے کہ یہ ہے ہی نہیں''۔ (تنبیہات بجواب تحقیقات: ص ۱۶۰)

تو یہاں بھی یہ احتمال ہے، کہ عمائدین دیوبند میں سے کسی نے یا خود مفتی شفیع صاحب و مولانا ادریس کاندھلوی صاحب نے اس بیان کی تردید کی ہو مگر منقول نہ ہوئی، یا ہم تک نہ پہنچی اور جب احتمال آگیا تو رضاخانی موصوف کا استدلال بھی باطل ہو گیا کیونکہ فاضل بریلوی لکھتے ہیں:

''قاعدۂ مسلمہ ہے: اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال، جب احتمال آجائے تو استدلال باطل ہو جاتا ہے''۔

(فتاوی رضویہ: ج ۲۹ ص ۳۹۸)

پس جب موصوف کا استدلال ہی باطل ٹھہرا تو اب مزید کچھ عرض کرنے کی ضرورت نہیں۔

ثالثاً: موصوف نے ما قبل میں اپنے اکابر کے حوالوں سے جان چھڑانے کیلئے یہ بہانہ تراشا کہ ان کے دستخط الصوارم الہندیہ پر ہے جس میں علمائے دیوبند کو کافر کہا گیا۔ اس اصول پر ہم بھی کہتے ہیں کہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے دستخط المہند پر موجود ہیں جس میں خان صاحب کے فراڈ کو طشت از بام کیا گیا ہے لہٰذا تائیدی حوالہ جات کالعدم ہوئے۔

رابعاً: موصوف کہتے ہیں کہ تردید کیوں شائع نہ کی؟ تو شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ نے الشہاب الثاقب میں خان صاحب بریلوی کو ''دجال، کذاب فراڈی'' کہا۔ حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے اس کی بھی تردید شائع نہیں کی تو آپ کے اصول سے تو حضرت تھانوی رحمہ اللہ کا موقف وہی ہوا جو حضرت مدنیؒ نے لکھا یعنی خان صاحب عاشق رسول ﷺ نہیں بلکہ دجال و کذاب تھے۔ اسے کہتے ہیں ایسا کو تیسا جواب۔

اب آپ کے اور ہمارے قول میں تعارض آگیا تو یا تو اذا تعارضا تساقطا یا ترجیح کی طرف جائیں اور ہمارے قول کے صحیح ہونے کی ترجیح یہ ہے کہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ خان صاحب بریلوی کو واقعی عاشق رسول ﷺ سمجھتے تو ساری زندگی ان کا رد کرنے کے بجائے ان کا مذہب و مسلک قبول کرتے۔ یاد رہے کہ یہ ساری گفتگو الزاما ہے ورنہ اصولی جواب وہی کہ کوثر نیازی پر ہماری طرف سے ''چار حرف''۔

کوثر نیازی پر بریلوی ہونے کا انتساب اور رضاخانی جہالت

علامہ ساجد خان صاحب لکھتے ہیں:

''اس قسم کے حوالوں کی بنیاد پر رضاخانی عوام کو یہ دھوکا دیتے ہیں کہ مولوی کوثر نیازی دیوبندی تھا حالانکہ اس اصول کے تحت نیازی کا کٹر بریلوی ہونا ثابت ہوتا ہے اور حقیقت بھی یہی تھی رضاخانی نیازی کو اپنے مجلسوں میں بطور مہمان خصوصی بلایا کرتے تھے''۔

(دفاع، ص ۵۸)

اس کا جواب دیتے ہوئے رضاخانی موصوف نے عجیب جہالت بکھیری اور اپنے کٹر رضاخانی ہونے کا بھرپور ثبوت پیش کیا لکھتے ہیں:

''مولانا کوثر نیازی صاحب دیوبندی تھے، عربی تعلیم مولوی عبد الحق ندوی صاحب سے حاصل کی وہ خود فرماتے ہیں کہ میں نے صحیح بخاری کا درس مشہور دیوبندی عالم شیخ الحدیث حضرت مولانا ادریس کاندھلوی مرحوم و مغفور سے لیا ہے۔

(امام احمد رضا ایک ہمہ جہت شخصیت، ص ۱۹)

اس سے صاف ظاہر ہے کہ کوثر نیازی صاحب کٹر دیوبندی تھے، البتہ یہ سیدی اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ علیہ کی کرامت ہے کہ اپنے عشق ومحبت کو خود منکروں سے منوالیا ..... باقی رہی یہ بات کہ اہل سنت کوثر نیازی کو اپنے مجلسوں میں بطور مہمان خصوصی بلایا کرتے تھے، تو اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ایک سیاسی شخصیت تھی اور ان کی وزارتِ مذہبی امور ۱۹۷۴ء سے ۱۹۷۷ء تک رہی، ملک کے بڑے عہدوں سے بھی وابستہ رہے، اس لحاظ سے ریاست کا نمائندہ ہونے کی وجہ سے انہیں محافل میں مدعو کیا جاتا تھا''۔ (کشف القناع ص ۲۱۴، ۲۱۵)

جواب:

اولاً اگر رضاخانیوں کے نزدیک دیوبندی عالم سے تعلیم حاصل کرنا کٹر دیوبندی ہونے کی دلیل ہے تو پھر تو رضاخانیت یتیم ہوگئی، کیونکہ رضاخانیوں کے چوٹی کے علماء مثلاً:

حشمت علی رضوی۔

احمد یار گجراتی۔

ظفرالدین بہاری۔

نعیم الدین مراد آبادی۔

عمر اچھروی۔

غلام محمود گھوٹوی۔

سید دیدار علی شاہ الوری۔

غلام محمود پپلانوی۔

غلام رسول لاہوری۔ (وغیرہم)

یہ سب دیوبندی ہوگئے کیونکہ انہوں نے بھی دیوبندی علماء سے تعلیم حاصل کی ہے۔ اب رضاخانیوں سے ہمارا مطالبہ یہ ہے کہ یا تو اپنے ان تمام علماء کا توبہ ورجوع دکھایا جائے یا یہ تسلیم کیا جائے کہ ان کی موت کفر پر ہوئی۔

(**نوٹ:** توبہ ورجوع کا ثبوت رضاخانی اصولوں کی روشنی میں دکھانا ہوگا)

اور رضاخانی موصوف اگر یہ جواب دیں کہ ہمارے ان علماء نے دیوبندیوں پر کفر کا فتویٰ دیا اور ساری زندگی مسلک بریلویت پر قائم رہے تو ہمارا اگلا سوال یہ ہے کہ کیا کوثر نیازی دیوبندی عالم سے تعلیم حاصل کرنے کے بعد ساری زندگی دیوبندیت پر قائم رہے؟ اگر ہاں تو ثبوت پیش کیا جائے اور اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر انہیں محض اس بنیاد پر کہ انہوں نے دیوبندی علماء سے تعلیم حاصل "کٹر دیوبندی" قرار دینا چہ معنی دارد؟

ثانیاً: مفتی خلیل خان برکاتی نے بقول حسن علی رضوی ابتدائی تعلیم منظر اسلام بریلی میں حاصل کی پھر خلیل محدث امروہی بریلوی کے پاس پڑھا پھر انتہائی متعصب ومتشدد بریلوی بن کر بدایوں میں نمودار ہوا بریلویوں میں اپنا اعتماد پیدا کیا یہاں تک کہ سید اولاد رسول محمد میاں مارہروی سے مرید ہوگیا''۔ (ملخصاً عجائب انکشاف، ص ۵۰)

اسی طرح ڈاکٹر طاہر القادری نے بریلوی مناظر سردار احمد لائلپوری اور بریلوی غزالی زماں احمد سعید کاظمی جیسے جید بریلوی اکابر سے تعلیم حاصل کی اور مفتی اقتدار خان نعیمی نے تمام علوم اپنے والد بریلوی حکیم الامت احمد یار گجراتی سے حاصل کئے۔

اگر محض دیوبندی عالم سے تعلیم حاصل کرنا کٹر دیوبندی ہونے کی دلیل ہے تو پھر اسی اصول پر بتاؤ کہ طاہر القادری، خلیل خان برکاتی اور اقتدار نعیمی وغیرہ کا انکار کیوں؟ اگر رضاخانی موصوف کا جواب یہ ہو کہ چونکہ ان لوگوں نے بریلویت سے انحراف کیا تھا اس لیے ان کا انکار کیا جاتا ہے تو ہمارا اگلا سوال یہ ہے کہ پھر کوثر نیازی کے بارے میں خود تمہارے علماء نے لکھا ہے کہ وہ مودودی تھا (ملاحظہ ہوں، مودودی اور اسلام: ص ۷) اس کے باوجود اسے صرف اس بنیاد پر "کٹر دیوبندی" قرار دینا کہ وہ دیوبندی عالم کا شاگرد ہے چہ معنی دارد؟

ثالثاً: کوثر نیازی کا فاضل بریلوی کے قصیدے پڑھنا اگر فاضل بریلوی کی کرامت ہوسکتی ہے، تو اسی اصول پر مولانا معین الدین اجمیری کا علمائے دیوبند کی تائید کرنا اور مفتی خلیل خان برکاتی کا انکشاف حق لکھ کر علمائے دیوبند کا دفاع کرنا کیا یہ علمائے دیوبند کی کرامت نہیں؟ شرم تم کو مگر نہیں آتی!!!۔

رابعاً: کوثر نیازی ایک سیاسی شخصیت تھی اس لیے اسے مجلسوں میں بلایا جاتا تھا، تو اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ اگر مرزا قادیانی بھی سیاسی رہنما ہوتا تو رضاخانی اسے بھی اپنے مجلسوں میں مدعو کرنے سے گریز نہیں کرتے؟

نیز مولوی احمد رضا خان صاحب کے فتاوی سے اس کا ثبوت پیش کیا جائے کہ کسی سیاسی دیوبندی کو اپنے مجلسوں میں مدعو کرنا جائز ہے۔

اس رضاخانی کا ڈھیٹ پن تو ملاحظہ ہو کہ چاپلوسی کا الزام ہم پر لگا رہا ہے لیکن ساری زندگی دیوبندیوں کو کافر، گستاخ رسول ﷺ معاذ اللہ مرتد کہتے ہیں، ان سے سلام کلام حرام، ان سے اتحاد حرام، ان کی مجالس میں جانا حرام، مگر یہی دیوبندی (بقول ان کے) جب ملک کے وزیر بن جائیں تو انہیں اپنے پروگراموں میں بلا کر "مہمان خصوصی" بنا دیتے ہیں اس سے زیادہ تلوے چاٹنے کی کوئی اور بدترین مثال ہوسکتی ہے؟ مگر الزام ہم پر۔

خلاصہ کلام

رضاخانی اصولوں کی روشنی میں کوثر نیازی کٹر بریلوی ہی تھا کیوں کہ رضاخانیوں کے نزدیک کٹر بریلوی وہی ہے جو حسام الحرمین کی تائید کرے، اور علامہ ساجد خان صاحب حفظہ اللہ نے اس تعلق سے جو حوالہ پیش کیا تھا اس میں صاف طور پر کوثر نیازی نے حسام الحرمین کی تائید کی ہے ملاحظہ ہوں:

''مولانا کوثر نیازی نے کہا کہ امام خمینی کا فتوی شاتم رسول رشدی پر کل کی بات ہے لیکن امام احمد رضا نے اب سے ۷۰، ۸۰ سال قبل گستاخان رسول پر جو فتوی دیا تھا وہ ہم سب کے لیے قابل مطالعہ ہے''۔

(تاریخ و کارکردگی ادارہ تحقیقات امام احمد رضا: ص ۷۰، ۷۱ از ڈاکٹر مجید اللہ قادری بریلوی/ مطبوعہ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی 2005)

پس ثابت ہوا کہ کوثر نیازی کٹر بریلوی تھا اور اس کی بیان کی ہوئی کوئی بات ہمارے لیے حجت نہیں۔

تلوے کون چاٹتا تھا؟

رضاخانی موصوف لکھتے ہیں:

''جس وقت کوثر نیازی صاحب فیلڈرل منسٹر تھے اس وقت دیوبندی توان کے تلوے چاٹا کرتے تھے، مگر آج انہیں دیوبندیت سے ہی خارج کرنے پر تلے ہوئے ہیں''۔ (کشف القناع: ص ۲۱۵)

جواب:

کوثر نیازی دیوبندی نہیں تھا، اس پر تفصیل اوپر گزر چکی، مزید اس سلسلہ میں ایک اور فیصلہ کن حوالہ ملاحظہ فرمائیں۔ رضاخانی موصوف کے معتبر و مستند عالم صاحبزادہ اقبال احمد فاروقی کہتے ہیں:

''مولانا کوثر نیازی زندگی کے آخری سالوں میں امام احمد رضا خان رحمتہ اللہ علیہ کے علم و فضل کے ترجمان بن کر برصغیر پاک وہند میں نعمات رضا کی صدائے دبستان بن گئے''۔ (مجالس علماء: ص ۳۸۵)

رہی بات تلوے چاٹنے کی تو موصوف نے یہ بات بلا دلیل کہی ہے اور بلا دلیل بات کا جواب ہم نہ بھی دیں تو ان کے ہاں مجرم نہیں۔ بریلویوں کے بیمار حکیم احمد یار گجراتی لکھتے ہیں:

''اس سے معلوم ہوا مدمقابل کی ہر بات اور ہر دلیل کا جواب نہیں دینا چاہئے، رب نے شیطان کے دلائل کا جواب نہ دیا، بلکہ مردود کر کے نکال دیا''۔ (نور العرفان: ص ۱۶۷)

حکیم صاحب کی تحریر سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ بادلیل بات کا جواب بھی کوئی نہ دینا چاہے تو نہیں دے سکتا تو بلا دلیل بات کا جواب تو بطریق اولی نہیں دینا چاہئے۔ مگر بات تلوے چاٹنے کی نکل آئی ہے تو ہم موصوف کو ذرا آئینہ دکھا دیتے ہیں، تاکہ وہ پھر کبھی اہل السنہ والجماعۃ پر الزام تراشی کرنے سے پہلے اپنی شکل یاد کرلیں۔ رضاخانی موصوف کے گھر کا مستند رسالہ ''رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ'' محرم الحرام ۱۴۱۳ھ کے ص ۱۷ پر مفتی غلام سرور رضاخانی کے متعلق مدیر محمد حفیظ نیازی رضاخانی لکھتا ہے:

''ابھی اس دعوی کے برعکس ہم مفتی صاحب کی مداہنت کی پوری فہرست پیش کر چکے ہیں، جس میں ان کے سرکاری درباری ہونے کی شہرت خود ان کی مداہنت کا زندہ ثبوت ہے''۔

مزید لکھتا ہے:

''ستم ظریفی کی انتہا ہوئی مفتی صاحب نواز شریف و امریکہ کی خوشنودی کے لیے صدام حسین کیلئے دشنام نامہ لکھتے ہوئے یہاں تک لکھ گئے کہ ''داڑھی منڈا فاسق و فاجر صدام'' بلکہ مفتی صاحب نے اہلسنت کی طنز و تنبیہ کیلئے یہ فتوی بھی تحریر فرمایا کہ ''ہمارے سنی بھائی سید کی بے حد تعظیم و تکریم کرینگے... اگر چہ وہ سید داڑھی منڈا یا داڑھی کترا ہو، حالانکہ ایسا شخص شریعت میں فاسق و فاجر ہے، اور اس پر اللہ اور اس کے رسول ﷺ ناراض ہیں'' یعنی داڑھی منڈا کترا سید صاحب بھی فاسق و فاجر ہے اور اس پر اللہ و رسول ﷺ ناراض ہیں مگر کیسی دل ہلا دینے والی بات ہے کہ جب مفتی صاحب کے ممدوح نواز شریف کا ذکر آیا تو داڑھی منڈے نواز شریف کے فسق و فجور اور اللہ رسول کے ناراض لکھنے کی بجائے مفتی غلام سرور قادری نے یہاں تک لکھ دیا کہ ''وزیر اعظم محمد نواز شریف بلاشبہ عادل ہیں.....ان پر عادل حکمرانوں کا لفظ صادق

آئے گا ان کا پورا خاندان نیکیوں کا پیکر اور شرافت و دیانت کا مرقع ہے، لہٰذا ان کی تعریف شرعاً جائز اور ان کی مخالفت کرنا ان کے خلاف تحریک وتصادم حرام اور ملک وملت کے ساتھ بغاوت ہے"۔ قصیدہ خوانی کرتے ہوئے مفتی صاحب نے مزید لکھا ہے کہ "سرکار دو عالم ﷺ کا خاص کرم بھی ان کے شامل حال ہوا ہے جس میں میاں نواز شریف صاحب کو...وزارت علیا سے اٹھا کر وزارت عظمٰی تک پہنچا دیا"۔

اور سنئے: تاکہ مفتی صاحب کی قصیدہ گوئی میں کوئی کمی نہ رہ جائے فرمایا "مسلک اہلسنت کی تمام انجمنیں اعلیٰ مقاصد کے حصول کے لیے (نواز شریف) مسلم لیگ ضم ہو جائیں... نواز شریف حکومت کا دور اللہ کی رحمت کا دور ہے"۔

آگے لکھتا ہے:

"لٰہذا انصاف ایک جرائم پرور منشور سے منحرف، وعدہ خلاف، ظالمانہ حکومت کے سربراہ کیلئے مفتی صاحب کی خوشامدانہ وغالیانہ قصیدہ خوانی سے قطع نظر قابل غور یہ بات ہے کہ اگر سید حضرات وصدام (جبکہ وہ بھی سید ہیں) داڑھی منڈائیں تو مفتی صاحب کے نزدیک وہ فاسق وفاجر اور ان پر اللہ ورسول ناراض اور ان کے بالمقابل اگر مفتی صاحب کے ممدوح ومحبوب نواز شریف کشمیری داڑھی منڈانے کے مرتکب ہوں، تو وہ فاسق وفاجر کی بجائے عادل نیکوکار وپرہیزگار"۔ (رضائے مصطفیٰ: ص ۱۷)

بخوف طوالت ان طویل اقتباسات کو ہم بلا تبصرہ چھوڑ رہے ہیں، قارئین خود غور فرمائیں کہ سابق وزیر اعظم نواز شریف کے تلوے کون چاٹتا تھا؟ اور اس تلوا چاٹی میں قرآن وحدیث میں کونسے مسلک کے مفتی تحریف معنوی کرتے تھے؟۔ واضح رہے کہ مفتی غلام سرور قادری، بریلوی استاذ العلماء مولوی غلام جہانیاں اور بریلوی غزالی زماں احمد سعید کاظمی کا شاگرد ہے۔

ضروری نوٹ:ا اس عنوان پر پر مزید تفصیل کے لیے دفاع اہل السنہ جلد دوم کا عرض مؤلف اور "باب ہشتم علمائے اہل سنت پر انگریز نوازی کا الزام" ملاحظہ فرمائیں۔

کوثر نیازی کے ساتھ کیا کرنا چاہئے تھا؟

مفتی شریف الحق امجدی کو ایک رضاخانی نے سوال بھیجا کہ ہمارے ہاں کسی جلسہ میں مولانا صاحب پر صرف وہابی ہونے کا شک ہو گیا تھا تو اسے کہا کہ ہم تمہاری داڑھی نوچ لیں گے اور ان پر کیچڑ اور گوبر پھینک دیا۔ شریف الحق امجدی اس کے جواب میں لکھتا ہے:

''وہابی گستاخ رسول ہیں گستاخ رسول کیلئے سلطان اسلام کو یہ حکم ہے کہ اسے قتل کر دے اس عظیم سزا کے مقابلے میں عوام نے جو کیا وہ بہت کم ہے''۔ (فتاوی شارح بخاری، ج ۲، ص ۲۲۳)

''اگر تینوں وہابی تھے تو وہ اس لائق ہرگز نہیں تھے کہ ان کو جلسے میں بلایا جائے اور ان کو تقریر کا موقع دیا جائے نہ ان لوگوں کی تقریر سننی جائز تھی اور نہ ان کو مہمان بنانا یا رکھنا جائز تھا''۔ (فتاوی شارح بخاری، ج ۲، ص ۲۲۲)

تو آپ کے مذہب میں بقول آپ کے کوثر نیازی جیسے کٹر دیوبندی کو تو مہمان بنانا ہی جائز نہ تھا بلکہ ممکن ہو تو اس کو قتل ورنہ کم سے کم درجہ میں اس پر کیچڑ اور گوبر ڈالا جاتا اور آپ نہ صرف ''مہمان'' بلکہ ''مہمان خصوصی'' بنا رہے ہیں۔ اس ''حرام کاری'' کے بعد بھی تلوے چاٹنے کا طعنہ ہمیں دیتے ہوئے کم از کم آپ جیسے بے حیاؤں کو ایک دفعہ گوبر ضرور چاٹ لینی چاہئے۔

کوثر نیازی کا کردار اور رضاخانی کی بے بسی

علامہ ساجد خان صاحب حفظہ اللہ لکھتے ہیں:

”یہ جعلی حکایت بنانے والے مولانا کوثر نیازی بریلوی کے بارے میں راقم الحروف سے حضرت مفتی نجیب اللہ صاحب عمر مدظلہ العالی نے بیان فرمایا کہ حکیم محمود احمد برکاتی صاحب مرحوم سے جب ایک نشست میں کوثر نیازی صاحب کا تذکرہ چل پڑا تو واللہ تاللہ باللہ حکیم صاحب (جن کا تعلق خیر آبادی سلسلہ سے ہے) نے مجھ سے بیان فرمایا کہ وزارت کے دوران کوثر نیازی نے کراچی میں ایک کمرے کا مکان کرایہ پر لیا ہوا تھا جہاں شراب کباب اور مجرے کا دور چلتا اور زنا ہوتا العیاذ باللہ“۔ (دفاع، ص ۵۸)

رضاخانی اعتراض

رضاخانی موصوف لکھتے ہیں:

”دیوبندی موصوف نے کوثر نیازی صاحب پر نجیب اللہ عمر دیوبندی کے حوالہ سے شراب کباب اور مجرے کا الزام لگایا ہے، جس کو حکیم محمود صاحب سے بیان کرنے والا نجیب اللہ عمر ہمارے نزدیک پرلے درجے کا جھوٹا ہے، لہذا اس کا بیان ہمارے لیے مضر نہیں ہے“۔

(کشف القناع: ص ۲۱۵)

جواب:

قارئین کرام! علمائے دیوبند کی کرامت دیکھیں کہ ایک زمانہ تو وہ کہ دیوبندی وہابیوں پر کیچڑ گو بر اچھالو مگر اب ایک زمانہ یہ کہ رضاخانی موصوف اپنے اقرار کے بموجب ”کوثر نیازی جیسے کٹر دیوبندی“ کے وکیل بنے ہوئے ہیں اور ان کے دفاع میں ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں۔ یہ شکر کرو کہ مولانا نے کسی ”مرزائی“ کا حوالہ پیش نہیں کیا ورنہ تم نے اس کے بھی تلوے چاٹنے تھے۔ دفاع سے کچھ اور ہوا ہو یا نہیں تمہیں کم از کم دیوبندی کا وکیل ضرور بنا دیا۔

اولاً: اگر مفتی نجیب اللہ عمر صاحب مدظلہ کا بیان اس بنیاد پر قبول نہیں کہ وہ رضاخانیوں کے نزدیک جھوٹا ہے، تو کوثر نیازی بھی ہمارے نزدیک پرلے درجے کا جھوٹا کذاب اور بدعتیوں کا حامی ہے، لہذا اس کا بیان بھی ہمارے لیے مضر نہیں ہے۔

ثانیاً: مفتی نجیب اللہ عمر صاحب مدظلہ العالی نے یہ بات حکیم محمود احمد برکاتی صاحب کے حوالے سے بیان کی ہے، اور آپ ہی کا یہ اصول ہے کہ:

”اس حوالے کو جھوٹا ثابت کرنا ہوتا تو اس وقت کے اخبار و رسائل میں تردید کی جاتی، مگر ایسا نہ ہوا“۔ (کشف القناع: ص ۲۱۳)

اس اصول کے تحت حکیم محمود صاحب کے متعلقین، فرزند، یا شاگردوں میں سے کسی نے اب تک اس کی تردید کی؟ اگر نہیں تو پھر اس اصول سے مفتی نجیب اللہ صاحب کا بیان بالکل درست ہے۔

افاضات یومیہ کی عبارت سے علامہ ساجد کا استدلال اور رضاخانی کی جہالت

علامہ ساجد خان صاحب حفظہ اللہ لکھتے ہیں:

* بریلوی اور حضرت تھانوی *

حضرت حکیم الامت نے ایک دفعہ فرمایا کہ:

''یہ اہل بدعت اکثر بدفہم ہوتے ہیں بوجہ ظلمت بدعت کے....علوم وحقائق سے کورے ہوتے ہیں....ایسے ہی لغویات ہانکتے رہتے ہیں جس کے سر نہ پیر.....مثلاً حضور اکرم ﷺ کو علم غیب محیط ہے اور یہ کہ حضور کا مماثل پیدا کرنے کی اللہ تعالی کو قدرت نہیں....اس قسم کے ان کے عقائد ہیں اور اب تو اکثر بدعتی شریر بلکہ فاسق فاجر ہیں''۔(ملفوظات، ج ۷ ص ۲۳)

اور یہ عقائد مولانا احمد رضاخان بریلوی کے بھی ہیں تو حضرت تھانوی رحمتہ اللہ علیہ تو مولانا احمد رضاخان بریلوی کو علم سے کورا لغویات ہانکنے والا، فاسق وفاجر شخص قرار دے رہے ہیں''۔(دفاع ص ۵۷)

رضاخانی اعتراضات کے جوابات

اس پر رضاخانی موصوف نے طویل گفتگو کی ہے اور اپنی جہالت کا خوب مظاہرہ کیا ہے ہم ایک ایک اعتراض نقل کر کے جوابات عرض کرتے ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

پہلا اعتراض

رضاخانی موصوف لکھتے ہیں:

''اگر دیوبندی صاحب موصوف کی بات کو دومنٹ کے لیے تسلیم کریں تو بھی ان کا مدعا ثابت نہیں ہوگا کیونکہ انہوں نے مقدمہ قائم کیا تھا کہ" بریلوی مناظرین کے سامنے جب یہ کہا جاتا ہے کہ نواب احمد رضاخان صاحب کے کفر وایمان پر بات کروتو فوراً اچھل پڑتے ہیں" (دفاع ص ۵۲) یعنی دیوبندیوں کا موضوع مناظرہ سیدی اعلی حضرت رحمتہ اللہ علیہ کا کفر وایمان ہے، مگر دیوبندی صاحب نے جو حوالہ پیش کیا.....اس میں اہل بدعت کی جانب بدفہم، فاسق، فاجر کے الفاظ ملتے ہیں تو ان الفاظ سے کفر تو ثابت نہیں ہوگا ....موضوع سے فرار اختیار کرنا اصول مناظرہ کے مطابق شکست قرار پاتی ہے، موضوع ہے کفر وایمان کا اور جناب بات کر رہے ہیں ان لغویات کی''۔
(کشف القناع: ص ۲۱۹)

جواب:

جناب من! یہاں نہ تو کفر وایمان کی بحث ہے اور نہ کفر ثابت کیا جارہا ہے، بلکہ یہ بات کہ" بریلوی مناظرین کے سامنے جب یہ کہا جاتا ہے کہ نواب احمد رضاخان صاحب کے کفر وایمان پر بات کروتو فوراً اچھل پڑتے ہیں"-علامہ ساجد خان صاحب حفظہ اللہ نے کاشف اقبال رضاخانی کے اصول کے تحت کہی تھی چونکہ وہاں بحث کفر وایمان کے متعلق ہو رہی تھی۔اور یہاں افاضات الیومیہ کا یہ حوالہ کوثر نیازی کے بیان کی تردید میں پیش کیا ہے چونکہ کوثر نیازی نے حضرت تھانوی کے حوالے سے کہا تھا کہ" اعلی حضرت عاشق رسول تھے" اس لیے علامہ ساجد خان صاحب حفظہ اللہ نے یہ حوالہ پیش کیا کہ حضرت تھانوی تو اعلی حضرت کو لغویات ہانکنے والا، فاسق، فاجر فرمارہے ہیں لہذا کوثر نیازی کا بیان جھوٹ ہے۔

اب بھی اگر بات سمجھ نہ آئے تو کسی دیوبندی طالب علم سے پوچھ لینا ان شاءاللہ وہ دو اور دو چار کی طرح سمجھا دے گا اور اگر سمجھ آگئی ہو تو اپنی شکست تسلیم کریں کیونکہ موضوع سے فرار ہم نے نہیں آپ نے اختیار کیا ہے، موضوع ہے حضرت تھانوی اعلی حضرت کو عاشق رسول سمجھتے تھے یا نہیں اور جناب بات کر رہے ہیں کفر وایمان کی ایسے موقع پر کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ

ناصح ہم کو نہ لے جا بز دلوں کے وعظ میں
انکی تشریحات ہیں روشن عبارت کے خلاف

دوسرا اعتراض:

تھانوی صاحب کے اس قول میں سیدی اعلی حضرت کی ذات پاک مراد نہیں ہے کیونکہ تھانوی صاحب نے ملفوظات کی اسی جلد میں صفحہ ۳۸ پر کہا ہے کہ:

"ہم اس کو بھی کچھ نہیں کہہ سکتے" اب تھانوی صاحب تو خود اقرار کررہے ہیں کہ ہم اس کو بھی کچھ نہیں کہہ سکتے، جبکہ دوسری جانب دیوبندی موصوف کا یہ دعوی ہے کہ حضرت تھانوی تو مولانا احمد رضا خان بریلوی کو علم سے کورا، لغویات ہانکنے والا، فاسق و فاجر شخص قرار دے رہے ہیں، اب کس کی بات کو سچ مانا جائے"۔ (ص ۲۲۰)

جواب:

(1) بات تو دونوں کی درست ہے، دراصل غلطی آپ کی ہے۔ آپ عقل کا استعمال چونکہ مکروہ سمجھتے ہیں اس لیے آپ کے قلم سے ایسی باتیں سرزد ہو رہی ہیں جن کا سر نہ پیر۔ غور فرمائیں، رضا خانی موصوف کا اعتراض یہ ہے کہ تھانوی صاحب کے قول میں اعلی حضرت کی ذات مراد نہیں ہے کیونکہ تھانوی صاحب تو اسی جلد کے صفحہ ۳۸ پر کہتے ہیں کہ "ہم اس کو کچھ نہیں کہہ سکتے"

جبکہ موصوف نے ملفوظ کی جس عبارت کو اپنا مستدل بنایا اس میں بھی مولوی احمد رضا خان صاحب کا نام نہیں ہے، مکمل ملفوظ ملاحظہ فرمائیں:

''ایک بدعتی مولوی تمام بڑے اکابر دین اور بزرگوں کی تکفیر کرتا ہے مگر ہم لوگوں کو یہ مشکل ہے کہ ہم اس کو بھی کچھ نہیں کہہ سکتے ہمارے لیے جہاں اور مجاہدے ہیں ایک مجاہدہ یہ بھی ہے کہ وہ ہم کو کافر کہتا ہے ہم اس کو کافر نہیں کہتے اور یہ بدعتی تو اکثر بددین بھی ہوتے ہیں خوف خدا ذرا بھی ان کے قلوب میں نہیں ہوتا قلوب مسخ ہو جاتے ہیں''۔ (ملفوظات حکیم الامت: ج ۷ ص ۳۸)

اب دیکھیں اس میں کہیں بھی مولوی احمد رضا خان کا نام نہیں ہے لہٰذا خود موصوف کے اصول سے ان کا استدلال باطل ٹھہرا کیونکہ موصوف لکھتے ہیں:

''دیوبندی صاحب نے جو حوالہ پیش کیا اس میں ایک تو سیدی اعلی حضرت۔۔۔ کا اسم گرامی موجود نہیں''۔ (کشف القناع ص ۲۱۹)

علاوہ ازیں موصوف کو اس ملفوظ کے متعلق یہ تسلیم ہے کہ اس میں مولوی احمد رضا خان کے متعلق گفتگو ہو رہی ہے، تو اس میں بھی حضرت تھانوی نے مولوی احمد رضا خان کو ''بدعتی'' اور ''بددین'' کہا ہے لہٰذا ہمارا مدعا پھر بھی ثابت۔

نیز مکمل عبارت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت تھانویؒ کا یہ مقصد نہیں کہ اس کے بدعت و گمراہی کو آشکارا نہیں کر سکتے بلکہ جس طرح وہ ہمیں کافر کہتے ہیں اس کے جواب میں محض اس بنیاد پر ہم انہیں کافر نہیں کہہ سکتے۔ ایک مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کافر کہنا ہمیں ناحق ہے اور یہ تہمت ہے اب اس کے جواب میں ہم حاکم نہیں کہ کچھ کہیں ورنہ اس کی سزا تو کوڑے بنتی تھی۔

(2) رضا خانی موصوف کی بدحواسی بھی ملاحظہ فرمائیں، پہلے اعتراض میں کہہ رہے تھے کہ ''مولوی ساجد نے مقدمہ قائم کیا تھا

احمد رضاخان صاحب کا کفر وایمان اور حوالہ پیش کیا فاسق فاجر کا، موضوع اور دلیل میں تقریب تام نہیں، لہٰذا یہ بھی عاجزی کی دلیل ہے''

اور اب یہاں کہہ رہے ہیں کہ:

''دیوبندی موصوف کا یہ دعوی ہے کہ حضرت تھانوی تو مولانا احمد رضاخان بریلوی کو علم سے کورا، لغویات ہانکنے والا، فاسق وفاجر شخص قرار دے رہے ہیں''۔ (کشف القناع، ص ۲۲۰)

غور فرمائیں پہلے بقول رضاخانی موصوف کہ مولوی ساجد کا مقدمہ کفر وایمان کا تھا اب دعوی فاسق فاجر کا ہو گیا۔ اس سے آپ خود اندازہ لگائیں کہ کون عاجز آچکا ہے؟

تیسرا اعتراض:

خلاصہ: تھانوی صاحب کا جو ملفوظ مولوی ساجد نے نقل کیا ہے اس میں یہ الفاظ بھی ہیں:

''اور پہلے تو اکثر بدعتی بھی اللہ اللہ کرنے والے ہوتے تھے اس لیے فساد عقائد سے گزر کر فساد اعمال، فساد اخلاق ان میں نہ ہوتا تھا''

اس جملے کو اس لیے دیوبندی موصوف نے حذف کیا کیونکہ ان پر یہ سوال عائد ہوتا ہے کہ یہ کون سے افراد تھے جن کی تعریف وتوصیف تھانوی صاحب کر رہے ہیں اور ان کو اللہ اللہ کرنے والا قرار دے رہے ہیں، اردو محاورہ میں اللہ اللہ کرنا نیک وصالح کے معنی میں استعمال ہوتا ہے، اب نہ تو فاسق وفاجر کے ساتھ کسی کا نام موجود ہے اور نہ ہی اللہ کرنے والوں کے ساتھ کسی کا نام موجود ہے، پھر دیوبندی موصوف نے سیدی اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ علیہ کا نام کہاں سے کشید کر لیا''۔ (کشف القناع، ص ۲۲۱)

جواب:

(1) اوپر ملفوظات صفحہ ۳۸ کے حوالے سے جو ملفوظ رضاخانی موصوف نے پیش کیا تھا اس میں بھی مولوی احمد رضاخان صاحب کا نام موجود نہیں ہے، مگر پھر بھی موصوف نے اسے اپنے اعلیٰ حضرت پر فٹ کر لیا، تو جہاں سے موصوف نے اپنے اعلیٰ حضرت کا نام کشید کیا ہے وہیں سے علامہ ساجد خان صاحب حفظہ اللہ نے بھی کشید کیا تھا۔

(2) رضاخانی لکھتے ہیں:

''عموماً قاعدہ یہ ہے کہ اگر کسی کا رد کرنا ہو تو صرف اتنی عبارت پر اکتفاء کیا جاتا ہے جو رد کے لیے کافی ہو''۔ (توضیح البیان: ص ۳۷)

ایک اور رضاخانی لکھتا ہے:

''جب سو دو سو ہزار دو ہزار کلمات پر مشتمل کتاب میں سے اصل مقاصد ونتائج لیے جائیں گے تو چند ہی جملے ہوں گے اور آگے پیچھے سے منقطع ہوں گے، یہ قطع و برید قابل الزام واتہام نہیں، اس لیے کہ اس نے اصل مقصد کے الفاظ میں قطع برید نہیں کی''۔

(دیوبندیوں سے لاجواب سوالات: ص ۶۹۶)

پس ان اصولوں کے پیش نظر علامہ ساجد خان صاحب نے ملفوظات حکیم الامت کی اتنی عبارت نقل کی جتنی ضرورت تھی اور جو جملہ رضاخانی موصوف نے نقل کیا اس کی وہاں قطعاً ضرورت نہ تھی اور نہ ہی اس کو حذف کرنے سے مقصد فوت ہوتا ہے۔ رہا رضاخانی موصوف کا یہ کہنا کہ: ''مولوی ساجد نے اس لیے اس جملے کو حذف کر دیا کیونکہ اس سے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر وہ کون لوگ ہیں جن کی تعریف تھانوی

صاحب کر رہے تھے؟''۔

جواباً عرض ہے کہ یہ سوال یہاں پیدا نہیں ہوتا تھا مگر رضا خانی موصوف نے اپنی رضا خانی عقل سے بہ تحت مقصد خلط مبحث اسے پیدا کیا ہے اور پروفیسر مسعود سے رجسٹرڈ شدہ اپنے جاہل حواریوں کو یہ باور کرانے کی کوشش کی کہ تھانوی صاحب جن بدعتیوں کی تعریف کر رہے ہیں ان سے مراد اپنے اعلیٰ حضرت ہیں، مگر ہم ان جاہل حواریوں سمیت رضا خانی موصوف کو اطلاع دے دیتے ہیں کہ ان بدعتیوں سے مراد آپ کے اعلیٰ حضرت نہیں بلکہ ممکن ہے کہ خوارج جیسے بدعتی ہوں جیسا کہ کتب میں مذکور ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب ان سے مناظرہ کیلئے گئے تو دور سے خوارج کے خیموں سے ذکر اللہ کی آوازیں آرہی تھیں۔

باقی موصوف نے جو یہ کہا کہ اردو میں اللہ اللہ کرنا نیک صالح کیلئے استعمال ہوتا ہے اس پر کوئی دلیل بھی دیں کیونکہ موصوف کی ذات تو ''بابائے اردو'' ہونے سے رہی۔

چوتھا اعتراض:

''تھانوی صاحب کا یہ ملفوظ ۲۸ جمادی الاولی ۱۳۰۱ھ بعد نماز جمعہ کا ہے جبکہ سیدی اعلیٰ حضرت کا وصال ۱۳۶۰ھ میں، گویا کہ اعلیٰ حضرت کے وصال سے تقریباً گیارہ سال بعد کا ہے۔ اس میں تھانوی صاحب اس وقت اس دور کے لوگوں کی حالت بیان کر رہے ہیں جیسا کہ ان کے ان الفاظ سے ظاہر ہے، الفاظ ملاحظہ کریں:

''اور اب تو اکثر شریر بلکہ فاسق وفاجر ہیں''۔

اور لفظ ''اب'' حال پر دلالت کر رہا ہے، پس ان ۱۳۰۱ھ کے لوگوں کا معاملہ تقریباً گیارہ سال پہلے وصال شدہ حضرات پر منطبق کیسے ہو سکتا ہے؟ دیوبندی دھرم میں ہے کوئی ان سے پوچھنے والا کہ آپ اس طرح کی دھاندلی کیوں کرتے ہیں؟''۔ (کشف القناع ص ۲۲۱)

جواب:

جناب دیوبندیوں سے پوچھنے کی کیا ضرورت ہے؟ ہم بتاتے ہیں کیسے منطبق ہو سکتا ہے۔ پہلے رضا خانی موصوف کا کارنامہ ملاحظہ فرمائیں، لکھتے ہیں:

''دیوبندی حکیم الامت صاحب ارشاد فرماتے ہیں:

''میرے ایک دوست نے عجیب بات کہی تھی کہ متبحر کی دو قسمیں ہوتی ہیں، ایک کدو متبحر ایک مچھلی متبحر، کدو تو دریا کے تمام سطح پر پھر جاتا ہے مگر اس کو یہ خبر نہیں کہ دریا کہ اندر کیا ہے، اور ایک مچھلی ہے کہ عمق میں پہنچتی ہے گویا تمام دریا پر نہ تیرے، سو یہ آجکل کے مدعی کدو متبحر ہیں، اوپر پھرتے ہیں اندر کی خاک بھی خبر نہیں، جیسے ایک انگریز نے دعوی کیا تھا کہ ہم اردو جانتا ہے اور میر کے اس شعر کی شرح کی تھی، شعر یہ ہے

ہم ہوئے تم ہوئے کہ میر ہوئے
اس کی زلفوں کے سب اسیر ہوئے

شرح یہ کی کہ ہم اور تم اور انڈیا کا ایک بڑا آدمی، یہ میر کا ترجمہ ہوا، سب اس کے بالوں میں پھنس کر جیل کھانے (خانہ) چلا گیا۔ ایک

ایرانی نے دعوی کیا تھا کہ ہم اردو سمجھتا ہے ہندوستانی نے کہا: چھیلی رنگیلی رسیلی فہمیدی تم سمجھے؟ ایرانی نے کہا بلے فہمیدم ہاں سمجھا، ہندوستانی نے کہا چہ فہمیدی تم کیا سمجھے تو وہ ایرانی کہتا ہے کہ شش گربہ رنگین رسن گرفت چہ رنگین بلیوں نے رسی پکڑلی، بس یہی حال ہے ان مدعیوں کا خوب سمجھ لو"۔(ملفوظات حکیم الامت، بسلسلہ الافاضات الیومیہ، جلد ۳ ص ۸۰-۸۱، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان)

پس دیوبندی صاحب کو لفظ "متبحر" پر زیادہ خوش ہونے کی ضرورت نہیں ہے، رشید احمد گنگوہی صاحب چھیلی رنگیلی رسیلی فہمیدی کی طرح متبحر ہیں"۔(کشف القناع ص ۱۸۱-۱۸۲)

اب دیکھیں اس ملفوظ میں حضرت گنگوہیؒ کا نام موجود نہیں ہے اور یہ ملفوظ ۲۱ ذی الحجہ ۱۳۵۰ھ کا ہے اور حضرت گنگوہی کا وصال ۱۳۲۳ھ میں ہوا گویا کہ حضرت گنگوہی کے وصال کے 27 سال بعد کا ہے، اور اس میں بھی یہ الفاظ موجود ہیں" آج کل کے مدعی کدو متبحر" گویا حضرت تھانویؒ حضرت گنگوہیؒ کے وصال فرمانے کے 27 سال بعد کے لوگوں کی بات کر رہے ہیں، مگر پھر بھی رضاخانی موصوف نے اس ملفوظ کو حضرت گنگوہیؒ کی ذات پر منطبق کر دیا، تو جس اصول سے یہ ملفوظ حضرت گنگوہیؒ کی ذات پر منطبق ہوسکتا ہے اسی اصول سے وہ ملفوظ بھی مولوی احمد رضاخان کی ذات پر منطبق ہوسکتا ہے۔

پانچواں اعتراض:

رضاخانی موصوف لکھتے ہیں کہ:

"دیوبندی موصوف نے تھانوی صاحب کا جو حوالہ پیش کیا اس میں وہ سیدی اعلی حضرت کا نام نہ دکھا سکے نہ دکھا سکتے ہیں اور نہ کوئی ایسا شاہد موجود ہے جو ان کے ادعاء باطل پر دلالت کرتا ہو، مگر ہم تھانوی صاحب کا ایسا حوالہ پیش کرتے ہیں جس میں سیدی اعلی حضرت کا نام بھی موجود ہے اور ان کے عاشق رسول ﷺ ہونے کے امکان کو مسترد بھی نہیں کیا گیا"

آگے موصوف نے اشرف السوانح کا حوالہ پیش کیا ہے جس میں لکھا ہے کہ حضرت تھانوی مولوی احمد رضاخان صاحب کو برا بھلا کہنے والوں کے جواب میں فرماتے تھے کہ "ممکن ہے ان کی مخالفت کا سبب واقعی حب رسول (ﷺ) ہی ہو اور وہ غلط فہمی سے ہم لوگوں کو حضور ﷺ کی شان میں گستاخ سمجھتے ہوں کیا ٹھکانہ ہے اس رواداری اور حسن ظن اور اہتمام حفظ حدود کا بالخصوص ایک شخص کے انتقال کے بعد کیونکہ خاتمہ کی کس کو خبر ہے کہ کیسا ہوا ہو"۔(اشرف السوانح، ج ا ص ۱۸۸) پس دیوبندیوں کو چاہئے کہ تھانوی صاحب کی پیروی کرتے ہوئے حفظ حدود کا اہتمام رکھیں اور سیدی اعلی حضرت کو برا بھلا کہنے والوں کا شد و مد سے رد کریں"۔(کشف القناع: ص ۲۲۲)

جواب:

واضح رہے کہ یہاں رضاخانی موصوف کا مدعا یہ ہے کہ مولانا تھانوی کی نظر میں فاضل بریلوی عاشق رسول تھے، مگر اشرف السوانح کا جو حوالہ موصوف نے پیش کیا اس میں صاف لکھا ہوا ہے کہ "ممکن ہے" یعنی امکان عقلی کی بات ہو رہی ہے نہ کہ امکان وقوعی کی اور یہ امکان وقوع کو مستلزم نہیں، نیز مفتی مظہر اللہ دہلوی سے سوال ہوا کہ علمائے دیوبند کی عبارات کی وجہ سے ان پر حکم کفر لگایا جائے یا نہیں؟ تو موصوف نے جواب دیا کہ:

"اس میں شک نہیں کہ ان لوگوں سے جو بعض اقوال صادر ہوئے وہ یقیناً کفر ہیں لیکن اب جبکہ یہ لوگ انتقال کر گئے اور یہ معلوم نہیں کہ

توبہ کی یا نہ کی اور ان کی عاقبت کیسی ہوئی ہے اس لئے میرے نزدیک ان کے حق میں سکوت بہتر ہے''۔(فتاوی مظہریہ:ص ۳۷۴)

اور اشرف السوانح میں بھی یہی بات ہے کہ خاتمہ کا ہمیں پتہ نہیں،تو جس بنیاد پر رضاخانی موصوف نے ڈینگ ماری ہے وہی بات علمائے دیوبند کے متعلق مفتی مظہر اللہ صاحب کہہ رہے ہیں،اب ہم رضاخانی موصوف سے سوال کرتے ہیں کہ جب علمائے دیوبند کے متعلق یہ امکان ہے کہ انہوں نے توبہ کرلی اور قرآن وحدیث میں مردوں کو برا بھلا کہنے سے منع کیا گیا تو پھر تم ان کو برا بھلا کیوں کہتے ہو؟ جو جواب آپ کا وہی ہماری طرف سے بھی قبول کرلیں۔

نیز جن بریلوی اکابر نے علمائے دیوبند کی تکفیر نہیں کی ان کے متعلق رضاخانی حضرات کہتے ہیں کہ یہ ان کا حسن ظن تھا،تو اگر ان کے حسن ظن کی وجہ سے ہمارے اکابر مسلمان نہیں ہوتے تو یہاں بھی امکان عقلی کے درجہ میں حسن ظن کی وجہ سے مولوی احمد رضاخان کا عاشق رسول ہونا ثابت نہیں ہوتا،لہٰذا اشرف السوانح کا حوالہ بھی رضاخانی موصوف کو مفید نہیں اور نہ ہی اس سے ان کا مدعا ثابت ہوتا ہے۔

چھٹا اعتراض:

رضاخانی موصوف لکھتے ہیں:

''دیوبندی موصوف کا یہ دعوی کہ جن عقائد کے متعلق تھانوی صاحب نے اظہار خیال کیا وہ سیدی اعلی حضرت رحمتہ اللہ علیہ کے ہیں،یہ بھی سفید جھوٹ ہے،اس لئے کہ سیدی اعلی حضرت رحمتہ اللہ علیہ علم حقیقی کے قائل نہیں،بلکہ آپ نے تو اسی مسئلہ پر اپنے تصنیف لطیف''خالص الاعتقاد'' میں وضاحت کرتے ہوئے فرمایا............(آگے خالص الاعتقاد اور الدولتہ المکیہ سے عبارتیں نقل کرکے یہ باور کرایا کہ مولوی احمد رضاخان کا عقیدہ علم محیط کا نہیں تھا)۔

اس کے بعد لکھتے ہیں:

''جیسا کہ آپ نے جان لیا کہ سیدی اعلی حضرت کا وہ عقیدہ نہیں ہے جس کی نسبت دیوبندی موصوف کررہے ہیں آگے چل کر تھانوی صاحب کو خود بھی اس کا احساس ہوا کہ قائلین علم غیب کا عقیدہ علم محیط والا نہیں اور اس سلسلے میں ان تک غیر مصدقہ اطلاعات پہنچی ہیں،چنانچہ انہوں نے اپنی بات کو اس طرح بدلا ہے:

''ہاں ایک مسئلہ علم غیب ہمارے اور ان کے درمیان ایسا متنازعہ فیہ ہے کہ اس میں اثبات صفت باری تعالی غیر کے لئے لازم آتی ہے مگر اس کی تاویل قادیانیوں کے اقوال کی تاویل سے زیادہ دشوار نہیں اور اب تو سنا ہے کہ وہ علم غیب کو جناب رسول اللہ ﷺ کے لیے ثابت تو کرتے ہیں مگر علم باری تعالی کی طرح علم محیط نہیں ثابت کرتے بلکہ اس کی حد مانتے ہیں......اگر یہ صحیح ہے تو شرک ثابت نہیں ہوتا.....زائد سے زائد الزام ان پر یہ رہا کہ انہوں نے ایسی بات کو مان لیا جو شرعی دلیل سے ثابت نہیں اور یہ شان مبتدع کی ہے نہ کہ کافر کی ۱۴ ذیقعدہ ۱۳۳۲ھ روز سہ شنبہ بعد عصر بر مصلی''۔ملاحظہ فرمائیں''۔(کشف القناع:ص ۲۲۴)

جواب:

(1) یہاں موصوف نے دجل وفریب کا وہ ریکارڈ قائم کیا جو ان کے سابقہ تمام ریکارڈ پر بھاری ہے۔غور فرمائیں،حضرت تھانوی کا یہ ملفوظ ۱۳۳۲ھ کا ہے اور علامہ ساجد خان صاحب نے جو ملفوظ نقل کیا وہ ۲۸ جمادی الاولی ۱۳۵۱ھ کا ہے،تو اس لحاظ سے حضرت تھانوی کو

۱۳۳۲ھ میں یہ اطلاع پہنچی کہ قائلین علم غیب علم محیط نہیں مانتے، مگر ۱۳۵۱ھ میں یہ اطلاع پہنچی کہ قائلین علم غیب کا عقیدہ علم محیط کا ہے، لہذا رضاخانی موصوف کا یہ کہنا کہ آگے چل کر تھانوی کو صاحب کو بھی احساس ہوا کہ قائلین علم غیب علم محیط نہیں مانتے خالص دجل ہے۔

(2) حضرت تھانویؒ اس ملفوظ میں یہ بھی فرمارہے ہیں کہ "یہ شان مبتدع کی ہے" یعنی اگر علم محیط نہیں مانتا ہو تب بھی مبتدع فرمایا اور بقول بریلویہ احمد رضاخان کا عقیدہ تھا علم محیط کا نہیں، پس ہمارا مدعا اس سے بھی ثابت ہوا کہ حضرت تھانوی احمد رضاخان کو بدعتی وغیرہ سمجھتے تھے نہ کہ عاشق رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)۔

(3) رضاخانی موصوف نے یہ ملفوظ پیش کرنے سے پہلے یہ کہا کہ "تھانوی صاحب کو غیر مصدقہ اطلاعات پہنچی ہیں" یعنی ۱۳۳۲ھ میں حضرت نے جو فرمایا کہ قائلین علم غیب علم محیط نہیں مانتے، وہ غیر مصدقہ اطلاعات پر مبنی ہے، اس لحاظ سے بھی موصوف کو یہ ملفوظ مفید نہیں۔

ضروری نوٹ:

مولوی احمد رضاخان صاحب کا عقیدہ علم محیط کا تھا، اس سلسلہ میں تفصیل علامہ ساجد خان صاحب حفظہ اللہ کے "دروس مناظرہ" میں ملاحظہ فرمائیں، یہاں طوالت کی وجہ سے ہم نظرانداز کررہے ہیں۔

ساتواں اعتراض:

رضاخانی موصوف لکھتے ہیں:

''جس طرح دیوبندی موصوف نے ایک عمومی بات سے سیدی اعلی حضرت اعلی رحمتہ اللہ علیہ کا نام کشید کرنے کی کوشش کی ہے اس طرح تو تھانوی صاحب ملفوظات سے ماسٹر امین اوکاڑوی بدعقل اور بدفہم بھی ثابت ہوتا ہے......(آگے دلیل کے طور پہ ایک ملفوظ نقل کیا ہے ناقل)

پھر لکھتے ہیں:

پس اب کیا فرماتے ہیں دیوبندی موصوف کہ وہ اپنے آنجہانی ماسٹر اوکاڑوی کو بدفہم اور بدعقل سمجھتے ہیں کہ نہیں؟ اگر نہیں سمجھتے تو پھر اس کی وجہ کیا ہے؟ -ملاحظہ فرمائیں''۔(کشف القناع: ص ۲۲۵,۲۲۶)

جواب:

جی نہیں، ہم حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمتہ اللہ علیہ کو بدفہم اور بدعقل نہیں سمجھتے اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت تھانویؒ یہ باتیں انگریزی اسکول کے ماسٹروں کے متعلق فرمارہے ہیں اور مولانا اوکاڑوی رحمہ اللہ اسلامیات پڑھاتے تھے، پس اس لحاظ سے اس ملفوظ کو حضرت مولانا امین صفدر اوکاڑوی رحمہ اللہ پرفٹ پر کرنا بقول آپ کہ:

''موضوع اور دلیل میں تقریب تام موجود نہیں، یہ بھی عاجزی کی دلیل ہے''۔(کشف القناع: ص ۲۲۰)

اور علامہ ساجد خان صاحب کے پیش کردہ ملفوظ میں ایسا عقیدہ رکھنے والوں کو بدفہم، بدعتی، لغویات ہانکنے والا کہا گیا ہے جیسا عقیدہ مولوی احمد رضاخان صاحب کا بھی تھا۔

خلاصہ کلام:

رضاخانی موصوف نے یہ ثابت کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا کہ تھانوی صاحب فاضل بریلوی کو بدعتی، لغویات ہانکنے والا نہیں بلکہ عاشق رسول سمجھتے تھے، مگر موصوف اپنی تمام تر توانائی صرف کرنے کے بعد بھی اپنا مدعا ثابت کرنے میں ناکام رہے اور اب تک کی گفتگو سے واضح ہو چکا کہ موصوف کے اعتراضات کی عمر پانی کے بلبلے جتنی بھی نہیں۔ الحمد اللہ ہم نے انہی کے پیش کردہ دلائل سے ان کا مدعا باطل اور اپنے مدعا کو حق ثابت کیا، اس صورت میں اب یہ اشعار انہی کی نذر ہیں کہ:

الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا
شیشے کے گھر میں بیٹھ کے پتھر ہیں پھینکتے
دیوار آہنی پہ حماقت تو دیکھئے

حضرت تھانویؒ کے نظریات فاضل بریلوی کے متعلق رضاخانی کتب سے

اب چلئے زرا موصوف کو ان کے گھر کی سیر بھی کرا دیتے ہیں کہ حضرت تھانوی رحمتہ اللہ علیہ فاضل بریلوی کو کیا سمجھتے تھے؟۔ رضاخانی نام نہاد محقق ابو عبداللہ لکھتا ہے:

''یہ دیوبندیوں کے اشرفعلی دیوبندی تھانوی ہی کا کام ہے کہ اس ظالم وکافر گرنے بریلی میں رہنے والے تمام مسلمانوں کو مسلمان ماننے ہی سے انکار کر دیا''۔ (ہدیہ بریلویت پر ایک نظر: ص ۵۱)

مولوی غلام مہر علی رضاخانی نے عنوان قائم کیا:

''تمام بدعتی شیطان ہیں''

اور آگے ملفوظات حکیم الامت سے حوالہ جات نقل کیا کہ تھانوی صاحب کے نزدیک تمام بدعتی شیطان ہیں، اور بدعتی کافر سے بھی بدتر ہیں، ملاحظہ فرمائیں۔ (دیوبندی مذہب: ص ۲۹۵)

حامد حسین قریشی رضاخانی لکھتا ہے:

''مباہلہ کیلئے حامد حسین قریشی حامد رضوی قادری تیار ہے مباہلہ اس پر ہوگا!

وہابی نجدی علماء دیوبندی اشرف علی تھانوی، رشید احمد گنگوہی، محمد قاسم نانوتوی، خلیل احمد انبیٹھوی، اسمٰعیل قتیل دہلوی نام نہاد شہید، حسین احمد صاحب نام نہاد مدنی اور محمود الحسن دیوبندی کا مسلک یہ ہے کہ اعلیحضرت احمد رضاخان بریلوی کے عقائد خلاف قرآن و احادیث ہیں ان میں شرک و بدعت وضلالت کی ملاوٹ ہے''۔ (میزائل بہ طمانچہ و مجتہد دیوبندی: ص ۳۳۵)

ان حوالہ جات پر تبصرہ کرنے کی ضرورت نہیں، البتہ رضاخانی موصوف کو مشورہ ہے کہ وہ اپنے اعلیٰ حضرت کی قبر پر جا کر اس شعر کا ورد کریں:

ہیں دلیلیں تیرے خلاف مگر

سوچتا ہوں تری حمایت میں

فاضل بریلوی کے شعر پر حضرت تھانوی کا فتوی

کوثر نیازی کا یہ جھوٹا بیان، جسے مولوی کوکب اوکاڑوی نے سفید و سیاہ میں نقل کیا تھا کہ حضرت تھانوی اعلی حضرت کو عاشق رسول کہتے تھے، اس کی تردید کرتے ہوئے علامہ ساجد خان صاحب حفظہ اللہ نے امداد الفتاوی سے ایک فتوی نقل کیا ہے جو فاضل بریلوی کے اس شعر سے متعلق ہے:

میں تو مالک ہی کہونگا کہ ہو مالک کے حبیب
یعنی محبوب و محب میں نہیں میرا
(حدائق بخشش)

حضرت علامہ ساجد خان صاحب نے لکھا ہے کہ حکیم الامت حضرت تھانویؒ کے سامنے خان صاحب کے یہ اشعار پیش ہوئے تو حضرت تھانوی نے اس پر کفر کا فتوی دیا''۔ آگے امداد الفتاوی سے ایک فتوی نقل کر کے یہ تبصرہ کیا ہے کہ:

''کیا اس واضح فتوے کے بعد بھی کوئی کہہ سکتا ہے کہ حضرت تھانوی رحمتہ اللہ علیہ نے احمد رضا خان کو عاشق رسول ﷺ تسلیم کیا ہے؟ حیرت ہے کہ حضرت تھانوی کی تیس جلدوں پر مشتمل ملفوظات بتیس جلدوں پر خطبات ہزار سے زائد تصنیفات میں تو کہیں بھی ایسی کوئی بات نہیں ملتی مگر ان کی وفات کے بعد نامعلوم مریدوں کے خطوط بریلویوں کو موصول ہونا شروع ہو جاتے ہیں کہ حضرت تھانوی احمد رضا خان صاحب کو معاذ اللہ عاشق ﷺ مانتے ہیں''۔ (دفاع ص ۵۸،۵۷)

رضاخانی اعتراضات:

اس پر رضاخانی موصوف نے چند اعتراض کیے ہیں ہم اختصاراً ان اعتراضات کو نقل کر کے جواب عرض کرتے ہیں، ملاحظہ فرمائیں

اعتراض: یہ فتوی تھانوی صاحب کا ہے ہی نہیں دیوبندی موصوف نے دجل و فریب سے کام لیا ہے اس فتوے کو لکھنے والا کوئی محمد عبدالواحد نامی شخص ہے۔ (ملاحظہ فرمائیں، کشف القناع: ص ۲۲۷ تا ۲۲۹)

جواب (1):

لگتا ہے رضاخانی موصوف اپنے گھر کی کتابوں اور اپنے بھانڈ مزاج مولویوں کے وضع کردہ اصولوں سے بھی ناآشنا ہیں ورنہ یہ اعتراض کبھی نہ کرتے، اگرچہ یہ فتوی مولوی محمد عبدالواحد صاحب نے لکھا ہے، مگر اس کے دیگر پہلوؤں پر غور کریں تو اس فتوے کو حضرت تھانویؒ کی طرف منسوب کرنا بالکل غلط نہ ہوگا۔ عبدالواحد صاحب لکھتے ہیں:

''دو پرچہ سوالات مرسلہ قاضی سید اسماعیل صاحب حضرت اقدس حکیم الامت مجدد الوقت مولانا الحاج الحافظ الشاہ اشرف علی صاحب دام اللہ فیوضہم کے دارالافتاء میں پہنچے ہیں''۔ (امداد الفتاوی: ج ۶ ص ۶۹)

آگے لکھتے ہیں کہ:

''ان سوالات کے متعلق احکام شرعی کا اظہار تو حضرت اقدس نے اپنے متعدد اور قدیم فتووں میں فرما دیا ہے جو اہل فہم کے لئے ہر طرح

اطمینان اور تسلی کا باعث ہو سکتے ہیں لیکن ان افترا پردازوں کے دام فریب سے بچانے کے لئے.....صرف احکام شرعی کا اظہار جو مختصر الفاظ میں ہو کافی نہیں ہو سکتا اس لئے حضرت اقدس کی اجازت سے سوالات متذکرہ صدر کے بارے میں مفصل جواب حوالۂ قلم کئے جاتے ہیں''۔

(امداد افتاوی: ج۶ص ۷۰,۷۱)

اسی طرح مضمون کے آخر میں یہ حوالہ دیا ہے:

''تمتہ خامسہ: ص 34''

(ملاحظہ ہو امداد الفتاوی جلد ششم ص ۸۳)

اور امداد الفتاوی کے مقدمہ میں مفتی شفیع صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''۱۳۲۶ھ سے امداد الفتاوی کی اشاعت بعنوان تتمہاے امداد لفتاوی ہوئی.....اور ۱۳۳۵ھ سے ۱۳۴۷ھ فتاوی ایک ہی مجموعہ بنام تمتۂ خامسہ تھانہ بھون سے ۱۳۴۷ھ میں شائع ہوا''۔(امداد الفتاوی: ج ا ص ۱۹۵)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ محمد عبد الواحد صاحب نے جوابات تمتۂ خامسہ سے نقل کیا ہے جو حضرت تھانوی رحمہ اللہ ہی کے فتاوی ہیں ۔

خلاصہ کلام:

ان معروضات کا ماحاصل یہ ہے کہ سوالات حضرت تھانوی کے دارالافتاء میں آئے اور جوابات حضرت کی اجازت سے لکھے گئے بلکہ حضرت ہی کے مضمون سے نقل کیے گئے، تو اب اس فتوے کی نسبت حضرت تھانوی کی طرف کرنا ہرگز غلط نہیں (رضاخانی اصول سے)

جواب:(2)

اگر رضاخانی موصوف کے نزدیک اس فتوے کی نسبت حضرت تھانویؒ کی طرف کرنا اس لئے دجل وفریب ہے کہ اس کا لکھنے والا کوئی اور ہے تو موصوف اپنے گھر کے ان مولویوں کے متعلق کیا ارشاد فرمائیں گے جنہوں نے نسبندی کے حرام ہونے کے فتوے کو مصطفی رضا خان بریلوی کا فتوی قرار دیا جبکہ اس فتوے کو لکھنے والا بھی کوئی اور ہے، تفصیل ملاحظہ ہو:

رضاخانی مولوی سید شاہ علی رضوی لکھتا ہے:

''اس حال میں پاسبان ناموس رسالت، ملت اسلامیہ کے عظیم مجاہد، اہل سنت کے تاجدار حضرت مفتی اعظم اپنے علمی وروحانی وقار سے جابر حاکم کے سامنے کلمۂ حق کہنے کھڑے ہوئے آپ نے بے باکی اور حق گوئی سے کام لیتے ہوئے فتوی جاری کیا:

''نس بندی حرام ہے، حرام ہے، حرام ہے''

.....اندیشۂ سود وزیاں سے بے نیاز ہو کر حضرت مفتی اعظم کا جرأت مندانہ اقدام دین مصطفیٰ کی حفاظت کا ذریعہ بن گیا اور ظالم و جابر حاکم ایمرجنسی کے دور میں آپ کے فتویٰ کے مقابل بے بس ہو کر رہ گیا''۔(جہان مفتی اعظم: ص ۱۲۸)

یہ رضاخانی صاحب تو ہاتھ ہی میں نہیں آرہے ہیں، جبکہ جس فتوے کو یہ اپنے مفتی اعظم کا مجاہدانہ کردار اور جرأت مندانہ اقدام قرار دے رہے ہیں وہ فتوی ان کا ہے ہی نہیں، اس فتوے کے آخر میں فتوی لکھنے والے کا نام اس طرح لکھا ہے:

''محمد اعظم غفرلہ

خادم رضوی دارالافتاء بریلی شریف''
(ملاحظہ فرمائیں، سہ ماہی دامن مصطفی بریلی کا مفتی اعظم نمبر: ص۱۴۱)
اب کیا فرماتے ہیں رضاخانی موصوف کہ یہ مولوی سید شاہ علی رضوی کا دجل وفریب ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو وجہ کیا ہے؟

الزامی جواب

موصوف نے ناشر کی عبارت کو حضرت مولانا منظور نعمانی صاحبؒ کی طرف صرف اس لئے منسوب کیا کہ انہوں نے اس کی تردید نہیں کی۔ اسی طرح کوثر نیازی کے بیان کو اس بنیاد پر سچا ٹھرایا کہ حضرت تھانویؒ کے شاگردوں نے بھی اس کی تردید نہیں کی تو اب یہ فتویٰ کسی ناشر نے نہیں بلکہ خود حضرت حکیم الامت کے فتاوی میں ان کی زندگی میں شائع ہوا ان کے کس شاگرد نے اس کی تردید نہیں کی تو خود آپ کے اصول سے یہ فتوی حضرت حکیم الامتؒ ہی کا بنتا ہے۔

اعتراض: رضاخانی موصوف لکھتے ہیں کہ:

''یہ بھی نرا جھوٹ ہے کہ یہ اشعار تھانوی صاحب کے پاس پیش ہوئے، سائل نے تو ان اشعار کے متعلق پوچھا ہی نہیں.... یہ تو صاحب رسالہ نے کمال فنکاری سے اپنی طرف سے ذکر دیئے''۔ (ص۲۲۸)

جواب: یہ بھی موصوف کی جہالت ہے، یہ رسالہ حضرت تھانویؒ کی اجازت سے لکھا گیا ہے، اب ظاہر ہے کہ حضرت نے نظر ثانی فرمائی ہوگی تو یہ شعر اور اس پر حکم شرع دیکھا ہی ہوگا یا یہ بھی ہوسکتا ہے کہ حضرت نے ہی حکم دیا ہو کہ اس شعر کو بھی شامل کر کے اس پر بھی حکم شرع عائد کرو، پس یہ جھوٹ کہاں ہوا؟۔

اعتراض: رضاخانی موصوف لکھتے ہیں:

''دیوبندی حکیم الامت کے بتیس جلدوں کے خطبات اور تیس جلدوں کے ملفوظات اور ہزار سے زائد تصنیفات میں ایک بھی فتوی اعلی حضرت کا نام لے کر ان کے خلاف موجود نہیں''۔ (کشف القناع: ص۲۳۰)

جواب: موصوف کو اپنی لکھی ہوئی بات بھی یاد نہیں رہتی ارشد القادری صاحب لکھتے ہیں کہ:

''بات کہہ کر بھول جانا جھوٹا ہونے کی علامت بتائی گئی ہے''۔ (زیروزبر)

موصوف کا حال بھی تقریباً یہی ہے ایک صفحہ پر ایک اصول اگلے صفحہ پر اپنے ہی اصول کا خون۔ بہر حال بات طویل نہ ہو ہم موصوف کو یاد دلا دیتے ہیں کہ ابھی چند صفحات قبل انہوں نے کیا کہا تھا- موصوف لکھتے ہیں:

''تھانوی صاحب نے ملفوظات کی اسی جلد میں صفحہ نمبر ۳۸ پر کہا ہے کہ:

''ہم اس کو بھی کچھ نہیں کہہ سکتے''۔ (کشف القناع: ص۲۲۰)

حضرت تھانویؒ کے اس ملفوظ کے متعلق رضاخانی موصوف یہ تسلیم کر رہے ہیں کہ اس میں گفتگو مولوی احمد رضا خان کے متعلق ہو رہی ہے اور اسی ملفوظ میں حضرت تھانویؒ نے مولوی احمد رضا خان کو بدعتی اور بد دین کہا ہے۔ اس کھلے اقرار کے بعد پھر یہ اعتراض کرنا کہ تھانوی صاحب نے خان صاحب کو کچھ نہیں کہا کسی عقل سے پیدل علم سے خالی مادر زاد یتیم کا ہی کام ہوسکتا ہے۔

علاوہ ازیں ما قبل میں ہم نے دیوبندی مذہب، ہدیہ بریلویت پر ایک نظر اور میزائل جو موصوف کے گھر کی کتابیں ہیں ان کے حوالہ جات پیش کر آئے ہیں کہ حضرت تھانوی مولوی احمد رضا خان کو کیا سمجھتے تھے؟

آپ بیتی

رضا خانی موصوف لکھتے ہیں:

''ارباب نظر اور اصحاب نقطہ شناس کو پہلے سے ہی پتہ تھا کہ دیوبندی موصوف نرا جاہل ہے اور مطالعہ تو بالکل ہی نہیں، چند حوالہ جاتی کتابچہ موصوف نے اسی سلسلہ میں رکھے ہوئے ہیں اور انہیں پر موصوف کا گزارا ہوتا ہے، مزید چند مشٹنڈوں کی معاونت بھی حاصل ہے جو اس کی جہالت کو مزید چار چاند لگا دیتے ہیں''۔(کشف القناع:ص۲۲۹)

جواب: کہتے ہیں چیونٹی کو جب موت آتی ہے تو اس کے پر نکل آتے ہیں، موصوف نے علامہ ساجد خان صاحب حفظہ اللہ کے متعلق بکواس تو کر دی مگر ثبوت پیش نہیں کیا۔ مگر آئیے ہم بتاتے ہیں کہ خود موصوف کی علمی حیثیت کیا ہے؟ اور ثبوت بھی انہی کے قلم سے دیں گے۔

موصوف اسی کتاب کے پیش لفظ میں لکھتے ہیں:

''راقم الحروف مشکور ہے فاتح رافضیت، فاضل جلیل، حضرت علامہ مولانا محمد علی رضوی صاحب حفظہ اللہ کا جنہوں نے اس میں نہ صرف مشوروں کی حد تک تعاون کیا بلکہ مضامین کی تیاری میں حوالوں کی دستیابی سے لے کر لفظوں کے انتخاب تک ہر وقت فقیر کے سنگ رہے''۔

(کشف القناع:ص ۳۴)

آگے لکھا ہے کہ:

''حضرت مولانا محمد علی حنفی صاحب، حضرت مولانا مظفر رضوی صاحب، حضرت مولانا ابو حامد رضوی صاحب، اور عزیزم احمد رضا قادری صاحب، علی معاویہ صاحب وغیرہم کا بھی مشکور و ممنون ہوں جو حوالہ جات کی دستیابی میں معاون رہے اور اپنے قیمتی مشوروں سے نوازتے رہے''۔(ایضاً)

یعنی موصوف کو اتنے مشٹنڈوں کی معاونت حاصل رہی تب جا کر دفاع کے کم و بیش ۱۱۳ صفحات کا یہ نام نہاد جواب تیار ہوا۔ مزے کی بات یہ ہے کہ ان مشٹنڈوں کو بھی پتہ تھا کہ یہ رضا خانی نرا جاہل ہے اسی لئے محمد علی رضوی نہ صرف مشورے اور حوالہ جات کی دستیابی تک بلکہ مضامین کی تیاری اور لفظوں کے انتخاب تک ساتھ رہا کہ کہیں یہ جاہل کچھ گڑبڑ نہ کر دے۔

رضا خانیو! تمہیں تو اب ڈوب مرنا چاہئے کیونکہ علامہ ساجد خان صاحب کو گالی دینے کے لئے جس پہلوان کا تم نے انتخاب کیا اس کا حال یہ ہے کہ اسے اردو زبان میں لکھی جانے والی کتاب میں بھی لفظوں کے انتخاب کے لئے معاون کی ضرورت ہے تھو۔تھو۔۔تھو۔۔

مولانا سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ کی طرف منسوب حوالہ اور رضا خانی موصوف کی شکست

مولوی کوکب اوکاڑوی نے مولانا سید سلیمان ندوی رحمتہ اللہ علیہ کی طرف ایک حوالہ منسوب کیا جس میں مولوی احمد رضا خان صاحب کو عالم اسلام کا اسکالر اور بہت بڑا محقق و فقیہ تسلیم کیا گیا اور ان کی کتب کو حضرت تھانوی، حضرت شیخ الہند و شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمتہ اللہ علیہم

اجمعین کی کتابوں پر ترجیح دی گئی ہے۔ اس حوالہ کی تردید کرتے ہوئے علامہ ساجد خان صاحب حفظہ اللہ لکھتے ہیں کہ:
''پھر اگر خان صاحب کی کتب اتنی ہی اعلیٰ پائے کی تھیں کہ ندوی مرحوم ان جلیل القدر علمائے دیوبند (علامہ تھانوی، شیخ الہند و علامہ عثمانی رحمتہ اللہ علیہم اجمعین) پر ترجیح دے رہے ہیں تو ندوی مرحوم کی کسی ایک کتاب کا حوالہ دیں جس میں ندوی رحمتہ اللہ علیہ نے خان صاحب کی ان تحقیقات کا حوالہ دیا ہو یا ان سے استفادے کا کہا ہے''۔ (ملاحظہ ہو، دفاع ص ۵۹,۶۰)
رضاخانی موصوف نے اپنے بڑوں کے اس جھوٹ کو تسلیم کیا مگر اسی کے ساتھ اپنے حواریوں کے بیچ اپنا بھرم قائم رکھنے کے لئے ذرا ہیرا پھیری بھی کی، پہلے حوالہ جھوٹا ہونے کے متعلق موصوف کا یہ اقرار ملاحظہ فرمائیں، لکھتے ہیں کہ:
''دیوبندی موصوف نے اس کے بعد بھی "سفید و سیاہ" کے چند حوالوں کی نشاندہی کرکے کوئی بہت بڑا تیر نہیں مارا، اور نہ ہی تحقیق کے کسی نئے باب کا آغاز کیا ہے، بلکہ یہ پرانی کہانی ہے جس کے متعلق سب سے پہلے علمائے اہل سنت نے نشاندہی فرمائی کہ جن ذرائع سے یہ حوالے مذکورہ مؤلفین تک پہنچے ان کی تصدیق نہ ہوسکی۔ اس کے بعد علماء اہل سنت و جماعت بریلوی نے بانگ دھل اس بات کا اعلان کیا کہ ان حوالوں کی تصدیق نہیں ہوسکی''۔ (کشف القناع: ص ۲۳۳)
یہاں رضاخانی موصوف نے یہ نہیں بتایا کہ سب سے پہلے کس رضاخانی نے ان حوالہ جات کی نشاندہی کی اور بانگ دھل یہ اعلان کب کیا؟ اگر بتادیتے تو اس پر بھی گفتگو ہوجاتی مگر شاید موصوف کو پتہ ہوگا کہ دیوبندیوں کے سامنے اپنے ان علماء کا نام ذکر کرنا خودکشی کے مترادف ہے، اس لئے انہیں گھونگھٹ میں رکھنا ہی بہتر سمجھا۔ بہرحال موصوف نے یہ تو تسلیم کرلیا کہ مولوی کوکب اوکاڑوی و دیگر بریلوی مصنفین کے پیش کردہ جن حوالوں کی علامہ ساجد خان صاحب حفظہ اللہ نے نشاندہی کی وہ واقعی جھوٹ پر مبنی ہیں۔

رضاخانی موصوف کی شکست

علامہ ساجد خان صاحب کا سوال یہ ہے کہ:
''ندوی مرحوم کی کسی کتاب سے ایک حوالہ پیش کیا جائے جس میں فاضل بریلوی کی تحقیقات کا حوالہ دیا ہو یا ان سے استفادہ کا کہا ہو''
اس سوال کو ذہن میں رکھ کر رضاخانی موصوف کے جواب کی یہ عبارت ملاحظہ فرمائیں:
''اگر دیوبندی موصوف سید سلیمان ندوی کے خیالات سیدی اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ علیہ کے متعلق جاننا چاہتے ہیں تو ہم "ندوہ" کے ترجمان رسالہ "معارف" کا حوالہ پیش کرتے ہیں''۔ (کشف القناع: ص ۲۳۱)
یہاں موصوف نے معارف کا جو حوالہ پیش کیا اس پر آگے گفتگو کریں گے، سردست موصوف کی عاجزی و بے بسی ملاحظہ کریں لکھتے ہیں:
''باقی رہا یہ کہ ندوی صاحب نے کہیں بھی اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ علیہ کی تحقیقات کا حوالہ نہیں دیا تو یہ ان کا مسلکی تعصب تھا کیونکہ ندوی صاحب دیوبندیوں کے حکیم الامت تھانوی کے کفش بردار اور دریوزہ گر تھے پس ایسی صورت میں وہ سیدی اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ علیہ کی تحقیقات کا حوالہ نہ بھی دیں تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے''۔ (کشف القناع: ص ۲۳۲)
نتیجہ: موصوف نے معارف کا حوالہ پیش کرکے موضوع سے فرار اختیار کی ہے، کیونکہ علامہ ساجد خان صاحب کا سوال یہ تھا کہ کسی کتاب سے حوالہ پیش کرو کہ ندوی مرحوم نے ان تحقیقات کا حوالہ دیا ہو۔ جس سے عاجز آکر رضاخانی موصوف نے یہ اقرار تو کرلیا کہ سید سلیمان ندوی

صاحب نے کہیں بھی فاضل بریلوی کی تحقیقات کا حوالہ نہیں دیا مگر موضوع سے فرار کے متعلق خود موصوف نے لکھا ہے کہ:

''موضوع سے فرار اختیار کرنا اصول مناظرہ کی رو سے شکست قرار پاتی ہے''۔(کشف القناع:ص ۲۱۹)

پس اس لحاظ سے رضاخانی موصوف اپنی شکست تسلیم کریں۔باقی یہ کہنا کہ مسلکی تعصب کی وجہ سے کوئی حوالہ نہیں دیا تو یہ خود رضاخانی کا مسلکی تعصب ہے اس لئے کہ بقول جب وہ اپنے رسالہ میں خان صاحب کی کتب کا زبردست تعارف دے سکتے ہیں ان کی تحقیقات کی داد دے سکتے ہیں یہاں ان کا مسلکی تعصب آڑے نہیں آیا تو کسی کتاب میں اگر استفادہ کیا ہوتا تو اس کا ذکر کرتے وقت مسلکی تعصب کیوں آڑے آئے؟ لیکن ظاہر ہے رضاخانی صاحب کو ایک جھوٹ پر پردہ ڈالنے کیلئے پے در پے اعلیٰ حضرت بریلوی کی طرح کئی جھوٹ بولنے پڑیں گے۔

معارف کے حوالے کی حقیقت:

اب آئیے معارف کے حوالے کی طرف جسے موصوف نے یہ کہہ کر پیش کیا ہے کہ:

''اگر دیوبندی موصوف سید سلیمان ندوی کے خیالات سیدی اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ علیہ کے متعلق جاننا چاہتے ہیں تو ہم''ندوہ'' کے ترجمان رسالہ''معارف'' کا حوالہ پیش کرتے ہیں یہ رسالہ سید سلیمان ندوی کی ادارت میں نکلا کرتا تھا''۔(کشف القناع:ص ۲۳۱)

جواب:

اول تو یہی جھوٹ ہے کہ''معارف''ندوہ کا ترجمان ہے، کیونکہ یہ رسالہ دارالمصنفین اعظم گڑھ سے چھپتا تھا جس میں ہر قسم کے لوگ شامل تھے حتیٰ کہ جس رسالہ کا موصوف نے حوالہ دیا اس میں بریلوی پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد صاحب کا مضمون بھی شامل ہے، نیز اس رسالہ پر غلبہ جماعت اسلامی والوں کا تھا۔

ثانیاً یہ بھی جھوٹ ہے کہ یہ رسالہ سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ کی ادارت میں نکلا رضاخانی موصوف نے جو حوالہ دیا وہ یہ ہے:

''معارف نمبر 2 جلد 89 ص 158,157 ،رمضان المبارک ۱۳۸۱ھ،مطابق فروری 1962''

اول بات تو یہ کہ حضرت مولانا سید سلیمان ندوی صاحب ۱۹۱۶ء سے ۱۹۴۶ء تک معارف کے مدیر رہے اس کے بعد آپ نے استعفیٰ دے دیا تھا۔(اشاریہ معارف اعظم گڑھ،ص ۱۴)

دوسری بات مولانا سید سلیمان ندوی رحمتہ اللہ علیہ کا انتقال 1953ء میں ہوا ہے تو وہ 1962 میں نکلنے والے رسالہ کے مدیر کیسے ہو سکتے ہیں؟ یہ ہے اس آدمی بلکہ کئی مسٹنڈوں کی کوششوں سے تیار کردہ ان کی تحقیق کا حال۔اس رضاخانی نے جگہ جگہ کئی صفحات حضرت مولانا ساجد خان صاحب نقشبندی حفظہ اللہ پر سیاہ کئے کہ اس کو فلاں بات کی تحقیق نہیں فلاں کا پتہ نہیں کیا محقق ایسے ہوتے ہیں؟۔حضرت مدنی رحمہ اللہ پر تو اس نے حدیث بھی پیش کر دی کہ جھوٹے آدمی کیلئے اتنا ہی کافی ہے کہ ہر سنی سنائی بات کو آگے نقل کر دے۔اب رضاخانی جواب دے کہ ان احادیث کا اول مصداق یہ خود ہے کہ نہیں؟

مگر اس بیچارے کا کیا قصور؟ اس نے تو تحذیر الناس تک کا مطالعہ نہیں کیا اسے تو اس ان مسٹنڈوں نے جن کا ذکر کتاب کے شروع میں کیا پکڑا دیا اس نے خوش ہو کر نقل کر دیا کہ بڑا تیر مارا ہے؟

ثالثاً رضاخانی موصوف نے جو اقتباس نقل کیا وہ فتاویٰ رضویہ پر تبصرے کا ہے اور اس کے آخر میں''م،ج''لکھا ہوا ہے یعنی مبصر کوئی

مجہول شخص ہے، پس اس کی نسبت مولانا سید سلیمان ندوی کی طرف کرنا ایسا ہی ہے جیسے مولوی احمد رضا خان صاحب نے "قائل وقوع کذب کافر نہیں" کا فتوی لکھ کر حضرت گنگوہی کی طرف منسوب کیا تھا۔ نیز رضا خانی پارٹی کے ترجمان رسالہ کلمۂ حق شمارہ 15 ص 85 پر لکھا ہوا ہے کہ:

''کتابوں پر تبصرہ سرسری مطالعہ کے بعد کیا جاتا ہے کتاب کے ہر ہر لفظ سے ادارہ کا اتفاق ضروری نہیں''

تو فتاوی رضویہ پر بھی تبصرہ سرسری مطالعہ کے بعد ہی کیا گیا ہوگا اس لئے ایسے تاثرات دے دیے گئے، مگر ادارہ اس سے متفق نہیں اگر بالفرض ہو بھی تو سابقہ معروضات کے پیش نظر اس مضمون کی نسبت مولانا سید سلیمان ندوی کی طرف ہرگز نہیں کی جا سکتی اور یہ صریح جھوٹ ہے جس کا ارتکاب اس کذاب اس کذاب اعظم نے یہاں کیا اس کے اس قسم کے اکاذیب کے متعلق ہم کتاب کے شروع میں تبصرہ کر آئے ہیں۔ بہرکیف یہ ہے اس حوالے کی حقیقت جسے پیش کر کے رضا خانی موصوف اپنے بڑوں کے جھوٹ پر پردہ ڈالنا چاہتے تھے یا ہیرا پھیری کر کے اس جھوٹ کو ہلکا کرنا چاہتے تھے مگر اس کوشش میں انہیں مزید جھوٹ بولنے پڑے۔

اب مزید سنئے! آگے صفحہ ۲۳۴ پر رضا خانی موصوف نے علامہ ساجد خان صاحب حفظہ اللہ پر ایک جھوٹ کا الزام لگایا (جس کا تفصیلی جواب ان اشاء اللہ رضا خانی موصوف کی دافع ازالتہ الوسواس کے جواب میں آئے گا) مگر اس سے پہلے یہ اصول لکھا کہ:

''دیوبندی موصوف کو تو قطعاً یہ زیب نہیں دیتا تھا کہ وہ ان حوالوں کے متعلق اعتراض کریں کیونکہ آنجناب خود اس جرم کے مرتکب ہیں''۔ (کشف القناع: ص ۲۳۳)

یعنی اگر کوئی جھوٹا حوالہ نقل کرے تو اسے یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ کسی پر یہ اعتراض کرے، تو اب اسی اصول سے رضا خانی موصوف کو بھی یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ علامہ ساجد خان صاحب حفظہ اللہ پر اعتراض کریں کیونکہ آنجناب خود "معارف" کا حوالہ پیش کر کے اس جرم کے مرتکب ہوئے ہیں۔

شیخ الاسلام حضرت مدنی پر جھوٹے حوالے کا الزام اور ہدایتہ البریہ پر رضا خانیوں کی ہیرا پھیری

جھوٹ بولنے، حوالہ جات گڑھنے اور عبارات میں ہیرا پھیری کرنے میں رضا خانی پارٹی ورلڈ چیمپئن ہے۔ اسی طرح یہ پارٹی کسی کی بھی عبارت یا مضمون کسی کی طرف بھی منسوب کر دینے میں ذرا بھی نہیں شرماتے اور اس فن میں تو فاضل بریلوی کو کمال حاصل تھا۔ اس کی ایک مثال فاضل بریلوی کی بدنام زمانہ کتاب حسام الحرمین سے ملاحظہ فرمائیں۔ جناب فاضل بریلوی لکھتے ہیں:

''ایک اور فرقہ قاسمیہ ہے جو قاسم نانوتوی کی طرف منسوب ہے، اس کی مشہور کتاب "تحذیر الناس" نے بڑا فتنہ برپا کر رکھا ہے یہ اپنے رسالہ میں یہاں تک لکھ گیا ہے:

''بلکہ بالفرض آپ کے زمانہ میں کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے، بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی بھی کوئی نبی پیدا ہو تو بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا عوام کے خیال میں تو رسول اللہ کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ ﷺ سب میں آخری نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن کہ تقدم و آخر زمانہ میں بالذات کچھ فضیلت نہیں''۔ (حسام الحرمین، اردو: ص ۲۰)

اب آپ تحذیر الناس کھنگال ڈالیے یہ عبارت کہیں نہیں ملے گی مگر فاضل بریلوی نے شرم و حیاء بالائے طاق اور خدا خوفی سے بے نیاز ہو کر اپنی لکھی ہوئی عبارت حضرت امام نانوتوی رحمتہ اللہ علیہ کے سر تھوپ دی۔ اسی طرح حضرت گنگوہی پر بہتان لگاتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اس کا ظلم اور گمراہ کن پراپیگنڈا یہاں تک بڑھا کہ اب اس نے ایک فتوی شائع کیا ہے جو ممبئی سے چھپا ہے اس پر ان کی مہریں ثبت ہیں اور میں اپنی آنکھوں سے یہ فتوی دیکھ چکا ہوں، اس میں اس نے صاف لکھا ہے کہ جو اللہ تعالی کو بالفعل جھوٹا مانے اور تصریح کرے گا کہ اللہ تعالی نے کھوٹ بولا وہ بڑا گنہگار ہو گا مگر اس کے باوجود ایسے شخص کو کافر نہ کہو بلکہ فاسق بھی نہ کہو''۔(حسام الحرمین: اردو، ص ۲۵)

اس فتوے کا بھی کہیں کوئی وجود نہیں، فاضل بریلوی نے جس طرح تحذیر الناس کے حوالے سے عبارت بنائی اسی طرح ایک جھوٹا فتوی حضرت گنگوہی کی طرف منسوب کر کے کفر کا فتوی داغ دیا۔ موصوف کی انہی کارستانیوں کا پردہ چاک کرنے کے لئے شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمتہ اللہ علیہ نے حسام الحرمین کے جواب میں الشہاب الثاقب لکھی جس میں مولوی احمد رضا خان صاحب کی ان عیاریوں، مکاریوں اور دجل وفریب کو اجاگر کیا اور ان کی کذب بیانیوں کے دندان شکن جوابات دیئے۔

اسی کتاب میں حضرت مدنی رحمتہ اللہ علیہ حفظ الایمان کی عبارت پر الزام کے جواب میں خان صاحب کی گرفت کرتے ہوئے الزامی طور پر ''سیف النقی'' نامی کتاب سے فاضل بریلوی کے آباو اجداد کے دو حوالے نقل کیے ہیں، اب ہوا یہ کہ خان صاحب نے حضرت مدنی کی اس گرفت سے بوکھلا کر اپنے آباء واجداد کی ان کتابوں اور ان کے مطابع کا انکار کر دیا کہ ان کتابوں اور ان مطابع کا کوئی وجود ہی نہیں ہے۔ رضاخانیوں نے اپنے امام کی پیروی کرتے ہوئے الشہاب الثاقب کی اہمیت وافادیت کو گھٹانے کے لئے شور مچا دیا کہ مولانا مدنی نے جھوٹے حوالے دیئے، فراڈ کیا، کتابیں گھڑ لیں، کذب بیانی کی وغیرہ وغیرہ۔

ان عقل کے اندھوں نے شور تو مچا دیا مگر جب عقل ٹھکانے پر آئی اور اس پر غور کیا کہ اگر یہ بالفرض ثابت بھی ہو جائے کہ حضرت مدنی نے جھوٹے حوالے دیئے ہیں تو زیادہ سے زیادہ ہماری طرف سے ان پر کذب بیانی کا الزام عائد ہو گا مگر اعلی حضرت نے جو گڑبڑ کی ہے اس سے تو ان کے ایمان کا مسئلہ کھڑا ہو جائے گا کیونکہ جھوٹ وخیانت کا سہارا لے کر کسی مسلمان کو کافر کہنا تو خود کفر ہے۔ چنانچہ انہوں نے اس ڈر سے کہ لوگ کہیں فاضل بریلوی کی مخالفت پر کمر بستہ نہ ہو جائیں فوراً ایک مجلس بلائی اور سر جوڑ کر بیٹھے کہ کیا کیا جائے؟ اچانک ایک صاحب اٹھے اور زرا دھیمی آواز میں فرمایا کہ:

''اعلی حضرت کی زبان وقلم کا یہ حال دیکھا کہ مولی تعالی نے اپنی حفاظت میں لے لیا اور زبان وقلم نقطہ برابر خطاء کرے اس کو ناممکن فرما دیا ہے''۔(احکام شریعت: ص ۷۲)

بس پھر کیا تھا سارے لوگ جھوم اٹھے اور ان صاحب کو ''محدث اعظم'' کا خطاب دے دیا تا کہ لوگ سمجھیں کہ یہ بات کسی چنڈو خان نے نہیں بلکہ محدث اعظم نے فرمائی ہے تھوڑی دیر کے بعد ایک صاحب اور اٹھے اور ایک قدم آگے بڑھاتے ہوئے یہ حکم لگایا کہ:

''جو اعلی حضرت کا ہم عقیدہ نہ ہو کافر ہے''۔(الصوارم الہندیہ، فتاوی صدر الافاضل)

ان صاحب کو بھی ''شیر بیشہ'' کا خطاب دے دیا گیا مجلس برخاست ہوئی، اب سارے لوگ پہنچے اپنے اعلی حضرت کی بارگاہ میں، دیکھا کہ اعلی حضرت بستر مرگ پر پڑے وصیت نامہ میں کھانے پینے کی لسٹ تیار کروا رہے ہیں تو مجلس کی کاروائی ان کو سنائی، جیسے ہی اعلی حضرت نے سنا کہ چیلوں نے میری کارستانیوں پر پردہ ڈالنے کا انتظام کر لیا ہے تو فوراً جوش میں آ کر فرمایا:

''میرا دین ومذہب جو میری کتب سے ظاہر ہے اس پر قائم رہنا ہر فرض سے اہم فرض ہے''۔(وصایا شریف: ص ۲۴)

مگر اب گڑبڑ یہ ہوئی کہ اعلی حضرت کے چیلے چپاٹوں نے اس وصیت کا مطلب یہ سمجھا کہ عبارات میں ہیرا پھیری کرنا، جھوٹے حوالے گھڑنا

اور اپنی لکھی ہوئی بات کسی کے بھی سر تھونپ دینا ہی اعلیٰ حضرت کا دین و مذہب ہے اور اسی پر قائم رہنا ہر فرض سے اہم فرض ہے۔ چنانچہ اعلیٰ حضرت کے مرنے کے بعد ان کے چیلوں نے اعلیٰ حضرت کی تعریف کے پل باندھنے شروع کیے تو حوالہ جات گھڑ گھڑ کر کسی بھی شخصیت کے سر تھونپنا شروع کر دیا اور اس طرح "اہم فرض" کو خوب ادا کرتے رہے، مگر علامہ ساجد خان صاحب حفظہ اللہ نے جب ان گھڑے ہوئے حوالوں کی نشاندہی کی تو پوری رضاخانی کیبنٹ کے ہوش ٹھکانے آ گئے حضرت کی ضرب قاہرہ سے بوکھلا کر رضاخانی موصوف کو بھی اقرار کرنا پڑا کہ یہ حوالے غیر مصدقہ اطلاعات پر مبنی ہیں (حوالہ گزر چکا ہے)

مگر کہتے ہیں فطرت نہیں بدلتی خیر سے موصوف کا تعلق رضاخانی جماعت سے ہے جو ڈھیٹ پن میں اپنی مثال آپ ہے چنانچہ اقرار کے ساتھ ساتھ رضاخانی موصوف نے بھی اس "اہم فرض" ادا کرنے کے لئے "معارف" کا حوالہ پیش کیا اور اپنے آلہ حضرتی مزاج کے مطابق ایک مجہول شخص کے مضمون کو مولانا سید سلیمان ندوی کے کھاتے میں ڈال دیا

آئینہ آئینہ ہی سہی

تیرے پندار کا جواب تو ہے

بہر حال رضاخانیوں کی داستان دجل وفریب بہت لمبی ہے، تفصیل کے لئے دفاع اہل السنۃ والجماعۃ کا مطالعہ فرمائیں، ہم اس بحث کو یہیں چھوڑ کر سیدھے مطلب پر آتے ہیں۔ علامہ ساجد خان صاحب حفظہ اللہ کوکب اوکاڑوی و دیگر بریلوی مصنفین کے گڑھے ہوئے حوالوں کی نشاندہی کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

''ہوسکتا ہے کہ کوئی رضاخانی کہے کہ آپ کے شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی رحمتہ اللہ علیہ نے بھی تو شہاب ثاقب میں مولانا نقی علی خان کی طرف غلط حوالے منسوب کیے

سبحانك هذا بهتان عظيم

عرض ہے حضرت مدنی رحمتہ اللہ علیہ نے وہ حوالہ جات مولانا محمد نقی خان صاحب کی کتاب "سیف النقی" سے نقل کیے تھے اور مؤرخ بریلویت عبدالحکیم شرف قادری صاحب لکھتے ہیں:

''علم مناظرہ کا قاعدہ ہے کہ نقل کرنے والا کسی بات کا ذمہ دار نہیں ہوتا اس سے صرف اتنا مطالبہ کیا جا سکتا ہے کہ اس کا حوالہ اور ثبوت کیا ہے''۔ (مقالات رضویہ: ص ۸۰)

تو آپ بھی حضرت مدنی علیہ الرحمتہ سے صرف اتنا مطالبہ کر سکتے ہیں کہ یہ حوالے کہاں سے نقل کیے ہیں آگے وہ درست ہیں یا نہیں حقیقت میں ان کا کوئی ثبوت ہے یا نہیں حضرت مدنی رحمتہ اللہ علیہ اس بات کے ذمہ دار نہیں''۔ (دفاع ص ۶۶)

رضاخانی اعتراض:

رضاخانی موصوف لکھتے ہیں:

''یہ ایک عجیب کہانی ہے کہ ایک معرکتہ الآراء مسئلہ پر بحث چل رہی ہے، حرمین شریفین سے دیابنہ اربعہ کی تکفیر کے فتوے آ چکے ہیں اور ٹانڈوی صاحب اپنے بزرگوں کی صفائی و برأت ثابت کرنے کے لئے میدان تصنیف و تالیف میں اتر چکے ہیں اور انہی فرضی حوالوں کو لکھ کر

اپنے بزرگوں کی وہ برأت ثابت کر رہے ہیں، اب آپ ہی بتائیں کہ جن حوالوں سے انہوں نے استدلال کیا اور جن کی بنیاد پر سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو معاذ اللہ کاذب تک لکھا اور تقریباً ۶۴۰ گالیاں دیں، پھر بھی آپ کہتے ہیں کہ وہ ان حوالوں کے ذمہ دار نہیں، اور جو قاعدہ مولانا عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے بیان کیا گیا ہے یہ ان حوالوں کے متعلق ہے جو مسلم بین الفریقین ہوں، ان حوالوں کے متعلق نہیں کہ آپ اپنے ہی مذہب کی جھوٹی کتابوں کے حوالے دیں اور پھر جھوٹا ثابت ہونے پر صاف مکر جائیں کہ ہم اس کے ذمہ دار نہیں، یہ کہاں کا انصاف ہے؟''۔(کشف القناع:ص ۲۳۷)

جواب:(1)

یہ بھی عجیب کہانی ہے کہ (بقول خان صاحب) مولانا قاسم نانوتوی نے ختم نبوت کا انکار کر دیا ہے اور حضرت گنگوہی نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ کی تہمت لگانے والے کو فاسق بھی ماننے سے انکار کر دیا ہے، مگر پھر بھی خان صاحب کو حرمین شریفین سے فتوی لانے کے لئے دجل وفریب سے کام لینا پڑ رہا ہے۔ غور فرمائیں، جو شخص تکفیر جیسے اتنے اہم مسئلہ میں حرمین شریفین جا کر دجل وفریب کر سکتا ہے وہ اگر اپنے باپ دادا کی کتابوں کا انکار کرے تو اس کا کیا اعتبار!!! ویسے بھی رضاخانیوں کے ہاں جھوٹ بولنا فی نفسہ عبادت ہے۔

(ملاحظہ ہو فتاوی شریف الحق امجدی، ج ۲،ص ۴۹۶)

تو خان صاحب نے اس عبادت پر عمل کرنے کیلئے اور معاذ اللہ ثواب کمانے کی نیت سے یہ جھوٹ بول دیا کہ یہ کتابیں تو میری ابا جان کی ہیں ہی نہیں، ان مطابع کا دنیا میں تو کوئی وجود ہی نہیں۔ اور جب کہ رضاخانی جماعت کا وطیرہ رہا ہے جھوٹ بولنے حوالہ جات گھڑنے اور اپنی لکھی ہوئی بات کسی بھی شخصیت کے سر تھوپ دینے اور ضرورت پڑنے پر اپنے ہی مسلہ بزرگوں یا ان کی کتابوں کا انکار کر دینے کا تو یہ بھی بالکل جھوٹ ہے کہ حضرت مدنی کے پیش کردہ حوالے فرضی ہیں، سچ تو یہ ہے کہ خان صاحب نے اپنی جان چھڑانے کے لئے ان کتابوں کا انکار کیا ہے جیسا کہ ان کا دین ومذہب ہے، مولانا عبدالرؤف خاں جگن پوری اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''رضاخانی مذہب وملت کی کتابیں سوائے حسنی پریس بریلی کے اور کہیں نہیں ملتی ہیں، اور جب کسی کو ان کی کتابوں کی عبارتوں میں کوئی شک وشبہ واقع ہوتا ہے تو رضاخانی لوگ اس کے نیست ونابود کرنے کی فکر میں لگ جاتے ہیں، اور حسنی پریس بریلی جب کوئی کتاب طلب کی جاتی ہے تو اس کو یہ کہہ کر ٹال دیا جاتا ہے کہ کتاب ختم ہو چکی اور نایاب ہے، حالانکہ بعض ذرائع سے معلوم ہوا کہ کتابیں موجود ہیں، اگر کچھ دال میں کالا نہیں ہے تو حیلہ وحوالہ سے کیوں ٹالا جاتا ہے؟''۔(برأۃ الابرار عن مکائد الاشرار:ص ۵۰۷)

اسی طرح حضرت مولانا مرتضی حسن چاند پوریؒ لکھتے ہیں:

''اطلاع: خان صاحب! آپ کے یہاں کے اشتہار، رسائل مخالفین سے چھپائے جاتے ہیں، یہ بڑی بے جا حرکت ہے، مخالفین کے پاس اشتہار رسائل نہ گئے تو طبع ہی کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ بڑا ناخلف ہے وہ شخص جو باپ کے کفر کا جواب نہ دے سکے اور دوسروں کے خطوط چھاپے، مولوی حامد رضاخان اس طرف توجہ کریں''۔(رسائل چاند پوری ج ۲ ص ۵۶۶)

ان حوالوں سے صاف ظاہر ہے کہ خان صاحب بریلوی اور ان کے متبعین مخالفین سے اپنی کتابیں چھپانے کی حتی الامکان کوشش کرتے تھے اور اگر کسی کتاب کی کسی عبارت میں کوئی شک وشبہ واقع ہو جاتا تو اس کتاب کو نیست ونابود کرنے کی فکر میں لگ جاتے۔ اس کی ایک مثال حدائق بخشش حصہ سوم بھی ہے جس میں حضرت امی جان عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ عنہ کی شان اقدس میں انتہائی نازیبا اشعار

لکھے گئے اور جب اہل حق نے صدائے احتجاج بلند کی تو اسے مارکیٹ سے غائب کر دیا گیا۔ دیگر کئی کتب کی مثالیں علامہ ساجد صاحب نے دفاع جلد دوم کے مقدمہ میں پیش کر دی ہیں وہاں ہی دیکھ لی جائیں۔

ضروری نوٹ: *موصوف نے بھی اپنے گھر کی کتابوں مثلاً حدیث دلبراں، تذکرہ اکابر علمائے اہلسنت،، الفقیہ وغیرہ سے استدلال کیا ہے لہٰذا ہم سے گلا نہ کریں۔

رضاخانی مناظر اجمل سنبھلی لکھتے ہیں:

”فتاوی رشیدیہ کے فتاؤں کو اے دیوبندیوں تم ہی جمع کرنے والے تم ہی طبع کرانے والے تم ہی شائع کرنے والے، تم ہی اس کو فروخت کرنے والے، تو تم نے عدم تکفیر والے فتوے کو قصداً گنگوہی پر بخوف تکفیر ہو جانے کے فتاوی رشیدیہ میں درج نہیں کیا“۔

(ردشہاب ثاقب: ص ۲۵۳)

پس حضرت مدنی رحمہ اللہ نے جو حوالے پیش کیے وہ کتابیں بھی تھیں مگر خان صاحب نے اس کو ڈر کے مارے ایسے ہی غائب کر دیا جیسے ان کے متبعین نے حدائق بخشش حصہ سوم کو۔ پھر بھی اگر بالفرض یہ حوالے فرضی ثابت بھی ہو جائیں تو حضرت مدنی اس کے ذمہ دار نہیں کیونکہ بقول رضاخانی موصوف کہ:

”وہ تو ناقل ہیں اور ناقل کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ اپنی نقل کردہ بات دکھادے“۔ (کشف القناع: ص ۲۱۲)

اور حضرت مدنی نے اپنا ماخذ دکھایا ہے۔

جواب:(2):

سیف النقی ہمارے گھر کی کتاب نہیں اور نہ ہی اس کا مصنف ہمارے مسلک کا نمائندہ ہے، لہٰذا عبدالحکیم شرف قادری کے جس اصول سے علامہ ساجد صاحب نے استدلال کیا ہے وہ اپنی جگہ بالکل درست ہے، نیز عبدالحکیم شرف قادری کی عبارت میں کہیں بھی یہ بات موجود نہیں کہ ”یہ اصول مسلم بین الفریقین حوالوں کے متعلق ہے“، یہ رضاخانی موصوف کا پاگل پن ہے کہ موصوف سے جب کوئی بنائی نہ بنی تو اپنی طرف سے ایک نئی بات کا اضافہ کر دیا۔

جواب:(3):

رضاخانی موصوف کا شمار ان نک کٹوں میں ہونا چاہئے جو ناک والوں پر ہنستے ہیں، موصوف نے خود اپنی جہالت کا مظاہرہ کیا اور علامہ ساجد صاحب پر اعتراض کر رہے ہیں۔ موصوف کی جہالت دیکھئے، حضرت مدنی رحمتہ اللہ علیہ نے ان دو حوالوں کے علاوہ بہت سے دلائل اور حوالوں سے اکابر اربعہ کی برأت ثابت کی ہے، اور مولوی احمد رضا خان کو کاذب و دجال وغیرہ بھی ان کی بہت سی کذب بیانیوں اور دجل و فریب کی بنیاد پر کہا ہے، مگر رضاخانی موصوف فرماتے ہیں کہ محض ان دو حوالوں کی بنیاد پر کاذب کہہ رہے ہیں جب کہ یہ دو حوالے تو کتاب شہاب ثاقب کا ڈھائی فیصدی حصہ بھی نہیں ہیں۔

جواب:(4):

آگے رضاخانی موصوف نے حدیث پاک نقل کر کے لکھا ہے کہ:

”اس حدیث مبارکہ کی روشنی میں ثابت ہوتا ہے کہ ہر سنی سنائی بات بیان کرنے والا بھی ذمہ داری سے سبکدوش نہیں ہو سکتا اور اسے جھوٹا

قرار دیا گیا ہے...ایک دوسری روایت میں تو صریحاً......بلا تحقیق باتیں نقل کرنے والے کو گنہگار ٹھہرایا گیا ہے.......حقیقت میں ٹانڈوی صاحب اس سیف النقی کے مصنف کے ساتھ اس جرم میں برابر کے شریک ہیں اور کسی بھی طرح ان کا جرم کم نہیں ہوتا''۔

(کشف القناع:ص ۲۳۸)

جواب: یہاں موصوف کی منافقت دیکھیں، اگر حضرت مدنی دو حوالے فرضی (بقول بریلویہ) نقل کر دیں تو حدیث کی زد میں آجائیں مگر رضاخانی موصوف کے اعلیٰ حضرت جھوٹے فتوے کی بنیاد پر ایک مسلمان کو کافر قرار دیں تب بھی عاشق رسول ﷺ۔ علاوہ ازیں سفید وسیاہ کے جن حوالوں کی علامہ ساجد خان صاحب نے نشاندہی کر کے من گھڑت قرار دیا، جس کا اقرار رضاخانی موصوف نے بھی کیا ان حوالوں کو نقل کرنے والے کوکب نورانی، عبدالوہاب قادری وغیرہ ماسب کے سب عاشق رسول!!! جناب من! یہ تو کہیں کا اصول نہیں ہے اگر حضرت مدنی اس حدیث کی زد میں آتے ہیں تو خان صاحب، کوکب اوکاڑوی وغیرہ سب کے سب جھوٹے کذاب اور فن دجل وفریب کے امام ہیں، کیونکہ انہوں نے بھی سنی سنائی باتوں کو بلا تحقیق نقل کیا ہے کیا ان کے سامنے یہ حدیثیں نہیں تھیں؟ یا پھر بقول آپ کے ان کے منہ میں دودھ والے فیڈر کی نپل تھی؟۔

اعتراض:

رضاخانی موصوف لکھتے ہیں:

''دیوبندی مذہب کے میڈان پاکستان میاں جی شیخ الاسلام اپنی کتاب ''نقوش رفتگاں'' میں دیوبندی مناظر منظور نعمانی کے حوالے سے تحریر کرتے ہیں:

''اور اسی زمانہ میں حضرت مدنی رحمتہ اللہ علیہ نے جب ''الشہاب الثاقب'' لکھی تو اس کے اعتماد پر دو (۲) حوالے دے دیئے اس غلطی نے ''الشہاب الثاقب'' کی افادیت کو بہت نقصان پہنچایا''۔ (نقوش رفتگاں: ص ۴۰۰ و ۵۰۵)

جب کہ دیوبندی موصوف ان حوالوں کو جھوٹا اور فرضی ماننے کے لیے تیار ہی نہیں ہیں، چنانچہ دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ: ''دوسری بات ان کتابوں وحوالہ جات کو جھوٹا کہنا بھی مولانا احمد رضاخان اور ان کے متبعین کا بدترین دجل وسیاہ ترین جھوٹ ہے۔ دفاع، ص ۶۶''۔

(کشف القناع:ص ۲۳۹)

جواب:

یہ بھی موصوف کی جہالت ہے، علامہ ساجد خان صاحب نے یہ بات رضاخانی عبارات کے پیش نظر بطور الزام کہی ہے، دفاع کی مکمل عبارت اس طرح ہے:

''دوسری بات ان کتابوں وحوالہ جات کو جھوٹا کہنا بھی مولانا احمد رضاخان اور ان کے متبعین کا بدترین دجل وسیاہ ترین جھوٹ ہے اس لیے کہ مولوی احمد رضاخان صاحب نے ان کتابوں کے متعلق لکھا ہے: ''فرضی مطبع لاہور کی خیالی ہدایۃ البریہ''۔

(ابحاث اخیرہ مندرجہ رسائل رضویہ: ج ۲ ص ۴۹۳)

اسی طرح صفحہ ۴۹۲ پر ''مطبع صبح صادق سیتاپور'' کو تراشیدہ اور فرضی کہا حالانکہ وہی ہدایۃ البریہ جس کے حوالے مولانا مدنی دیئے اور جس کو

خان صاحب فرضی کہہ رہے ہیں راقم کے سامنے ہے جس کے سرورق پر یہ تحریر ہے:

"اصلاح عقائد و اعمال کے موضوع پر اپنی نوعیت کی منفرد کتاب ہدایۃ البریہ الی الشریعۃ الاحمدیہ امام المتکلمین حضرت علامہ مفتی نقی علی خان صاحب.... والد ماجد امام احمد رضا....ادارہ معارف نعمانیہ لاہور"

کتاب پر "حرف اول" محمد حنیف خان رضوی پرنسپل جامعہ نوریہ رضویہ باقر گنج بریلی شریف کا لکھا ہوا ہے تقدیم لکھنے والے عبد السلام رضوی مہوا کھیڑوی خادم تدریس جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف ہے جس مطبع لاہور اور جس ہدایۃ البریہ کو خان صاحب اور ان کے ماننے والے فرضی اور خیالی کہہ رہے ہیں اسے خود اسی مطبع سے چھاپ کر اس پر تقدیم لکھ رہے ہیں بلکہ خود خان صاحب اپنے والد کی تصانیف کا ذکر کرتے ہوئے ایک تصنیف کا ذکر یوں کرتے ہیں:

"ہدایۃ البریہ الی الشریعۃ الاحمدیہ کہ دس فرقوں کا رد ہے یہ کتاب مطبع صبح صادق سیتا پور میں طبع ہوئیں" - (فضائل دعا: ص ۳۸)

اب بریلوی جواب دیں کہ معاذ اللہ مولانا مدنی جھوٹے ثابت ہوئے یا تمہارا اپنا امام جس نے حضرت مدنی کی گرفت سے بوکھلا کر اپنے ہی والد کی کتب کا انکار کر دیا"۔ (دفاع: ص ۶۶,۶۷)

رضاخانی موصوف کو الزامی جواب سمجھنے کی بھی اہلیت نہیں اور چلے آئے منہ اٹھا کر میدان مناظرہ میں، حالانکہ ایک جگہ اپنے بڑ بولے پن کے مطابق علامہ ساجد خان صاحب حفظہ اللہ پر یوں طنز کیا ہے:

''جس آدمی کو الزامی جواب سمجھنے کی بھی اہلیت نہ ہو اسے میدان مناظرہ میں نہیں آنا چاہئے، اس سے اس کا تو کچھ نہیں بگڑتا اس کے اکابرین کی علمیت کا پول کھل جاتا ہے''- (کشف القناع: ص ۳۹۸)

تو اگرچہ موصوف کا کچھ نہ بگڑا مگر اس کے اکابرین کی علمیت کا پول کھل گیا۔ (نقوش رفتگاں کے حوالہ کا جواب آگے آرہا ہے)

اعتراض:

اب رضاخانی موصوف اعتراض کرتے ہیں کہ:

''سیدی اعلیٰ حضرت کا حوالہ تو "ہدایۃ البریہ" کے متعلق لکھا مگر جھوٹ یہ بولا کہ: "مولانا احمد رضا خان صاحب نے ان کتابوں کے متعلق لکھا ہے" اب کوئی اس دیوبندی پاگل سے یہ پوچھے کہ حوالہ تم ایک کتاب کے متعلق دے رہے ہو اور اس ایک کتاب کے متعلق حوالے کو باقی تمام فرضی کتابوں پر منطبق کر رہے ہو، کیا یہ دھاندلی نہیں؟''- (کشف القناع: ص ۲۴۱)

جواب:

عجیب بات ہے جس آدمی کو فریق مخالف کی بات سمجھنے کی بھی اہلیت نہیں اسے دفاع کا جواب لکھنے کے لئے میدان میں اتار دیا گیا ہے۔ علامہ ساجد خان صاحب حفظہ اللہ کی بات کا مطلب یہ تھا کہ ایک جگہ ہدایۃ البریہ اور مطبع صبح صادق سیتا پور کا خان صاحب بریلوی نے انکار کیا اور دوسری جگہ خود خان صاحب کی تحریر سے مطبع صبح صادق سیتا پور اور ہدایۃ البریہ ثابت ہو گئے، لہذا جس طرح خان صاحب نے یہاں جھوٹ بولا اور پکڑے گئے، تو یہی قصہ ان کتابوں کا بھی ہو گا جن کا حوالہ سیف النقی اور الشہاب الثاقب میں دیا گیا کہ خان صاحب نے ان کے متعلق بھی جھوٹ بولا ہے۔ رضاخانی موصوف اتنا پاگل ہے کہ اسے اردو میں لکھی ہوئی آسان سی عبارت بھی سمجھ نہ آئی، شاید اسی لئے کہا گیا

ہے

خدا گنجے کو ناخن نہ دے

اعتراض:

اب رضاخانی موصوف کا اعتراض یہ ہے کہ ابحاث اخیرہ میں جس "ہدایۃ البریہ مطبع لاہور" کا فاضل بریلوی نے انکار کیا وہ دیوبندیوں کی گھڑی ہوئی ہے اور فضائل دعا میں جس "ہدایۃ البریہ مطبع صبح صادق سیتاپور" کا اقرار کیا وہ فاضل بریلوی کے والد نقی علی خان صاحب کی تصنیف ہے چونکہ فاضل بریلوی کے دور میں ہدایۃ البریہ مطبع صبح صادق سیتاپور کے علاوہ کہیں اور سے شائع نہ ہوئی تھی لہٰذا اس کا سیدھا مطلب یہ ہے کہ دیوبندیوں نے "ھدایۃ البریہ" کتاب گھڑی اور لاہور سے شائع ہونا فرض کرلیا اسی کو فاضل بریلوی نے دیوبندیوں پر اعتراض کرتے ہوئے بیان کیا کہ:

"جرأت پر جرأت یہ کہ صفحہ ۲۰ پر جو فرضی مطبع لاہور کی خیالی "ہدایۃ البریہ" سے ایک فتوی گھڑا اس کے آخر میں حضرت خاتم المحققین قدس سرہ کی مہر بھی دل سے تراش لی جس میں ۱۳۰۱ھ لکھے حالانکہ حضرت والا کا وصال شریف ۱۲۹۷ھ میں ہو چکا"-ابحاث اخیرہ:ص ۹۱

آگے موصوف نے پھر نقوش رفتگاں کا حوالہ دیا کہ حضرت مدنی کے نقل کردہ حوالے جھوٹے اور فرضی ہیں،ملاحظہ فرمائیں:

(ملخصاً،کشف القناع:ص ۲۴۱ تا ۲۴۳)

جواب:(1)

موصوف کہہ رہے ہیں کہ "ہدایۃ البریہ" اعلی حضرت کے دور میں صرف مطبع صبح صادق سیتاپور سے شائع ہوئی مگر اس پر کوئی حوالہ نہیں دیا،اس کے برخلاف ڈاکٹر محمد حسن رضاخانی لکھتے ہیں:

"نام تصنیف	ہدایۃ البریہ
اشاعت اول	حسنی پریس بریلی 1926
اشاعت دوم	کتب خانہ سمنانی اندرکوٹ میرٹھ۔(مولانا نقی علی خاں علمی و ادبی کارنامہ:ص ۱۷۹)

یہ رضاخانی کہہ رہا ہے کہ خان صاحب کی زندگی میں شائع ہی نہیں ہوئی اشاعت اول خان صاحب کے مرنے (۱۹۲۱) کے بعد ۱۹۲۶ میں شائع ہوئی۔اور اسی طرح رضاخانی مولویوں نے مطبع صبح صادق سیتاپور کے وجود کا بھی انکار کیا ہے،خود فاضل بریلوی نے ابحاث اخیرہ کے صفحہ ۴۹۲ پر اس مطبع کو فرضی کہا اس کے علاوہ مولوی مشتاق نظامی نے "خون کے آنسو" صفحہ ۲۲۴ پر اس مطبع کو فرضی کہا،مولوی اجمل سنبھلی نے "ردشہاب ثاقب" صفحہ ۳۵۶ پر اس مطبع کو خود تراشیدہ کہا اور غلام نصیر الدین سیالوی نے عبارات اکابر کا تنقیدی جائزہ صفحہ ۵۱ پر اس مطبع کے وجود کا انکار کیا،غلام صاحب کی عبارت ملاحظہ فرمائیں:

''ان کتابوں کا کوئی خارجی وجود نہیں نہ ان کے مصنفین ان سے واقف ہیں نہ کوئی مطبع ہے سیتاپور کے اندر جس کا نام صبح صادق ہو''۔

(عبارات اکابر کا تنقیدی جائزہ: حصہ اول،ص ۵۱)

اب غور فرمائیں،ڈاکٹر محمد حسن کے مطابق ہدایۃ البریہ پہلی مرتبہ 1926 میں حسنی پریس بریلی سے شائع ہوئی،جب کہ رضاخانی موصوف

کہتے ہیں سب سے پہلے مطبع صبح صادق سیتاپور سے شائع ہوئی اور فاضل بریلوی سمیت دیگر رضاخانی علماء مطبع صبح صادق سیتاپور کا وجود ہی نہیں مانتے جب کہ موصوف کہتے ہیں اسی مطبع سے شائع ہوئی۔واقعی اس مذہب میں جھوٹ بولنا عین عبادت ہے۔معاذ اللہ

خلاصہ کلام:

(نمبر:1)اب رضاخانیوں کی اس ہیراپھیری کے پیش نظر اصل بات یہ ہے کہ ہدایۃ البریہ پہلی مرتبہ لاہور سے ہی طبع ہوئی تھی اور اس میں وہ فتوی بھی موجود تھا جس کا حوالہ سیف النقی کے مصنف نے دیا مگر خان صاحب نے جان چھڑانے کے لئے اسے "فرضی مطبع لاہور کی خیالی ہدایۃ البریہ" کہہ دیا اور جب خان صاحب 1921ء میں اس دنیا سے تشریف لے گئے تو 1926ء میں حسنی پریس بریلی نے ہدایۃ البریہ کو شائع کیا مگر اس فتوے کو حذف کر دیا اور ڈاکٹر محمد حسن صاحب اسی کو اشاعت اول قرار دے رہے ہیں۔

رہی بات نقی علی خان صاحب کی مہر کی جس کا ذکر خان صاحب کر رہے ہیں، تو یہ کتابت کی غلطی بھی ہو سکتی ہے جیسا کہ رضاخانی موصوف خود لکھتے ہیں کہ:

''کتابیں طبع کرنے والے حضرات پر یہ معاملہ مخفی نہیں ہے کہ کتابت کے دوران بیشمار لفظی غلطیاں ہو جاتی ہیں''۔
(کشف القناع:ص ۱۸۳)

(نمبر:2)نقوش رفتگاں کا حوالہ پیش کر کے موصوف نے جو اچھل کود مچائی ہے اس سلسلہ میں عرض ہے کہ رضاخانی موصوف کو یہ حوالہ قطعاً مفید نہیں کیونکہ ہم رضاخانی اصول وعبارات کی روشنی میں کہہ رہے ہیں کہ یہ حوالے فرضی نہیں خان صاحب و دیگر رضاخانی جھوٹ بول رہے ہیں،اور مولانا منظور نعمانی رحمتہ اللہ علیہ و شیخ الاسلام مفتی تقی عثمانی صاحب اپنی معلومات کی بنا پر اسے فرضی تسلیم کر رہے ہیں ممکن ہے ان کے سامنے رضاخانیوں کی یہ ہیراپھیری نہ ہو۔

رضاخانی مفتی انس رضا لکھتا ہے:

''دوسرا یہ کہ کوئی سنی عالم دین کسی شخصیت پر حد سے تجاوز کرتے ہوئے معمولی سا طعن کر دے جیسے مذکورہ صورت میں بعض اہل سنت کے علمائے کرام نے شاہ ولی اللہ اور شاہ عبد العزیز رحمہما اللہ پر طعن کیا ہے تو یہ ان کا ذاتی موقف ہوگا،ان کے ذاتی مؤقف کو تمام اہل سنت کے کھاتے میں ڈال دینا مناسب نہیں''۔(حسام الحرمین اور مخالفین:ص ۱۶۰)

پس یہاں بھی سمجھ لو کہ مولانا منظور نعمانی رحمتہ اللہ علیہ کی یہ ذاتی رائے ہے اس کو تمام اہل سنت کے کھاتے میں ڈالنا مناسب نہیں۔اور شیخ الاسلام نمبر کا حوالہ نقل کر کے موصوف نے جو ڈینگ ماری ہے کہ:

''مولانا حسین احمد مدنی کی مخالفت کرنے والوں کے سوئے خاتمہ کا اندیشہ ہے،لہذا دیوبندی موصوف اگر ان حوالوں کو جھوٹا تسلیم کریں تو ان کے سوئے خاتمہ کا اندیشہ ہے اور اگر نقوش رفتگاں کا حوالہ ماننے سے انکار کریں تو دنیا میں ان کا منہ کالا ہو جائے گا''

تو اس سلسلہ میں جواباً عرض ہے کہ یہ بھی موصوف نے ریت کے ٹیلوں پر محل بنانے کی کوشش کی ہے کیونکہ ہم رضاخانی عبارات وحوالہ جات کی روشنی میں ان حوالوں کے فرضی ہونے کا انکار کر رہے ہیں۔علاوہ ازیں ابھی چند صفحات قبل موصوف کہہ رہے تھے کہ:

''یہ تو ہمارا سینہ و جگر ہے کہ جس چیز کی تصدیق نہ ہو پائی اس کا کھلے بندوں اعتراف کیا عوام الناس کو حقائق سے آگاہ کیا مگر دیوبندیوں

میں یہ جرأت وہمت بالکل بھی نہیں"۔ (کشف القناع: ص ۲۳۳)

اس لحاظ سے تو رضاخانی موصوف کو مولانا منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ و مفتی تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم کے پاؤں دھو کر پینا چاہیے کہ انہوں نے بقول رضاخانی غلطی کا اعتراف کیا ہے۔ کیا یہ ناانصافی نہ ہوگی کہ موصوف اپنے اکابر کا کوئی حوالہ نقل کیے بغیر ہم پر طعن کر رہے ہیں، جب کہ یہاں تو خود نقوش رفتگاں کا حوالہ انہوں نے نقل کیا جس میں ہمارے اکابر بقول رضاخانی غلطی کا اعتراف کر رہے ہیں۔

آخری بات

اگر بالفرض یہ مان بھی لیا جائے کہ حضرت مدنی نے فرضی حوالے نقل کیے تو رضاخانیوں کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ ان پر اعتراض کریں کیونکہ رضاخانی موصوف نے یہ اصول لکھا ہے:

"دیوبندی موصوف کو تو قطعاً یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ ان حوالوں کے متعلق اعتراض کریں کیونکہ آنجناب خود اس جرم کے مرتکب ہیں، اور ان کی ہر کتاب میں جھوٹا حوالہ تقریباً موجود ہے جس کی تفصیل کچھ اس طرح ہے

(۱) حوالہ برطابق اصل نہیں ہوگا، الفاظ کی کمی بیشی ضرور ہوگی۔

(۲) حوالہ سیاق وسباق سے ہٹا ہوا ہوگا

(۳) حوالہ سرے سے موجود ہی نہیں ہوگا"۔ (کشف القناع: ص ۲۳۳)

یعنی یہ تین باتیں جس مصنف سے سرزد ہوں اسے یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ دوسروں پر اعتراض کرے، تو اب سنئے شہاب ثاقب حسام الحرمین کے جواب میں لکھی گئی ہے اور حسام الحرمین میں بھی یہ تینوں باتیں پائی جاتی ہیں

(۱) تحذیر الناس کا حوالہ برطابق نہیں ہے۔

(۲) تحذیر الناس حفظ الایمان براہین قاطعہ کی عبارات سیاق وسباق سے ہٹی ہوئی ہیں۔

(۳) حضرت گنگوہی کی طرف منسوب فتوی سرے سے موجود ہی نہیں ہے۔

اور خود رضاخانی موصوف بھی ایک مجہول شخص کے مضمون کو مولانا سید سلیمان ندوی ؒ کے کھاتے میں ڈال کر اس جرم کا ارتکاب کر چکے ہیں، لہٰذا اب کسی رضاخانی کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ اس تعلق سے حضرت مدنی پر اعتراض کرے۔

اہل السنۃ والجماعۃ کا رضاخانیوں کے ساتھ اصولی اختلاف ہے

یہ عنوان قائم کر کے علامہ ساجد خان صاحب حفظہ اللہ لکھتے ہیں:

"مسلمانوں کا رضاخانیوں کے ساتھ اختلاف اُصولی اختلاف ہے بعض حضرات صرف اسے جاہلوں کا گروہ یا صلوٰۃ وسلام ومیلاد کا اختلاف کہہ کر نظر انداز کرنے کی کوشش کرتے ہیں بریلوی حضرات نے علمِ غیب، حاضر وناظر، مختارِ کل، نُور وبشر وغیرہ پر جو عقائد اپنائے ہیں پھر اُن کی گستاخانہ عبارات وہ کفریہ شرکیہ ہیں اُنہیں کسی بھی طرح فروعی اختلاف نہیں کہا جا سکتا"۔ (دفاع ص ۶۸)

اس کے بعد حضرت علامہ صاحب نے بریلویوں پر اکابر کے فتوے نقل کیے ہیں، تفصیل آگے آ رہی ہے۔

اعتراض:

رضاخانی موصوف کہتے ہیں کہ:

''جی ہاں! ہم مسلمانوں کا دیوبندیوں کے ساتھ اُصولی اختلاف ہے لیکن ان مسائل پر نہیں جو دیوبندی موصوف نے لکھے ہیں بلکہ ان مسائل کی اُن گستاخانہ تشریحات پر ہے جو دیوبندی اکابرین نے کی ہیں، جن کی وجہ سے نہ شانِ الوہیت باقی رہتی ہے اور نہ ہی عظمت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم وآلہ واصحابہ وبارک وسلم۔ جن کی وجہ سے آدمی ایمان سے نکل کر کفر میں چلا جاتا ہے، جیسا کہ علم غیب کی یہ تشریح ہے کہ:

''اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی ہی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے'' ۔حفظ الایمان ،ص ۷ ''۔(کشف القناع: ج ا، ص ۲۴۵)

جواب:

یہاں رضاخانی موصوف نے وصیتِ رضویہ پر عمل یعنی "اہم فرض" کو بڑے احسن انداز میں ادا کیا ہے۔

اول تو جھوٹ یہ بولا کہ دیوبندی اکابرین نے ان مسائل کی گستاخانہ تشریحات کی ہیں، جب کہ ان مسائل وان عقائد کی وہی تشریحات علمائے دیوبند نے کی ہیں جو قرآن وحدیث میں موجود ہیں۔ پھر بے غیرتی کا مظاہرہ کرتے ہوئے حفظ الایمان کی عبارت پیش کی یہ بھی موصوف کا بدترین دجل ہے، علمائے دیوبند نے کہیں بھی علم غیب کی یہ تشریح نہیں کی اور نہ ہی حضرت تھانوی ؒ نے یہاں علم غیب کی تشریح یا علم غیب کے متعلق اپنا عقیدہ بیان کیا ہے؛ وہ تو زید پر الزامی طور پر نقض وارد کررہے ہیں۔ اگر رضاخانی موصوف میں ذرا بھی شرم وحیاء اور غیرت نام کی کوئی چیز باقی ہے تو وہ دلائل سے ثابت کرے کہ علمائے دیوبند نے ان مسائل کی گستاخانہ تشریحات کی ہیں۔

پھر موصوف کہتے ہیں کہ ان مسائل کی گستاخانہ تشریحات کی وجہ سے اصولی اختلاف ہے، مگر مولوی محمود رضوی لکھتا ہے کہ:

''جس تفصیل سے ہم حضور سید عالم ﷺ کے لیے علم غیب ثابت کرتے ہیں، یہ ہمارا قول مختار ہے اور نہ ضروریات دین سے ہے اور نہ ضروریات مذہب سے، بلکہ باب فضائل سے ہے، اور جو لوگ حضور اکرم ﷺ سے بغض وعناد کی بنا پر اس تفصیل سے حضور کے لیے علم ما کان و ما یکون کا اثبات نہیں کرتے ہم ان کو کافر و گمراہ تو درکنار فاسق بھی نہیں کہتے'' ۔(بصیرت: ص ۲۶۶)

اب دیکھیں یہ صاحب تو کہہ رہے ہیں کہ بغض وعناد کی بناء پر بھی اگر کوئی علم غیب کا انکار کرے جو حضور علیہ السلام کے فضائل میں سے ہے، تو ہم اس کو گمراہ و کافر تو درکنار فاسق بھی نہیں کہتے، تو بتائیے کہ یہ اصولی اختلاف کیسے ہوسکتا ہے؟ اور پھر آپ جھوٹے کذاب دجال ہیں یا آپ کا یہ مولوی؟؟؟

قارئین کرام! حقیقت تو یہ ہے کہ خود رضاخانی اکابرین نے ان مسائل کی گستاخانہ تشریحات کی ہیں، مثلاً مولوی عمر اچھروی نے حاضر و ناظر کی تشریح یہ کی کہ:

''حضور ﷺ زوجین کے جفت ہونے کے وقت بھی حاضر و ناظر ہوتے ہیں'' -معاذ اللہ (مقیاس حنفیت: ص ۲۸۲)

اور مولوی اشرف سیالوی اختیارات اولیاء کے متعلق اللہ پاک کی شان میں گستاخی کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ:

''اِس کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ پوری کائنات میں ہر کام اور ہر فعل میں مؤثر اور مدبّر نہیں، بلکہ دوسرے حضرات بھی اِس کے ساتھ

تدبیر وتصرف میں شریک ہیں، بلکہ مشکل کام اولیاء ومرشدین کے سپرد فرما دیتا ہے اور نسبتاً آسان کام اپنے ذمہ کرم پر لے لیتا ہے"۔
اس عبارت کے متعلق رضاخانی مولوی نصیر الدین گولڑوی کہتا ہے کہ "یہ عبارت بے شک وشبہ مفہوم شرک کو متلزم ہے، ملاحظہ ہوں"۔ (لطمۃ الغیب علی ازالۃ الریب: ص ۹۹)
اس طرح کی اور بھی بہت سی عبارات ہیں، اور ان جیسی عبارات کے پیش نظر ہی علامہ ساجد خان صاحب حفظہ اللہ نے کہا کہ ان کی گستاخانہ عبارات وہ کفریہ شرکیہ ہیں انہیں کسی بھی طرح فروعی اختلاف نہیں کہا جا سکتا۔ پھر حفظ الایمان کی عبارت پر رضاخانی جماعت کا الزام یہ ہے کہ اس میں جانوروں پاگلوں سے حضور ﷺ کے علم کو تشبیہ دی گئی ہے معاذ اللہ۔ لہذا یہ گستاخی اور کفر ہے، حالانکہ یہ الزام بالکل بے بنیاد بلکہ جھوٹ پر مبنی ہے، مگر یہی الزام رضاخانی مولوی اشرف سیالوی پر اس کے ہم مسلک مولوی نے لگایا ہے ملاحظہ ہو: اشرف سیالوی لکھتا ہے:
"وہاں سب لوگوں نے اللہ رب العزت کے سوال "الست بربکم" کے جواب میں "بلی" کہا تھا لیکن یہاں کوئی شداد، کوئی فرعون، کوئی ہامان اور کوئی ابولہب بن گئے اس کی وجہ یہی ہے کہ عالم ارواح وعالم اجساد کا معاملہ مختلف ہے اسی طرح نبی مکرم ﷺ عالم ارواح میں ملائکہ وانبیاء کے نبی تھے لیکن یہاں نہ کوئی ملک نہ نبی، پھر آپ نبی کس کے تھے"۔
اس عبارت کا جواب دیتے ہوئے پروفیسر عرفان رضاخانی لکھتا ہے:
"مولوی صاحب........ استغفر اللہ یعنی آپ نے بڑی دیدہ دلیری اور بے باکی سے سید المرسلین حضرت محمد ﷺ کے عالم ارواح میں نبی ہونے اور بقول آپ کے عالم اجساد میں تقریباً چالیس سال تک نبی نہ ہونے کا موازنہ حکم خداوندی کے مطابق جانوروں سے بھی بدتر کفار بلکہ کفار کے سرداروں کے کفر سے کر دیا"۔ (نبوت مصطفی ﷺ ہر آن ہر لحظہ: ص ۶۲، ۶۳)
آگے لکھتا ہے:
"......یہ جملہ لکھتے وقت آپ کے ہاتھوں میں مجبور وبے بس وبے زبان وبے جان قلم بھی یقیناً تڑپ رہا ہوگا، اس کا کلیجہ بھی پھٹ رہا ہوگا، وہ بھی زبان حال سے رو روکے آپ سے التجاء کر رہا ہوگا کہ یہ بھیانک جملہ نہ لکھیں جس سے اہل اسلام کے دل بری طرح گھائل ہو جائیں گے لیکن شاید خود ساختہ علمیت کے نامعقول نشہ میں مدہوش آپ عظمت مصطفی ﷺ کے خلاف ایک سنگین جارحیت کا ارتکاب کر گئے"۔
(نبوت مصطفی ﷺ ہر آن ہر لحظہ: ص ۶۳)
اب دیکھیں جو گندے غلیظ عقیدے رضاخانی ہماری طرف جھوٹ کہہ کر منسوب کرتے ہیں اس سے بھی گندے اور غلیظ عقیدے تو خود اسی جماعت میں موجود ہیں تو اب ہونا تو یہ چاہئے کہ رضاخانی موصوف خود اپنے لوگوں کو کافر کہے الٹا حفظ الایمان پر الزام دھر رہا ہے۔ حفظ الایمان کی عبارت پر تو پھر بھی یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس پر فتوی مخالفین نے لگایا ہے مگر یہاں تو عبارت بھی آپ کی فتوی بھی آپ کا ہے۔
یہ تو حضرت تھانوی کی کرامت ہے کہ رضاخانی موصوف اصولی اختلاف ہم سے ثابت کر رہے تھے جس میں وہ پوری طرح عاجز آچکے ہیں، مگر ہمارا دعوی کہ مسلمانوں کا رضاخانیوں سے اصولی اختلاف ہے خود انہی کے گھر سے ثابت ہوگیا۔

مولانا گنگوہی رحمہ اللہ کا فتوی:

رضاخانی موصوف لکھتے ہیں کہ:

''دیوبندی موصوف نے یہ ثابت کرنے کے لیے کہ سیدی اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ علیہ پر ان کے اکابرین نے کفر کا فتویٰ لگایا ہے، العیاذ باللہ، اس سلسلہ میں ایک فتوی رشید گنگوہی کا نقل کیا ہے ملاحظہ کریں

''سوال: حضور فرماتے ہیں کہ جو شخص علم غیب کا قائل ہو وہ کافر ہے حضرت جی آج کل تو بہت آدمی ہیں کہ نماز پڑھتے ہیں، وظائف بکثرت پڑھتے ہیں مگر رسول اللہ ﷺ کا میلاد میں حاضر و حضرت علی کا ہر جگہ موجود ہونا، دور کی آواز کا سننا مثل مولوی احمد رضا خاں بریلوی کہ جنہوں نے رسالہ علم غیب لکھا ہے کہ نمازی اور عالم بھی ہیں، کیا ایسے شخص کافر ہیں، ایسوں کے پیچھے نماز پڑھنی اور محبت و دوستی رکھنی کیسی ہے؟

جواب: جو شخص اللہ جل شانہ کے سوا علم غیب کسی دوسرے کو ثابت کرے اور اللہ تعالیٰ کے برابر کسی دوسرے کا علم جانے وہ بے شک کافر ہے، اس کی امامت اور اس سے میل جول محبت و مودت سب حرام ہیں فقط واللہ اعلم''۔ (فتاوی رشیدیہ ص ۷۴)

اس جگہ حضرت گنگوہیؒ نے واضح فتوی دیا ہے کہ ایسا شخص کافر ہے اور ظاہر ہے اور احمد رضا کی کئی کتب سے علم غیب کا عقیدہ ثابت ہے تو مندرجہ بالا فتوے میں واضح طور پر ایسے آدمی کی تکفیر کی گئی ہے اور استفتاء میں خاص طور پر احمد رضا خان کا حوالہ بھی دیا گیا ہے مگر حضرت گنگوہی نے کسی قسم کی رعایت نہیں کی اور حکم شرعی واضح کیا''۔ دفاع ص ۶۸۔ (کشف القناع: ج ۱ ص ۲۴۶)

اعتراض:

رضاخانی موصوف اعتراض کرتے ہیں کہ گنگوہی صاحب خوب جانتے تھے کہ فاضل بریلوی کے عقائد ایسے نہیں جس کی بنیاد پر ان کی تکفیر یا تضلیل کا فتوی دیا جائے اس لئے ایسے شخص کی تکفیر کا فتوی دیا جو رسول اللہ ﷺ کے لیے اللہ عزوجل کے برابر علم مانتا ہے، اور ہم بھی ایسے شخص کی تکفیر کے قائل ہیں لہذا اس فتوے کو ہمارے اوپر منطبق کرنا کسی صورت بھی صحیح نہیں ہے''۔

(ملاحظہ فرمائیں کشف القناع: ج ۱ ص ۲۴۷)

جواب:

اول تو یہ بالکل جھوٹ ہے کہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ مولوی احمد رضا خان کے عقائد جانتے تھے اس لیے تکفیر نہیں کی اگر ایسا ہوتا تو حضرت فتوی یہ دیتے کہ جو اللہ کے برابر علم مانے وہ کافر ہے مگر خان صاحب کے عقائد میں جانتا ہوں وہ کافر نہیں ہے۔

ثانیاً موصوف کا یہ کہنا کہ یہ فتوی اللہ کے برابر علم ماننے پر ہے اس لیے ہم پر منطبق نہیں ہوتا، بالکل غلط ہے لگتا ہے موصوف کو اپنے گھر کی کتابوں کا بھی علم نہیں، آئیے ہم بتاتے ہیں کہ رضاخانی مولوی ارشد القادری نے اس فتوے کا کیا مطلب بیان کیا ہے؟

مولوی ارشد القادری نے علمائے دیوبند کے اعتقاد و عمل میں تضاد ثابت کرنے کے لیے زلزلہ نام کی ایک کتاب لکھی ہے، کتاب میں کیا ہے خود مصنف سے سنئے لکھتے ہیں کہ:

''تصویر کے پہلے رخ میں دیوبندی لٹریچر کے حوالے سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ دیوبندی حضرات انبیاء و اولیاء کے حق میں علم غیب اور قدرت و تصرف کا عقیدہ شرک اور منافیٔ توحید سمجھتے ہیں اور تصویر کے دوسرے رخ میں انہی کی کتابوں کے حوالوں سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ علمائے دیوبند اپنے گھر کے بزرگوں کے حق میں علم غیب اور قدرت و تصرف کا عقیدہ شرک اور منافیٔ توحید نہیں سمجھتے''۔ (زلزلہ: ص ۹)

اب تصویر کے پہلے رخ میں مصنف زلزلہ نے یہ ثابت کرنے کے لیے کہ علمائے دیوبند انبیاء و اولیاء کے حق میں علم غیب کا عقیدہ شرک

سمجھتے ہیں حضرت گنگوہیؒ کا یہی فتوی اس طرح نقل کیا ہے:

’’جو شخص اللہ جل شانہ کے سوا علم غیب کسی دوسرے کو ثابت کرے وہ بے شک کافر ہے اس کی امامت اور اس سے میل جول محبت و مودت سب حرام ہے‘‘۔ (زلزلہ: ص ۱۲)

اور علمائے دیوبند کے اعتقاد و عمل میں تضاد ثابت کرنے کے لیے تصویر کے دوسرے رخ میں مصنف زلزلہ نے اس فتوے کے مقابلہ میں جو واقعات پیش کیے ہیں ان واقعات میں کسی ایک یا دو مخفی بات کو جان لینے کا ذکر ہے نہ کہ اللہ کے برابر علم، اب رضاخانی موصوف کا کہنا ہے کہ یہ فتوی اس کے متعلق ہے جو اللہ کے برابر علم مانے، تو اگر موصوف کی یہ بات درست ہے تو پھر بتائیے کہ ’’زلزلہ‘‘ کے الزامات کی کیا حیثیت رہ گئی؟ رضاخانی موصوف کی بات سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ مصنف زلزلہ نے دجل و فریب کیا ہے۔

پھر اسی فتوے کے متعلق ’’بریلوی فتنہ کا نیا روپ‘‘ کے مصنف نے زلزلہ کے مصنف پر خیانت کا الزام لگاتے ہوئے یہ تنقید کی تھی کہ زلزلہ کا یہ الزام بالکل غلط اور بے بنیاد ہے کیونکہ فتوے میں خدا کے برابر علم ماننے والے کو کافر کہا گیا ہے جب کہ مصنف زلزلہ جن واقعات کو نقل کر کے تضاد ثابت کرنا چاہتے ہیں ان واقعات میں کسی ایک دو چھپی ہوئی بات کو جان لینے کا ذکر ہے، تو مصنف زلزلہ اس الزام کا جواب دیتے ہوئے فتاوی رشیدیہ سے چند عبارتیں نقل کر کے ارشاد فرماتے ہیں کہ:

’’بریلوی فتنہ کے مصنفین میں ذرا بھی علمی غیرت ہو تو وہ اُنگلی رکھ کر بتائیں کہ فتاویٰ رشیدیہ کے مذکورہ بالا عبارتوں میں کُفر و شرک کا حکم جس عقیدے پر لگایا گیا ہے اس میں اللہ تعالیٰ کے برابر علم ثابت کرنے کا ذکر کہاں ہے؟ بلکہ یہاں کُفر و شرک کا جو حُکم بھی ہے وہ تنہا علم غیب کے عقیدے پر ہے‘‘۔ (زیروزبر: ص ۱۴۲)

مزید لکھتے ہیں:

’’اب رہ گئی یہ بات کہ ’’زلزلہ‘‘ میں ان کی عبارت کا صرف ایک ہی حصہ کیوں نقل کیا گیا تو چونکہ ’’تصویر کے پہلے رخ‘‘ کا موضوع بحث دیوبندی مذہب کے وہ عقائد ہیں جن میں ہمارا ان کا اختلاف ہے اس لیے عبارت کا جتنا حصہ موضوع بحث کے مناسب تھا اسے نقل کر دیا گیا ’’کسی مخلوق کے لئے اللہ کے برابر علم ثابت کرنا‘‘ چونکہ ہمارے نزدیک بھی کفر ہے اور ان کے نزدیک بھی، اس لئے ان کے ذکر کی کوئی ضرورت نہیں محسوس کی گئی البتہ انبیاء کے حق میں علم غیب کا عقیدہ ہمارے نزدیک کفر نہیں لیکن ان کے نزدیک کفر ہے اس لئے اختلاف کو واضح کرنے کے لئے اس کا ذکر ضروری تھا‘‘۔ (زیروزبر: ص ۱۴۲)

مزید لکھتے ہیں:

’’دلائل کی روشنی میں یہ بات اچھی طرح واضح ہوگئی کہ ان کے نزدیک یہ دونوں عقیدے ایک ساتھ بھی کُفر ہیں اور الگ الگ بھی۔ اس لئے ایک کا ذکر دوسرے کے بغیر اگر کر بھی دیا تو اس سے ان کے مسلک پر قطعاً کوئی اثر نہیں پڑتا کہ ان میں سے کسی عقیدے کا کُفر کسی دوسرے پر موقوف نہیں ہے‘‘۔ (زیروزبر: ص ۱۴۲)

مولوی ارشد القادری صاحب تو دلائل سے یہ ثابت کر رہے ہیں کہ یہ فتوی اس کے متعلق بھی ہے جو اللہ کے برابر علم مانے اور اس کے متعلق بھی ہے جو تنہا علم غیب کا عقیدہ رکھے، تو اب اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ مولوی احمد رضا خان صاحب اللہ کے برابر علم کے قائل نہیں تھے تب بھی دوسری صورت تو موجود ہے، لہذا ثابت ہوا کہ اس فتوے کا تعلق خان صاحب سے ہے۔

باقی رہا یہ اعتراض کے گنگوہی صاحب نے اپنے جواب میں فاضل بریلوی کا نام لے کر کہاں فتوی دیا ہے؟
(کشف القناع: ج ا ص ۲۴۸)

تو اس سلسلہ میں عرض ہے کہ استفتاء میں خان صاحب کا نام موجود تھا اس لئے حضرت گنگوہیؒ نے جواب میں نام ذکر کرنا ضروری نہیں سمجھا، نیز حضرت نے جواب کے شروع میں لکھا ہے "جو شخص" یعنی خان صاحب ہی کی کیا تخصیص خواہ کوئی بھی ہوا گر ایسا عقیدہ رکھتا ہے تو اس کا یہی حکم ہے۔ کیونکہ کل کو رضا خانی جیسا بے وقوف یہ بھی کہہ سکتا تھا کہ اس میں تو خان صاحب کا نام ہے لہذا یہ فتوی مجھ پر نہیں لگے گا مجھ پر فتوی لگانے کیلئے میرا نام بھی دکھاؤ اس لئے عمومی طور پر ذکر کر دیا کہ خان صاحب کی کیا اوقات و حیثیت کوئی بھی طرم خان ہو اس پر یہ فتوی ہے۔

نیز اگر رضا خانی الٹی عقل کا مظاہرہ کیا جائے اور کل کو ختم نبوت کے منکرین پر کفر کا فتوی صادر کیا جائے تو اسے مرزائیوں کے حق میں ماننے سے کیا صرف اس لئے انکار کر دیں گے کہ اس میں تو مرزا قادیانی کا نام ہی نہیں؟۔

اگر اب بھی رضا خانی موصوف بضد ہیں کہ نہیں یہ فتوی اللہ کے برابر علم ماننے والے کے متعلق ہے فاضل بریلوی کے متعلق نہیں ہے تو گزارش ہے کہ اول تو وہ یہ تسلیم کر لیں کہ "زلزلہ" کے الزامات کی بنیاد خیانت اور دجل و فریب پر رکھی گئی ہے کیونکہ مصنف زلزلہ یہاں یہی صفائی دے رہے ہیں کہ میں نے خیانت نہیں کی۔

ثانیاً ہم ایک حوالہ ایسا پیش کر دیتے ہیں جس میں یہ صراحت ہے کہ حضرت گنگوہی صاحبؒ کا فتوی بریلویوں کے عقیدہ پر ہی ہے چنانچہ مولوی غلام نصیر الدین سیالوی لکھتا ہے:

''حالانکہ سرفراز صاحب ان کو بریلوی بھی مانتے ہیں تو ظاہر ہے جو بریلویوں کے عقائد ہیں مثلاً حاضر ناظر، علم غیب، استمداد اور مختار کل وغیرہ ان کے بھی وہ حامل ہونگے اور یہ عقائد سرفراز اور اس کے اکابر کے نزدیک کفر و شرک ہیں مثلاً گنگوہی صاحب کا فتوی ہے کہ جو شخص علم غیب کا قائل ہو وہ قطعاً مشرک ہے (فتاوی رشیدیہ) دوسری جگہ فرمایا جو علم غیب کا قائل ہو اس کے پیچھے نماز نہیں ہوتی اور اس کے ساتھ میل ملاقات حرام ہے''۔ (عبارات اکابر کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ: ص ۵۳)

لیجئے جناب! آپ کے مولوی نے فیصلہ کر دیا کہ گنگوہی صاحبؒ کا فتوی بریلویوں کے عقیدے پر ہی ہے۔

خان صاحب بریلوی رضا خانی کفر کے فتوے کی زد میں

*** ثالثاً:** * رضا خانی موصوف کہتے ہیں کہ اللہ کے برابر کسی کا علم ماننے والا ہمارے نزدیک بھی کافر ہے، یہی بات ارشد القادری نے بھی کہی جبکہ خان صاحب بریلوی کہتے ہیں کہ اللہ کے برابر علم ماننے والا کافر نہیں حوالہ ملاحظہ کریں:

''علم الٰہی سے مساوات کا دعوی بے شک باطل و مردود ہے مگر تکفیر اس پر بھی نہیں ہو سکتی جبکہ بعطائے الٰہی مانے''۔
(فتاوی رضویہ قدیم، ج ششم، ص ۷۷)

اب رضا خانیوں کا اصول ہے کہ:

''جو کافر کو کافر نہ کہے خود کافر ہے''۔ (مسلمان کو کافر نہ کہو: ص ۴)

تو نتیجہ یہ نکلا کہ خان صاحب علم مساوات کے قائل کی تکفیر نہ کر کے رضا خانی موصوف کے فتوے سے کافر ہوئے۔ مگر رضا خانی موصوف

بھی نہیں بچتے کیونکہ خان صاحب کا عقیدہ ہے کہ علم مساوات کا قائل کافر نہیں، جبکہ رضاخانی موصوف اس کے برخلاف عقیدہ رکھتے ہیں اور مرادآبادی کہتا ہے: ''جو اعلیٰ حضرت کا ہم عقیدہ نہ ہو کافر ہے''۔ (الصوارم الہندیہ: ص ۱۳۸)

لہٰذ رضاخانی کے فتوے سے موصوف بھی کافر ہوئے۔

غلطی کی نشاندہی یا دجل وفریب؟

رضاخانی موصوف لکھتے ہیں:

''راقم الحروف کے پاس موجود (فتاویٰ رشیدیہ، مبوّب بطرز جدید، عالمی مجلس تحفظ اسلام، کراچی) نُسخہ کے مطابق "اور اللہ کے برابر" والے جملہ سے ایک لفظ "تعالیٰ" کو اپنی دیرینہ عادت کا نشانہ بنایا ہے، عبارت یوں ہے "اور اللہ تعالیٰ کے برابر"۔

یونہی اپنی عیارانہ تھیلی کے بوجھ کو ہلکا کرتے ہوئے سوال میں "وظائف بکثرت پڑھتے ہیں" کا اضافہ ٹھونس دیا، اسی طرح "اس سے میل جول محبّت ومؤدت" کے جملہ میں "ومؤدت" کو بڑھا دیا۔

.....المختصر دیوبندی موصوف کی نقل کردہ کم وبیش ہر عبارت سرقہ معلوم ہوتی ہے کیونکہ موصوف کے اپنوں کی عبارات ہوں یا فریق ثانی کی نقل بمطابق اصل شاید ہی ہوں، مگر طاہر حسین گیاوی نے حقیقت سے چشم پوشی کرتے ہوئے موصوف کے حق میں اصل عبارتوں کے نقل کرنے کی بات ذکر کرکے اپنے جھوٹے ہونے کو واضح وعیاں کردیا ہے''۔ (کشف القناع: ج ا،ص ۲۵۱)

جواب:

موصوف نے "عالمی مجلس تحفظ اسلام، کراچی" کے نسخہ سے تقابل کیا ہے، جبکہ علامہ ساجد خان صاحب نے صرف "فتاوی رشیدیہ ص ۴۷" کا حوالہ دیا ہے، مطبع کا نام نہیں لکھا اور علامہ صاحب کا نقل کردہ فتوی "فتاوی رشیدیہ جسیم بکڈپو" کے صفحہ ۶۵ اور "فتاوی رشیدیہ ادارہ صدائے دیوبند" کے صفحہ ۱۸۷ پر موجود فتوے کے عین مطابق ہے صرف ایک لفظ "تعالیٰ" کا فرق ہے جسے کتابت کی غلطی پر محمول کیا جاسکتا ہے ((اور زلزلہ صفحہ ۱۲ سے اس فتوے کی جو عبارت اوپر نقل ہوئی اس میں بھی لفظ "موودت" موجود ہے))

اگر رضاخانی موصوف دیانۃً فتاوی رشیدیہ کے پرانے نسخے یا کسی اور مطبع کے شائع شدہ نسخے بھی چیک کرلیتے تو شاید یہ اعتراض نہ کرتے، جبکہ موصوف کے گھر کے ایک مولوی نے یہ اصول بھی لکھا ہے کہ:

''جدید نسخوں میں اگر کمپوزنگ کی غلطی ہوجائے تو جانچ پڑتال ہمیشہ قدیم نسخوں سے کی جاتی ہے''۔

(عالمی میڈیا: ص ۹۴، از اختر رضاخان مصباحی)

اور علامہ طاہر حسین صاحب دامت برکاتہم نے بھی "کمیاب یا نایاب" کتابوں کے متعلق کہا ہے کہ اصل عبارتیں نقل کی ہیں مطلق نہیں کہا، مگر موصوف کو چونکہ دجل وفریب کرکے علامہ طاہر حسین صاحب دامت برکاتہم پر جھوٹ کی تہمت لگانی تھی اور دل کی بھڑاس نکالنی تھی اس لئے سارے اصول وقواعد بالائے طاق رکھ کر صرف ایک جدید نسخے (جس میں کتابت کی غلطیاں موجود تھیں) سے تقابل کیا۔

یہ شہادت رضاخانیوں کو مفید نہیں

رضاخانی موصوف نے خیر الفتاوی سے ایک فتوی نقل کیا ہے جس میں لکھا ہے کہ بریلوی حضور سید عالم ﷺ کے لئے علم غیب کلی کے قائل نہیں ہیں اس لئے علمائے دیوبند بریلویوں کی تکفیر نہیں کرتے"۔ ملاحظہ فرمائیں: (کشف القناع: ج ۱ ص ۲۵۰)

جواب:

یہ شہادت بھی رضاخانی موصوف کو مفید نہیں، اس فتوے کے شروع میں لکھا ہے کہ:

"اہل بدعت کے عقائد درباۂ علم غیب جو ہمیں معلوم ہوئے ہیں"

اور آخر میں لکھا ہے کہ:

"بہتر یہ معلوم ہوتا ہے کہ جماعت بریلویہ کے مقتدر علماء سے پہلے ان کے عقائد کی تحقیق کر لی جائے پھر نہایت ہی غور و فکر کے بعد ان کے متعلق فیصلہ کیا جائے تکفیر میں جلد بازی مناسب نہیں"۔ (خیر الفتاوی: ج ۱ ص ۲۰۸)

یعنی یہ فتوی ان معلومات کی بنیاد پر ہیں جو ان تک پہنچی اگر حضرت مفتی صاحب علی الاطلاق تکفیر کے منکر ہوتے تو یہ جملہ لکھنے کی ضرورت ہی نہ تھی کہ پہلے ان کے عقائد کی تفتیش کی جائے پھر کفر کا فتوی دیا جائے (مفہوما)۔

پھر ہم علی الاطلاق تمام بریلویوں کے مطلق تکفیر کے قائل نہیں جیسا کہ آگے تفصیل آرہی ہے۔

اسی طرح رضاخانی موصوف نے "الانور" کے حوالے سے علامہ انور شاہ کشمیری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ایک ملفوظ نقل کیا ہے جس میں ہے کہ حضرت شاہ صاحب نے فرمایا کہ میں بطور وکیل تمام جماعت دیوبند کی طرف سے کہتا ہوں کہ علماء دیوبند بریلویوں کی تکفیر نہیں کرتے، اہل سنت اور مرزائی مذہب والوں میں قانون کا اختلاف ہے اور علمائے بریلی وعلمائے دیوبند میں واقعات کا اختلاف ہے ملاحظہ فرمائیں:

(کشف القناع: ص ۲۷۰، ۲۷۱)

جواب:

اول تو یہ ملفوظ ہے اور ملفوظ کے متعلق مولوی حشمت علی رضوی لکھتا ہے:

"ملفوظات کی ترتیب کا یہ قاعدہ ہوتا ہے کہ کسی بزرگ کی خدمت میں اس کے مسترشدین ومتوسلین جو حاضر ہوا کرتے ہیں، اس کے ارشادات سن کر اپنے اپنے مقام پر پہنچ کر اپنی یادداشت کے مطابق قلم بند کر لیتے ہیں، ملفوظات میں اگر کوئی غلطی واقع ہو جائے تو قلم بند کرنے والے کی یادداشت کی غلطی سمجھی جائے گی، اس غلطی کی بنا پر خود صاحب ملفوظ پر اعتراض کرنا بے ایمانی اور خباثت نفسانی ہے"۔

(مبلغ وہابیہ کا گریز: بحوالہ کلمۂ حق ص ۴۲ شمارہ ۱۵)

لہذا پہلے یہ ثابت کرو کہ اس میں کوئی غلطی نہیں ہے۔

ثانیا: حضرت کشمیری رحمۃ اللہ علیہ عمومی طور پر بریلویوں کی بات کر رہے ہیں، تمام بریلویوں کو ہم بھی کافر نہیں کہتے اکثر بدعتی ایسے ہیں جنہوں نے خان صاحب کی ایک کتاب تک نہیں پڑھی بس صرف خود کو دیوبندیوں سے ممتاز کرنے کیلئے اپنے آپ کو "بریلوی" کہتے ہیں یا کئی بریلوی ایسے ہیں جو حسام الحرمین کے منکر ہیں مگر چونکہ بدعات کے شیدائی ہیں اور علماء دیوبند بدعات سے منع کرتے ہیں اس لئے ان کے مقابلے میں خود کو "بریلوی" کہتے ہیں، تو اس لحاظ سے ہمارا اصولی اختلاف رضاخانیوں سے ہے نہ کہ بریلویوں سے۔

بریلوی غزالئ زماں احمد سعید کاظمی لکھتا ہے:

''اِس کا مطلب یہ نہیں کہ ایک لیگی نے کلمہ کُفر بولا تو ساری لیگ کافر ہوگئی یا ایک ندوی نے ایک التزامِ کُفر کیا تو معاذ اللہ سارے ندوی مرتد ہو گئے۔ ہم تو بعض دیوبندیوں کی عبارات کفریہ کی بنا پر ہر ساکن دیوبند کو بھی کافر نہیں کہتے چہ جائیکہ تمام لیگی اور سارے ندوی کافر ہوں۔ ....ایسے لوگ جن کی ہم نے تکفیر کی ہے اگر ان کو ٹٹولا جائے تو وہ بہت قلیل اور محدود افراد ہیں۔ اِن کے علاوہ کوئی دیوبند کا رہنے والا کافر ہے، نہ بریلی کا، نالیگی نا ندوی ہم سب مسلمانوں کو مسلمان سمجھتے ہیں''۔(الحق المبین: ص ۲۵)

تو شاہ صاحبؒ کی بات کا مطلب بھی یہی ہے

ثالثاً: حضرت شاہ صاحب نے یہ نہیں کہا کہ ہم ان کو مسلمان سمجھتے ہیں بلکہ یہ کہا کہ "ہم ان کی تکفیر نہیں کرتے" اور رضاخانی اصول سے عدم تکفیر کا قول ایمان کی سند نہیں ہوتا۔

رابعاً: ہمارا دعوی عقائد میں اصولی اختلاف کا ہے لیکن عقائد کے کفریہ ہونے سے ضروری نہیں کہ صاحب عقیدہ بھی کافر ہو اس پر تفصیلی کلام کیا جا سکتا ہے لیکن ہم رضاخانیوں کی خدمت میں ایک ہی حوالہ پیش کرتے ہیں اور وہ یہ کہ حضرت شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کے عقائد کو معاذ اللہ خان صاحب بریلوی نے کفریہ کہا مگر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تکفیر نہیں کرتا۔ تو بریلویوں کے عقائد کفریہ ہیں مگر بریلوی کافر نہیں دونوں باتوں میں کوئی تضاد نہیں۔

''آپ کے مسائل اور ان کا حل'' کے حوالے سے مظفری فضولیات

علامہ ساجد خان نقشبندی صاحب حفظہ اللہ نے آپ کے مسائل اور ان کے حل کے حوالے سے دارالعلوم دیوبند کا یہ فتوی پیش کیا تھا کہ مسلمانوں کا رضاخانیوں کے ساتھ اختلاف اصولی ہے نہ کہ فروعی۔(ملاحظہ ہو دفاع، ج ا ص ۷۰)

رضاخانی نے اس حوالے سے جان چھڑانے کیلئے عجیب وغریب قسم کی جہالتوں کا مظاہرہ کیا ہے۔ مثلاً پہلے وہ کہتا ہے کہ آپ کے مسائل اور ان کا حل کی دسویں جلد حضرت لدھیانوی کی زندگی میں نہیں چھپی جبکہ ان کی زندگی میں ''اختلاف امت اور صراط مستقیم'' چھپی جس میں ہے:

''دیوبندی بریلوی اختلاف'' تیسرا اختلاف جس کے بارے میں آپ نے میری رائے طلب کی ہے وہ ''دیوبندی بریلوی اختلاف'' ہے۔ اور آپ یہ جاننا چاہتے ہیں کہ ان میں سے حق پر کون ہے؟ میرے لئے دیوبندی بریلوی اختلاف کا لفظ ہی موجب حسرت ہے۔ آپ سن چکے ہیں کہ سنی شیعہ اختلاف تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ماننے یا نہ ماننے کے مسئلہ پر پیدا ہوا، اور حنفی وہابی اختلاف ائمہ ہدی کی پیروی کرنے نہ کرنے پر پیدا ہوا لیکن ''دیوبندی بریلوی اختلاف'' کی کوئی بنیاد میرے علم میں نہیں ہے، اس لئے کہ یہ دونوں فریق امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ٹھیٹھ مقلد ہیں، عقائد میں دونوں فریق امام ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابو منصور ماتریدی رحمۃ اللہ علیہ کو امام ومقتدا مانتے ہیں، تصوف وسلوک میں دونوں فریق اولیاللہ کے چاروں سلسلوں قادری چشتی، سہروردی، نقشبندی میں بیعت کرتے کراتے ہیں۔

الغرض یہ دونوں فریق اہل سنت والجماعت کے تمام اصول وفروع میں متفق ہیں، صحابہ وتابعین اور ائمہ مجتہدین کی عظمت کے قائل ہیں، حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مقلد اور امام مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اور شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تک سب اکابر کے عقیدت مند ہیں اور اکابر اولیااللہ کی کفش برداری کو سعادت دارین جانتے ہیں، اس لئے ان دونوں کے درمیان مجھے اختلاف کی کوئی صحیح

بنیاد نظر نہیں آتی ،تاہم میں اس سے انکار نہیں کرتا کہ انکے درمیان چند امور میں اختلاف ہے اس لئے میں کسی فریق کا نام لئے بغیر قرآن و سنت اور فقہ حنفی کی تصریحات کی روشنی میں ان کے مختلف فیہ مسائل کے بارے میں اپنا نقطہ نظر پیش کر دینا کافی سمجھتا ہوں"۔

(بینات ،رجب شعبان ۱۳۹۹ھ بمطابق جون جولائی ۱۹۷۹ ،اشاعت خاص ص ۳۳،۳۴،۳۳ بحوالہ کشف القناع ص ۲۶۴،۲۶۵)

اس کے بعد موصوف اس پر تبصرہ کرتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ان کی زندگی میں جو مضمون چھپا اس میں تو دیوبندی بریلوی دونوں کو اہل سنت والجماعت کے اصول وفروع میں متفق ہیں لکھا اسی طرح ان کی زندگی میں آپ کے مسائل اور ان کے حل کی ۹ جلدیں جو ان کی زندگی میں چھپی اس میں بھی کہیں کوئی ایسا فتوی نہیں ان کی وفات کے بعد بعض متشددین نے دسویں جلد میں اس قسم کے فتوے شامل کر دئے ہیں ۔(ملخصا ،کشف القناع ص ۲۶۶)

جواب:

موصوف نے جو خامہ فرسائی کی ہے وہ سب کی سب کچھ عرصہ پہلے عمار خان ناصر بھی کر چکے ہیں رضاخانی اصول کے مطابق موصوف نے اس غامدی زدہ ہی کا سارا چربہ اپنے الفاظ میں ان صفحات پر نقل کر دیا ہے ۔جس کا ترتیب وار جواب ملاحظہ ہو۔

یہ موصوف کی جہالت ہے کہ" آپ کے مسائل اور ان کا حل" کی جلد نمبر دس میں جو فتاوی منقول ہیں جسے علامہ ساجد خان صاحب نقشبندی نے نقل کیا وہ ان کی زندگی میں نہیں چھپے بلکہ یہ فتاون اور مزید فتاوی ان کی زندگی ہی میں:

ماہنامہ حق چار یار ۶ دسمبر ۱۹۹۵ ،اپریل ۱۹۹۶ ،جولائی ۱۹۹۵

بینات جون ۱۹۹۵ ،

جبکہ مذکورہ بالا فتوی

ماہنامہ حق چار یار جولائی ۱۹۹۷ بعنوان

"دیوبندی بریلوی اختلاف حقیقی یا فروعی ،دارالعلوم دیوبند کا فتوی"

کے عنوان سے شائع ہوا۔

اگر زندگی کے بعد بقول رضاخانی کے کسی چیز کا چھپنا اس کے مشکوک ہونے کی دلیل ہے پھر تو خان صاحب کی فتاوی رضویہ اور آدھی سے زائد کتب کو بھی دریا برد کر دینا چاہئے ۔باقی موصوف نے عمار خان ناصر کی پیروی میں جو 'اختلاف امت اور صراط مستقیم' کا طویل اقتباس پیش کیا تو محمد زبیر سعیدی صاحب اس کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اس اقتباس سے جناب نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ حضرت شہید اسلام رحمہ اللہ کے نزدیک دیوبندی بریلوی اختلاف کی کوئی حیثیت نہیں ۔دونوں حنفی ہیں اور اہل سنت میں شامل ہیں ۔حالانکہ یہ بالکل خلاف واقعہ ہے ۔عمار خان صاحب بھی اس حقیقت سے واقف ہیں کہ آج سے کئی سال قبل جب "اصلاح مفاہیم" نامی کتاب کا قضیہ عروج پر تھا ،اس وقت حضرت لدھیانوی رحمہ اللہ نے اس کتاب کی مخالفت اور بھرپور مخالفت صرف اس بنیاد پر کی تھی کہ اس کے بعض مندرجات اکابر دیوبند کے مسلک سے مختلف اور بریلوی فکر کے مطابق تھے اس موضوع پر حضرت شہید اسلامؒ کی تحریر ماہنامہ بینات میں بھی شائع ہوئی اور بعد میں آپ کے مسائل میں بھی ۔یہ کہنا بالکل غلط ہے کہ یہ بحث حضرت شہید اسلام نے شامل نہیں کی اور نہ ہی ان کی مرضی تھی یہ تو بعد میں مولانا سعید احمد جلالپوری شہیدؒ نے شامل کر دی ۔اس لئے کہ

بینات میں حضرت شہید اسلامؒ کی اس موضوع پر تحریرات حضرت کی زندگی ہی میں شائع ہو چکی تھیں۔ جس پر بعض حضرات نے حضرتؒ کو خطوط لکھے اور حضرتؒ نے ان کے جوابات عنایت فرمائے۔ ان خطوط میں یہ صراحت موجود ہے کہ حضرتؒ کی تحریر بینات میں بھی شائع ہوئی تھی۔ اس بحث میں حضرت شہید اسلام رحمہ اللہ نے:

۱ بریلویوں کو اہل بدعت قرار دیا۔

۲ ان کو اہل سنت سے خارج سمجھا۔ بلکہ اہل سنت قرار دینے کو صریح گمراہی قرار دیا۔

۳۔ اکابر دیوبند کے مقابلہ میں ان کو غلط کہا۔

۴۔ ان کو ایک الگ مسلک اور گروہ شمار کیا۔

۵۔ ان کی تائید کرنے والوں سے شدید اختلاف رکھا۔

(مجلہ صفدر، شمارہ ۴۴، اکتوبر ۲۰۰۴ء ص ۲۵،۲۶)

مزید لکھتے ہیں:

''رہا حضرت رحمہ اللہ کا وہ اقتباس جس میں بریلویوں کو امام اعظم ابوحنیفہ کا ٹھیٹھ مقلد اور عقائد میں امام اشعریؒ و ماتریدی کا پیروکار، اہل سنت والجماعت کے تمام اصول وفروع میں متفق اور مجدد الف ثانی، شاہ عبدالعزیزؒ کا عقیدت مند ہونا لکھا ہے وہ بقول خود اور بزعم خود کے قبیل سے ہے کہ بریلوی حضرات کا یہ دعوی ہے اور وہ اس کے مدعی ہیں۔ یا پھر اس اعتبار سے کہ عام طور پر ان کو بھی اہل سنت و جماعت حنفی کہا جاتا ہے جیسا کہ مندرجہ ذیل سوال و جواب سے ظاہر ہے:

سوال: آپ نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ شیعہ عقیدہ صحیح ہے تو اسلام معاذ اللہ غلط ہے۔ اور اگر اسلام حق ہے تو شیعہ مذہب کے غلط اور باطل ہونے میں کسی عاقل کو شبہ نہیں ہونا چاہیے۔ جس کا مطلب یہی ہے کہ شیعہ دائرہ اسلام سے خارج ہیں، اسلام کے ساتھ ان کا کوئی واسطہ ہی نہیں، اب میں آتا ہوں اپنی مقصودی بات کی طرف کہ شیعہ پکے کافر اور زندیق ہیں تو ان کو اسلامی فرقوں میں شمار کرنا میرے ذہن کے مطابق درست نہیں۔ جس طرح کہ آپ نے کتاب کے نام کے نیچے لکھا'' جس میں صراط مستقیم کی ٹھیک ٹھیک نشاندہی کرتے ہوئے مشہور اسلامی فرقوں شیعہ سنی۔۔۔الخ'' شیعہ کے ساتھ ہمارا اصولی اختلاف ہے، ان کا کلمہ اذان، نماز اور دیگر عبادات سب کچھ ہم سے جدا ہے تو پھر اسلامی فرقہ کیسے ہوا؟ آپ نے بھی قوی دلائل سے اپنی کتاب میں اس فرقہ کو کافر ثابت کیا ہے؟؟۔

جواب: ماشاءاللہ بہت نفیس سوال ہے۔ اس کا آسان اور سلیس جواب یہ ہے کہ ''اسلامی فرقوں'' سے مراد وہ فرقے ہیں جن کو عام طور سے مسلمان سمجھا جاتا ہے یا اسلام کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ اگرچہ اشکال کا صحیح جواب موجود ہے جو اوپر ذکر ہوا تاہم ہم نے کتاب کے نئے ایڈیشن میں ''اسلامی فرقوں'' کا اضافہ حذف کر دیا ہے''۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل، ج ۱۰، ص ۸۴)

اس سے واضح ہوا کہ بریلویوں کو ''اہل سنت والجماعت حنفی'' کہنے سے یہی مراد ہے کہ عام طور پر ان کو اس طرح سمجھا جاتا ہے۔ ورنہ یہ کیسے ممکن ہے کہ حضرت شہید اسلامؒ ایک طرف بریلویوں کو اہل سنت قرار دیں اور دوسری طرف بعض بریلوی نظریات کی تائید پر مبنی کتاب کی اشاعت بھی برداشت نہ کریں؟؟

اگر یہ تطبیق عمار خان صاحب کو ہضم نہ ہو تو حضرت شہید اسلام رحمہ اللہ تعالی کے اس کلام کو جو شہادت سے کچھ عرصہ قبل کا ہے پہلے کلام کیلئے

ناسخ سمجھ لیں اور پہلے کو منسوخ ۔۔۔!!!"۔ (مجلہ صفدر، شمارہ ۴۴، اکتوبر ۲۰۰۴ ص ۳۰)

اگر اب بھی رضاخانی کو سمجھ نہ آئے تو لیجئے ایک عدد گھر کا حوالہ ملاحظہ ہو رضاخانی شیخ الاسلام ہاشمی میاں حفظ الایمان کے متعلق لکھتے ہیں:

"مولانا گنگوہی کے اس فتوے کی روشنی میں مولانا تھانوی کے مشرک ہونے میں کوئی کلام نہیں۔ بہر حال مسلمانوں کے ایک گروہ اس عبارت کی تائید میں ایڑی چوٹی کا زور لگا کر صحیح اور درست ثابت کرنے میں لگا ہوا ہے"۔ (لطائف دیوبند، ص ۲۷)

تو جناب حفظ الایمان کی تائید اور اس کی عبارت کو درست ثابت کرنے والا تو آپ کے ہاں معاذ اللہ مرتد و گستاخ رسول ﷺ ہے مگر آپ کا شیخ الاسلام ایسے لوگوں کو "مسلمانوں کا ہی ایک گروہ" کہہ رہا ہے تو کیا جواب ہے آپ کا اس کے متعلق؟ جو بھی جواب دیں اس میں یہ احتیاط ضرور کیجئے گا کہ ہاشمی میاں جو ایسے لوگوں کو مسلمان کہہ کر مرتد ہو چکے ہیں مزید ارتداد کی دلدل میں نہ پھنسیں۔

موصوف نے پھر ص ۲۶۶، ۲۶۷ اس پر سیاہ کیا کہ "آپ کے مسائل اور ان کا حل" کے جدید ایڈیشن میں یہ فتاویٰ نہیں میں نے فلاں کو فون کیا فلاں ناشر کو فون کیا اور آخر میں لکھتا ہے:

"قارئین کرام! ایک بات تو واضح ہے کہ ان فتووں کا لدھیانوی صاحب کی کتاب میں ان کے آنجہانی ہونے کے بعد شامل کیا جانا اور بعد کے ایڈیشنز میں سے ان کا صفایا کر دیا جانا کئی سوالات پیدا کرتا ہے"۔ (کشف القناع ص ۲۶۷)

قارئین کرام یہی وہ منافقت ہے جسے علامہ ساجد خان صاحب نقشبندی حفظہ اللہ وقتاً فوقتاً طشت از بام کرتے رہتے ہیں اب اگر ہماری طرف سے ناشر نے کچھ نکال دیا تو موصوف کے نزدیک "کئی سوالات پیدا کرتا ہے"، لیکن جب اس کے ممدوح کاشف اقبال کی کتاب سے اس کی زندگی ہی میں ناشر نے ایک اہم اصول نکال دیا تو موصوف لکھتے ہیں:

"مولانا کاشف اقبال کا ایک مضمون کلمہ حق رسالہ میں شائع ہوا تھا پھر اس کو دوبارہ سے میلاد پبلی کیشنز لاہور نے "سبز عمامے کا جواز" کے نام سے شائع کیا اس دوبارہ شائع کردہ مضمون میں اشاعتی ادارے "میلاد پبلی کیشنز لاہور" نے ملکی حالات اور اپنے تاجرانہ معاملات کے تناظر میں وہ جملے جو انہوں نے اپنی دانست میں سخت سمجھے حذف کر ڈالے اسی کا الزام دیوبندی موصوف نے مولانا کاشف اقبال مدنی صاحب کے سر ڈال دیا اور ناشر کی اس کاروائی کو مولانا کاشف اقبال کے لیے علمائے یہود کا نقش قدم قرار دیا حقیقت یہ ہے کہ تمام اہل سنت اور مولانا کاشف اقبال مذکورہ بالا اصول پر ابھی تک قائم ہیں، اگر چہ کوئی ادارہ ملکی حالات کی وجہ سے اسے شائع کرے یا نہ کرے"۔
(کشف القناع: ص ۲۰۹)

موصوف خواہ مخواہ لایعنی سوالات کو جنم نہ دیں ورنہ مزید ذلیل ہوں گے اور اپنی ہی اس عبارت کا پاس لحاظ رکھتے ہوئے یہ سمجھ لیں کہ: "ملکی حالات اور اپنے تاجرانہ معاملات کے تناظر میں ان فتاویٰ کو حذف کر دیا"۔

فتاویٰ دار العلوم دیوبند رضاخانی اصول پر

رضاخانی نے لکھا:

"مولانا کوثر نیازی صاحب کا یہ بیان آغا شورش کاشمیری کے ہفت روزہ چٹان ۔۔۔ میں شائع ہوا اور شائع ہونے کے بعد اکابر و اصاغر کے ہاتھوں تک پہنچا، مگر عمائدین دیوبند میں سے کسی نے بھی اس واقعہ کی تردید نہیں کی، حالانکہ اس وقت تھانوی صاحب کے کافی خلفاو

تلامذہ اور متوسلین ومعتقدین زندہ موجود تھے۔اور نہ ہی کسی نے کوثر نیازی صاحب کی دیوبندیت پر انگشت اعتراض اٹھایا، کافی عرصہ خاموش رہنے کے بعد خالد محمود صاحب اپنے اندازے، رائے اور قیاس سے اس کو جھوٹا قرار دے رہے ہیں، حالانکہ اس حوالے کو جھوٹا ثابت کرنا ہوتا تو اس وقت اخبار ورسائل میں تردید کی جاتی، مگر ایسا نہ ہوا''۔(کشف القناع، ج۱،ص ۲۱۳)

تو دارالعلوم دیوبند کا یہ فتوی آپ کے مسائل اور ان کا حل میں چھپا پھر ماہنامہ صفدر میں چھپا حق چار یار رسالہ میں چھپا پھر علامہ ساجد کی کتاب دفاع اہل السنۃ والجماعۃ کی جلداول میں چھپا مگر دارالعلوم دیوبند کے کسی ذمہ دار عالم نے اس کی تردید شائع نہیں کی بلکہ الٹا دارالعلوم دیوبند کے نائب مہتمم اور شعبہ مناظرہ کے صدر کا حضرت علامہ صاحب کی کتاب کی تائید اور اس پر تقریظ لکھنا رضاخانی اصول کے مطابق اس فتوے کی تائید وتصویب ہے۔پس آج رضاخانی کے شیطانی قیاسات واندازوں سے یہ فتوی باطل نہیں ہوسکتا۔

دارالعلوم دیوبند احمد رضاخان کو کیا سمجھتا ہے؟

علامہ صاحب نے تو بہت نرم لہجے والا فتوی رضاخانیوں کے متعلق دارالعلوم دیوبند کے حوالے سے نقل کیا تھا کہ ہمارا ان سے اختلاف اصولی ہے۔مگر رضاخانی کو عزت راس نہیں اس لئے ہم انہی کی کتاب سے دارالعلوم دیوبند کا موقف رضاخانیوں کی خدمت میں پیش کردیتے ہیں۔رضاخانی علامہ اختر رضاخان ازہری کے خلیفہ مولوی ذوالفقار گکڑوی لکھتا ہے:

''اخبار روزنامہ الجمعیۃ کے ۹ جنوری ۱۹۸۳ کے پرچہ میں صفحہ تین پر

''رضاخانی ترجمہ وتفسیر کے بارے میں مفتیان دارالعلوم دیوبند کا بیان''

کے عنوان سے بیان شائع ہوا جس میں ترجمہ کنزالایمان اور تفسیر خزائن العرفان کو شرکیات، کفریات، بدعات لغویات کا مجموعہ قرار دیا گیا۔اور اس کو دیکھنے پڑھنے پڑھانے اور سننے کو ناجائز وحرام لکھا گیا''۔(حیات تاج الشریعہ کے تابندہ نقوش ص ۴۷،۴۸)

لیجئے جناب آپ کے ہاں تو دارالعلوم دیوبند والوں کے ہاں احمد رضاخان اور اس کے خلیفہ کی کتب کفریات، شرکیات بدعات ولغویات کا مجموعہ ہیں ان کو دیکھنا پڑھنا بلکہ سننا تک حرام ہے۔اور رضاخانی کہتا ہے کہ نہیں انہوں نے تو کوئی فتوی نہیں دیا وہ تو خان صاحب کو مسلمان سمجھتے تھے۔اب اگر رضاخانی میں غیرت ہے جس کی ہمیں کوئی امید نہیں تو بموجب کتاب حدیث دلبراں شرقپور شریف کی نالیوں میں اس وقت تک ناک ڈبو کر رکھے جب تک خس کم جہاں پاک نہ ہوجائیے۔

رضاخانی کی دماغی حالت

اس رضاخانی نے لکھا کہ حضرت سعید احمد پالن پوری رحمۃ اللہ علیہ تو شیعہ وبدعتی تھے اس کے فتوے ہم پر کیسے حجت؟ اسی طرح امام اہلسنت حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر مولانا حسین علی واں بچھراں کے اعتزالی خیالات کا غلبہ تھا لہذا اس کا فتوی بھی معتبر نہیں۔(ملاحظہ ہو کشف القناع ص ۲۵۱،۲۶۴،۲۶۹،۲۷۰)

حالانکہ اس جاہل کو یہ بھی علم نہیں کہ بالفرض یہ خرافات جو اس نے منسوب کی یہ ان اکابر میں نہ بھی ہوتی تب بھی دیوبندی ہونے کی وجہ سے ان کا فتوی ویسے بھی آپ کے مذہب میں معتبر نہ تھا موصوف نے جو لکھا:

''موصوف اہل سنت وجماعت بریلوی پر کس منہ سے نقل کررہے ہیں''۔(کشف القناع، ج۱،ص ۲۶۴)

یہ اس جاہل کی بدترین جہالت ہے۔ جس آدمی کو علامہ صاحب کی کتاب کی عبارت تک اور طرز استدلال سمجھنے کی صلاحیت نہیں اسے ذلیل ہونے کیلئے اس کتاب کا جواب لکھنے کیلئے بٹھادیا گیا۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ فتاوی آپ پر بطور حجت پیش نہیں کئے گئے تھے بلکہ اس اختلاف میں علمائے دیوبند کے موقف کو بیان کرنے کیلئے نقل کئے گئے تھے۔ رضاخانی کی ان تحریروں سے تاثر یہ مل رہا ہے کہ اگر یہ دو علما بقول رضاخانی معاذ اللہ بدعتی وشیعہ اور معتزلی نظریات سے متاثر نہ ہوتے تو محض دیوبندی ہونے کی وجہ سے ان کا فتوی ہم پر حجت ہوتا۔

نوٹ: دارالعلوم دیوبند کی ویب سائٹ اور مظاہر العلوم کا جو فتوی علامہ ساجد صاحب نے نقل کیا تھا موصوف اسے ہضم کر گئے۔ اور کوئی جواب نہ دیا۔

امام اہلسنت کے فتوے کے متعلق رضاخانی جہالت

علامہ ساجد صاحب نے امام اہل سنت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ایک ملفوظ نقل کیا تھا:

''میں نے ایک بار حضرت امام اہل السنۃ سے پوچھا کہ بریلویوں کا کیا حکم ہے؟ ہمیں ان کے بارے میں کیا نظریہ رکھنا چاہیے؟ تو فرمایا: ان کے مولوی اور پیر قسم کے لوگ تو کفریہ عقائد کی وجہ سے پکے کافر اور مشرک ہیں، ان کے پیچھے نماز باطل بلا شک ہے البتہ عوام کی ہم تکفیر نہیں کرتے، کیونکہ وہ محض جاہل ہیں، ان کو سمجھانا چاہیے اگر وہ سمجھانے کے باوجود جانتے بوجھتے ہوئے کفریہ وشرکیہ نظریات پر ڈٹے رہیں تو پھر ان کی بھی تکفیر کی جائے۔ ورنہ نہیں۔

حضرت کے فرزند ارجمند مولانا عبدالقدوس قارن صاحب مدظلہ العالی نے اس بیان کی تصدیق فرمائی''۔

(ماہنامہ صفدر: شمارہ نمبر ۳۰/اگست ۲۰۱۳ء/ص ۴)

موصوف اس کے جواب میں لکھتے ہیں کہ ۱۹۸۶ء میں مفتی اعظم پاکستان مفتی رفیع عثمانی صاحب امام اہلسنت سے ملے اور دیوبندی بریلوی اختلاف کو صرف تعبیر کا اختلاف کہا اور حقیقت میں کسی اختلاف کا انکار کیا امام اہلسنت نے اس پر مسرت کا اظہار کیا (ملخصا)۔ اس کے بعد موصوف لکھتے ہیں:

ایک طرف تو دیوبندی مذہب کی بھاری بھرکم شخصیت مفتی اعظم پاکستان ابن مفتی اعظم پاکستان اور دیوبندی شیخ الاسلام کے بھائی ہیں، دوسری جانب گکھڑوی صاحب کے غیر معروف چیلے چانٹے ہیں، اب آپ ہی انصاف کیجئے کہ کس کی بات کو ترجیح ہونی چاہئے؟ ظاہر ہے کہ جو دیوبندیت کے مفتی اعظم پاکستان ہیں وہ فہم وفراست عقل و دانائی اور سمجھ بوجھ میں ان چیلوں چانٹوں سے زیادہ ہی ہوں گے جو پڑھتے کم تھے اور گکھڑوی کے پاوں زیادہ دباتے تھے''۔ (کشف القناع، ج ا، ص ۲۶۸)

جواب 1:

موصوف نے یہاں بھی ترجیح دینے میں اپنی کتب بلکہ اپنے اصولوں سے جہالت یا بغاوت کا ارتکاب کیا ہے۔ وہ اس طرح کہ خود موصوف نے یہ اصول نقل کیا:

''مولانا کوثر نیازی صاحب کا یہ بیان آغا شورش کاشمیری کے ہفت روزہ چٹان۔۔۔ میں شائع ہوا اور شائع ہونے کے بعد اکابر واصاغر کے ہاتھوں تک پہنچا، مگر عمائدین دیوبند میں سے کسی نے بھی اس واقعہ کی تردید نہیں کی، حالانکہ اس وقت تھانوی صاحب کے کافی خلفاو

تلامذہ اور متوسلین ومعتقدین زندہ موجود تھے۔اور نہ ہی کسی نے کوثر نیازی صاحب کی دیوبندیت پر انگشت اعتراض اٹھایا، کافی عرصہ خاموش رہنے کے بعد خالد محمود صاحب اپنے اندازے، رائے اور قیاس سے اس کو جھوٹا قرار دے رہے ہیں، حالانکہ اس حوالے کو جھوٹا ثابت کرنا ہوتا تو اس وقت اخبار و رسائل میں تردید کی جاتی، مگر ایسا نہ ہوا‘‘۔(کشف القناع، ج۱،ص ۲۱۳)

تو احسن خدامی صاحب نے اگر غلط بیانی کی ہوتی تو امام اہلسنت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے کئی شاگرد متوسلین آج بھی زندہ ہیں اس کی ضرور تردید کرتے جب نہیں کی تو آج رضاخانی کو کس نے کہا کہ وہ اپنے شیطانی قیاس آرائیوں سے اس ملفوظ کو باطل قرار دے؟

قارئین کرام! رضاخانی کا یہ اصول بڑے کام کا ہے ہم ماقبل میں بھی اسے جگہ جگہ نقل کرتے آئے ہیں اور آئیندہ بھی امید ہے لہٰذا اس کو اچھی طرح یاد رکھیں آئیندہ ہم اس کی طرف صرف اشارہ کریں گے۔

جواب:2:

غلام نصیر الدین سیالوی ابن اشرف العلما اشرف سیالوی لکھتا ہے:

’’مولانا غلام مہر علی صاحب مدظلہ مولانا غلام محمد گھوٹوی صاحب کے بالواسطہ شاگرد ہیں تو وہ ان کے مذہب کے بارے میں سرفراز سے بہتر جانتے ہیں‘‘۔(عبارات اکابر کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ، حصہ اول،ص ۵۱)

مزید لکھتا ہے:

’’مولانا دیدار علی شاہ محدث الوری کا نظریہ الرشید والے کی نسبت ان کی اولاد امجاد بہتر جانتی ہے‘‘۔

(عبارات اکابر کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ، حصہ اول،ص ۶۱)

تو رضاخانی جی! آپ کے اس اصول کی روشنی میں ترجیح حضرت مفتی اعظم پاکستان کے قول کو نہیں بلکہ امام اہلسنت حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد اولاد و امجاد کی رائے کو ہو گی۔

یاد رہے کہ مجلہ صفدر جس سے علامہ صاحب نے ملفوظ نقل کیا تھا اس میں صرف یہی ملفوظ نہیں بلکہ اس کے علاوہ بھی امام اہلسنت کے اقوال نقل کئے گئے جس میں وضاحت تھی کہ دیوبندی بریلوی کے درمیان اصولی اختلاف ہے۔اور اس موقف کو حضرت امام اہلسنت کی اولاد وشاگردوں کی مکمل تائید حاصل ہے جیسا کہ مجلہ صفدر شمارہ ۳۰،ص ۴، ۵ پر وضاحت موجود ہے۔

مفتی اعظم پاکستان کے موقف میں رضاخانی کا دجل وفریب

وہ رضاخانی ہی کیا جو دجل وفریب نہ کرے اور جھوٹ کا سہارا نہ لے چنانچہ موصوف نے یہاں پھر اپنی اس عادت سے مجبور ہو کر لکھا کہ:

’’دیوبندی موصوف نے اس بارے میں سرفراز گکھڑوی صاحب سے جو بات نقل کی ہے وہ تعارض وتضاد کا شکار ہے اس لئے کہ مفتی رفیع عثمانی صاحب نے جب ۱۹۸۶ء میں گکھڑوی صاحب سے ملاقات کی اس ملاقات میں مفتی رفیع عثمانی صاحب نے اس نظریہ کا اظہار کیا تھا کہ عقائد کے بارے میں دونوں مکاتب فکر کا اختلاف بڑی حد تک صرف تعبیر اور الفاظ کا اختلاف ہے حقیقت میں ایسا کوئی اختلاف عقائد کے باب میں نہیں جس کی بنا پر ایک دوسرے کو گمراہ یا فاسق قرار دیا جائے تو سرفراز گکھڑوی صاحب نے مسرت کا اظہار کیا اور اس کی تائید کی۔

ملاحظہ ہو وہی مجلہ صفدر شمارہ ۳۰،ص ۵''۔(کشف القناع،ج ا،ص ۲۶۸)

اس پر نتیجہ متفرع کیا کہ حضرت مفتی اعظم پاکستان کی روایت سے جو قول امام اہلسنت کا ہے اس میں تو وہ اس پر مسرت فرما رہے ہیں کہ دیوبندی بریلوی میں عقائد کا کوئی اختلاف نہیں لہذا ترجیح مفتی اعظم پاکستان والی روایت کو حاصل ہوگی۔حالانکہ یہ رضاخانی کا موروثی دجل ہے کیونکہ مجلہ صفدر کے اگلے شمارے ہی میں خود مفتی اعظم پاکستان نے اپنے اس قول کی وضاحت یوں کی:

''آپ نے پریشانی میری مندرجہ ذیل عبارت کی وجہ سے محسوس کی ہے وہ تحریر بعینہ نقل کرتا ہوں:

''یہ تھا وہ پس منظر جس کے تحت ناچیز امام اہل سنت شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر صاحب رحمہ اللہ سے ملاقات کرنے اور رہنمائی حاصل کرنے کیلئے گکھڑ منڈی حاضر ہوا تھا۔حضرت نے بہت شفقت فرمائی اور جس مقصد کیلئے حاضر ہوا تھا اس پر مسرت کا بھی اظہار فرمایا اور اس کی تائید فرمائی۔

میرے الفاظ''جس مقصد کیلئے حاضر ہوا تھا اس پر مسرت کا بھی اظہار فرمایا اور اس کی تائید فرمائی''کا مطلب میرے نزدیک یہ تھا اور ہے کہ اتحاد کی کوشش کے سلسلے میں حضرت ؒ نے میری تائید فرمائی،یہ مطلب نہیں کہ وہ پوری سرگذشت جو میں نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے بیان کی تھی اس سرگذشت میں بیان کردہ باتوں کی تائید فرمائی،بلکہ اتحاد کی کوشش اور جذبہ کی تائید فرمائی۔

میرے نزدیک آپ کی پریشانی کا سبب میری اس وضاحت سے ختم ہو جانا چاہئے اس سلسلے میں مزید خط و کتابت سے معذرت خواہ ہوں ۔والسلام۔۔محمد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہ۔

رئیس الجامعہ دار العلوم کراچی ۴ رمضان ۱۴۳۴ھ بمطابق ۱۴ جولائی ۲۰۱۳ء''۔

(مجلہ صفدر شمارہ نمبر ۳۱،بابت ستمبر ۲۰۱۳،ص ۲)

یہ تھا حضرت مفتی اعظم پاکستان کا اصولی موقف کہ ان کے نزدیک امام اہلسنت رحمہ اللہ نے جس بات پر تائید و مسرت کا اظہار فرمایا وہ فقط ''اتحاد کی کوششوں پر تھا''نہ کہ عقائد میں کسی اختلاف کے نہ ہونے کے بارے میں۔لہذا امام اہلسنت رحمہ اللہ کے اقوال میں باہم کوئی تعارض نہیں،بلکہ رضاخانی اپنی کم علمی کی وجہ سے تعارض سمجھ رہا ہے۔یہ وہ رضاخانی ہے کہ جو کہتا ہے کہ تمام دیوبندی کتب چاٹ لی ہیں اور حال یہ ہے کہ جس شمارے کا حوالہ دے رہا ہے اس سے اگلے شمارے کا علم نہیں مگر جاہل کرے تو کیا کرے؟ کیونکہ اسے تو صرف اتنا ہی علم جو اسکے جعلی ہسپتال میں پالے ہوئے مسٹنڈے پیش کریں۔اس کے بعد رضاخانی کا یہ دھوکا بھی کھل گیا کہ:

''اگرچہ دیوبندی نوخیز لڑکوں نے مفتی رفیع عثمانی صاحب کا رد کرنے کی کوشش کی ہے مگر پورے مضمون میں کسی بھی دیوبندی کو مفتی رفیع عثمانی صاحب کو جھوٹا کہنے کی ہمت نہیں ہوئی''۔(کشف القناع،ج ا،ص ۲۶۹)

دیوبندی معاذ اللہ ان کو جھوٹا تب کہیں جب خان صاحب بریلوی یا آنجناب کی طرح کوئی جھوٹ بولے جب انہوں نے کسی قسم کا جھوٹ کہا ہی نہیں اور جس بات سے غلط فہمی ہوئی اس کی خود وضاحت کر دی تو کوئی جھوٹ ہوا ہی نہیں جو امام اہلسنت کے متعلق کہا سچ کہا۔

امام اہلسنت کے موقف کے متعلق مزید وضاحت

امام اہلسنت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ رضاخانیوں کو کیا سمجھتے تھے؟ اس کی مزید وضاحت کیلئے آپ مجلہ صفدر شمارہ ۳۰ کو

ملاحظہ کریں یا پھر:

''ذخیرۃ الجنان، ج ۶، ص ۱۰۸، ۱۰۹، ج ۱۳، ص ۲۷۵ کا'' مطالعہ کریں۔

ہماری معلومات کے مطابق اس حوالے سے مناظر اسلام مولانا ابوایوب قادری صاحب زید مجدہ نے بھی اکابر واصاغر کے تین سو سے زائد فتاوی کو جمع کیا ہے۔ بعض حضرات نے اہل بدعت پر اہل سنت کے چند فتاوی کو پی ڈی ایف کی شکل میں مرتب کیا ہے۔ یہ فائل ہم سے رابطہ کر کے حاصل کی جا سکتی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

امام اہلسنت رضاخانیوں کو کیا سمجھتے تھے؟ بریلوی کتب سے

موصوف نے تو یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ امام اہلسنت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ رضاخانیوں کے ساتھ اختلاف کو لفظی سمجھتے تھے حقیقی واصولی نہیں معاذ اللہ لیکن آئیے ہم رضاخانی کتاب سے ثابت کرتے ہیں کہ رضاخانیوں کے متعلق امام اہلسنت کا کیا موقف تھا؟ سیالوی لکھتا ہے:

''اس کے جواب میں گزارش ہے کہ آپ اپنی کتابوں ازالۃ الریب، دل کا سرور، تبرید النواظر میں لکھ چکے ہیں کہ بریلوی کافر ومشرک ہیں''۔ (عبارات اکابر کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ، حصہ اول، ص ۳۹)

مزید لکھتا ہے:

''سرفراز صاحب کہتے ہیں کہ انہوں نے گنگوہی اور نانوتوی کی تعریف کی حالانکہ سرفراز صاحب ان کو بریلوی بھی مانتے ہیں تو ظاہر ہے جو بریلویوں کے عقائد ہیں مثلا حاضر ناظر، علم غیب، استمداد اور مختار کل وغیرہ ان کے بھی وہ حامل ہوں گے اور یہ عقائد سرفراز اور اس کے اکابر کے نزدیک کفر وشرک ہیں''۔ (عبارات اکابر کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ، حصہ اول، ص ۵۳)

مزید لکھتے ہیں:

''سرفراز صاحب گلدستہ توحید میں بریلویوں کے مشرک ہونے کی وجہ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں''۔

(عبارات اکابر کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ، حصہ اول، ص ۶۳)

تو رضاخانی جی! آپ نہ مفتی اعظم پاکستان کو دیکھیں نہ مولانا احسن خدامی صاحب کو اس ترجیح کی بحث سے جان چھڑائیں اور اپنے بڑوں کی یہ کتب دیکھ کر کچھ شرمائیں۔

دیوبندی اکابر اور بریلویوں کا ایمان

موصوف تو اس بات کے انکاری ہیں کہ اکابر دیوبند نے خان صاحب واذناب پر کسی قسم کا کوئی فتوی نہیں لگایا مگر سیالوی لکھتا ہے:

''سرفراز صاحب کہتے ہیں کہ انہوں نے گنگوہی اور نانوتوی کی تعریف کی حالانکہ سرفراز صاحب ان کو بریلوی بھی مانتے ہیں تو ظاہر ہے جو بریلویوں کے عقائد ہیں مثلا حاضر ناظر، علم غیب، استمداد اور مختار کل وغیرہ ان کے بھی وہ حامل ہوں گے اور یہ عقائد سرفراز اور اس کے اکابر کے نزدیک کفر وشرک ہیں''۔ (عبارات اکابر کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ، حصہ اول، ص ۵۳)

لیجئے آپ کے ہاں تو خان صاحب کیا اکابر دیوبند کے نزدیک ہر بریلوی ہی مشرک وکافر ہے۔

اس حوالے کے بعد موصوف کا یہ گلہ بھی ختم ہوگیا کہ:

''دیو بندی موصوف کا دعوی اکابرین دیو بند کے فتووں کا ہے مگر دیو بندی موصوف اس معاملہ میں دورحاضر و ماضی قریب کے دیو بندی مولویوں کو گھسیٹ لائے ہیں، ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ وہ اس معاملہ میں اپنے اکابرین کی تصریحات پیش کرتے مگر وہ اس سلسلہ میں عاجز و ناکام رہے جو کہ ان کی شکست فاش کی دلیل ہے''۔ (کشف القناع، ج ا، ص ۲۶۹)

مظفر حسین شاہ کا ایک بار پھر جہالت کا مظاہرہ

موصوف نے لکھا کہ معاذ اللہ امام اہلسنت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر حضرت مولانا حسین علی واں بچھراں ؒ کے اعتزالی نظریات کا غلبہ تھا نیز امام اہلسنت متشدد تھے لہذا ان کے فتوے کو دلیل نہیں بنایا جاسکتا''۔ (ملخصا کشف القناع، ج ا، ص ۲۶۹، ۲۷۰)

اس میں اس رضاخانی نے خان صاحب بریلوی کی پیروی میں جو جھوٹ بولے اس سے فی الوقت صرف نظر کرتے ہوئے اتنا کہیں گے کہ جب دلیل نہیں بنایا جاسکتا تو ماقبل میں اس کے جواب دینے کی ناکام کوشش کیوں کی؟ صاف کیوں نہیں کہہ دیا کہ چونکہ یہ کوئی دلیل ہی نہیں لہذا جواب بھی ضروری نہیں۔ پھر جاہل آدمی یہ فتاوی آپ پر رد یا آپ کے پر حجت کے طور پر پیش نہیں کئے گئے تھے بلکہ دیو بندی بریلوی اختلاف میں ہمارا موقف واضح کرنے کیلئے پیش کئے گئے تھے اور ظاہر ہے کہ ہم امام اہلسنت کو ایسا نہیں سمجھتے جیسا آپ نے ہرزہ سرائی کی لہذا ہمارے کئے یہ فتاوی یقینا حجت ہوں گے۔

علامہ انور شاہ کشمیری ؒ کے موقف میں دجل و تلبیس

موصوف نے اس سلسلہ میں مجلہ محدث عصر ص ۳۲، ستمبر اکتوبر ۲۰۱۸ء سے ایک طویل اقتباس پیش کیا کہ:

''ان فروعی اختلافی مسائل میں قیام میلاد کا سوال بھی تھا کہ کچھ لوگ کھڑے ہو کر یا دعا کے طور پر ہاتھ اٹھا کر حضور رسالت مآب ابی و امی فداہ کی خدمت میں صلوۃ و سلام عرض کرتے ہیں حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر صاحب نے اس مدح میں یہ فرمایا: بھائی مجھے تو اس میں لطف آتا ہے یعنی نہ جواز کا فتوی دیا نہ عدم جواز کو قبول کیا، یہیں کشمیر میں بھی کسی نے حضرت شاہ صاحب سے سوال کیا کہ صلوۃ و سلام کے وقت ہم اپنے ہاتھوں کو نماز کی طرح ادب سے باندھیں یا بصورت دعا دونوں ہاتھ پھیلائیں؟ حضرت نے جوابا فرمایا کہ ''ادب سے ہاتھ باندھو تو عین ادب ہے پھر مولانا عارف رومی کا یہ شعر زبان پر لائے

کردم از عقل سوالے کہ بگو ایمان چیست

عقل در گوش دلم گفت کہ ایمان ادب است

خاص کر رسول اللہ ﷺ کے بارے میں ادب کا ملحوظ رکھنا نہایت ضروری ہے،

ہزار بار بشویم دھن بمشک و گلاب

ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی است

اور فرمایا کہ اگر کوئی دعا کی نیت سے ہاتھ اٹھائے تو الصلوۃ علی النبی دعا یعنی سرور کائنات ﷺ پر درود پڑھنا دعا ہے۔

(الانور، ص ۶۳۷، ۶۳۸)''۔ (کشف القناع، ج ا، ص ۲۷۱)

پھر اس سے نتیجہ یوں اخذ کیا کہ:

''اور پھر دیوبندی موصوف کا معمولات اہل سنت و جماعت کو بریلوی دیوبندی اختلاف کا اصل سبب قرار دینا بھی درست نہیں، اس لئے کہ معمولات اہل سنت کو دیوبندی علما فروعی اختلاف کی نظر سے دیکھتے ہیں، جیسا کہ حوالہ میں ذکر ہوا''۔

(کشف القناع، ج ۱ص ۲۷۲)

جواب:

حسب عادت یہاں بھی اس نے دجل وفریب ہی سے کام لیا اس لئے کہ حضرت علامہ ساجد صاحب نے کہیں بھی رضاخانی معمولات مثلاً میلاد، تیجہ، چالیسواں وغیرہ کے متعلق یہ نہیں کہا کہ ہمارا ان مسائل میں رضاخانیوں کے ساتھ اصولی اختلاف ہے۔ انہوں نے تو عقائد مثلاً علم غیب، حاضر وناظر کے متعلق کہا کہ ان میں ہمارا رضاخانیوں کے ساتھ اصولی اختلاف ہے۔ چنانچہ علامہ صاحب لکھتے ہیں:

اہل السنۃ والجماعۃ کا رضاخانیوں کے ساتھ اختلاف اصولی ہے

قارئین کرام! مسلمانوں کا رضاخانیوں کے ساتھ اختلاف اصولی اختلاف ہے بعض حضرات صرف اسے جاہلوں کا گروہ یا صلوٰۃ وسلام ومیلاد کا اختلاف کہہ کر نظر انداز کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ بریلوی حضرات نے جو علم غیب، حاضر وناظر، مختار کل، نور وبشر وغیرہا پر جو عقائد اپنائے ہیں پھر ان کی گستاخانہ عبارات وہ کفریہ وشرکیہ ہیں انہیں کسی بھی طرح فروعی اختلاف نہیں کہا جاسکتا یہ ضرور ہے کہ فروع میں بھی اس مذہب والوں کے ساتھ ہمارا اختلاف ہے لیکن اصولی اختلاف ان کے عقائد کی بناء پر ہے۔ (دفاع، ج ۱ص ۶۸)

اب علامہ صاحب بات عقائد کی کر رہے ہیں اور یہ جواب میں پیش میلاد وغیرہ کو کر رہا ہے اور پھر یہ ڈینگ بھی مارتا ہے کہ شکست ہوگئی۔

دوسرا دجل یہ کیا کہ ''مجلہ محدث عصر'' کی جو عبارت پیش کی اسے علما کی طرف منسوب کیا حالانکہ یہ عبارت نثار احمد فاروقی صاحب کی ہے جن کا شمار دیوبندی علما واکابر میں نہیں ہوتا۔

تیسری بات فاروقی صاحب خود بھی اہل بدعت کیلئے نرم گوشہ رکھتے ہیں اسی لئے وقتاً فوقتاً اس قسم کی گڑبڑ کرجاتے ہیں۔ اب ''الانور'' ہی کے حوالہ کو دیکھ لیں اسی صفحہ پر جو بات ان کے مدعیٰ ونظریہ کے خلاف تھی اسے نقل نہیں کیا۔ چنانچہ علامہ انور شاہ کشمیریؒ کا قول یوں ہے:

''حضرت ممدوح سے راقم کو ایک لاینحل مسئلہ طے ہوا میں طالب علمی کی وجہ سے اور العلم حجاب الاکبر کے بموجب استمداد من ارواح الانبیاء والاولیاء کے بارے میں مشتبہ عقیدہ کا تھا۔ آپ نے فرمایا ''بچہ! ہر عمل کا دارومدار نیت پر ہے۔ انما الاعمال بالنیات اگر عقیدۃً یا حقیقتاً انبیاء واولیاء سے استمداد کیا جائے تو کفر ہے خبردار اس بارے میں نیت کو صاف و پاک کیا جائے ورنہ ع

چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی

اور آپ خاندان نبوی سے نسبت کے مدعی ہیں لہٰذا آپ سے زیادہ احتیاط مطلوب ہے''۔ (الانور ص ۶۳۷)

تو علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ تو انبیاء واولیاء سے عقیدۃً استمداد کو کفر قرار دے رہے ہیں اور رضاخانی اولیاء وانبیاء سے استمداد کو عقیدہ تو کیا معاذ اللہ امتیاز اہلسنت قرار دیتے ہیں۔ خان صاحب بریلوی نے پوری ایک کتاب ''الاستمداد'' لکھی ہے۔ تو حضرت کشمیری رحمہ اللہ کے اس فتوے سے تو خان صاحب بریلوی کفریہ عقیدہ رکھتے ہیں مگر افسوس کہ اس اہم عبارت کو فاروقی صاحب نے نقل نہیں کیا۔ پھر علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ نے ایک پوری کتاب علم غیب کے رد میں ''سہم الغیب فی کبد اہل الریب'' لکھی جسمیں اس عقیدے کو کفر وشرک قرار دیا۔

چوتھی بات جس رسالہ سے رضاخانی نے یہ اقتباس نقل کیا اس کے سرورق پر واضح طور پر لکھا ہوا ہے:

''مقالہ نگار کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں''

اس کے بعد بھی شرم نہیں آتی کہ ان حوالہ جات کو تمام دیوبندی مسلک کا نظریہ بنا کر پیش کیا جارہا ہے؟لیکن رضاخانیوں کی گاڑی ہی دجل وفریب پر چلتی ہے۔

باقی رہی بات ''معمولات اہل سنت'' تو اگر اس سے مراد تیجہ چالیسواں، مروجہ میلاد و دیگر خرافات ہیں تو اسے محض ''فروعی اختلاف'' سے تعبیر کرنا کس معنی میں ہے؟ اس کی وضاحت کی جائے۔ اگر فروع عقیدے واصول کے مقابل ہے تو بلاشبہ ہم اس کے منکر نہیں اور اگر فروع سے مراد 'اجتہادی اختلاف' ہے جیسا کہ احناف وشوافع کے ہاں ہے تو یہ درست نہیں اس لئے کہ یہ اختلاف اس قسم کا نہیں بلکہ سنت و بدعت کا اختلاف ہے۔ اگر کسی نے اس معنی میں اس کو تعبیر بھی کیا ہے تو یہ اس کا ذاتی موقف وتفرد ہے جس پر رضاخانی اصول کتاب کے شروع میں گزر چکے ہیں۔ علمائے دیوبند کے تمام فتاوی اس سے بھرے پڑے ہیں جس میں مروجہ تیجہ، چالیسواں، میلاد، ودیگر رضاخانی خرافات کو بدعت قرار دیا گیا ہے۔

ہم صفحات کی تنگی کی وجہ سے تفصیل میں نہیں جاتے یہ رضاخانی کچھ شرم کرے اور اس حوالے سے جاء الحق ومقیاس حنفیت ہی دیکھ لے جس میں خود رضاخانی کے حکیم الامت اور غزالی ورازی نے تسلیم کیا کہ دیوبندی ان امور کو بدعت کہتے ہیں۔

نیز رضاخانی تو ان مسائل کے 'اصولی' ہونے کا انکار کر رہا ہے مگر اسکا کابڑ اعلامہ کوکب نورانی اوکاڑوی نے ایک کتاب لکھی ہے ''دیوبند سے بریلی'' اس میں نمبر 34 میلاد شریف، معراج شریف، عرس شریف، ختم شریف، سوم، چہلم، فاتحہ خوانی اور ایصال ثواب اور نمبر 35 میں معروف دیسی کوا کھانا اور نمبر 37 پر نماز جنازہ کے بعد دعا مانگنا کو ذکر کیا ہے (دیکھئے صفحہ ۳۶،۳۵)

اب اوکاڑوی ان مسائل کو کیا سمجھتا ہے؟ خود اسی کی زبانی ملاحظہ ہو:

''اس دیوبندی وہابی تبلیغی گروہ سے ہمارا اختلاف ''محض فروعی'' اور خواہ مخواہ کا نہیں بلکہ 'اصولی اور بنیادی' ہے۔ یقیناً آپ جاننا چاہیں گے کہ اختلاف کن باتوں پر ہے؟ ملاحظہ فرمائیے۔ اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مقبول ﷺ کو گواہ بنا کر عدل وانصاف سے کہئے کہ کیا آپ ان باتوں کو تسلیم کر سکتے ہیں؟ کیا ایسے عقیدے رکھنے والے مسلمان اور اھل سنت ہو سکتے ہیں

دیوبندی وہابی تبلیغی گروہ کے چند عقیدے''۔ (دیوبند سے بریلی/صفحہ ۳۲)

اس کے بعد کوکب صاحب نے 40 عبارتیں لکھی ہیں جن میں سے ہم نے 35، 34 اور 37 نمبر کی عبارات پیش کی ہیں۔ تو گویا رضاخانی حضرات فروعات کو اصول اور عقائد سمجھتے ہیں۔ لیکن رضاخانی کچھ اور ہی راگ الاپ رہا ہے۔ جو خود اس کی عبارت کی روشنی میں اس کی جہالت کی بین دلیل ہے۔ کیونکہ لکھتا ہے:

''دیوبندی موصوف کا مطالعہ انتہائی ناقص اور قلیل ہے، دیوبندی موصوف کو اپنے گھر کی کتب کا بھی کچھ علم نہیں۔ بجائے اس کے کہ دیوبندی موصوف اپنی جہالت پر افسوس کرے اور اپنے قلت مطالعہ کا تدارک کرے وہ اپنی اس جہالت کا الزام دوسرے کے سر ڈال دیتا ہے''۔ (کشف القناع، ج ا، ص ۲۷۵)

تو جاہل انسان! تجھے نہ دیوبندیوں کی کتب کا مطالعہ ہے نہ اپنی بس رضاخانیوں نے تجھے قربانی کا بکرا بنا دیا ہے وہ بھی حرام کا لہذا خوب

ذلیل ہو۔ یاد رہے کہ رضاخانی کے اپنے اصول کی روشنی میں وہ اوکاڑوی کی اس عبارت سے سوفیصد متفق ہے۔ کیونکہ رضاخانی نے لکھا:

''یہ کتاب منظور نعمانی کی زندگی ہی میں شائع ہوئی تھی، مگر منظور نعمانی صاحب نے کبھی بھی اس مضمون سے اپنی برات اور بیزاری کا اعلان نہیں کیا، اگرچہ انہیں موقع بھی میسر تھا اور ایک رسالہ کی ادارت بھی حاصل تھی، مگر کبھی بھی اس نے اس مضمون کی تردید میں ایک حرف تک نہیں لکھا، جس کا مطلب یہی ہے کہ یہ سارا کام اس کے ایماواشارہ اور رضا کے ساتھ سرانجام پایا''۔ (کشف القناع، ج ا، ص ۲۷۷)

اب رضاخانی باوجود کتب کا مصنف ہونے کے ایک دفعہ بھی اوکاڑوی کے اس موقف کی تردید اس نے نہیں کی تو اس کا مطلب ہے کہ یہ بھی ان اختلاف کو اصولی سمجھتا ہے مگر آج اہل حق کی مضبوط گرفت سے گھبرا کر اپنا دین وایمان بدل رہا ہے۔

کیاعالم کیلئے ہر بات جاننا ضروری ہے؟

رضاخانی کا یہ کہنا کہ دیوبندی موصوف کا مطالعہ نہایت ناقص ہے اپنے گھر کی کتب کا بھی کچھ علم نہیں یہ بھی جہالت ہے اس لئے کہ رضاخانی مذہب میں کسی عالم کیلئے یہ ضروری نہیں کہ اسے اپنے گھر کی تمام کتب ازبر اور مستحضر ہوں چنانچہ اویسی لکھتا ہے:

''کامل عالم افضل ہو کر بہت سے امور سے بے خبر ہوتا ہے اور یہ کوئی عیب بھی نہیں''۔

(شرح حدائق بخشش، ج ۵، ص ۱۱۶)

حضرت علامہ صاحب کے وسعت مطالعہ ومضبوط علمی گرفت کا اندازہ تو اسی سے لگالیں کہ ان کی کتاب کے چند ورق کا جواب لکھنے کیلئے رضاخانیوں کو پوری ایک ٹیم بنائی گئی اس کے باوجود بھی موصوف کی جہالتوں کے مظاہرے آپ جگہ جگہ ملاحظہ فرمائیں گے۔ اب کتب کا علم نہ ہونے یا کسی بات کا علم نہ ہونے کو عیب شمار کرنا بھی اس رضاخانی کا اپنی ہی کتب سے جہالت کا ایک اور ثبوت ہے۔

مظفرحسین شاہ کا اپنے ہی قول سے یوٹرن

یہ رضاخانی حواس باختگی میں مزید لکھتا ہے:

''ہم دیوبندیوں کو جوابا کہتے ہیں کہ ہمارا اصولی اختلاف دیوبندی اکابرین کی گستاخانہ عبارات پر ہے اور ان کی وجہ سے ہی ان کی تکفیر کرتے ہیں باقی دیگر مسائل اس نوعیت کے نہیں جن پر ان کی تکفیر کی گئی ہو''۔ (کشف القناع، ج ا، ص ۲۷۳)

معاذاللہ وہ گستاخانہ عبارات کیا ہیں؟ اس کی وضاحت خود سعید اسد نے متکلم اسلام حضرت مولانا الیاس گھمن صاحب زید مجدہ سے ملاقات کے وقت کردی تھی کہ صرف تین عبارات ہیں:

(۱) تحذیرالناس۔

(۲) براہین قاطعہ۔

(۳) حفظ الایمان۔

کی۔ اب بقول رضاخانی اس کے علاوہ علم غیب، حاضروناظر وغیرہما کی بنیاد پر دیوبندیوں کی تکفیر یہ لوگ نہیں کرتے مگر اپنی اسی کتاب میں چند صفحات قبل لکھتا ہے مولانا ساجد کی عبارت کہ''رضاخانیوں کے ساتھ ہمارا اصولی اختلاف علم غیب، حاضروناظر نور وبشر وغیرہ پر ہے''کی وضاحت کرتے ہوئے:

''جی ہاں! ہم مسلمانوں کا دیوبندیوں کے ساتھ اصولی اختلاف ہے لیکن ان مسائل پر نہیں جو دیوبندی موصوف نے لکھے ہیں بلکہ ان مسائل کی ان گستاخانہ تشریحات پر ہے جو دیوبندی اکابرین نے کی ہیں''۔(کشف القناع، ج ا،ص ۲۴۵)

پہلے کہا کہ اصولی اختلاف صرف گستاخانہ عبارات پر ہے مگر یہاں کہہ رہا ہے کہ نہیں علم غیب، حاضر و ناظر، نور و بشر کی جو معاذ اللہ گستاخانہ تشریحات کی ہیں اس پر بھی اصولی اختلاف ہے۔اسے کہتے ہیں دروغ گو را حافظہ نہ باشد۔

کیا ان مسائل پر رضاخانی کسی کی تکفیر نہیں کرتے؟

علم غیب، حاضر و ناظر، نور و بشر، مختار کل وغیرہ کے متعلق یہ رضاخانی لکھتا ہے:

''ہم دیوبندیوں کو جوابا کہتے ہیں کہ ہمارا اصولی اختلاف دیوبندی اکابرین کی گستاخانہ عبارات پر ہے اور ان کی وجہ سے ہی ان کی تکفیر کرتے ہیں باقی دیگر مسائل اس نوعیت کے نہیں جن پر ان کی تکفیر کی گئی ہو''۔(کشف القناع، ج ا، ص ۲۷۳)

حالانکہ یہ اس رضاخانی کی بدترین جہالت ہے اس کے بڑوں نے ان مسائل پر بھی علمائے دیوبند کی تکفیر کی بطور مثال ہم صرف ''علم غیب'' کے مسئلہ کو لے لیتے ہیں ملاحظہ ہو:

بریلوی مناظر اعظم نظام الدین ملتانی لکھتا ہے:

''پس ان تمام دلائل قاطعہ سے معلوم ہوا کہ آپ کی ذات بابرکات کو علم جمیع اشیاء کا ما کان و ما یکون و علم غیب اضافی بھی تھا اس سے انکار کرنا قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کا انکار کرنا ہے جن کے انکار سے کفر لازم آتا ہے''۔(انوار شریعت، ج ا، ص ۴۶۸)

یاد رہے کہ یہاں رضاخانی کے خودساختہ پیوند''گستاخانہ تشریح'' کا ذکر کہیں بھی نہیں بلکہ مطلق ما کان و ما یکون کے انکار پر فتوائے کفر ہے۔مولوی منظور فیضی بریلوی لکھتا ہے:

اب جو لوگ حضور ﷺ کو مخلوق کے کسی ذرے سے بے علم اور بے خبر جانتے ہیں وہ فاروق اعظم کے دشمن اور گستاخ ہیں اور نظریہ فاروقی کے منکر ہو کر بے دین ہیں''۔(نظریات صحابہ، ص ۱۹)

اسی طرح مولوی عمر اچھروی لکھتا ہے:

''اگر کسی نے بالفرض نبی علیہ الصلوۃ والسلام کو کچھ وقت کیلئے معاذ اللہ اس خبر سے بے علم سمجھا تو اس اعتقاد کی بنا پر اتنی دیر تک منکر نبوت رہے گا''۔(مقیاس حنفیت، ص ۲۹۹)

ممکن ہے کہ رضاخانی اس کے جواب میں کہہ دے کہ میرے نزدیک ''بے دین'' اور ''منکر نبوت'' تو پکا موحد مسلمان ہوتا ہے معاذ اللہ۔

رضاخانی مفتی شریف الحق امجدی نے اس عقیدے کو ضروریات دین میں سے شمار کیا ہے اور ظاہری بات ہے کہ ضروریات دین کا انکار کرنا کفر ہے چنانچہ لکھتے ہیں:

''ایسا شخص وہابی گستاخ رسول ہے کافر و مرتد ہے مسلمان نہیں رسولوں کیلئے علم غیب ماننا ضروریات دین سے ہے اس کا انکار کفر ہے جو شخص رسول کے علم غیب کا انکار کرتا ہے وہ رسول کے علم کو گھٹاتا ہے ان کی تنقیص شان کرتا ہے اس سے نہ سلام جائز نہ اس کے اسلام کا جواب دینا جائز''۔(فتاوی شارح بخاری، ج ا، ص ۵۷۱)

یاد رہے کہ ان عبارات میں بقول رضاخانی یہ کہیں نہیں لکھا کہ ان کی گستاخانہ تشریح کرنے والا مرتد ہے بلکہ مطلق علم غیب، ماکان و مایکون، کسی ذرے سے بے خبر و بے علم ماننے پر کافر کہا گیا ہے۔

خلاصہ کلام:

ہم مزید بھی حوالہ جات پیش کر سکتے ہیں لیکن صفحات کی تنگی اور فی نفسہ یہ مسائل کتاب کا موضوع نہ ہونے کے سبب اسی پر اکتفا کرتے ہیں۔ اس ساری تفصیل سے الحمدللہ روز روشن کی طرح یہ واضح ہو گیا کہ علامہ ساجد خان نقشبندی صاحب زید مجدہ نے جو یہ دعوی کیا تھا کہ رضاخانیوں کے ساتھ عقائد یعنی علم غیب، حاضر و ناظر، نور و بشر وغیرہ پر ہمارا اصولی اختلاف ہے وہ پتھر کی لکیر ثابت ہوا۔ رضاخانی نے ہر طرح سے دجل و فریب سے کام لیکر اس دعوے کو توڑنے کی کوشش کی مگر اسے بری طرح ناکامی کا سامنا کرنا پڑا، الٹا اسی کی کتب سے نہ صرف یہ ثابت کر دیا گیا کہ ان عقائد میں دیوبندی بریلوی کا اختلاف کفر و ایمان کا اختلاف ہے اسے صرف عبارات تک محدود کرنا رضاخانی دجل ہے بلکہ جن امور کو رضاخانی نام نہاد "معمولات اہل سنت" کہہ رہا تھا اس کے متعلق خود اس کی کتب سے ثابت کر دیا گیا کہ ان مسائل میں بھی آپ کا علمائے اہل سنت دیوبند کے ساتھ اختلاف "اصولی" ہے اس کا انکار اپنی کتب سے بدترین جہالت ہے۔ فللّٰہ الحمد۔

نوٹ: سعید اسد نے حسام الحرمین میں مولانا گنگوہیؒ کی طرف منسوب فتوے کو اصولی اختلاف میں شامل نہیں کیا گویا وہ اس فتوے کو گستاخانہ نہیں سمجھتے پس خود رضاخانی و خان صاحب کے فتوے سے سعید اسد کافر ہوئے۔

ترجمان رضاخانیت کا دجل و تلبیس

اس عنوان کے تحت علامہ ساجد خان صاحب حفظہ اللہ لکھتے ہیں:

" کاشف اقبال رضاخانی لکھتا ہے:

"اہل سنت و جماعت کے دیوبندیوں سے بنیادی اختلافات بھی یہی ہیں جن کو آج دیوبندی عامۃ الناس سے چھپاتے پھرتے ہیں حالانکہ ان سے اصولی اختلاف اہل سنت کا یہ ہے اور اس کا اقرار خود دیوبندی علماء کو بھی ہے چنانچہ لکھتے ہیں کہ:

شاید بہت سے لوگ ناواقفی سے یہ سمجھتے ہوں کہ میلاد، قیام، عرس، قوالی، فاتحہ، تیجہ، دسواں، چالیسواں برسی وغیرہ رسوم کا ناجائز اور بدعت ہونے کے بارے میں مسلمانوں کے مختلف طبقوں میں جو نظریاتی اختلاف ہے یہی دراصل دیوبندی بریلوی اختلاف ہے مگر یہ سمجھنا صحیح نہیں ہے کیونکہ مسلمانوں کے درمیان مسائل میں اختلاف تو اس وقت سے ہے جب دیوبند کا مدرسہ قائم بھی نہ ہوا تھا اور مولانا احمد رضا خان صاحب پیدا بھی نہ ہوئے تھے اس لیے ان مسائل کے اختلاف کو دیوبندی بریلوی اختلاف نہیں کہا جا سکتا علاوہ ازیں ان مسائل کی حیثیت کسی فریق کے نزدیک بھی ایسی نہیں کہ ان کے ماننے اور نہ ماننے کی وجہ سے کسی کو اہل سنت سے خارج کیا جا سکے"

(فیصلہ کن مناظرہ: ص ۵، ۶ فتوحات نعمانیہ: ص ۳۰۰ مطبع لاہور)

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف: ص ۲۴، ۲۵)

یہی عبارت مولانا منشا تابش قصوری صاحب نے یہ کہہ کر نقل کی:

اس سلسلہ میں علمائے دیوبند کے ایک ممتاز فرد مولانا منظور نعمانی فرماتے ہیں..... الخ۔ (دعوت فکر صفحہ ۱۲ مکتبہ اشرفیہ مرید کے

۱۹۸۳) کم وبیش یہی بات دیوبندی مذہب صفحہ ۶۹ پر ہے۔

قارئین! غور فرمائیں مولوی کاشف اقبال رضاخانی لکھتا ہے "دیوبندی علماء" اور منشاء تابش قصوری لکھتا ہے "علمائے دیوبند کے ایک ممتاز فرد" یعنی اول الذکر کے نزدیک یہ عبارت بہت سے دیوبندی علماء کی ہے اور ثانی الذکر کے نزدیک فرد واحد یعنی مولانا منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ کی ہے، دونوں میں سے ہم کس کو سچا تسلیم کریں پھر ان دونوں کا فراڈ دیکھیں کہ یہ عبارت عرض ناشر کی ہے اور اس پر جلی قلم سے لکھا ہوا بھی ہے مگر ایک اسے علمائے دیوبند کے پینل کی طرف منسوب کرتا ہے اور دوسرا مولانا منظور نعمانی کی طرف اس دھوکا دہی پر تو قصوری صاحب کو خود "غور وفکر" کرنی چاہئے چہ جائیکہ وہ دوسروں کو "دعوت فکر" دیں بہرحال ہمارا اصل اختلاف رضاخانیوں کے ساتھ ان کے کفریہ و شرکیہ عقائد کی بنیاد پر ہے جس کی تفصیل ماقبل میں گزر چکی ہے جس سے پہلوتہی کرنے کے لئے ہی رضاخانیوں نے ہمارے اکابر کی چند عبارات کو آڑ بنایا ہوا ہے جو عبارت کاشف اقبال صاحب یا قصوری صاحب نے پیش کی ہے وہ کسی عرض ناشر کی ہے یہ صاحب کون ہیں؟ عالم یا جاہل، ان کا مسلک میں کیا مقام ومرتبہ ہے اس کا کچھ پتہ نہیں لہذا ان کی تحقیق یا عبارت کے ہم ذمہ دار نہیں ان کے مقابلے میں ہم ماقبل میں اکابر علمائے دیوبند اور ان کے دینی مراکز کا موقف پیش کر چکے ہیں کہ رضاخانیوں سے اصولی اختلاف ان کے عقائد کی بنیاد پر ہے

پھر خود کاشف اقبال صاحب لکھتے ہیں:

"آج کل دیوبندی عوام الناس کو یہ تاثر دیتے ہیں کہ اہل سنت وجماعت (بریلوی) مشرک اور بدعتی ہیں"۔

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف: ص ۲۴)

جب مانتے ہو کہ دیوبندیوں کا تم سے اصولی اختلاف ہے اور وہ تمہیں مشرک سمجھتے ہیں تو اس بحث میں پڑنے کی کیا ضرورت تھی کہ دیوبندیوں سے فروعی نہیں اصولی اختلاف ہے"۔ (دفاع ص ۷۶,۷۷)

اعتراض:

رضاخانی موصوف نے یہ ثابت کرنے کے لئے کہ منشا تابش قصوری وکاشف اقبال نے کوئی فراڈ نہیں کیا، مولانا محمد عبد الرحمن صاحب مظاہری کی کتاب "اعلیٰ حضرت احمد رضا خان، حیات اور کارنامے" کی ایک عبارت نقل کی، جو منشا تابش وکاشف اقبال کی نقل کردہ عبارت سے تھوڑی ملتی جلتی ہے۔ (ملاحظہ فرمائیں، کشف القناع: ص ۲۷۵,۲۷۶)

اس کے بعد موصوف لمبا چوڑا تبصرہ کرنے کے بعد خلاصہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"دیوبندی موصوف نے، مولانا کاشف اقبال مدنی صاحب اور مولانا منشا تابش قصوری صاحب کی جانب فراڈ کو منسوب کیا کہ انہوں نے اس بات کو علمائے دیوبند کے پینل کی طرف منسوب کیا ہے، جب کہ خود دیوبندی موصوف کا فراڈ ہے جیسا کہ ہم نے واضح کیا کہ یہ مضمون کسی ناشر کا نہیں بلکہ دیوبندی مذہب کے ذمہ دار عالم کا ہے، لہذا دیوبندی موصوف خود فراڈی ثابت ہوتے ہیں۔ مولانا منشا تابش قصوری صاحب اور مولانا کاشف اقبال مدنی صاحب کے بیان میں کوئی اختلاف نہیں، مولانا منشا تابش قصوری صاحب نے جو اس حوالے کو منظور نعمانی کی جانب منسوب کیا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اقتباس منظور نعمانی صاحب کی کتاب میں موجود ہے اور یہ کتاب منظور نعمانی کی زندگی میں شائع ہوئی تھی، مگر منظور نعمانی صاحب نے کبھی بھی اس مضمون سے اپنی برأت اور بیزاری کا اعلان نہیں کیا، اگرچہ انہیں موقع بھی میسر تھا اور

ایک رسالہ کی ادارت بھی حاصل تھی، مگر کبھی بھی اس نے اس مضمون کی تردید میں ایک حرف تک نہیں لکھا، جس کا مطلب یہی ہے کہ یہ سارا کام اس کے ایماواشارہ اور رضا کے ساتھ انجام پایا لہذا منشا تابش قصوری صاحب نے اسے منظور نعمانی کی جانب منسوب کر دیا تو کوئی غلط نہیں کیا اور پھر کاشف اقبال مدنی صاحب نے اس مضمون کو دیوبندی علماء کی جانب منسوب کیا ہے تو بھی غلط نہیں کیونکہ ان کے پیش نظر فتوحات نعمانیہ کے علاوہ مظاہری صاحب کا حوالہ بھی تھا۔ اس بنیاد پر انہوں نے اسے علمائے دیوبند کا اقرار قرار دیا، لہذا دونوں باتوں میں کوئی تعارض نہیں اور دیوبندی موصوف کو خوش ہونے کی بھی ضرورت نہیں، اس لیے کہ فراڈ کا الزام ہمارے اوپر ثابت نہیں ہوتا بلکہ اس گھناؤنے کام میں خود آنجناب ملوث ہیں"۔ (کشف القناع: ص ۲۷۷، ۲۷۸)

جواب :1:

ہیرا پھیری کرنے میں موصوف بڑے ماہر ہیں، علامہ ساجد خان صاحب کا اصل الزام یہ تھا کہ ایک عبارت کو کاشف اقبال علمائے دیوبند کے پینل کی طرف منسوب کرتا ہے اور اسی عبارت کو منشا تابش قصوری مولانا منظور نعمانی کی طرف منسوب کرتا ہے، جبکہ حقیقت میں وہ عبارت کسی ناشر کی ہے لہذا یہ ان دونوں کا فراڈ ہے۔ اب ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ رضاخانی موصوف اسی عبارت کو علمائے دیوبند یا مولانا منظور نعمانی کی عبارت ثابت کرتے مگر موصوف ایسا کرنے سے عاجز رہے اور مولانا مظاہری کی عبارت پیش کر کے اصل الزام سے بچ نکلنے کی ناکام کوشش کی اور بکمال ڈھٹائی لکھ مارا کہ یہ حوالہ کسی ناشر کا نہیں بلکہ ذمہ دار دیوبندی عالم کا ہے۔ اس سے کاشف اقبال اور منشا تابش کے سر سے الزام تو نہ اٹھا البتہ موصوف کی عاجزی و بے بسی اور اس کی علمیت کا بھانڈا ضرور پھوٹ گیا، ہم موصوف کو چیلنج کرتے ہیں کہ اگر ان میں ہمت و جرأت اور علمی غیرت ہے تو اسی اقتباس کو علمائے دیوبند یا مولانا منظور نعمانی کا لکھا ہوا ثابت کریں ورنہ یہ تسلیم کریں کہ کاشف و تابش نے فراڈ کیا ہے!!!

نمبر2: کاشف اقبال کی صفائی دیتے ہوئے موصوف نے کہا کہ کاشف اقبال کا اس مضمون کو دیوبندی علماء کی جانب منسوب کرنا اس لئے غلط نہیں کیونکہ ان کے پیش نظر فتوحات نعمانیہ کے علاوہ مظاہری صاحب کا حوالہ بھی تھا یہ بھی موصوف کا صریح جھوٹ ہے کیونکہ اگر کاشف اقبال کے سامنے مولانا مظاہری صاحب کا حوالہ بھی ہوتا تو وہ فتوحات نعمانیہ کا حوالہ کیوں نقل کرتے؟ اس سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ کاشف اقبال نے یہ فراڈ جان بوجھ کر کیا ہے ورنہ ایک ذمہ دار عالم کا حوالہ ہوتے ہوئے ناشر کا حوالہ نقل کرنا چہ معنی دارد؟

نمبر3: منشا تابش قصوری کی صفائی دیتے ہوئے رضاخانی موصوف نے کہا کہ یہ اقتباس مولانا منظور نعمانی کی کتاب "فیصلہ کن مناظرہ" میں موجود ہے اور یہ کتاب مولانا منظور نعمانی کی زندگی میں شائع ہوئی تھی، مگر منظور نعمانی صاحب نے کبھی بھی اس مضمون سے اپنی برأت اور بیزاری کا اعلان نہیں کیا، جس کا مطلب یہی ہے کہ یہ سارا کام اس کے ایماواشارہ اور رضا کے ساتھ انجام پایا لہذا منشا تابش قصوری صاحب نے اسے منظور نعمانی کی جانب منسوب کر دیا تو کوئی غلط نہیں کیا۔

جواب : اولاً تو رضاخانی موصوف یہ ثابت کریں کہ مولانا منظور نعمانی رحمتہ اللہ علیہ نے ناشر کی یہ عبارت دیکھی ہے اور دیکھنے کے بعد تردید نہ کی ثانیاً تردید کا منقول نہ ہونا اس بات کی دلیل نہیں کہ تردید کی ہی نہ ہو، ہوسکتا ہے انہوں نے تردید کی ہو مگر ہم تک نہ پہنچی یا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ زبانی تردید کی ہو جو منقول نہ ہوئی (رضاخانی اصول سے) پھر اگر رضاخانی موصوف کے اس اصول کو تسلیم کیا جائے کہ "تردید منقول نہ ہونا رضامندی کی دلیل ہے" تو پھر موصوف کی خیر نہیں، چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں:

(1) ابھی حال ہی میں رضاخانی جماعت کے دو مناظرین مولوی سعید اسعد اور مولوی اشرف آصف جلالی کا مسئلہ نبوت میں جھگڑا ہوا جلالی نے سعید اسعد کو نبوت کا منکر قرار دیا اور سعید اسعد نے جلالی کو ختم نبوت کا منکر قرار دیا، اس سلسلہ میں رضاخانی موصوف کی جانب سے اب تک کوئی تحریری رائے شائع نہیں ہوئی تو اس کا مطلب موصوف دونوں فریقین کے نظریہ کے قائل ہیں گویا موصوف کے کفر پر دونوں فریقوں کا اجماع ہے!!!

(2) رضاخانی مفتی حنیف قریشی کی کتاب "آزر کون؟" کے جواب میں علامہ ساجد خان صاحب حفظہ اللہ کی ایک کتاب ہے "آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد تھے" اس کتاب کے آخر میں مفتی حنیف قریشی کے متعلق ایک اشتہار چھاپا گیا تھا کہ اس کی ماں نے اپنے پہلے شوہر سے طلاق لیے بغیر دوسری شادی کرلی اور اسی سے یہ پیدا ہوا ہے، آج تک حنیف قریشی اور رضاخانی موصوف نے اس اشتہار کی تردید نہیں کی اس کا مطلب ہے کہ یہ درست ہے!!!

(3) حضرت مولانا رب نواز حنفی صاحب دامت برکاتہم نے کئی سال پہلے ایک بیان میں جو نیٹ پر بھی موجود ہے یہ چیلنج دیا تھا کہ مولوی کوکب اوکاڑوی رضاخانی اپنے باپ کا نہیں ہے اپنے باپ سے ڈی این اے ثابت کرے، آج تک کوکب اوکاڑوی کی طرف سے اس کی تردید نہیں آئی اس کا مطلب ہے کہ یہ درست ہے!!!

(4) گستاخ رسول سلمان تاثیر ملعون کے بیان کے خلاف الیاس قادری کا بیان ہماری نظر سے نہیں گزرا اس کا مطلب وہ اس بیان سے متفق تھا!!!

(5) نواز شریف کے دور میں اور اب عمران خان کے دور میں جتنے دین اسلام کے خلاف کام ہوئے خصوصاً ان دنوں جو مندر بن رہا ہے اس کے رد میں رضاخانی موصوف کا کوئی بیان ہماری نظر سے نہیں گزرا اس کا مطلب یہ ان سب سے متفق اور یہی اس کا نظریہ ہے!!!

اس طرح کی درجنوں مثالیں دی جاسکتی ہیں، خلاصہ یہ کہ اگرچہ کتاب مولانا منظور نعمانی رحمہ اللہ کی زندگی میں شائع ہوئی تھی مگر یہ ضروری نہیں کہ حضرت نے ناشر کی یہ عبارت دیکھی بھی ہو، یا دیکھی اور تردید بھی کی ہو مگر تردید ہم تک نہ پہنچی، فتاوی شارح بخاری میں لکھا ہے کہ ہر بات کا منقول ہونا ضروری نہیں (جلد سوم: ص ۴۶۶) بہر حال یہ تار عنکبوت ڈھکوسلہ منشا تابش قصوری کو بچانے کے لئے ہرگز کافی نہیں، لہٰذا ہمارا اصل الزام اب بھی اپنی جگہ قائم ہے۔ رہی بات مولانا عبد الرحمن مظاہری صاحب کی عبارت کی تو اگرچہ اس میں اور کاشف اقبال کی پیش کردہ عبارت میں لفظاً و معنیً دونوں طرح سے بون بعید ہے لیکن ہم اس سے بھی کلی متفق نہیں ہیں یہ ان کی اپنی رائے ہوسکتی ہے جماعت کا موقف نہیں ہے اور نہ ہی مولانا مظاہری کی وجہ سے مسلک دیوبند کا تشخص قائم ہے، تشخص قائم ہے اکابر سے چنانچہ مناظرہ جھنگ کے شکست خوردہ مولوی اشرف سیالوی کہتے ہیں کہ:

"حقیقت تو یہ ہے کہ مولانا عمر صاحب کل فوت ہو رہے ہیں وہ تو ہمارے ہی ہم زمان ہیں ان کی وجہ سے بریلوی مسلک کا تشخص قائم نہیں ہے تشخص قائم ہے اکابر کی وجہ سے"۔ (مناظرہ جھنگ: ص ۲۰۳)

مزید کہتے ہیں کہ:

"اور پھر اجمل العلماء کی بات کر رہے ہیں کہ انہوں نے فرمادیا ہے اور کوئی جھگڑا ہی نہیں صرف یہ جھگڑا ہے اعلی حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب ان عبارات پر گرفت کریں اور کوئی اجمل شاہ صاحب اس کے مقابلے میں یہ کہے اور کوئی جھگڑا ہی نہیں ہے صرف یہ جھگڑا ہے یہ

بھی کوئی بات ہو سکتی ہے"۔(مناظرہ جھنگ: ص ۲۴۵)

تو جس طرح مولوی احمد رضا خان کے مقابلے میں اجمل سنبھلی کی بات کی کوئی اہمیت نہیں اسی طرح اکابرین دیوبند کے اجتماعی موقف کے مقابلے میں کسی کی بھی رائے ہمارے کے خلاف حجت نہیں پس اس لحاظ سے مولانا مظاہری کا حوالہ نہ ہمیں مضر نہ موصوف کو مفید۔

رضاخانی موصوف کی جہالت

موصوف لکھتے ہیں کہ:

"دیوبندی موصوف نے ناشر کی جانب اس کی ذمہ داری ڈال کر گلو خلاصی کرنے کی کوشش کی کہ دیوبندیوں کا ہم اہل سنت و جماعت کے ساتھ ان مسائل پر اصولی اختلاف ہے، اس کی ساری کی ساری کہانی باطل قرار پاتی ہے۔کیونکہ دیوبندی مذہب کے استاد حدیث وتفسیر (مولانا عبد الرحمن مظاہری) نے تو پوری ذمہ داری کے ساتھ اس حقیقت کو تسلیم کیا کہ ان مسائل کی حیثیت اہل سنت و جماعت کے کسی بھی فریق کے ہاں ایسی نہیں کہ انکے تسلیم کرنے یا نہ کرنے کی وجہ سے کسی مسلمان کو کافر یا اسلام سے خارج کہا جاسکے۔

وہ مزید لکھتے ہیں"الغرض فاتحہ نذر ونیاز وغیرہ کے اختلاف کو بریلوی دیوبندی اختلاف سمجھنا صحیح نہیں"۔(کشف القناع: ص ۲۷۶)

جواب: شاید دفاع کا جواب لکھنے کے لئے رضاخانی اکھاڑے میں یہی ایک پہلوان بچا تھا جو کہ بالکل اناڑی ہے، اگر اسے چند مشٹنڈوں کی معاونت حاصل نہ رہے تو یہ اس میدان میں قدم رکھنے کے بھی قابل نہیں ہے، ایسے ہی اناڑی دو چار اور پیدا ہو گئے تو رضاخانیت کا بیڑا مزید غرق ہو جائے گا۔

غور فرمائیے! ان مسائل (فاتحہ نذر ونیاز وغیرہ) کو تو علامہ ساجد خان صاحب نے بھی اصولی اختلاف قرار نہیں دیا جیسا کہ حضرت لکھتے ہیں کہ:

"مسلمانوں کا رضاخانیوں کے ساتھ اختلاف اصولی اختلاف ہے بعض حضرات صرف اسے جاہلوں کا گروہ یا صلوۃ وسلام ومیلاد کا اختلاف کہہ کر نظر انداز کرنے کی کوشش کرتے ہیں"۔(دفاع ص ۶۸)

حضرت علامہ صاحب نے تو علم غیب، حاضر وناظر، مختار کل، نور و بشر اور رضاخانیوں کی گستاخانہ عبارت کو اصولی اختلاف قرار دیا ہے نہ فاتحہ نذر ونیاز کو جب کہ رضاخانی موصوف نے جو حوالہ پیش کیا اس میں تو فاتحہ ونذر ونیاز وغیرہ کا ذکر ہے ان مسائل کا تو ذکر ہی نہیں جسے علامہ صاحب نے اصولی اختلاف قرار دیا ہے ۔موضوع سے ہٹ کر گفتگو خود آنجناب کر رہے ہیں اور دوسری طرف کہتے ہیں ایسا کرنا شکست قرار پاتی ہے۔

مناظروں میں شکست

مناظرہ بہاول پور

قارئین کرام! دراصل کاشف اقبال نے یہ مغالطہ دینا چاہا تھا کہ علمائے اہل السنہ والجماعۃ اپنے اکابر کی عبارات پر گفتگو سے پہلو تہی کرتے ہیں اور عوام کو دوسرے مسائل میں الجھا دیتے ہیں، اس مغالطہ کا جواب دیتے ہوئے علامہ ساجد خان صاحب حفظہ اللہ نے لکھتے ہیں

کہ:

''مولانا منظور نعمانی رحمتہ اللہ علیہ نے منظر الاسلام بریلی میں تمہارے شیخ الحدیث مولانا سردار احمد گورداسپوری کو ان عبارات پر چاروں شانے چت کیا اور ذلت آمیز شکست سے دوچار کیا جس کے بعد انہیں بریلی چھوڑ کر پاکستان آنا پڑا تفصیل کے لیے ''فتح بریلی کا دلکش نظارہ'' یا ''فتوحات نعمانیہ'' ملاحظہ ہو''۔ (دفاع، ص ۷۸)

اس پر رضاخانی موصوف بڑے سیخ پا ہوئے اور جوش میں ہوش کھو بیٹھے، چنانچہ اپنی الٹی سمجھ کا مظاہرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"دیوبندی موصوف نے یہ لکھ کر اپنے مذہب کے شیخ الحدیث خلیل احمد انبیٹھوی کی ذلت و رسوائی پر پردہ ڈالنے کی کوشش کی ہے کیونکہ دیوبندی خلیل انبیٹھوی کو مناظرہ بہاولپور میں ایسی شکست ملی تھی جس کی وجہ سے خلیل انبیٹھوی کو بہاولپور سے بھاگ کر آنا پڑا اور اسے ذلت و رسوائی سے ایسا دوچار ہونا پڑا جس کا خمیازہ دیوبندی ابھی تک بھگت رہے ہیں حضرت مولانا غلام دستگیر قصوری رحمتہ اللہ علیہ نے دیوبندی مناظر خلیل انبیٹھوی کو چاروں شانے چت کر دیا تھا اور انبیٹھوی صاحب اپنا ایمان بھی ثابت نہ کر پائے تھے......تفصیلات آپ دیوبندی مذہب کی مشہور و معروف کتاب اور خلیل انبیٹھوی کی سوانح حیات "تذکرۃ الخلیل" میں ملاحظہ کر سکتے ہیں"۔

(کشف القناع: ص ۲۷۸، ۲۷۹)

اسے کہتے ہیں "مارے گھٹنا پھوٹے آنکھ" علامہ ساجد خان صاحب حفظہ اللہ یہی تو کہہ رہے ہیں کہ علمائے اہل سنت کبھی بھی اپنے اکابر کی عبارات پر گفتگو سے پہلو تہی نہیں کرتے مناظرہ بریلی وغیرہ اس کا منہ بولتا ثبوت ہیں، مگر رضاخانی موصوف نے اپنی الٹی سمجھ کے مطابق مناظرہ بہاولپور کا ذکر کر دیا اس سے علامہ ساجد صاحب کی ہی تائید ہوتی ہے اور نہ صرف علامہ صاحب کی تائید بلکہ کاشف اقبال کا مغالطہ بھی خاک میں مل گیا اس عنایت کا شکریہ!

باقی رہی بات مناظرہ بہاولپور میں فتح و شکست کی تو موصوف نے خود ہی کہا ہے کہ تفصیل "تذکرۃ الخلیل" میں ملاحظہ کر سکتے ہیں، لہذا ہم قارئین کرام سے درخواست کریں گے کہ تذکرۃ الخلیل کی طرف مراجعت کر کے پوری روئیداد خود ہی پڑھ لیں۔ صفحات کی تنگی اور وقت اس کی اجازت نہیں دیتا ورنہ اسے ہم یہاں ہی نقل کر دیتے۔

البتہ مناظر اسلام علامہ ابو ایوب قادری صاحب حفظہ اللہ کا ایک مضمون اس حوالے سے ہم شامل اشاعت کر دیتے ہیں سو ملاحظہ ہو۔

تقدیس الوکیل

کا

مختصر جائزہ

حضرت مولانا ابو ایوب قادری حفظہ اللہ

ناشر: عالمی جماعت تحفظ اکابرین علمائے دیوبند

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مولانا غلام دستگیر قصوری اور بریلویت ایک جائزہ

پہلے ہم اس عنوان کو عرض کردیتے ہیں تاکہ بریلویت کی بھی آنکھیں کھل جائیں۔قصوری صاحب لکھتے ہیں:

''بعض ان کی تصاویر (مورتیاں) ہیاکل قبور معابد (عبادت خانے) مساکن مجالس میں وہ افعال جو مسجد و کعبہ میں خدا تعالی کیلئے کرنے چاہئے ایسے کام کرتے ہیں (یعنی انبیاء، واولیاء، وعباد، ور بانیین، واحبار، وعلماء، کی قبور وغیرہ کے ساتھ) جیسے زمین پر سر کو رکھنا اور گرد گھومنا (طواف کرنا) اور نماز استقبال قبلہ کی طرح ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونا حالانکہ انکی محبت خدا پر ایمان اور للہیت کے تقاضوں کے مطابق نہیں ہے کہ اللہ کے نزدیک مفید قرار پائے اور اسکی رضامندی میں کام آئے کیونکہ یہ محبت محبت مخلوق کی حد سے گزر چکی ہے''۔

(رسائل محدث قصوری ج ۱ ص ۴۱۰)

آگے لکھتے ہیں:

''اب اس سے بخوبی محقق ہوا کہ مبالغہ تعظیم قبور سے نہیں وارد ہوتی تاکہ لوگ اس فتنہ مین پڑ کر کفر تک نہ پہنچ جائے پس طواف قبور کرنا صریح مبالغہ تعظیم میں ہے بلکہ اگر بنظر غور دیکھیں تو یہ طواف قبور مسجد بنانے قبور سے کچھ اوپر ہے کہ فعل عبادت الہی کو بلا دلیل شرعی مخلوق کے واسطے روا کرنا ہے۔اگر چہ مبالغہ تعظیم میں نہیں تو اور کیا ہے علاوہ یہ طواف تعظیم مشابہ بت پرستوں کے شعار سے بھی ہے جیسا کہ تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں''۔(رسائل قصوری ج ۱ ص ۴۱۲)

آگے لکھتے ہیں:

'' قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ جن کو حضرت خاتم المحدثین والمفسرین صاحب تفسیر فتح العزیزؒ بیہقی وقت فرمایا کرتے تھے اور ان کا ظاہر باطن کے علوم میں وحید العصر ہونا ان کی تصانیف سے ظاہر ہے مالابد منہ میں لکھتے ہیں کہ:

(ترجمہ) یعنی انبیاء واولیاء کی قبور کی طرف سجدہ کرنا اور قبور کے گرد طواف کرنا اور ان سے دعا مانگنا اور ان سے نذر قبول کرنا حرام ہے بلکہ ان میں سے بعض چیزیں کفر تک پہنچاتی ہیں، پیغمبر ﷺ نے ان پر لعنت فرمائی ہے اور ان سے منع کیا ہے اور فرمایا کہ تم میری قبر کو بت نہ بنانا''۔(رسائل محدث قصوری ج ۱ ص ۴۱۳)

آگے لکھتے ہیں:

''فقہ کی کتابوں میں ہے کہ غیر اللہ کیلئے سجدہ تحیت حرام ہے اور سجدہ عبادت کفر ہے اور رد المحتار علی در المختار میں فتاوی ظہیریہ وغیرہ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ سجدہ غیر اللہ کا مطلقاً کفر ہے''۔(رسائل محدث قصوری ج ۱ ص ۴۵۱)

یعنی فتاوی شامی مین ہر قسم کے سجدہ قبر کو کفر کہا ہے اور مولانا قصوری نے اس کا رد نہ کیا تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس قول سے راضی ہیں۔(رضا خانی اصول)

مولانا قصوری پر بریلوی مسلک کی کرم فرمائیاں

اس سے پہلے چند عبارات مولانا قصوری کی ہم نے پیش کی ہیں جس سے آج کل کی بریلوت کا کفر وشرک میں مبتلا ہونا نظر آتا ہے۔اب اس عنوان کو بھی پڑھ لیں۔مولانا قصوری ایک آیت کا ترجمہ یوں لکھتے ہیں

پس تم ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول نبی ان پڑھ (ناخواندہ) پر۔(رسائل محدث قصوری ج ا ص ۱۹۸)

جبکہ مسلک بریلویہ میں یہ کہنا بدقسمتی،بے ادنی،وگستاخی ہے دیکھئے:

(رسائل اویسیہ ج ۷ ص ۳۸ رسالہ امی لقب)

مولانا قصوری آیت فتح کے ترجمہ میں لکھتے ہیں تا کہ خدا بخش دے تیرے اگلے پچھلے گناہ۔(رسائل محدث قصوری ج ا ص ۲۵۱)

ایک جگہ لکھتے ہیں:

مراد اس ضلال سے وہ ہے جو حدیث مرفوع میں آیا ہے کہ آپ نے فرمایا میں لڑکپن میں اپنے جد عبد المطلب سے راستہ میں بھول گیا اور بھوک سے سخت ناچار ہوا پس خدا نے مجھے راستہ بتایا اور اپنے گھر پہنچایا تو خدائے کریم اس حال کو یاد دلا کر اپنے حبیب قریب پر تحدیث نعمت کرتا ہے اور بیضاوی وکشاف وجلالین میں یوں لکھا ہے کہ آپ شریعت سے ضال یعنی انجان تھے پس خدا نے الہام اور وحی سے شریعت پر ہدایت کردی۔(رسائل محدث قصوری ج ا ص ۲۷۷)

ایک جگہ لکھتے ہیں

وعصی آدم ربہ فغوی (سورہ طہٰ آیت ۱۱۵ سورہ نمبر ۲۰)

اور آدم بے فرمان ہوا اپنے رب کا پس راہ بھولا۔(رسائل محدث قصوری ج ا ص ۲۴۶)

اب جگر تھام کر سنئے:

بریلویوں کی مستند کتاب نجوم شہابیہ میں اکابر اہل السنہ اور دیگر لوگوں کے تراجم پیش کر کے فتوے داغے گئے ہیں مختلف تراجم سے اسی سورہ طہٰ کی آیت کو پیش کر کے آگے یوں فتوی داغا ہے:

''مسلمانو آپ کے سب میں پہلے پدر بزرگوار حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان اقدس میں وھابیوں دیوبندیوں نے گستاخی و بے ادبی کی ہے ظاہر ہے کہ جو خدا کا نافرمان وگمراہ ہوگیا وہ نبی نہیں ہوسکتا یہ آپ کی نبوت کا انکار اور دیوبندیوں کا کفر وارتداد ہے''۔

(نجوم شہابیہ ص ۳۱) مصدقہ ۵۵ علماء بریلویہ۔ہمارا اہل برعت سے سوال یہ ہے کہ قصوری صاحب بھی تو بے فرمان راہ بھولا لکھ رہے ہیں کیا وہ اسی فتوے کی زد میں ہیں؟ شاید کوئی رضاخانی لکھے کہ جی انہوں نے راہ بھولا لکھا ہے اس پر تو فتوی نہیں لگایا گزارش ہے کہ اس پر بھی فتوی سن لیں،اسی کتاب میں عنوان باندھا ہے:

''حضور سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی توہین ص ۴۴''

پھر آگے تراجم لکھتے ہیں:

جن میں ایک ترجمہ یہ لکھا ہے ''پایا تجھ کو راہ بھولا ہوا پس راہ دکھائی ص ۴۶، ۴۹
تو بات تو وہیں آ گئی کہ تمہارے مذہب میں یہ بھی توہین ہے۔ باقی فتاوی جات بھی سن لیجئے:
''ان دشمنان دین مترجمین نے سب سے الگ اور سب کے خلاف کفری ترجمے لکھ کر اسلام و رحمن، قرآن اور رسولوں کی ہنسی کرائی اور غلط و باطل ترجمے شائع کرا کے غیر مسلموں کو ہمت دلائی''۔ (نجوم شہابیہ ص ۵۴)
''ان بدگو مترجمین کے نزدیک معاذ اللہ حضور اقدس گناہ گار بھی ہیں خطا کار بھی ہیں قصوروار بھی (مولانا قصوری نے تقدیس الوکیل ص ۲۱۸ پر ترجمہ لکھا ہے تاکہ بخش دے خدا تیری اگلی پچھلی تقصیریں۔ اور دوسری جگہ یوں لکھا تاکہ بخش دے تجھ کو خدا تیرے اگلے اور پچھلے گناہ تقدیس الوکیل حاشیہ ص ۱۹۴) ہیں تو ان کفری ترجموں کی رو سے لازم ہے کہ گناہ گار خطا کار بنے قصوروار ٹھہرے الخ''۔ (نجوم شہابیہ ص ۵۸)
آگے لکھتے ہیں:
''اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ یہ سارے مترجمین پورے گھامڑ اور شاہ صاحب کی تفسیر سے بھی جاہل ہیں اور یہ بھی یقین ہو گیا کہ ان لوگوں نے مسلماں کو گمراہ بنانے اور غیر مسلموں کو اسلام پر جرات دلانے کو یہ کفری اور گمراہ گر ترجمے لکھے اور چھپائے ہیں''۔ (نجوم الشہابیہ ص ۶۶)
آگے لکھتے ہیں: ''مترجمین جاہل اجہل ہیں اور کفر و گمراہی کے پھیلانے والے ہیں'' (نجوم شہابیہ ص ۶۶)
''جو کسی نبی کی نبوت کا انکار کرے یا کسی نبی کو عیب لگائے یا حضور کی کسی صفت کریمہ کا انکار کرے وہ یقیناً کافر ہو گیا اور حضور سید المعصومین ﷺ کو گناہ گار خطا کار قصوروار اور ایمان باللہ سے بے خبر لکھنے والا کافر نہ ہو گا؟''۔ (نجوم شہابیہ ص ۶۸)
آگے لکھتے ہیں:
''جس نے کفری ترجمہ کیا اور جس نے اس کو صحیح بتایا جس نے اس کی تحسین کی اچھا بتایا اور جو اس پر راضی ہوا اور جس نے اسے شائع کرایا ان پر کفر لازم ہے وہ جب تک اپنے کفر سے توبہ نہ کریں ان کی کلمہ گوئی و نماز روزہ عبادت بے کار والعیاذ باللہ العزیز الغفار اور مجمع الانھر مصری جلد اول ص ۶۸۷ میں ہے (ترجمہ) یعنی اگر مرتد نے عبادت کے طور پر کلمہ شہادت پڑھا اور اپنے کفر سے توبہ نہیں کی تو اس کلمہ پڑھنے کا اس کو کچھ فائدہ نہیں۔ جب تک کفر سے توبہ نہ کرلے کیونکہ بغیر توبہ کے کلمہ شہادت پڑھنے سے اس کا کفر دور نہ ہو گا اور در المنتقی مصری جلد اول ص ۶۸۱ میں ہے (ترجمہ) جب تک اپنے کفر سے توبہ نہ کرے رجوع نہ کرے اس کا کلمہ شہادت پڑھنا مفید نہیں مرتد، مرتد ہی رہیگا اور یہ مسئلہ تو اجماعی ہے کہ اللہ تعالی اور اس کے نبی و رسول علی نبینا علیہم الصلوۃ والتسلیم کی توہین و تنقیص کرنے والا کافر مرتد ہے جس میں کوئی خفا اور شک نہیں''۔ (نجوم شہابیہ ص ۷۰ مصدقہ ۵۵ علماء)
مولانا قصوری صاحب لکھتے ہیں:
''سید المرسلین ﷺ و اخوانہ و عترتہ اجمعین کہ جو ماحی الشرک والکفر و امام الموحدین ہیں''۔ (رسائل محدث قصوری ص ۶۰۱)
وصلی اللہ تعالی علی خیر خلقہ محمد و عترتہ اجمعین۔ (رسائل محدث قصوری ص ۷۳۱)
یہاں قصوری صاحب نے دو کام کئے نمبر ایک تو صرف ''صلوۃ'' لکھا ہے ''سلام'' نہیں لکھا اور دوسرا یہ کہ رسول پاک ﷺ کو ''امام الموحدین'' کہا۔ جبکہ بریلویت کے گھر میں دونوں جرم ہے۔ فاضل بریلوی کی مصدقہ کتاب انوار آفتاب صداقت کے ص ۲۱۹ پر ہے
''آنحضرت ﷺ کو نبی علیہ السلام بار بار لکھنا آپ کی دینی معلومات کا نمونہ ہے جو کہ قرآن شریف کی آیت یا ایھا الذین آمنو اصلوا

علیہ وسلموا تسلیما کے برخلاف ہے“ (عقیدہ نمبر ۱۶ باب دھم)

یعنی صرف صلوہ پر اکتفاء کرنا یا صرف سلام پر اکتفاء کرنا غلط ہے یہ ہے بریلوی گھر کی سوغات، اس سے معلوم ہوگیا کہ قصوری صاحب کا علم نہ ہونے کے برابر ہے۔ دوسرا فتوی بھی سن لیں کہ مفتی اقتدار نعیمی نے صرف صلوہ پر اکتفاء کرنے کو مکروہ وحرام وگناہ کبیرہ تک کہا ہے دیکھئے:

(تنقیدات علی مطبوعات ص ۲۱۰ اور تفسیر نعیمی ج ۱۶ ص ۱۱۰)

اور تیسرا فتوی بھی سن لیں کہ مفتی اقتدار نعیمی جانشین بریلوی حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی صاحب لکھتے ہیں:

”وہابیوں نے سات لفظ اپنے مرضی سے اپنی دین میں ایجاد کر لیے جب کا قرآن وحدیث میں کہیں ذکر نہیں نہ آج تک کوئی ثبوت دے سکا (۱) توحید (۲) لفظ موحد کتب تصوف میں بھی وہابیوں نے ہی اب لفظوں کی ملاوٹ کی ہے اولیاء اللہ خلاف قرآن وحدیث ایسے لفظ استعمال کرنے کی جرأت نہیں کر سکتے .... مقالات غوث اعظم میں لفظ توحید اور لفظ موحد کا استعمال کرنا بھی بعد کی ملاوٹ ہے بھلا غوث اعظم ایسے لفظ کیوں استعمال فرماتے جو اللہ ورسول کو پسند نہیں“۔

(شرعی استفتاء، پیر نصیر الدین نصیر وھابی ہے ص ۲۳، ۲۴)

چوتھا فتوی سید نعیم الرحمن خطیب نوری مسجد اندرون بوہٹر گیٹ لکھتے ہیں:

”تقریبا آٹھ الفاظ خالصا وہابیوں کی ایجاد ہیں (۱) توحید کا لفظ (۲) موحد کا لقب ...... یہ ایجادی الفاظ نہ قرآن مجید میں ہیں نہ حدیث پاک میں نہ زمانہ صحابہ میں نہ اہل سنت کے اکابر متقدمین میں نہ متاخرین میں نہ کتب فقہ میں یہ ایجاد لفظ نصیر صاحب کی ان دونوں کتابوں میں بھی ہیں جس سے صاف ظاہر ہے کہ نصیر بھی پکے وہابی ہیں“۔ (شرعی استفتاء، پیر نصیر الدین نصیر وھابی ہے ص ۱۱)

قصوری صاحب نے سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۱۸۳ کا ترجمہ یوں کیا ہے

”اے ایمان والوں فرض کئے گئے ہیں تم پر روزے جیسا کہ فرض کئے گئے تم سے پہلوں پر تاکہ تم متقی بن جاؤ“۔

(رسائل محدث قصوری ص ۶۰۷)

اس پر پہلا فتوی سنئے رضا خانی حضرات کی مستند کتاب جسٹس کرم شاہ کا علمی محاسبہ ص ۹۰، ۹۱ پر ہے (اس آیت) میں صوم کو جمع بنا کر اس کا ترجمہ تم پر روزے فرض لیے گئے کیا ہے۔ (۱: ۱۲۳) جبکہ الصیام جمع نہیں بلکہ قام یقوم قیاما کے وزن پر صام یصوم صیاما مصدر ہے ملاحظہ ہو (تفسیر کبیر روح المعانی ۲: ۲۸ تفسیر مدارک ۱: ۲۶) صیام کا معنی روزے کرنے سے قبل اتنا ہی غور کر لیا جاتا کہ اگر بالفرض یہ جمع ہوتا تو اگلا جملہ کتب علی الذین میں کتب کی جگہ کتبت ہوتا لہذا اس کا صحیح ترجمہ ہوگا تم پر روزہ رکھنا فرض کیا گیا۔

دوسرا فتوی لعل کے معنی تاکہ کرنا بھی بریلوی اکابر کے نزدیک معتوب ومطعون ہونے کیلئے کافی ہے اور ایسی جگہوں میں ایسا ترجمہ کرنے کی وجہ سے مولوی فیض احمد اویسی نے معتزلی ہونے کا فتوی دیا ہے۔ اس سے آپ کو قصوری صاحب کی علمیت کا پتہ چل گیا ہوگا مزید سنئے۔ قصوری صاحب آیت وقالوا لن نومن لك الایہ کا ترجمہ یوں کرتے ہیں:

”کافر کہتے ہیں کہ ہم تجھ پر ایمان نہیں لائیں گے“۔ (رسائل محدث قصوری ج ۱ ص ۵۸۹)

جبکہ:

مفتی غلام سرور قادری لاہوری صاحب لکھتے ہیں:

"عربی کی تھوڑی سی سمجھ بوجھ رکھنے والے طالب علم سے بھی ایسی غلطی متوقع نہیں جو ایک علامہ اور ڈاکٹر کہلانے والے صاحب فرما رہے ہیں۔عربی کی تھوڑی سے واقفیت رکھنے والے حضرات بھی جانتے ہیں کہ حرف لن نفی مع تاکید کیلئے آتا ہے یعنی اس میں نفی ہوتی ہے اور تاکید بھی (یعنی معنی ہونا چاہئے اور کافر کہتے ہیں ہم ہرگز ایمان نہیں لائیں گے) چنانچہ میر سید جرجانی "نحو میر میں لکھتے ہیں ولن برائے تاکید نفی است (نحو میر ص ۱۹ بحث حروف وامله) یعنی لن نفی کی تاکید کیلئے ہے علامہ زمخشری تفسیر کشاف میں لکھتے ہیں ان فی لن توکیدا وتشدیدا (تفسیر کشاف ج ا ص ۲۲۸) بے شک حرف لن میں تاکید وتشدید یعنی نفی پائی جاتی ہے۔

لیکن پروفیسر صاحب لن کے نفی والے معنی تو کر گئے مگر تاکید جو اسکی روح تھی اسے چھوڑ گئے ترجمہ قرآن میں اس قدر غفلت اور بے اعتنائی ایک مسلمان کی شان کے ہرگز لائق نہیں خدائے قدوس کے کلام کا ایک ایک حرف اپنے موقع اور محل کے اعتبار سے بڑی اہمیت رکھتا ہے اور ترجمہ کرتے وقت ہلکی سی غلطی بھی اس کی حکمت کلامیہ کیلئے نقصاندہ بلکہ اس کے کلام مقدس میں تحریف قرار پاتی ہے کیونکہ اس سے منشاء الٰہی پورا نہیں ہوتا"۔(طاہر القادری کا علمی و تحقیقی جائزہ ص ۱۰۶،۱۰۷)

قصوری صاحب کی تحریف قرآن آپ نے ملاحظہ فرمائی جو انہیں بریلوی مسلک سے ملی ہے۔

قصوری صاحب آیت ان اللہ ھو التواب الرحیم کا ترجمہ کیا ہے خدا ہی توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔

(رسائل محدث قصوری ج ا ص ۲۴۹)

جبکہ غلام سرور قادری صاحب لکھتے ہیں:

"تواب فعال کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے جس کے معنی بہت توبہ قبول کرنے والا اسم مبالغہ واسم ہے جس میں معنی وصفی میں کثرت اور زیادتی پائی جائے جیسے رازق (رزق دینے والا) اسم فاعل ہے اور اسی سے رزاق مبالغہ جس کے معنی ہیں بہت رزق دینے والا.........مفسرین کرام بھی یہی فرماتے ہیں کہ تواب کے معنی میں مبالغہ ہے اس لئے اس کا معنی ہوگا بہت توبہ قبول کرنے والا نہ کہ توبہ قبول کرنے والا لہذا دلائل کی روشنی میں تواب کے معنی بہت توبہ قبول کرنے والا ہوئے اس کے برعکس اس کے معنی توبہ قبول کرنے والا کرنا قرآن کریم کے معنی میں کمی یا تحریف کرنا ہے"۔(طاہر القادری کا علمی و تحقیقی جائزہ ص ۴۲،۴۵)

قصوری صاحب انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء سورہ فاطر ۳۵:۲۸ کا ترجمہ کرتے ہیں بے شک اللہ عزوجل سے اس کے عالم بندے ہی ڈرتے ہیں۔(رسائل محدث قصوری ج ا ص ۶۶۵)

جبکہ مولوی عبدالمجید خان سعیدی لکھتے ہیں:"انما کلمہ حصر ہے جس کا ترجمہ بے شک کرنا درست نہیں قبیح جہالت ہے"۔

(علم النبی ﷺ پر اعتراض کا قلع قمع ص ۷۰)

قصوری صاحب ایک جگہ ترجمہ یوں کرتے ہیں

ولو کنت فظا غیظ القلب آلایہ

اگر ہوتا تو سخت گو درشت دل (رسائل ص ۲۲۲)

دوسری جگہ لکھتے ہیں

خذ من اموالھم صدقة تطھرھم الدیه

یا محمد لے ان کے مالوں سے خیرات کہ ان کے ظاہر کو پاک کرے۔(رسائل محدث قصوری ج ا ص ۲۲۳)
جبکہ بریلوی مسلک میں تو یہ گستاخی ہے دیکھئے اصول الرشاد ص ۲۲۸ العطایہ الاحمدیہ،کنزالایمان نمبر وغیرہا۔
یہی بات قصوری صاحب کی علمیت کا بھانڈا پھوڑ رہی ہیں۔
آخری بات پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی سے عرض خدمت ہے وہ کہتے ہیں مولوی صاحب کا سرمایہ علمی نہ ہونے کے برابر ہے۔
(ملفوظات مہریہ ص ۲۹)

اس سے معلوم ہوگیا کہ قصوری صاحب بے علم آدمی تھے ہم نے کتنے دلائل کے انبار لگا دئے کہ اہل سنت دیوبند اور اہل بدعت بریلویہ کا متفقہ نظریہ ہے کہ قصوری صاحب علم وفن سے خالی ہاتھ تھے۔شاید اسی وجہ سے پیر مہر علی شاہ نے قصوری صاحب کے اس نظریہ کو''بے شک امکان نظیر امکان کذب کو لازم ہے پس امکان نظیر کے ثابت کرنے پر اصرار کرنا سرور عالم ﷺ کے ادب کے خلاف پر اڑنا۔۔۔۔۔۔۔ الخ''۔(تقدیس الوکیل ص ۹۸)

مسئلہ امکان نظیر حضرت بشیر ونذیر ﷺ جس سے امکان کذب باری تعالی لازم آتا ہے اس کا(مسئلے کا) ظاہر کرنا دین متین کی بیخ کنی ہے۔(تقدیس الوکیل ص ۱۵۴،۱۵۵)

پیر مہر علی شاہ صاحب نے یوں اڑا دیا کہ:
''اس مقام پر امکان نظیر یا امتناع نظیر آنحضرت ﷺ کے متعلق اپنا مافی الضمیر ظاہر کرنا مقصود ہے نہ تصویب یا تغلیط کسی کی فرقتین اسماعیلیہ وخیر آبادیہ میں سے شکر اللہ سعیھم۔راقم سطور دونوں کو ماجور ومثاب جانتا ہے۔فانما الاعمال بالنیات ولکل امرء مانوی''۔
(فتاوی مہریہ ص ۹)

اسی جگہ مناسب ہوگا کہ حضرت خلیل الملۃ والدین مولانا خلیل احمد سہارنپوری ؒ نے ایک چیلنج قصوری پارٹی کو کیا تھا وہ یہ تھا:
''یہ قول تیرہوں صدی کے بدعتیوں کا ہے سلف سے کوئی اس کا قائل نہیں ہوا''۔(تقدیس الوکیل ص ۱۱۳)
اس مناظرے کے بعد سے آج تک اور تا قیام قیامت کسی رضاخانی میں جرأت نہیں ہے کہ وہ اس چیلنج کو توڑ سکے۔

فاضل قصوری کے چند جھوٹ

ہم اسی تقدیس الوکیل سے فاضل قصوری کے چند جھوٹوں سے بھی پردہ اٹھانا چاہتے ہیں جس سے معلوم ہو جائیگا کہ قصوری صاحب نے کتنا کتاب میں جھوٹوں سے سہارا لیا ہے۔

جھوٹ نمبر ۱

قصوری صاحب لکھتے ہیں:
''خلف وعید کو ہر چند اشاعرہ نے جائز کہا ہے مگر اکثر محققین اس کو ناروا جانتے ہیں کیونکہ متقدمین کا امتناع کذب پر اجماع ہے اور نیز جو خلف وعید فساق کا قائل ہے اسکی مراد امکان کذب کی نہیں ورنہ کرم اور جود سے تعبیر نہ کرتا بلکہ امکان کذب کی تصریح کر دیتا اور نیز فاسقوں کی وعید کے خلف کا قائل ہونا سواء کافروں کے قوی دلیل ہے اس پر کہ ان کی مراد امکان کذب کی نہیں ہے''۔

(تقدیس الوکیل ص ۹۵،۹۶)

قصوری نے ایک ہی سانس مین کئی جھوٹ بول دئے:

(۱) بعض اشاعرہ خلف وعید (کہ خدانے جو وعیدیں ارشاد فرمائی ہیں اس کے خلاف کرنے پر اس کو قدرت ہے) کے قائل ہیں جبکہ محققین منکر ہیں۔

(۲) جو خلف وعید کے قائلین ہیں اشاعرہ میں سے تو وہ صرف فاسق و فاجر مسلمانوں کے بارے میں ہیں (یعنی خدا ان کی سزا و عتاب معاف فرما کر ان کو بہشت میں بھیج سکتا ہے۔

اور قصوری نے یہ جو بات لکھی ہے کہ سواء کافروں کے باقی فساق و فجار کے حق میں خلف وعید کا قائل ہونا یہ دلیل ہے کہ انکی مراد امکان کذب نہیں (یعنی ان اشاعرہ کے نزدیک اگر کفار کی بخشش تحت قدرت باری تعالی ہو تو پھر امکان کذب ان کا عقیدہ جائز ٹھہرے گا۔ یہ مفہوم مخالف سے ثابت ہوا)

اب آیئے پہلے جھوٹ کی طرف تو ہم اپنی طرف سے نہیں بلکہ فاضل بریلوی کے قلم سے پیش کرتے ہیں اس کا جھوٹ ہونا۔ پہلے فضل رسول بدایونی کی عبارت پھر فاضل بریلوی کی شرح ملاحظہ فرمائیں. وہ لکھتے ہیں:

''تم یہ جانو کہ حنفیہ نے جس طرح اللہ کے حق میں تکلیف مالا یطاق بندے کو اس کی طاقت سے زیادہ کام کا مکلف کرنا محال جانا تو وہ ایسے نیکو کار کو عذاب دینا جس نے اپنی عمر طاعت میں گزاری اور اپنے مولی کی خوشی میں نفس کی مخالفت کی اور زیادہ ممنوع جانتے ہیں''۔

اس کی تشریح میں فاضل بریلوی لکھتے ہیں:

''ایسے اطاعت گزار بندے کو عذاب دینا جو اللہ کے علم میں ویسا ہی ہے ماتریدیہ کے نزدیک عقلا جائز نہیں اور اشعری اور ان کے پیروکار عام اشاعرہ نے اختلاف کیا تو ان لوگوں نے فرمایا کہ ایسے اطاعت گزار کو عذاب دینا عقلا جائز ہے اس لئے کہ مالک کو یہ حق ہے کہ اپنی ملک میں جو چاہے کرے یہ ظلم نہیں اس لئے کہ ظلم تو غیر کی ملک میں تصرف کرنا ہے اور سارا عالم اللہ کی ملک ہے اور اس لئے کہ نہ کسی کی اطاعت اس کے کمال کو زیادہ کرتی ہے نہ کسی کی معصیت اسے کچھ نقصان دیتی ہے کہ اس وجہ سے وہ کسی کو ثواب دے یا کسی پر عتاب کرے اور اس لئے کہ یہ عذاب دینا حکمت کے منافی نہیں اس لئے کہ قدرت دونوں ضد سے تعلق کے قابل ہے اور یہ اسکی تنزیہ میں یہ بلیغ تر ہے کہ اس تعذیب پر اس کی قدرت ثابت کی جائے باوجودیکہ وہ اپنے اختیار سے ایسا فرمائے تو اس مذہب کا قائل ہونا زیادہ سزاوار ہے اور ماتریدیہ کی دلیل یہ ہے کہ کہ ایسے نیکو کار کو عذاب دینا جس نے اپنی ساری عمر اپنے خالق کی طاعت میں لگائی اپنی خواہش کا مخالف رہا اور اپنے رب کی رضا طلب کرتا رہا مقتضائے حکمت نہیں اس لئے کہ حکمت نیکو کار اور بدکار کے درمیان فرق کا اقتضا کرتی ہے تو جو کام برخلاف حکمت ہو وہ بے وقوفی ہے الخ''۔ (المعتمد المستند علی المعتقد المنتقد ص ۱۲۷،۱۲۸)

اب بھی یہ کہنا کہ خلف وعید کا مسئلہ بعض اشاعرہ کا ہے کس قدر جھوٹ ہے کیونکہ فاضل بریلوی نے عام اشاعرہ کا قول نقل کیا ہے۔

دوسری بات یہ ہے اشاعرہ بھی جو خلف وعید کے قائل ہیں تو اس سے مراد فاسق و فاجر لوگ ہیں نہ کہ کفار۔ اگر کفار ہوں تو پھر امکان کذب ہو جائیگا۔ (یعنی فاسق و فاجر لوگوں کو بخشنے پر قادر ہے نہ کہ کافروں کو)

جبکہ فاضل بریلوی اور اس کے والد صاحب کی بھی سن لیں۔ نقی علی خان صاحب لکھتے ہیں:

''اہلسنت کے مذہب میں کفر کا بخشا جانا عقلا جائز ہے معتزلہ ممنوع عقلی کہتے ہیں اہلسنت انکے مذہب کی تردید کرتے ہیں جیسا کہ شرح عقائد نسفی وخیالی سے ظاہر ہے ان سب کی بے باکی دیکھو کہ لا یسئل عما یفعل بھول گئے اور کفش برداری معتزلہ کی کرنے لگے کہ کہتے ہیں کہ اگر گناہ گار بے عذاب بخشے جائیں تو وعید میں خلف واقع ہو۔۔۔ الخ''۔ (الکلام الاوضح ص ۲۸۹)

فاضل بریلوی لکھتے ہیں:

''اگر صرف امکان عقلی میں کلام ہوتا تو وہ باجمع اشاعرہ بلکہ جماہیر اہل سنت حق کفار میں بھی حاصل وھو التحقیق یفعل اللہ ما یشاء ویحکم ما یرید شرح مقاصد الطالبین فی علم اصول الدین میں ہے اتفقت الامۃ ان اللہ تعالی لا یعفو عن الکفر قطعاً وان جاز عقلا و منع بعضھم الجواز العقلی ایضاً (اللہ جھوٹ سے پاک ہے ص ۱۰۱)

اب بتائیے کہ کیا اشاعرہ میں سے بعض لوگ امکان عقلی کا رد کر رہے ہیں یا بعض امکان عقلی کے قائل ہیں جبکہ فاضل بریلوی کے بقول تو تمام امت اس پر متفق ہے کہ خدا کفر کو نہیں بخشے کا اگر چہ عقلا امکان ہے اور بعض حضرات سے امکان عقلی کو جائز قرار نہیں دیتے۔ اب معلوم ہوا گیا کہ اکثر اشاعرہ کی امکان عقلی کی قائل ہے۔ خلف وعید میں کفار بھی شامل ہیں کہ خدا کی قدرت وطاقت میں ہے انکی بخشش مگر ہرگز نہ بخشے گا تو پھر بقول قصوری اگر اشاعرہ خلف وعید میں کفار مراد لیں تو امکان کذب کے قائل ہو جائیں تو ثابت ہوگیا کہ اشاعرہ امکان کذب کو قائل ہیں۔

فاضل قصوری کا دوسرا جھوٹ

قصوری صاحب لکھتے ہیں:

''کفار کی بخشش اور نیکو کاروں کا ہمیشہ دوزخ میں رہنا قدرت الہی میں داخل نہیں کہ خلاف معلوم الہی ہے''۔ (تقدیس الوکیل ص ۱۵۳)

دوسری جگہ لکھتے ہیں:

''یعنی معلوم الہی کا خلاف محال غیر مقدور ہے''۔ (تقدیس الوکیل ص ۱۵۲)

یہاں دو باتیں ہیں:

(۱) کیا کفار کی بخشش اور نیکو کاروں کا ہمیشہ دوزخ میں رہنا قدرت الہی میں داخل ہے۔

(۲) کیا خلاف معلوم الہی یا خدا کی خبر کے خلاف جو ہو اس پر خدا کو قدرت ہے یا نہیں۔

اب آیئے فاضل بریلوی کی سنیئے:

''افعال میں سے کچھ وہ ہیں جو حکمت کے موافق ہیں جیسے کافر کو عذاب دینا اور فرماں بردار کو ثواب دینا اور کچھ خلاف حکمت ہیں جیسا کہ اس کا عکس اور شئے کبھی اپنی حد ذات میں ممکن ہوتی ہے غیر کے پیش نظر محال ہوتی ہے اور کسی شئے کا تعلق قدرت کیلئے صالح ہونا اس کے امکان ذاتی سے ناشی ہوتا ہے اور امتناع وقوعی اس کے منافی نہیں تو ہر چیز جو اپنی حد ذات میں ممکن ہے وہ اللہ کی مقدور ہے اور یہاں سے ہم کہتے ہیں کہ معلوم اور مخبر بہ کا خلاف قدرت الہی میں داخل ہے اور اس کا وقوع جہل وکذب کے لازم ہونے کی وجہ سے محال ہے کہ یہ دونوں (یعنی جہل وکذب) محال بالذات ہیں اور کسی شے کا تعلق ارادہ کیلئے صالح ہونا امکان وقوعی پر موقوف ہے بے شک جس کا وقوع ممکن نہیں اس کا مراد باری تعالی ہونا صحیح نہیں ہوتا۔'' (المعتمد المستند علی المعتقد المنتقد ص ۱۵۹،۱۵۸)

آگے لکھتے ہیں:

''خلاف معلوم وخلاف خبر تو مقدور بالذات اور محال بالغیر ہے لہذا قدرت اس سے متعلق ہوگی نہ کہ ارادہ اور جو ایسے فعل کو محال بالذات مانے تو اس کا کلام ظاہری معنی سے مصروف ہے یا متروک ہے''۔(المعتمد المستند علی المعتقد المنتقد ص ۱۶۳)

مولوی اختر رضا خان الازہری لکھتے ہیں:

''افعال میں سے کچھ وہ ہیں جو حکمت کے موافق ہیں جیسے کافر کو عذاب دینا اور فرماں بردار کو ثواب دینا اور کچھ خلاف حکمت ہیں جیسے کہ اس کا عکس اور شئے کبھی اپنی حد ذات میں ممکن ہوتی ہے غیر کے پیش نظر محال ہوتی ہے اور کسی شئے کا تعلق قدرت کیلئے صالح ہونا اس کے امکان ذاتی سے ناشی ہوتا ہے امکان ذاتی کے منافی امتناع وقوع نہیں تو ہر چیز جو اپنی حد ذات میں ممکن ہے وہ اللہ کی مقدور ہے جب تم نے یہ جان لیا کہ تمام ممکنات جو حکمت کے موافق ہوں اور جو موافق نہ ہوں وہ اللہ تعالی کے مقدور ہیں''۔

(حاشیہ المعتمد المستند علی المعتقد المنتقد ص ۱۵۶)

فاضل بریلوی لکھتے ہیں:

''اس نے خبر دی کہ اہل جنت کو ہمیشہ جنت میں رکھے گا ان کا خلود واجب ہوگیا اگر نہ ہو تو معاذ اللہ کذب لازم آئیگا مگر اس سے انقطاع پر قدرت مسلوب نہ ہوگی خلود وانقطاع دونوں ازلاابدا زیر قدرت ہیں''۔(کلیات مکاتب رضا حصہ اول ص ۸۳)

فاضل قصوری کے دونوں جھوٹ فاضل بریلوی نے پکڑ کر امت کے سامنے کر دیئے ہیں۔

فاضل قصوری کا تیسرا جھوٹ

''مؤلف براہین نے اپنے حواریوں کی ماداد سے بہت سے اوراق میں اس کا جواب لکھا اور فقیر کو سخت بدگوئی سے یاد کیا''۔

(تقدیس الوکیل ص ۱۹)

حالانکہ فاضل قصوری نے ہی اپنے مخالفین کے حق میں سخت باتیں لکھی ہیں چند نمونے ملاحظہ فرمائیں: ''صاحب براہین اور اس کے حوائیین نے بے ہودہ باتیں تحریر کرائیں''۔(تقدیس الوکیل ص ۶۱)

''محض ضدیت اور عناد سے ہے۔۔۔۔۔۔۔کمال ہٹ دھرمی ان کا شیوہ ہے عجیب تر یہ نفسانیت ہے''۔(تقدیس اوکیل ص ۶۴)

''قصور فہمید وفتور دید مکذبین متحقق ہے''۔(تقدیس اوکیل ص ۷۹)

''صاحب براہین اور اسکے حوائیین اس کو غلط بنا کر گمراہ ہو رہے ہیں''۔(تقدیس اوکیسل ص ۸۳)''ان مکذبین کی بکواس''۔(تقدیس اوکیل ص ۲۶۹)''بے دیکھے بکواس کرنی اور حدیث کی کتابوں سے جہالت''۔(تقدیس اوکیل ص ۲۷۶)''ایسی بکواس''۔(تقدیس اوکیل ص ۲۸۰)..ہم نے چند ایک ظاہر کر دیئے ہیں۔

قصوری کا جھوٹ نمبر ۴

قصور صاحب لکھتے ہیں:

''جب مولوی خلیل احمد کے یہ خلل ظاہر ہوئے پھر اس پر مکابرہ مجادلہ پر کمر باندھی اور توبہ کی طرف رجوع نہ کیا۔تو حضرت صاحب سجادہ نشین

چاچڑاں نے جو اس مناظرہ میں حکم تھے بالاتفاق دوسرے علماء اہل سنت فتوی دیا کہ یہ شخص دائرہ اہل سنت سے خارج ہے اور ریاست اسلامیہ بہاولپور سے وہ بہت ذلت سے نکالا گیا''۔(تقدیس الوکیل ص ۳۶۱)

قصوری صاحب نے اس میں کئی جھوٹ بولے ہیں مثلاً:

(۱) خواجہ صاحب نے یہ فتوی دیا۔

(۲) بہت ذلت سے نکالا گیا۔

پہلی بات تو اس وجہ سے جھوٹ ہے کہ یہ مناظرہ ۱۳۰۶ھ میں ہوا جبکہ خواجہ غلام فرید چاچڑاں شریف والے مقبوس نمبر ۴۵ بوقت مغرب شب یک شنبہ ۲۰ ربیع الاول ۱۳۱۴ھ کی مجلس میں یوں ارشاد فرماتے ہیں: ''حاجی امداد اللہ صاحب جو بہت کامل بزرگ ہیں اس کے بعد فرمایا دیوبند دہلی سہارنپور اور گنگوہ کے اکثر علماء حاجی امداد اللہ صاحب کے مرید ہیں:

مولانا رشید احمد گنگوہی اور مولانا محمد قاسم

مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی بھی حاجی صاحب کے مرید اور خلیفہ اکبر ہیں ان کے اور خلفاء بھی بہت ہیں چنانچہ مولوی قاسمؒ اور مولوی یعقوب صاحب وغیرہم''۔(مقابیس المجالس ص ۳۵۲)

تقریباً اسی کے قریب قریب خواجہ غلام فریدؒ حالات زندگی مع کرامت ص ۳۴ مصنفہ مولوی نور احمد فریدی میں بھی موجود ہے۔اسی کتاب میں امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ۔(خواجہ غلام فریدؒ حالات زندگی مع کرامت ص ۱۲۸)

بعض رضاخانی کہنے لگتے ہیں کہ جی یہ مقابیس المجالس غیر مستند ہے تو انہیں غور و فکر سے کام لینا چاہیے کیونکہ گاہے بگاہے خواجہ صاحب اس کو خود سنتے بھی تھے تو اس سے انکار کی کیا ضرورت ہے مثلاً کتاب کے ص ۵۲۳ پر ہے: حضرت اقدس نے نماز ظہر جماعت کے ساتھ پڑھی اور تلاوت قرآن میں مشغول ہو گئے تلاوت کے بعد آپ نے فرمایا مقابیس پڑھ کر سناؤ احقر نے تعمیل ارشاد کی آپ توجہ سے سنتے رہے اور بعض مقامات پر تصحیح فرمائی''۔تو یہ خواجہ صاحب کی تصحیح کی ہوئی کتاب ہے۔(رضاخانی اصول)

لیکن چونکہ اہل السنہ دیوبند کے بارے میں خواجہ صاحب نے تعریفی جملے نقل کئے تھے اس لئے ان کی ساری کاوش اور کوشش کو بے کار بنانے کی کوشش کی گئی۔حالانکہ شرف قادری نے تذکرہ اکابر میں خواجہ صاحب کا ذکر کر کے ملفوظات کا ذکر بھی کیا ہے جعلی و غیر معتبر نہیں کہا۔القصہ خواجہ صاحب کا مزاج یوں نہیں تھا کہ فتوے لگائیں فتوی جعلی و من گھڑت ہے اس پر ایک اور دلیل سنیئے احمد پور شرقیہ کے ایک غیر مقلد کا قصہ لکھا ہے کہ انکو نواب صاحب نے ریاست بدر کیا وہ سفارش کیلئے خواجہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا تو خواجہ صاحب نے ان کو روک لیا کہ نواب صاحب عنقریب آنے والے ہیں۔آگے الفاظ مصنف پڑھیں:

''جب نواب صاحب حضور کی زیارت کیلئے تشریف لائے تو حضرت نے اس معاملے میں براہ راست کوئی بات نہ کی بلکہ جس وقت حضور نماز کیلئے تشریف لے گئے تو آپ نے مولوی احمد بخش کو اشارہ فرمایا کہ امامت کریں چنانچہ خواجہ صاحب نواب صاحب اور آپ کے لوگوں نے بھی جو مولوی صاحب کی شکایت میں پیش پیش تھے مولوی احمد بخش کی اقتداء میں نماز پڑھی نواب صاحب فرط ادب سے دم بخود تھے یہ دیکھ کر حیران ہو رہے تھے کہ خواجہ صاحب نے ایک وھابی کے پیچھے نماز کیسے پڑھ لی؟

نماز کے بعد خواجہ صاحب نے عام لوگوں سے خطاب کر کے فرمایا آج کل لوگ خدا بننے کی کوشش کر رہے ہیں کوئی اپنے آپ کو

مالک خیال کرتا ہے اور کوئی رازق اللہ تعالی کی خدائی میں تو کافروں کیلئے بھی جگہ اور مشرکوں کیلئے بھی

بریں خوان یغما یہ دشمن چہ دوست

نواب صاحب پہلے شرمندہو رہے تھے یہ بات سن کر دوزانو ہو گئے ہاتھ جوڑ کرعرض کی قبلہ مجھ سے غلطی ہوگئی۔۔۔۔۔۔۔۔خواجہ صاحب نے فرمایا کیوں نواب صاحب کافروں کیلئے تو آپ کی ریاست مین جگہ ہے مگر موحدوں کیلئے آپ کے ہاں کوئی جگہ نہیں یہ لوگ بہر حال توحید رسالت کو تو مانتے ہیں''۔(خواجہ غلام فریدؒ حالات زندگی م کرامت ص ۳۵)

دوسرا جھوٹ بھی آپ پڑھ چکیں ہیں اب ہم اسکی تفصیل عرض کرتے ہیں۔اسی طرح کی بات کہ انہیں ذلت سے نکالا گیا وغیرہ رسائل محدث قصوری کے مقدمہ،تذکرہ علماء اہلسنت و جماعت لاہور،تقدیس الوکیل وغیرہ کئی کتابوں میں درج ہے اب قصوری کا اپنا بیان سنئے پھر جب ریاست بہاولپور سے صاحب براہین مع حوارین حضرت حکم کے حکم دینے سے پہلے ہی بھاگ نکلے۔

(تقدیس الوکیل ص ۸۶)

سوال یہ ہے کہ اگر پہلے ہی بھاگ گئے تھے فیصلہ سنانے سے تو ذلت سے کیسے نکالا گیا؟ یہ قصوری صاحب کے جھوٹ کا پردہ چاک کرنے کے لئے کافی ہے۔بعض تو یوں جھوٹ پر جری ہوئے کہ مولوی خلیل احمد انبٹھوی نے اپنی شکست تسلیم کرلی (لاحول ولا قوۃ الا باللہ) اور انہیں ریاست بہاولپور چھوڑنا پڑی۔(تذکرہ علماء اہلسنت و جماعت لاہور ص ۲۰۸)

اسی کتاب میں ایک اور جھوٹ دیکھئے اس مناظرہ کی تفصیلی روئداد تقدیس الوکیل میں قلم بند کی گئی۔

(تذکرہ علماء اہلسنت و جماعت لاہور ص ۲۰۹)

حالانکہ تفصیلی تھی تو مولوی سلطان محمود سے جو گفتگو ہوئی اس کو تو درج ہی نہیں کیا گیا تو معلوم ہوا کہ یہ تقدیس الوکیل قصوری صاحب کی اپنی خود ساختہ ہے۔اس مناظرہ پر تفصیل آگے ہم عرض کرتے ہیں۔

سر دست چلتے چلتے ہم ایک حوالہ عرض کرتے جائیں کہ قصوری کے بے علم ہونے پر تو آپ بریلوی حضرات کے گھر کی گواہیاں پڑھ چکے ہیں اب ادھر سے جو حضرات تھے ان میں سرفہرست شیخ الہندؒ تھے جن کے شاگرد مولوناغلام محمود پیلانوی تھے جنکو عبدالحکیم شرف قادری نے تذکرہ اکابر میں اپنا اکابر مان کر یوں تعریف کی ہے۔

''امام معقولات ومنقولات فاضل ریاضیات،ادب عربی کے بلند پایہ ادیب فقہ حنفی کے متبحر فاضل سیبویہ زمانہ۔۔۔۔۔۔۔۔آپ کو تمام علوم دینیہ میں زبردست عبور حاصل تھا خاص طور پر صرف ونحو فقہ اصول ادب عربی،ہیئت ربع المجیب ربع المقنطرہ اور زیخ وغیرہ میں کمال دسترس رکھتے تھے آپکے تلامذہ اکثر و بیشتر علم وعرفان کے ماہتاب بن کے چمکے''۔

(تذکرہ اکابر اہلسنت ص ۳۴۱)

اب یہی حضرت مولانا غلام محمود صاحب اپنی کتاب تحفہ سلیمانی ص ۱۱۵ پر شیخ الہند قدس سرہ کی یوں تعریف کرتے ہیں

وقال امام العلوم و استاذ العسوم النحریر الاعظم و البحر الطمطم سرسور الماھرین و قمقمام الفاضلین السابح فی در دور المغلقات رئیس المحدثین و تاج المفسرین مولانا محمود حسن دیوبندی ادام اللہ الطافہ علی رؤسنا۔

اب آپ خود اندازہ لگالیں کہ قصوری کی کیا حیثیت تھی اکابر دیوبند کے سامنے کہ وہ ہار گئے اور یہ بے علم جیت گیا؟

فاضل قصوری کا پانچواں جھوٹ

حضرت اقدس مولانا رشید احمد گنگوہی قدس اللہ سرہ کا فتوی قصوری نے نقل کیا:

''ہاں مومنوں کا یہ اعتقاد ہے کہ حق تعالی نے جو قرآن مجید میں فرعون و ہامان و ابولہب کے حق میں فرمایا ہے کہ وہ دوزخی ہیں تو یہ حکم قطعی ہے اس کے خلاف حق تعالی کبھی نہیں کرے گا لیکن حق تعالی قادر ہے کہ وہ انکو بہشت میں داخل کر دے۔ اور خدا اس سے عاجز نہیں اور باوجود اپنے اختیار کے ایسا نہیں کرتا قرآن میں ہے اگر ہم چاہتے تو البتہ ہر نفس کو اسکی ہدایت دے دیتے ولیکن ثابت ہوا ہے مجھ سے یہ حکم کہ ہم دوزخ کو جن اور آدمیون سے بھر دیں گے پس اس آیت سے ظاہر ہو گیا کہ اگر حق تعالی چاہتا تو سب کو مسلمان کر دیتا ولیکن اپنے کہے کے مخالف نہیں کرتا اور یہ سب اختیار سے ہے نہ بے اختیاری سے اور وہ فاعل مختار ہے جو ارادہ کرے کرتا ہے یہ عقیدہ تمام امت کا ہے''

پھر اس کو رد کرنے کیلئے ایک عربی عالم کا فتوی لگایا کہ ''حنفیوں کے نزدیک کفر کی بخشش عقلا بھی نہ روا ہے'' (تقدیس الوکیل ص ۴۳۷)

جبکہ ہم فاضل بریلوی کا قول پیش کر آئے ہیں کہ اس پر سوائے چند کے تمام امت متفق ہے جیسا کہ اللہ جھوٹ سے پاک ہے سے نقل ہوا۔ تو قصوری صاحب کو شاید دھوکہ اور جھوٹ کی وجہ سے یہ بھی خیال نہ رہا کہ یہ تو معتزلہ کا مذہب مولوی نقی علی خان نے قرار دیا ہے۔ قصوری صاحب اب حنفیوں کو معتزلی قرار دینے پر تلے ہوئے ہیں۔

تقدیس الوکیل کا ایک اور جھوٹ

اس کتاب کا محشی لکھتا ہے:

''براہین قاطعہ کی تحریر سے مولانا غلام دستگیر قصوری کو بڑا صدمہ ہوا وہ بہ نفس نفیس بہاولپور پہنچے اپنے دیرنہ دوست سے بالمشافہ گفتگو کر کے صورت حال معلوم کرنے کی سعی بلیغ فرمائی مگر صاحب براہین قاطع کو اپنی ہٹ پر قائم پا کر حیرت زدہ ہو گئے''۔ (تقدیس الوکیل ص ن)

جبکہ خود قصوری صاحب کی سنئے:

''فقیر نے براہین کو دیکھ کر بعض اعیان ریاست بہاولپور کو اس کے مضامین کی قباحت پر مطلع کیا اور یہ خبر والی ریاست موصوفہ اصلح اللہ تعالی حالنا و حالہ واحسن مالنا و مالہ تک پہنچی اور تجویز ہوئی کہ حضرت صاحب چاچڑاں شریف یعنی ان کے مرشد حاجی شیخ المشائخ مولانا غلام فرید صاحب سلمہ اللہ الحمید جب سفر اجمیر شریف سے واپس تشریف لائیں تو انہیں حکم منصف بنایا جائے اور ان کے رو برو براہین کے مطالب کی تحقیق کے واسطے مناظرہ ہو''۔ (تقدیس الوکیل ص ۱۱، ۱۲)

یہاں بالمشافہ گفتگو اور ملنے وغیرہ کی کوئی بات نہیں بلکہ عبارت سے نہ ملنا ثابت ہوتا ہے جو کہ تقدیس الوکیل پارٹی کا جھوٹ ہے۔

ایک اور جھوٹ

ہمارے اکابر کی ایک دلیل قصوری نے نقل کی ہیکہ مفتی صدر الدین رسالہ اثبات نظیر فخر عالم میں نقل کرتے ہیں کہ تفسیر نیشاپوری میں پھر ذکر کیا لازم ملک اور حکم کا اور فرمایا یغفر لمن یشاء بخشتا ہے جسے وہ چاہتا ہے اپنے فضل سے اگر چہ وہ شیطانوں اور فرعونوں سے ہو

ویعذب من یشاء اور عذاب کرتا ہے جسکو چاہتا ہے اپنی خدائی اور قدرت کے حکم سے اگر چہ وہ فرشتوں اور صدیقوں سے ہو یہ سب کچھ شرعاً وعقلاً زیبا ہے الخ

مگر محشی رضاخانی کہتا ہے:

مصنف براہین نے ان (مفتی صدرالدین دہلوی) کے متعلق جو کچھ ہے وہ کذب وافتراء ہے۔(حاشیہ تقدیس الوکیل ص ۲۴)

جبکہ قصوری صاحب کہتے ہیں: مفتی صدرالدین نے جونیشا پوری سے نقل کیا ہے وہ صرف احتمال عقلی ہے قرآن مجید کے منطوق سے نہیں نکلتا باالوصف اس کے ایسے احتمالات عقلی معقول علماء نے اگلے وقتوں میں اپنی عربی بولی کی کتابوں میں ذکر کئے تھے۔

(تقدیس الوکیل ص ۵۲)

سرائیکی زبان میں کہتے ہیں ڈاچی ٹرے ۱۰ کوہ تو ڈی ٹرے ۲۰ کوہ یعنی اونٹنی ۱۰ قدم چلتی ہے اور اسکی بچیا ۲۰ قدم چلتی ہے دیکھئے محشی کیسے جھوٹ بول رہا ہے جبکہ قصوری صاحب تسلیم کر رہے ہیں کہ لکھا ہے۔

قصوری صاحب کا ایک اور جھوٹ یعنی نمبر ۶

ہم اس کے معتقد نہیں کہ (تمام مولود کی مجلس میں سرور عالم ﷺ کا روح پر فتوح تشریف لاتا ہے)۔(تقدیس الوکیل ص ۲۸۸)

جبکہ رضاخانیوں کی مصدقہ کتاب انوار آفتاب صداقت کہتی ہے آنحضرت ﷺ بے حدو بے عدد درجہ طاقت اور قدرت ہے کہ وہ سب حالات جانتے ہیں اور تمام دنیا کے موالید کی محافل ان کے سامنے ہتھیلی کی طرح ہیں اس میں شک لانے والا اپنے ایمان سے خارج ہے۔

(انوار آفتاب صداقت ص ۲۵۷)

سنائیے جی اگر جھوٹ نہ مانو تو ان کا بے ایمان ہونا مان لو

جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے۔

قصوری صاحب کا ایک اور جھوٹ یعنی نمبر ۷

قصوری صاحب لکھتے ہیں آپ باعلام الٰہی بعض غیب جانتے ہیں (تقدیس الوکیل ص ۱۹۶)

جبکہ رضاخانیوں میں یہ مسئلہ مسلم ہے کہ کسی چیز کا انکار کہ فلاں شئے آپ ﷺ نہیں جانتے یہ عقیدہ کفریہ ہے دیکھئے تحفظ عقائد اہلسنت، ذکر عطاء وغیرہ۔ تو اگر یہ قصوری کا جھوٹ نہ سمجھا جائے تو پھر قصوری صاحب کے ایمان کی خیر منانی پڑے گی اہل بدعت کو اس لئے ہمارا مشورہ ہے کہ یہ قصوری صاحب کا جھوٹ سمجھا جائے۔

ایک اور جھوٹ یعنی نمبر ۸

قصوری صاحب لکھتے ہیں اور نہ ہم اس کے قائل ہیں کہ آپ کو ابتداء نبوت سے سارے علم حاصل تھے بلکہ جس جس چیز کی آپ کو حاجت ہوتی گئے اس کا علم آپ کو دیا گیا۔(تقدیس الوکیل ص ۲۱۷)

جبکہ یہ بھی قصوری صاحب کا جھوٹ ہے کیونکہ قصوری صاحب کی پارٹی کا مذہب تو یہ ہے کہ حضور سرور عالم ﷺ کو کابتداء خلق سے علم غیب

حاصل ہے لوح محفوظ ان کے روبرو لکھی گئے شکم مادر میں ہی علم غیب حاصل تھا۔(انوار آفتاب صداقت ص ۱۳۸)

اسی کے قریب قریب عبارتیں دیگر اہل برعت کی کتابوں میں بھی موجود ہیں تو ہم یہی کہیں قصوری صاحب نے جھوٹ بولا ہے۔ہم قصوری صاحب پر حیران ہیں کہ وہ کتنے جھوٹ بولتے گئے ایک اور سنئے یعنی۔

جھوٹ نمبر ۹

قصوری صاحب لکھتے ہیں:

''پس مکذبین کا یہ کہنا کہ بے شک فخر عالم(صلی اللہ علیہ وسلم) کی وسعت علم پر بھی ایمان و اعتقاد ہے ارکان ریاست اسلامیہ سے تقیہ ہے''۔(تقدیس الوکیل ص ۲۴۸)

قصوری صاحب یہ تقیہ اور جھوٹ تو آپ نے بولا اور ہم اس کی دلیل اہل بدعت کے گھر ہی سے پیش کر دیتے ہیں مفتی احمد یار خان نعیمی لکھتا ہے:

''مخالفین بھی مانتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کا علم تمام مخلوق سے زیادہ ہے''۔(جاء الحق ص ۱۱۹)

دوسری جگہ لکھتے ہیں:''یہ دیوبندی بھی تسلیم کرتے ہیں کہ ساری مخلوق سے زیادہ حضور علیہ السلام کا علم ہے''۔(جاء الحق ص ۶۶)

فیض احمد اویسی صاحب لکھتے ہیں:

''دیوبند اینڈ کمپنی کو اعتراف ہے کہ حضور سرور عالم ﷺ کو تمام مخلوق سے زیادہ علم ہے خواہ وہ انبیاء علیہم السلام ہوں یا ملائکہ کرام یا کوئی اور ہو''۔(احسن البیان فی اصول القرآن ص ۱۴۰)

تو قصوری صاحب کا جھوٹا ہونا واضح ہو گیا یا نہ؟ قصوری صاحب خود تقیہ کئے ہوئے تھے الزام دوسروں کے سر لگا رہے تھے۔

قصوری صاحب کا ایک اور جھوٹ

قصوری صاحب نے تفسیر کبیر پر ایک جھوٹ بولا ہے وہ یہ کہ امام رازی تفسیر کبیر میں آیت **ولو شاء ربك لامن** (ترجمہ)

پس اس آیت مبارکہ سے یہ نکلا کہ نہ خدا نے چاہا اور نہ تمام زمین کے لوگوں کا ایمان حاصل ہوا یہاں تک تو امام رازی کی عبارت تھی آگے قصوری صاحب اس کا مطلب یہ بتاتے ہیں۔پس یہ آیت دلیل ہے اس پر کہ حق تعالی نے جمیع بنی آدم کا ایمان نہیں چاہا یعنی خدا کی مشیت اور قدرت کے نیچے داخل نہیں۔تقدیس الوکیل ص ۴۴ کو تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائے اسی طرح تفسیر جلالین پر بھی جھوٹ بولا عبارت جلالین کا ترجمہ یوں کیا

کیا تو لوگوں کو جبر کرتا ہے اس چیز پر جو خدا نے ان سے نہیں چاہا۔پھر آگے عبارت کا مطلب یوں لکھا ہے یعنی ایمان جمیع بنی آدم خدا کی قدرت اور مشیت میں داخل نہیں۔(تقدیس الوکیل ص ۴۵ کو دیکھئے)

حالانکہ دونوں تفسیروں میں صرف مشیت کی بات تھی قصوری نے قدرت کی بات خود ہی ملالی کہ نہ خدا نے چاہا ہے اور نہ ہی اسے قدرت ہے۔(العیاذ باللہ) حالانکہ صاف فاضل بریلوی کا مذہب جو اس کے اس وقت کے جانشین ازہری میاں لکھتے ہیں افعال میں سے کچھ وہ ہیں جو حکمت کے موافق ہیں جیسے کافروں کو عذاب دینا اور فرمابرداروں کو ثواب دینا اور کچھ خلاف حکمت ہیں جیسے کہ اس کا عکس اور شئی کبھی اپنی

حد ذات میں ممکن ہوتی ہے غیر کے پیش نظر محال ہوتی ہے۔۔۔۔۔۔تمام ممکنات جو حکمت کے موافق ہوں اور جو موافق نہ ہوں اللہ تعالیٰ کے مقدور ہیں لہذا نہ جبر ہے اور نہ اس پر کسی شئے کا ایجاب لیکن افعال میں ارادہ کا تعلق اسی سے ہوتا ہے جو موافق حکمت ہو۔

(حاشیہ المعتمد المستند ص ۱۵۶)

معلوم ہوا کہ جن باتوں کا خدا ارادہ نہ کرے ان تمام کو غیر مقدور کہہ دینا غلط ہے اور یہی غلطی قصوری اینڈ کمپنی کو لگی ہے یا پھر ان کا دجل ہے

قصوری صاحب کا جھوٹ نمبر ۱۰

قصوری صاحب لکھتے ہیں: ”یہ تو کسی نے اہل سنت سے نہیں کہا کہ خلاف وعدہ خدا کی قدرت میں داخل ہے۔ (تقدیس الوکیل ص ۵۰)

جبکہ خدا نے اسی تقدیس الوکیل سے اس کو جھوٹا ہونا دکھا دیا کہ ص ۴۳۷ پر ہے علامہ تمر تاشی حنفی صاحب تنویر الانصار کی کتاب معین المفتی میں ہے کہ کفر کی بخشش عقلا بھی ناروا ہے خلاف اشاعرہ کے اور مومنوں کا ہمیشہ دوزخ میں رہنا اور کافروں کا ہمیشہ بہشت میں رہنا اشعریہ کے نزدیک روا ہے مگر دلیل سمعی اس کے برخلاف ہے اور ہمارے نزدیک یہ ناروا ہے۔۔۔۔۔۔اور علامہ منتقی نے عمدہ کہا ہے کہ مومن کا ہمیشہ دوزخ میں رہنا اور کافر کا بہشت میں رہنا اشاعرہ کے نزدیک عقلا روا ہے مگر دلیل سمعی اس کے برخلاف ہے۔

(تقدیس الوکیل ص ۴۳۷، ۴۳۸)

اب دیکھیں کتنی وضاحت سے امکان عقلی مان رہا ہے یعنی کہ اشعریہ کا نظریہ ہے۔ کہ خدا کا اپنے وعدے اور وعید کے خلاف کرنا عقلاً ممکن ہے یعنی خدا کو اس پر قدرت ہے اور یہ امکان عقلی کے درجہ میں ہے۔

جھوٹ نمبر ۱۱

وہ لکھتے ہیں: ”کسی نے بھی خواص صحابیؓ سے باوجود یکہ وہ آپ کے نسب میں بھائی تھے آپ کو کبھی بھائی کے لفظ سے نہیں پکارا“۔

(تقدیس الوکیل ص ۱۸۳)

حالانکہ بخاری ج ۲ ص ۷۶۰ پر روایت ہے سیدنا ابو بکرؓ نے حضور سے کہا انما انا اخوك کہ میں آپ کا بھائی ہوں اور طبقات ابن سعد وغیرہ میں سیدنا عمرؓ کا ارشاد ہے میں اپنے بھائیوں یعنی حضور پور نور ﷺ اور حضرت ابو بکرؓ کے ساتھ دفن ہونا چاہتا ہوں اور مسلم و مشکوۃ میں روایت ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ کاش میں اپنے بھائیوں کو دیکھتا تو صحابہ نے عرض کیا کیا ہم آپ کے بھائی نہیں تو فرمایا بلکہ تم تو میرے صحابہ ہو۔ آپ کے غلام رسول سعیدی نے اس کی شرح میں لکھا ہے کہ آپ نے صحابہ سے بھائی ہونے کی نفی نہیں کی تو صحابہ تو بھائی کہہ رہے ہیں۔ قصوری صاحب کا جھوٹا ہونا خود بخود صراحۃ واضح ہو گیا۔

تقدیس الوکیل فتاوی بریلویہ کی زد میں

(۱) تقدیس الوکیل ص ۱۴۷ پر ہے مولانا اسحاق مرحوم۔

جبکہ رضاخانی معتبر کتاب میں ہے۔ آپ کے خاص بزرگ محمد اسحاق صاحب دہلوی (انوار آفتاب صداقت ص ۳۷۹) دوسری جگہ اسی کتاب میں ہے مولوی اسحاق صاحب بزرگ دیوبندیہ۔ (انوار آفتاب صداقت ص ۲۴۹)

تو ہمارے بزرگ کو مرحوم لکھنے کہ وجہ سے قصوری اینڈ کمپنی بہار شریعت وغیرہ کتب کے فتاوی میں پھنستی نظر آتی ہے کہ ایسا آدمی کافر ہے تفصیل کیلئے ہماری دست وگریباں وغیرہ کتب کا مطالعہ کریں اعادہ کی ضرورت نہیں۔

(۲) تقدیس الوکیل ص ۲۸۳ پر ہے سید احمد طحطاوی درمختار کے حاشیہ میں ممانعت اختصار درود پر تصریح کرتے ہیں اور مولوی احمد علی سہارنپوری امام نووی کی سند سے ایسے شخص کے محروم ہونے کی مقدمہ صحیح مسلم میں شہادت دیتے ہیں۔

جبکہ قصوری صاحب کی کتاب میں جگہ جگہ انبیاء علیہم السلام کے ناموں کے ساتھ ؑ موجود ہے دیکھئے ص ۲۸۷، ۲۹۴، ۳۲۰، ۳۳۹ اور نبی پاک ﷺ کے نام مبارک پر ؐ کی علامت موجود ہے دیکھئے ص ۱۹۶، ۳۸، ۱۵۷، ۱۶۶ تو قصوری خود اپنے فتوے سے ہی محروم القسمہ جا ٹھرا۔

(۳) قصوری صاحب لکھتے ہیں کہ اب فقیر کو اس پر یہ اعتراض ہے کہ آنحضرت ﷺ کے مولود شریف کی مجلس کو جس کا جواز ادلہ شرعیہ سے مستنبط ہے اور وہ سب اپنے محل میں مبین ہیں کنہیا کے جنم کے سانگ اور نصاری کے بڑے دن کیسی خوشی سے مشابہ کرنا ایسا قبیح مضمون ہے جو غور کرنے والے مسلمانوں کو سخت ناگوار گزرتا ہے۔ (تقدیس الوکیل ص ۳۰۸)

جبکہ رضاخانی ٹولہ کا بڑا مفتی مفتی اقتدار احمد خان لکھتا ہے:

''تشبیہ پر اعتراض کرنا یہودی کفار کا طریقہ ہے''۔ (العطایا الاحمدیہ ض ۲ ص ۳۲۴)

قصوری صاحب کو اعتراض تشبیہ پر تھا اور وہ بریلوی ٹولے کے بڑے مفتی نے نہ صرف ختم کر دیا بلکہ قصوری کو ان کے گھر تک پہنچا دیا۔

(۴) تقدیس الوکیل ص ۱۳۴ پر ہے:

''ہم آنحضرت ﷺ کی مثل کے ممتنع بالذات ہونے کے اس جہاں دنیا میں قائل ہیں پس اگر کوئی اور جہان ہو اور اس میں سوائے اس دنیا کے انبیاء مبعوث ہوں اور ایک ان کا خاتم ہو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مثل نبی اور خاتم میں ہو تو اس کے ممتنع ہونے پر ہم حکم نہیں کرتے''۔

اس پر رضاخانی حضرات بڑے سیخ پا ہیں وہ تو کہتے ہیں۔ مولوی احمد رضا خان لکھتا ہے:

''سو دجال ظاہر ہوئے جو نبی ﷺ کے لئے چھ نظیروں کے مدعی ہوئے (جو ان کے زعم میں) حضور کے خصائص کمالیہ میں مشہور تریں خصوصیت یعنی ختم نبوت میں زمین کے نچلے چھ طبقوں میں حصہ دار ہیں تو ان میں سے کچھ یہ کہتے تھے کہ ان میں سے ہر ایک اپنی زمین کا خاتم اور ہمارے نبی اس زمین کے خاتم ہیں۔ الخ''۔ (المعتمد المستند ص ۱۷۰)

قصوری صاحب کو فاضل بریلوی نے ''دجال'' قرار دیا ہے کیونکہ وہ بھی تو یہی مان رہے ہیں کہ اگر اور جہان میں انبیاء کا سلسلہ ہو تو آپ کی مثل وہاں بھی خاتم ہوگا اس کو ہم منع نہیں کرتے۔ یہ تو بری طرح فاضل بریلوی کے شکنجے میں جکڑے گئے۔

مولوی غلام نصیر الدین سیالوی صاحب لکھتے ہیں:

''جب مصنف تحذیر الناس اس اثر کے مضمون کو صحیح سمجھتے ہیں تو ختم نبوت زمانی کے قائل کیسے رہے''۔

(عبارت اکابر کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ ج ا ص ۲۰۲)

مولوی یٰسین اختر مصباحی لکھتے ہیں:

''مولانا احسن نانوتوی نے قیام بریلی کے زمانہ میں جب اپنے اس مسلک وموقف کا اظہار کیا کہ مختلف طبقات ارض میں بھی انبیاء کرام مثل آدم ونوح ومحمد علیہم السلام موجود ہیں اور اس کی بنیاد اثر ابن عباس کو بنایا تو حضرت مولانا نقی علی خان بریلوی نے اس کا زبردست تعاقب کیا کہ یہ عقیدہ ختم نبوت کے خلاف ہے''۔(رسائل فضل رسول برایونی ص ۶۰)

معلوم ہوا کہ اس زمین کے علاوہ کسی دوسری زمین یا جہان مین اگر سلسلہ نبوت مانا جائے اور وھاں خاتم بھی ہوں اس سے بریلوی مسلک کے مطابق ختم نبوت کا انکار ہوتا ہے تو قصوری گروپ تو پھر قادیانی کا مخالف نہ ہوا بلکہ قادیانیت کو مفید ہوا۔ تو فاضل بریلوی کی کمپنی کو اب سوچنا ہوگا اب ہمیں کیا کرنا ہے اگر قصوری بچتا ہے تو مولانا قاسم نانوتویؒ کو بھی بچانا پڑے گا اور اگر ان پر فتوی لگاتے ہیں تو قصوری گروپ بھی زد میں آتا ہے اب خود ہی فیصلہ فرمالیں۔

چند متفرقات

فضل رسول بدایونی کی تعریف

قصوری صاحب نے بدایونی کی یوں تعریف کی کہ مولانا فضل الرسول جو اکابر علماء ہندوستان میں سے تھے۔(تقدیس الوکیل ص ۱۱۰)

حالانکہ اسی بدایونی نے کھل کر شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ پر تنقید کی اور یہاں تک لکھ دیا کہ 'الحاصل شاہ ولی اللہ آنچہ نوشتہ اند مخالف اہل سنت و جماعت یست'' (البوارق المحمدیہ ص ۳۱) اور دیگر اہل بدعت نے کھل کر شاہ ولی اللہؒ کو برا کہا دیکھئے تحقیقات غلام مہر علی، تاریخ وھابیہ، مقیاس حنفیت، تنقیدات علی مطبوعات وغیرہا کتب بریلویہ۔

بشریت

جب اکابر دیوبند نے اس پر دلیل پیش کی کہ نفس بشریت میں مماثلت ومساوات ہے تو پھر قصوری صاحب نے جواب میں یہ لکھا ہے:

''یہ تواضعا انبیاء نے فرمایا'' تو پھر اس کا جواب اکابر نے یہ دیا کہ مولانا قصوری صاحب کی تقریر کا خلاصہ یہ ہے کہ کسی کو آنحضرت کے مماثل نفس بشریت میں لکھنا روا نہیں اور جس کا قرآن مین ذکر ہوا وہ رسول اللہ ﷺ نے بطریق تسلیم وتواضع اپنے آپ کو مماثل فرمایا مولانا قصوری نے ایسا اعتراض کیا ہے جس سے خود اللہ تعالی اور رسول اللہ ﷺ پر الزام قبائح کا لگایا کیونکہ آپ کے کلام کے معنی یہ ہوئے کہ باعتبار واقع کے حضرت رسول اللہ ﷺ کی نفس بشریت میں کوئی مماثل نہیں اور نہ آپ کسی کے بشریت میں مماثل ہیں مگر حق تعالی نے خلاف واقع نفس الامر کے حکم دیا کہ محمد ﷺ تو کفار سے کہہ رہے کہ میں بھی بشر ہوں مثل تمہاری اور یہ کہنا تواضع ہے اس پر الزام آیا کہ حق تعالی نے آپ کو جھوٹ پر مجبور کیا پناہ بخدا اور توجیہ تسلم وتواضع خلاف نص واغلظ علیھم کے ہے پس یہ معنی جو آپ نے گھڑے ہیں اس سے کس قدر قبائح اور شنائع پیدا ہوئی اول اللہ تعالی نے برخلاف شان والوہیت ونص ان اللہ لایامر بالفحشاء کے اپنے حبیب کو جھوٹ بولنے کا حکم فرمایا ثانیا برخلاف آیت واغلظ علیھم کفار کے واسطے تواضع کا حکم فرمایا ثالثا خلاف واقعہ مماثلت کفار میں فخر عالم کی توہین و تذلیل فرمائی صاحبان انصاف غور فرماویں کہ ان معنی مخترعہ کی وجہ سے قصوری صاحب نے شان الہی ورسالت پناہی میں کس قدر بے ادبی کی اور شرع اسلام سے تخالف کیا باقی تفسیر کبیر ونیشاپوری کا حوالہ سو ایسی مہمل معنی جن سے تنقیص شان الہی واہانت رسالت پناہی ہو کیا کوئی

مفسر بیان کرسکتا ہے''۔(تقدیس الوکیل ص ۱۶۶،۱۶۷)

یعنی مفسرین کے نزدیک تواضع کا معنی جھوٹ نہیں جیسا کہ قصوری پارٹی کے نزدیک ہیں بلکہ تواضع سے مراد سچ ہے کہ واقعی اقرار ہے کہ نفس بشریت میں مماثلت ومساوات ہے کیونکہ تفسیر کبیر سے قصوری ہی کی نقل کردہ عبارت دیکھیں اس میں آیت بشریت کے تحت ای لا امتیاز بینی وبینکم فی شیء من الصفات الا ان اللہ تعالی اوحی الی انہ لا الہ الا اللہ الواحد الصمد۔ (تقدیس الوکیل ص ۱۶۹)

ترجمہ بھی قصوری ملاحظہ فرمائیں: یعنی مابین ہمارے تمہارے کسی صفت مین فرق نہیں مگر حق تعالی نے میری طرف پیغام بھیجا ہے کہ وہی معبود بحق یگانہ وبے نیاز ہے۔(تقدیس الوکیل ص ۱۶۹)

تواضع کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جیسے ایک پرنسپل ایک ٹیچر کو بلا کر کہتا کہ بھائی وقت پر آیا کرو کیونکہ میں بھی گورنمنٹ کا تمہاری طرح ملازم ہوں مجھ سے پوچھ ہوسکتی ہے۔اب اس نے اپنے عہدے کی بات نہیں کی بلکہ اپنی اور اس ماسٹر کی قدر مشترک کو بیان کیا کہ دونوں گورنمنٹ کے ملازم ہیں اور اس میں تو کوئی جھوٹ نہیں۔حالانکہ قصوری پارٹی کی کوشش ہے کہ تواضع کا معنی جھوٹ بنالیں تاکہ آپ ﷺ جنکی زبان مبارک سے کبھی جھوٹ نہ نکلا اور آپ نے اپنی زبان مبارک کے بارے میں ارشاد فرمایا واللہ ما یخرج منہ الا حق (ابو داؤد) کہ اس سے سوائے حق کچھ نہیں نکلتا۔سے جھوٹ ثابت کراہی دیں العیاذ باللہ اس کا جواب قصوری صاحب سے پورے مضمون میں بن نہ پایا جیسا کہ فہیم وذکی آدم پر عیاں ہے اور ہم نے بھی اسی طرف صراحت سے توجہ دلادی ہے۔

قصوری کی اقراری شکست

قصوری صاحب لکھتے ہیں: اس جگہ مکذبین چونکہ سخت مبہوت ہوگئے ہیں درود شریف بھی بھول گئے۔(حاشیہ تقدیس الوکیل ص ۱۶۷)

قصوری صاحب نے درود شریف نہ لکھنے کو مبہوت ہونا قرار دیا ہے۔یہ ان کی رائے انہی پر دیکھئے کیسے فٹ آتی ہے۔لکھتے ہیں وسعت علوم رسالت مآب پر دلائل (تقدیس الوکیل ص ۱۹۵)

کوئی درود ہے نہ کسی قسم کی درود کی علامت۔آگے دیکھئے ایک جگہ لکھتے ہیں: اس عالم علوم الاولین والآخرین کے علم کو شیطان لعین کے علم سے کم بنانا ایسا امر ہے الخ

دیکھئے عالم علوم الاولین والآخرین لکھا ہے مگر درود شریف یا اسکی کوئی علامت نہیں ہے۔

قصوری صاحب کی ذہانت کا پتہ یوں چلتا ہے جہاں بھی آپ ﷺ کا تذکرہ لفظ ''آپ'' سے کرتا ہے درود نہیں لکھا چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں:

''آپکو لوح محفوظ کا علم دیا گیا''۔(تقدیس الوکیل ص ۲۰۱)

''ہم اس کے قائل تو نہیں ہیں کہ آپ اپنے آپ غیب دان ہیں جیسا کہ اوپر گزرا ہے اور نہ ہم اس کے قائل ہیں کہ آپ کو ابتداء نبوت سے سارے علم حاصل تھے بلکہ جس جس چیز کی آپ کو حاجت ہوتی گئی اس کا علم آپ کو دیا گیا چنانچہ قرآن مجید بھی آپ پر آیت آیت کرکے اترا''۔(تقدیس الوکیل ص ۲۱۷)

''اللہ تعالیٰ نے آپ کو معلوم نہیں کرایا تھا''۔ (تقدیس الوکیل ص ۲۲۲)

اس طرح کی مثالوں سے کتاب بھری پڑی ہے۔ایک اور مثال دیکھیں صاحب کتاب تو آپ ﷺ پر درود لکھتا ہے مگر ترجمہ کرتے ہوئے قصوری کیسے درود سے ڈنڈی مارجاتا ہے ملاحظہ فرمائیں:

قصوری صاحب لکھتے ہیں:''امام نووی شرح مسلم میں لکھتے ہیں کہ آپ نے جو فرمایا کہ سورج دوقرن شیطان سے نکلتا ہے پھر نیچے عربی عبارت بھی خود امام نووی کی حاشیہ میں لکھ دی قوله صلى الله عليه وسلم فانما تطلع بين قرني الشيطان الخ''۔

(دیکھئے تقدیس الوکیل ص ۳۱۴)

اب دیکھئے درود شریف اصل عبارت میں تھا ترجمہ کرتے ہوئے قصوری نے ڈنڈی ماری ہے قارئین کرام اب آپ بتائیں مبہوت کون ہوا؟ قصوری اصول سے قصوری صاحب مبہوت وخاب وخاسر ہوئے۔

قصوری زد میں بریلویت

بریلویوں کا بیابانگ دہل عقیدہ ہے کہ شیطان لعین ہر جگہ موجود ہے جیسا کہ تفسیر نور العرفان،مقیاس حنفیت وغیرہا کتب میں مصرح ہے۔ مگر قصوری صاحب کے ہاتھوں یہ عقیدہ یوں ذبح ہوا کہ شیطان تمام بنی آدم کے ساتھ نہیں ہوتا بلکہ لوگوں کی بدعملی پر اس کو بذریعہ فوج اپنی کے علم حاصل ہوتا ہے۔(تقدیس الوکیل ص ۲۷۹)

ہمیں افسوس ہے کہ قصوری صاحب کے نظریہ سے وہ اپنے محبوب و پسندیدہ قائد کی معیت سے محروم ہوئے اور ہم یہ بھی عرض کرنا انکی خدمت میں ضروری سمجھتے ہیں کہ اس میں ہمارا قصور نہیں بلکہ قصوری صاحب کا ہے لہذا ہمیں شکوہ شکایت کرنے کی بجائے قصوری صاحب کے سامنے رونا روئے۔شاید ان کے موجود جانشین آپ کے زخم بھر سکیں اب ہم کہنا ضروری سمجھتے ہیں کہ یہ تقدیس الوکیل غیر معتبر کتاب ہے باقی کوئی کہے کہ مولانا اللہ وسایا صاحب نے تقدیس الوکیل کی تعریف کی ہے تو اس کا جواب یہ ہے۔تمہارے پاس کون سی دلیل ہے کہ یہی تقدیس الوکیل ہے بلکہ اس نام سے قصوری صاحب کی کئی کتابیں ہے ان میں ایک اسی کو مراد لینا غلط ہے۔باقی مولانا اللہ وسایا صاحب نے خود وضاحت فرمادی ہے کہ میری مراد یہ نہیں ہے۔یہ قصوری صاحب نے خود بیٹھ کر بنائی ہے اور ہمارے اکابر کی تحریرات وتقریرات کو کانٹ چھانٹ کر اپنے مطلب کی چند عبارتیں پیش کی ہیں اور اپنی تحریرات ساری کی ساری لگادی ہیں۔یہ سب ڈرامہ قصوری صاحب کی اپنی ہے اسی طرح تقاریظ میں بھی تحریفات کر کے یا من گھڑت اور جعلی بنا کر خود لگائی ہیں۔باقی علامہ خالد محمود صاحب زید معالیہ نے مطالعہ بریلویت میں کہا کہ تقدیس الوکیل پر دستخط کرنے سے انکار کیا۔تو بریلویت بڑی سٹپٹائی کہ یہ جھوٹ ہے سوال یہ ہے کہ اگر تصدیقی جملے یا تقریظ ہوتی تقدیس الوکیل پر تو اس کے ساتھ چھپی ہوتی۔باقی یہ فیصلہ مناظرہ کا جعلی یا خواجہ صاحب کو دھوکہ دیکر دستخط لئے گئے ہیں۔

دوسرا جھوٹ اہل بدعت کا یہ بھی سنئے کہ تذکرۃ الخلیل میں مناظرین اہل سنت وحکم خواجہ غلام فرید صاحب کی تنقیص شان ہے اور ان کو کم علم جاہل اور طرح طرح کے القابات سے ذکر کیا گیا ہے۔یوں ہی ڈاکٹر خالد محمود نے مطالعہ بریلویت میں کمال تعصب کا اظہار کرتے ہوئے لکھا ہے مولانا غلام دستگیر قصوری نے مولانا سہارنپوری کے سامنے آنے کی ہمت نہ کی تھی۔اپنی طرف سے مولانا سلطان محمود صاحب کو کھڑا کیا تھا۔

(مقدمہ رسائل محدث قصوری ج ا ص ۹۲)

جہاں تک پہلی بات کا تعلق ہے تو گزارش ہے کہ قصوری کی جہالت تو ہم نے گزشتہ اوراق میں دکھادی ہے اسے دیکھ لیا جائے جہاں تک خواجہ صاحب کی بات ہے تو تذکرۃ الخلیل میں میاں صاحب تعارف ہے اور اتنی بات بھی ہے کہ جناب میاں صاحب کہ بچپن میں کچھ کتابیں صرف نوح کی پڑھی تھیں پھر فقیری کی طرف متوجہ ہوئے اب محض خاندانی درویش ہیں (تذکرۃ الخلیل ص ۱۴۹)

اس میں کہاں کم علم وجاہل لکھا ہے جتنا میاں جی نے پڑھا ہے اتنا ہی ذکر کر دیا اور پھر بتایا کہ اس درویشی کو اپنے خاندان سے سیکھا تو کیا غلط ہے اگر سارے علوم وفنون وفقہ، حدیث وتفسیر وغیرہ پڑھے ہیں تو ثابت کریں ورنہ اعتراض کرنا بند کریں۔

باقی علامہ صاحب نے تعصب کا اظہار نہیں کیا قصوری کا علم ہی اتنا تھا کہ اہل علم سے مقابلہ کرے اسے ڈرنا تو لازمی امر تھا۔ قصوری کے علم وفن کو آپ کے گھر ہی سے ثابت کر آیا ہوں کہ نہ ہونے کے برابر تھا۔

اب ہم آخر میں حاجی امداد اللہ مہاجر مکی علیہ الرحمۃ والمغفرۃ کے ایک خط کا جواب جو براہین کے اوپر اعتراضات کے جواب میں ہے وہ نقل کرتے ہیں اور پھر روئیداد کو تذکرۃ الخلیل سے پیش کرتے ہیں۔ اس خط کے جواب سے ہمیں حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی رائے کے متعلق فیصلہ کرنے میں آسانی ہو جائے گی کیونکہ تقدیس الوکیل کا مصنف بھی تو تقریض وتصدیق کا مدعی ہے اس لئے حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا جواب دیکھ کر معلوم ہو جائے گا اور ان کی کتب کو دیکھنے سے بھی پتہ چلتا ہے کہ اکابر سے ان کا تعلق اصلا ہے اور ان کی تعریف وتوصیف بھی فرماتے رہے۔ باقی ادھر ادھر کی باتیں محض جھوٹ اور دھوکا وفریب ہے چاہے قصوری صاحب لکھیں یا انوار اللہ حیدر آبادی لکھے یا کوئی اور لکھے جو ہمارے اکابر کے خلاف ہے وہ ان کی کتب کے خلاف ہونے کی وجہ سے جھوٹ ہے۔

نقل خط فیض نمط حضرت سیدنا ومرشدنا جناب حاجی شاہ امداد الٰہ صاحب مہاجر مکہ معظمہ سلمہ اللہ تعالی

التماس مشتہر

بعد حمد وصلوۃ کے واضح رائے ناظرین امسال جو بعض حجاج مکہ معظمہ سے بعد فراغ حج بیت اللہ وزیارت روضہ اطہر جناب سرور عالم فخر بنی آدم رسول مقبول ﷺ وزیارت حضرت الاصفیا تاج الاولیاء زبدۃ المقربین عمدۃ الواصلین شمس الحقیقۃ العرفان بدر الطریقۃ والاحسان حجۃ اللہ تعالی البالغہ برہان الملۃ المستقیمۃ مرجع العالم منبع الفیض الاتم بحر الحقائق والاسرار مصدر العلوم والانوار صاحب المقامات العلیہ ذوالافجال والدرجات الرفیعہ الصدیق الاعظم والقطب الافخم مولانا وسید الحاج شاہ امداد اللہ الفاروقی الچشتی المہاجر فی المکۃ المعظمہ لازالت شموس فیوضہ بازغۃ وبدور مکارمہ طالعہ ہندوستان کو واپس آئے تو ایک نقل نامہ والا حضرت موصوف الصدور سلمہ کی جو ذیل میں درج کی جاتی ہے ساتھ لائے جسکی تحریر کی وجہ حضرت سلمہ کو یہ پیش آئی کہ ایک شخص مولوی نذیر احمد خان نامی ساکن رامپور فی الحال مدرس مدرسہ احمد آباد گجرات نے ایک خط طول جس میں چند اعتراضات براہین قاطعہ کے مضامین پر کئے ہیں روانہ خدمت عالیہ حضرت حاجی صاحب سلمہ کیا اس خط میں علاوہ اعتراضات کے تکفیر میں علماء ربانین کی نوبت پہنچائی چنانچہ ان اعتراضات کا خلاصہ ذیل میں درج کیا جائگا الحاصل اس نامہ والا حضرت موصوف کو دیکھ کر اور اس کے مضامین سے بقدر استعداد واقف ہو کر یہ خیال میں آیا کہ چونکہ اس تحریر میں حضرت سلمہ نے افراط وتفریط سے اغماض فرما کر طریق وسط کو جو خیر امت کی علامت ہے اختیار فرمایا ہے اور اصلاح خلق اور رفع اختلافات کو مدنظر رکھا اور حق گوئی میں پرواہ مطاعن طاعنین نہیں فرمائی علاوہ ازیں بیان بھی ایسا مدلل اور قوی ہے کہ باوجود اختصار کے مطالب مرقومہ بوجہ احسن منکشف ہیں صاف صاف الفاظ میں مسائل متنازعہ کو ایسی طرح بیان فرمایا کہ کسی کو گنجائش چوں وچرا نہ رہی عقل ونقل وشریعت وحقیقۃ کو باہم ایسا ربط دیا کہ

کسی کو سوائے تسلیم مجال گفتگو نہیں اس لئے مناسب معلوم ہوا کہ اس خط حضرت حاجی صاحب سلمہ کو طبع کرا دیا جائے کہ اس تحریر سراپا ہدایت کو اہل انصاف علی الخصوص معتقدین و مریدین حضرت سیدنا جناب حاجی صاحب موصوف سلمہ دیکھ کر اختلاف باہمی سے کنارہ کریں اور تحریرات طرفین کے لئے یہ خط محاکمہ ہو جائے اور نیز یہ بھی معلوم ہو جاوے کہ حضرت سیدی و مرشدی جناب حاجی صاحب عم فیضہ اور حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی سلمہ اللہ تعالی جو خاص خلیفہ حضرت سلمہ کے ہیں ان مسائل میں متفق ہیں کسی قسم کی مخالفت باہم نہیں جیسا کہ عوام میں مشہور ہو گیا اور اس تحریر بابرکت کے دیکھنے سے حلم و اخلاق حضرت سلمہ کا سب پر عیاں ہو جاوئے گا کہ باوجودیکہ سائل یعنی مولوی نذیر احمد خان اپنے خط میں بہت سب وشتم و تکفیر و تضلیل کو کام میں لائے ہیں لیکن حضرت سلمہ نے کوئی امر خلاف ادب علماء تحریر نہیں فرمایا اور نہ ان کی سب وشتم کا جواب ترکی بترکی دیا بلکہ نفیس مطلب سے بحث فرمائی اور اصلاح باہمی مدنظر رکھی علاوہ ازیں چونکہ حضرت عم فیضہم نے وقت تحریر جواب یہ بھی ارشاد فرمایا تھا کہ مولوی عبدالسمیع کو بھی ان مسائل میں شبہ ہے ایک نقل اس کی ان کے پاس بھی جانی مناسب ہے اس لئے طبع کرانے میں بھی نفع سمجھا گیا۔ کہ مولوی عبدالسمیع یا جس کسی صاحب کو ان مسائل میں اشتباہ ہو اس جواب حضرت حاجی صاحب سلمہ سے اپنی تسکین کر لے اور چونکہ اس تحریر کی اشاعت سے صرف اصلاح ذات بین ورفع فتنہ وخلاف باہمی مقصود ہے نہ اظہار نفسانیت وعناد پس اگر کسی صاحب کو اس تحریر کی حقیقت میں شبہ ہو تو حضرت سیدی و مولائی جناب حاجی صاحب سلمہ سے بذریعہ تحریر تصدیق کر لے اور مولوی نذیر احمد خان صاحب مکتوب الیہ کے پاس بھی یہ تحریر موجود ہے امید ہے کہ وہ بھی بے کم وکاست اظہار واقعی فرمائینگے اور اصل تحریر کو نہ چھپائینگے اور نیز جناب مولانا مولوی حاجی عزیز الرحمن صاحب دیوبندی جو قریب ایک سال سے حرمین شریفین میں تھے وقت تحریر صحیفہ بھی حضرت حاجی صاحب سلمہ کی خدمت میں حاضر تھے اس امر کے شاہد ہیں اور نقل اصل خط حضرت موصوف کی اپنے پاس بھی رکھتے ہیں اور چونکہ کاتب حروف کی غرض اشاعت ہے صرف اصلاح وتسکین فتن ہے اس لئے مصداق حدیث الدال علی الخیر کفاعلہ امید اجر رکھتا ہے اور بصد عجز وزاری جناب باری جل وجلا میں ملتجی ہے کہ اس تحریر حضرت والا سلمہ کو باعث رفع فتنہ ونزاع باہمی فرماےئے اور نیز ناظرین حق بین اور انصاف پرست کی خدمت والا میں ملتمس ہے کہ اس تحریر کو بغور ملاحظہ فرماویں اور کاتب کی اس اشاعۃ کو کسی اور غرض پر محمول فرما کر مطعون وملام نہ فرمائیں نقل سوالات سائل کے نفس مطلب کو بوجہ اختصار لکھتا ہوں سب وشتم و تکفیر و تضلیل جو اصل خط سائل میں مندرج ہے وہ بوجہ تطویل درج تحریر ہذا نہیں کیا اصل خط بندہ کے پاس موجود ہے۔ جواب حضرت سلمہ بجنسہ نقل ہوگا۔

خلاصہ اعتراضات

پہلا اعتراض۔ براہین قاطعہ میں یہ لکھا ہے کہ اللہ تعالی سے کذب ممکن ہے اس مسئلہ کی وجہ سے کتب الہیہ میں احتمال جھوٹ کا پیدا ہو سکتا ہے یعنی مخالفین کہہ سکتے ہیں کہ شاید یہ قرآن ہی جھوٹا ہے اور اس کے احکام ہی غلط ہیں اور براہین قاطعہ کی اس تحریر کی وجہ سے بہت لوگ گمراہ ہو گئے۔

دوسرا اعتراض۔ براہین قاطعہ میں رسول اللہ ﷺ کو بشریت میں مثل جملہ مخلوقات کے کہہ کر حضرت ﷺ کو سب کے برابر کر دیا اور ہامان وفرعون بھی اس اعتبار سے آنحضرت ﷺ کے برابر ہو گئے یہ بات کفر کی ہے۔

تیسرا اعتراض۔ براہین قاطعہ میں مجلس میلاد کو بدعۃ ضلالہ کہا اور فاتحہ اور محفل میلاد کرنے والوں کو ہنود اور روافض لکھا۔

چوتھا اعتراض۔ براہین قاطعہ میں دیوبند کو حرمین شریفین پر ترجیح دی۔

پانچواں اعتراض۔ براہین قاطعہ میں لکھا ہے کہ جو ایک وتر نہ پڑھے اس کے ایمان کا کیا ٹھکانا ہے پس یہ اعتراض امام صاحب وصاحبین وغیرہ پر جو تین وتر کے قائل ہیں پہنچتا ہے اس سے لازم آتا ہے کہ ان کے ایمان کا بھی ٹھکانا نہ ہو۔ معاذ اللہ

چھٹا اعتراض۔ براہین قاطعہ میں یہ صاف لکھا ہے کہ مسائل مختلف فیہا میں الحنفیہ والشافعیہ میں بلا ضرورت دوسرے کے مذہب پر عمل کرلے۔

نقل خط حاجی صاحب سلمہ

نحمد اللہ العلیم القدیر الدیان الذی کشف بمحض فضلہ علی من اصطفےٰ من عبادہ حقائق العلوم والبیان ونصلی ونسلم علی عبادہ الذین اصطفی لاسیما علی اشرف الرسل والانبیاء سیدنا محمدن المصطفی وآلہ وصحبہ النجباء الاتقیاء امابعد از فقیر امداد اللہ چشتی فاروقی عفا اللہ عنہ بخدمت مولوی نذیر احمد خان صاحب بعد سلام تحیۃ اسلام آنکہ آپ کا خط آیا مضمون سے مطلع ہوا ہر چند کہ بعض وجوہ سے عزم تحریر جواب نہ تھا مگر بغرض اصلاح اور توضیح مطلب براہین قاطعہ بالاختصار کچھ لکھا جاتا ہے شاید اللہ تعالی نفع دے ان ارید الا الاصلاح مااستطعت وما توفیقی الا باللہ۔

جواب اول۔ واضح ہو کہ امکان کذب کے جو معنی آپ نے سمجھے ہیں وہ بالاتفاق مردود ہیں یعنی اللہ تعالی کی طرف وقوع کذب کا قائل ہونا باطل ہے اور خلاف ہے نص صریح۔ ومن اصدق من اللہ حدیثا۔ وان اللہ لا یخلف المیعاد۔ وغیرہما آیت کے وہ ذات پاک مقدس ہے شائبہ نقص کذب وغیرہ سے۔ رہا خلاف علماء کا جو دربار وقوع وعدم وقوع خلاف وعید ہے۔ جس کو صاحب براہین قاطعہ نے تحریر کیا ہے وہ اصل کذب نہیں۔ صورت کذب سے اسکی تحقیق میں طول ہے الحاصل امکان کذب سے مراد دخول کذب تحت قدرہ باری تعالی ہے یعنی اللہ تعالی نے جو وعدہ فرمایا ہے اس کے خلاف پر بھی قادر ہے اگرچہ وقوع اس کا نہ ہو امکان کو وقوع لازم نہیں بلکہ ہوسکتا ہے کہ کوئی شئے ممکن بالذات ہو اور کسی وجہ سے اس کو استحالہ لاحق ہوا ہو چنانچہ اہل عقل پر مخفی نہیں۔ پس مذہب جمیع محققین اہل اسلام صوفیہ کرام وعلماء عظام کا اس مسئلہ میں یہ ہے کہ کذب داخل تحت قدرت باری تعالی ہے پس جو شبہات آپ نے وقوع کذب پر متفرع کئے تھے وہ مندفع ہو گئے۔ کیونکہ وقوع کا کوئی قائل نہیں یہ مسئلہ دقیق ہے عوام کے سامنے بیان کرنے کا نہیں اس کی حقیقت کے ادراک سے اکثر انباء زماں قاصر ہیں آیات واحادیث کثیرہ سے مسئلہ ثابت ہے ایک ایک مثال قرآن وحدیث کی لکھی جاتی ہے۔ ایک جگہ ارشاد جناب باری ہے قل هو القادر علی ان یبعث علیکم عذابا الآیہ اور دوسری جگہ فرمایا وما کان اللہ لیعذبہم وانت فیہم الآیہ آیت ثانیا میں نفی وقوع عذاب کا وعدہ فرمایا اور ظاہر ہے کہ اگر اس کے خلاف ہو تو کذب لازم آئے مگر آیۃ اولی سے اس کا تحت قدرت باری داخل ہونا معلوم ہوا پس ثابت ہوا کہ کذب داخل تحت قدرت باری تعالی اجل وعلا ہے کیوں نہ ہو وهو علی کل شیء قدیر۔ احادیث کو دیکھئے کہ عشرہ مبشرہ مثلا بالیقین جنتی بارشاد نبوی جو حقیقۃ وحی الہی جل وعلا ہے ہو چکی پر چونکہ صحابہ کرام جانتے تھے کہ خدائے پاک مجبور نہیں اس لئے نظر بقدرۃ وجلال کبریائی ڈرتے ہی رہے بلکہ خود سرور کائنات علیہ وعلی آلہ الصلوۃ والتسلیمات جن کی شان میں لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر ہے فرماتے رہے واللہ ما ادری وانا رسول اللہ ما یفعل ولا بکم او کما قال واللہ تعالی یحق الحق وهو یہدی السبیل۔

جواب ثانی۔ علی ہذا رسول اللہ ﷺ کا بشریت میں شریک ومثل ہونا جملہ بشر کے بنص قرآنی ثابت ہے۔ اس کا انکار نص کا انکار ہے مگر ایک وصف میں مثل ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ جمیع اوصاف میں مثل ہوا کریں سو برابری کا دعوی کوئی نہیں کرتا خود براہین قاطعہ میں

آیت انما انا بشر مثلکم کی شرح کے بعد صاف لکھ دیا ہے کہ جملہ یوحی الی سے علو مرتبہ آنحضرت ﷺ اور امتیاز معلوم ہو گئے شاید آپ نے براہین کی اگلی عبارت کو بنظر انصاف نہیں دیکھا اس لئے تکفیر علماء وصلحا پر مبادرت کر کے اپنا خیال نہ کیا یہ طعن تو در پردہ خود سرور کائنات بلکہ خالق موجودات تک پہنچتا ہے۔ کیونکہ انما ان بشر مثلکم کے اظہار و بیان کا ارشاد رسول اللہ ﷺ کو جناب باری تعالیٰ جل وعلا کی طرف سے ہوا ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

جواب ثالث۔ اسی طرح صاحب براہین قاطعہ نے نفس میلاد کو بدعت ضلالہ نہیں کہا قیودات زائدہ محرمہ مکروہہ کو کہا ہے اور نہ نفس ذکر قیام کرنے والوں کو ہنود و روافض لکھا ہے بلکہ عقیدہ باطلہ پر حکم حرمۃ ومشابہتہ روافض و ہنود کا لگایا ہے۔ چنانچہ خود فتوی جناب مولوی احمد علی صاحب مرحوم اور مولوی رشید احمد صاحب مسئلہ میں یہ امر مصرح موجود ہے کہ نفس ذکر میلاد کو وہ باعث حسنات و برکات لکھتے ہیں اور براہین قاطعہ میں مکرر اس کو ظاہر کیا ہے انصاف شرط ہے۔

جواب رابع۔ ایسے ہی براہین قاطعہ میں دیوبند کو حرمین پر ترجیح نہیں دی ہے جو موجب استبعاد ہو بلکہ اس کتاب میں صاف لکھ دیا ہے کہ دیوبند کو مثل بازار کی جو شر البلاد ہے سمجھو اور حرمین کو مثل مسجد کے جو خیر البلاد ہے مگر فتوی میں اعتبار عالم ربانی متقی کا ہے گو وہ کسی جگہ کا ہو سو بنظر تحقیق اس میں کس کو کلام ہو سکتی ہے۔

جواب خامس۔ ایسے ہی ایک وتر کی بحث میں جو آپ نے لکھا ہے کہ صاحب براہین کا اعتراض امام صاحب وصاحبین علیہم الرحمۃ تک پہنچتا ہے یہ تو محض تعصب یا سفاہت ہے صاحب براہین اس شخص کو رد کرتے ہیں جو عموما ایک وتر پڑھنے والوں پر طعن کرے کیونکہ ایک وتر پڑھنے والے بعض صحابہؓ وآئمہ بھی ہیں حضرت امام صاحبؒ وصاحبینؒ نے کب ایک وتر پڑھنے والے پر طعن کیا ہے اور وے کب طعن کر سکتے ہیں کہ اس طرف صحابہ کبار و آئمہ خیار ہیں۔ صاحب انوار ساطعہ نے چونکہ بالعموم ایک وتر پڑھنے والوں کو مطعون کیا تھا حالانکہ ان میں صحابہ وائمہ بھی ہیں اس کو متنبہ کیا ہے اور اس گستاخی سے روکا ہے۔

جواب سادس۔ صاحب براہین نے یہ کہیں نہیں لکھا کہ مسائل مختلف فیہا بین الحنفیہ والشافعیہ میں بلا ضرورت دوسرے کے مذہب پر عمل کرنا درست ہے اس میں یہ مضمون کسی جگہ نہیں شاید آپ کو نقل قول امام ابن ہمام سے جو در بارہ ترویج لکھا ہے یہ شبہ پیدا ہوا ہے اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں اول تو امام ابن ہمام حنفی ہیں شافعی نہیں پھر صاحب براہین نے اس پر عمل ہونا نہیں لکھا اور نہ اس کو ترجیح دی۔ فقط واللہ الموفق والہادی وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی خیر خلقہ سیدنا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین۔

مزید تفصیل دیکھنے کے لئے تذکرۃ الخلیل اور مطالعہ بریلویت کا مطالعہ فرمائیں

ایک بات ذہن نشین رہے تقدیس الوکیل میں ہمارے اکابر کی طرف منسوب دلائل کو ہم نے علی سبیل التنزل مانا ہے ہم یہ کہتے ہیں یہ کانٹ چھانٹ کر دلائل قصوری صاحب کے ہی قصور ہیں اگر یہ صاحب سچے تھے تو ہمارے اکابر کو انکی نقول دے دیتے اور پھر انکی ساری کی ساری تحریرات کو شائع کرتے مگر قصوری کا قصور ہو کہ وہ ایسا نہ کر سکے شاید اسی لئے کہ انکی ساری دال ہی کالی تھی۔

(ختم شد)

قارئین! تذکرۃ الخلیل میں اس روئیداد کو اور قادری صاحب کے اس مقالے کو پڑھ کر آپ نے اندازہ کر لیا ہوگا کہ مناظرے میں فتح کس کی ہوئی؟ اس تعلق سے ہم مزید دلائل بھی دے سکتے ہیں، مگر صفحات کی تنگی بار بار آڑے آرہی ہے۔

مناظرہ بریلی

رضاخانی موصوف لکھتے ہیں کہ:

''حضرت محدث اعظم پاکستان رحمۃ اللہ علیہ کا پاکستان آنے کا سبب پاکستان و ہندوستان کا بٹوارہ تھا نہ کہ منظور نعمانی سے مناظرہ''۔ (کشف القناع: ص۲۷۹)

جواب:

موصوف نے اس بات کا کوئی ثبوت پیش نہیں کیا کہ مولوی سرداراحمد کے پاکستان آنے کا سبب ہند و پاک کا بٹوارہ تھا نہ کہ مولانا منظور نعمانیؒ سے مناظرہ، بس ہوائی فائرنگ کر کے چلتے بنے جبکہ ہمارا دعوی دیگر شواہد کے علاوہ خود موصوف کے اصول سے ثابت ہے وہ اس طرح کہ:

''فتح بریلی کا دلکش نظارہ'' مولوی سرداراحمد کی زندگی میں شائع ہوئی تھی اس میں کتاب شائع کرنے والے نے یہ بات لکھی تھی کہ مناظرے میں مولوی سرداراحمد کو ایسی شکست ہوئی کہ اسے اپنی ذلت و رسوائی کے سبب پاکستان بھاگنا پڑا مولوی سرداراحمد نے کبھی اس کی تردید نہیں کی اور رضاخانی موصوف نے یہ اصول لکھا ہے کہ:

''یہ کتاب فتوحات نعمانیہ مولانا منظور نعمانی کی زندگی میں شائع ہوئی تھی اور مولانا منظور نعمانی نے اس اقتباس سے اپنی برأت و بیزاری کا اعلان نہیں کیا نہ ہی اس کی تردید کی، لہٰذا تردید نہ کرنا رضامندی کی دلیل ہے''۔ (ملخصاً کشف القناع: ۲۷۷)

پس اس اصول سے ہمارا دعوی ثابت ہے۔ مزید صفائی دیتے ہوئے موصوف لکھتے ہیں:

''اس طرح تو کافی لوگ ہندوستان چھوڑ کر پاکستان آئے تھے، پھر کیا ان پر بھی یہی الزام لگایا جائے گا، خود دیوبندی مذہب کے مفتی اعظم محمد شفیع دیوبندی صاحب اور شبیر احمد عثمانی بھی تو ہندوستان چھوڑ کر پاکستان آئے تھے ان کے متعلق بھی دیوبندی موصوف یہی خامہ فرسائی کریں گے؟''۔ (کشف القناع: ص۲۷۹)

جواب:

یہ موصوف کی نری جہالت ہے، کیونکہ جو لوگ ہندوستان چھوڑ کر پاکستان آئے تھے وہ سب کے سب نہ مناظر تھے اور نہ ہی رضاخانیوں سے مناظرہ کر کے پاکستان آئے تھے نیز مفتی شفیع صاحب و مولانا شبیر احمد عثمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہما بھی کسی سے مناظرہ کر کے پاکستان نہیں آئے تھے اس کے برعکس مولوی سرداراحمد صاحب رضاخانی جماعت کے ترجمان اور مناظر اعظم تھے اور مناظرہ کر کے پاکستان آئے تھے، اس صورت میں باقی لوگوں کے پاکستان آنے پر مولوی سردار کے پاکستان آنے کو قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے۔

آگے مناظرہ بریلی میں فتح و شکست اور ''فتح بریلی کا دلکش نظارہ'' کے متعلق موصوف رقم طراز ہیں:

''باقی رہی مناظرہ کی بات تو اس مناظرہ کی اصلی روئیداد ''مناظرہ بریلی'' کے نام سے شائع شدہ ہے اور ہر خاص و عام اُس کو پڑھ کر سمجھ سکتا ہے کہ کس کو ذلت آمیز شکست ہوئی تھی دیوبندیوں نے اس ذلت آمیز شکست کو چھپانے کے لئے ایک جعلی اور جھوٹی روئیداد ''فتح بریلی کا

دلکش نظارہ“ کے نام سے شائع کی ہے اس طرح فرضی اور جھوٹی روئیداد سے تو ہر کوئی شخص طرم خان بن سکتا ہے،لہٰذا ایسی جھوٹی روئیداد سے کسی بھی طرح دیوبندی اکابرین کی برأت ثابت نہیں ہوتی،حقیق الامر یہ ہے کہ منظور نعمانی صاحب نے مناظروں میں پے در پے شکست کا سامنا کرنے کے بعد اور لگاتار ذلیل و رسوا ہونے کے بعد ہمیشہ کے لئے میدان مناظرہ کو الوداع کہہ دیا تھا،چنانچہ دیوبندی مذہب کی کتاب ”افکار عالم“.......میں منظور نعمانی کے متعلق لکھا ہوا ہے کہ:” آپ نے مناظروں کی راہ ترک کر دی اور خدمت دین کی دوسری راہوں پر غور کرنا شروع کر دیا“۔(کشف القناع:۲۷۹,۲۸۰)

جواب:

مولانا منظور نعمانی رحمتہ اللہ علیہ نے مناظروں کی راہ کیوں ترک کی،یہ جاننے کے لئے ”افکار عالم“ کا یہ مکمل اقتباس ہی کافی ہے جسے رضاخانی موصوف نے سیاق وسباق سے کاٹ کر نقل کیا،ملاحظہ فرمائیں:

”کچھ کم وبیش دس سال مولانا منظور نعمانی نے احقاقِ حق و ابطال باطل میں مجاہدانہ عزم وثبات مولفانہ ایمان ویقین،قلندرانہ جرأت و ہمت کے ساتھ خدمات انجام دیں اور حق کی آواز شہروں اور قصبوں سے لے کر گاؤں اور دور دراز دیہاتوں تک پہنچا دی،اب مسلمانوں کا ہر طبقہ سمجھ گیا کہ حق کیا ہے صداقت کیا ہے؟ بدعات وخرافات کیا ہے؟ اسلام کے تقاضے اور دین وشریعت کا ہم سے مطالبہ کیا ہے اور صحیح دین کیا ہے؟ اتمام حجت کر دی گئی،اب جو لوگ باطل عقائد اور مشرکانہ رسم ورواج میں گرفتار رہے اُن کو بھی یہ علم ہو گیا کہ ہندوستان کے جلیل القدر علماء ہمارے طرز عمل کو دین وشریعت کے خلاف سمجھتے ہیں لیکن علماء سوء اور بریلوی مکتب فکر کے علماء بھٹکے ہوئے مسلمانوں کی غلط روِش کو صحیح بتانے کی وجہ سے وہ بدعات وخرافات میں گرفتار رہے،مولانا منظور نعمانی کی اِس دس سالہ جدو جہد اور اعلانِ حق کے بعد اب لاعلمی یا جہالت کی تاریکی دین وشریعت کے خلاف راہ اختیار کرنے کا بہانہ نہیں رہ گئی،اب ان کی گمراہی دانستہ اور خود اختیاری اور باطل کو باطل سمجھ کر تھی،دعوت وتبلیغ اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ مولانا مرحوم تاحد امکانی ادا کر چکے تھے اور اپنے فرض سے سبکدوش ہو چکے تھے قد تبیّن الرشد من الغّی حق کیا ہے اور باطل کیا ہے روز روشن کی طرح واضح ہو چکا ہے اب باطل پُر اصرار ضد کے نتیجہ میں تھا اِس لئے اب ہر جدّ وجہد رائیگاں تھی،آپ نے مناظروں کی راہ ترک کر دی اور خدمتِ دین کی دوسری راہوں پر غور کرنا شروع کر دیا“۔

(افکارِ عالم:جلد دوم،ص ۱۱۷)

موصوف کہتے ہیں کہ حضرت نعمانی صاحبؒ کو رضاخانیوں سے میدان مناظرہ میں پے در پے شکست کا سامنا کرنا پڑا تبھی اس راہ کو ترک کر دیا لیکن آئے ہم موصوف کی دیگر کذب بیانیوں کی طرح اس کذب بیانی کی حقیقت بھی ان کے گھر سے آشکارا کر دیتے ہیں۔رضاخانی شیخ الحدیث غلام رسول سعیدی مفتی محمد حسین نعیمی کے حوالے سے لکھتا ہے:

”جس زمانے میں مولانا منظور احمد نعمانی کے مناظروں کی ان کے اپنے حلقہ کے اندر بڑی شہرت تھی اسی دوران مفتی صاحب کی ان سے ریل میں ملاقات ہو گئی۔مفتی صاحب نے ان سے کہا:مولانا!کیا آپ نے کبھی اس بات پر غور کیا ہے کہ آپ جب بھی مناظرہ کرتے ہیں تو آپ کا موقف حضور ﷺ کی ذات میں کسی نہ کسی وجہ سے ثبوت نقص ہوتا ہے۔آپ جب بھی مطالعہ کرتے ہیں تو آپ کی نظر کو کسی نہ کسی وجہ سے حضور کے نقص کی تلاش ہوتی ہے کہ فلاں چیز پر حضور کو قدرت نہ تھی۔کیا ایک امتی کو اپنے رسول کے ساتھ یہی انداز فکر ہوتا ہے؟ نہ جانے یہ

اس گفتگو کا اثر تھا یا کوئی اور سبب مولانا نعمانی صاحب نے اس واقعہ کے بعد مناظرے کرنے چھوڑ دئے''۔
(مقالات سعیدی، ص ۶۰۸)

یہ رضاخانی کہتا ہے کہ میدان مناظرہ میں ہم سے شکست کھائی اس لئے مناظرے ترک کر دئے مگر اسی کا شیخ الحدیث کہتا ہے کہ نہیں مناظروں میں ذلت ورسوائی کی وجہ سے نہیں ان کے مناظروں کی تو بڑی شہرت تھی بلکہ ہمارے مولوی صاحب سے ریل میں ملاقات کے بعد یہ راہ ترک کر دی۔ اب ان دونوں میں صادق وکاذب کون ہے؟ یہ ہمیں بتلایا جائے۔ اگر ہم سے پوچھو تو دونوں ہی جھوٹوں کے ''اعلی حضرت'' ہیں۔

اب رہا موصوف کا یہ کہنا کہ ایسی جھوٹی روئیداد سے تو ہر شخص طرم خان بن سکتا ہے، تو ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ رضاخانیوں نے ''مناظرہ بریلی'' کے نام سے جھوٹی وجعلی روئیداد شائع کر کے طرم خان بننے کی کوشش کی ہے مگر ہم رضاخانی موصوف کی طرح ہوا میں بات کرنے کے قائل نہیں ہمارے اس دعوے پر دلیل سے قبل مفتی شریف الحق امجدی کا یہ فتوی پڑھئے موصوف لکھتے ہیں کہ:

''یہ کہنا کہ ''کبھی سچ بولنا کفر ہوتا ہے اور جھوٹ بولنا عین عبادت'' فی نفسہ صحیح ہے کفر نہیں'' - (فتاوی شارح بخاری، ج ۲ ص ۴۹۴)

اس سے اندازہ کرلیں کہ جن لوگوں کے یہاں کبھی جھوٹ بولنا ''عین عبادت'' ہو جاتا ہو تو ان سے کیا بعید کہ وہ مناظرے کی روئیداد لکھتے وقت یہ عبادت نہ کرتے ہوں؟ پھر رضاخانی مذہب میں تو باقاعدہ جھوٹی روئیداد تیار کرنے کی تعلیم دی گئی ہے، چنانچہ رضاخانی مولوی مشتاق نظامی لکھتا ہے کہ:

''دیکھو اپنی جماعت میں ناک اونچی کر کے چلنا ہے اور امام المناظرین، سلطان المناظرین وغیرہ کا خطاب لینا ہے تو ہمت کر کے دو ایک مناظرے کرلینا اپنی روئیداد کی اشاعت تو اپنے ہاتھ رہے گی جس طرح چاہنا نمک مرچ لگا کر اس کی اشاعت کرنا سچ کو جھوٹ اور جھوٹ کو سچ اپنی ہار کو فتح مبین اور دوسروں کی جیت کو شکست فاش لکھتے ہوئے کون تمہاری کلائی تھام لے گا خوب خوب ڈینگے مارنا اور ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ مناظرہ سے پہلے ہی روداد چھپا لینا، دوسرے حلقوں میں مناظرہ سے پہلے ہی تقسیم کرا دینا اور جس جگہ مناظرہ ہو وہاں بعد مناظرہ اس کو تقسیم کرانا'' - (خون کے آنسو، ص ۱۵۲، ۱۵۳)

یہ الگ بات ہے کہ نظامی صاحب نے حضرت مولانا مرتضی حسن چاندپوری رحمہ اللہ کے کاندھے پر بندوق رکھ کر چلانے کی کوشش کی ہے مگر درپردہ وہ اپنے مناظرین کو ہی یہ تعلیم دے رہے ہیں مولوی سردار احمد نے اسی پر عمل کیا یعنی ہمت کر کے میدان مناظرہ میں آ گیا تا کہ امام المناظرین وسلطان المناظرین کہلا سکیں پھر روئیداد کی اشاعت تو اپنے ہاتھوں تھی ہی چنانچہ اس کے حواریوں نے مولانا منظور نعمانی کی جیت کو شکست فاش اور اپنی ہار کو فتح مبین لکھ کر خوب خوب ڈینگے ماری اس روئیداد میں سوائے جھوٹ کے کچھ بھی نہیں ہے دن کے اجالے میں قارئین کو گمراہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے سب سے بڑا جھوٹ تو یہ بولا گیا کہ:

''کوئی بھی شخص یہ ثابت نہیں کرسکتا کہ سیدنا اعلیحضرت مجدد اعظم امام اہلسنت امام فاضل بریلوی نے اکابر دیوبند کی عبارات کی نقل میں ایک رتی کے برابر بھی خیانت کی ہو، بعینہ وبلفظہ اصل عبارات حرفاً حرفاً نقل کر کے اکابر ومشاہیر علماء وفقہاء عرب وعجم سے کامیاب فتوی حاصل کیا گیا'' - (مناظرہ بریلی: ص ۳۲)

اگر یہ سچ ہے تو پھر ہمیں حضرت امام گنگوہی کا فتوی بابت وقوع کذب باری تعالی اور حضرت امام نانوتوی کی طرف منسوب عبارت جو

حسام الحرمین میں نقل کی گئی اصل کتابوں میں حرفاً حرفاً بعینہٖ وبلفظہٖ دکھائی جائے ورنہ یہ تسلیم کیا جائے کہ یہ جھوٹ ہے پھر اس کا جھوٹ ہونا خود رضا خانی مولوی مفتی خلیل خان برکاتی سے سنئے وہ لکھتے ہیں کہ:

”حسام الحرمین میں جو عبارت تحذیر الناس تبدیل وتحریف لفظی ومعنوی کے ساتھ نقل کی گئی ہے وہ بہت ہی افسوسناک ہے فقیر سچائی کے ساتھ عرض کرتا ہے کہ اگر تحذیر الناس کی عبارت جس طور وترتیب سے حسام الحرمین میں نقل کی گئی ہے تحذیر الناس کے کسی ایک ورق میں دکھا دیں تو فقیر کے اختلاف کا اُسی وقت فیصلہ ہو جائیگا یعنی فقیر اپنے قول سے رجوع کرلے گا اور ان حضرات کے قول کو مان لے گا۔ سمجھ لیجئے کتاب موجود ہے اُس میں دیکھ کر ملا لیجئے اول فقرہ ص 14 کا ہے اور دوسرا فقرہ ص 28 کا ہے اور تیسرا فقرہ ص 3 کا یہ تین جگہ کے ٹکڑے ملا کر ایک عبارت بنائی گئی جس میں کفری مضمون پیدا کیا گیا ہے اُن فقرات کو بھی اس طور سے نقل کیا گیا کہ کوئی علامت ایسی نہ قائم کی گئی جس سے معلوم ہو جائے کہ عبارت ایک جگہ کی نہیں ہے بلکہ چند مقامات سے مختلف فقروں کو ایک جا کیا گیا ہے۔ پھر اُن فقرات کا سیاق وسباق غائب“۔ (انکشاف حق: ص ۱۴۵)

علاوہ ازیں اس روئیداد کے صفحہ 267 پر مولانا منظور نعمانی رحمتہ اللہ کی تقریر نقل کی گئی جس میں لکھا ہے کہ:

”جناب تھانوی صاحب اگر حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے لئے علم غیب ثابت نہ کرتے تو البتہ کفر ہوتا مگر وہ تو حضور کے لئے علم غیب ثابت کر رہے ہیں“ (مناظرہ بریلی: ص ۶۸)

اور صفحہ ۱۱۳ پر مولوی سردار احمد مولانا منظور نعمانی صاحب کو کہتے ہیں کہ:

”آپ نے بیان کیا کہ میرا عقیدہ یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو علم غیب حاصل ہے.... الخ“

جبکہ مولانا منظور نعمانی رحمتہ اللہ علیہ نے مسئلہ علم غیب پر ”بوارق الغیب“ لکھ کر یہ ثابت فرمایا ہے کہ علم غیب خاصۂ خداوندی ہے کسی اور کو حاصل نہیں اور سلانوالی میں مولوی حشمت علی خان سے اسی موضوع پر مناظرہ بھی کیا، اب ایسے شخص کی طرف عقیدہ علم غیب کی نسبت کرنا خود بتا رہا ہے کہ یہ روئیداد کذابوں کی جمع کردہ اور بالکل جھوٹی وجعلی ہے، لہذا اس کا کوئی اعتبار نہیں۔ پھر اس روئیداد کے جعلی ہونے کا ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ اس میں مولانا منظور نعمانی رحمتہ اللہ علیہ کی طرف غیر مہذب الفاظ منسوب کئے گئے ہیں جبکہ مولانا منظور نعمانی رحمتہ اللہ علیہ ایک مہذب اور انتہائی سنجیدہ مناظر تھے مناظروں میں فریق مخالف کو جواب دیتے وقت بدتہذیبی ہرگز نہیں کرتے تھے اور اس کی گواہی رضا خانی مولوی محمد مرید احمد چشتی نے بھی دی ہے حوالہ ملاحظہ فرمائیں:

”مولانا حشمت علی رضوی عالم تو تھے مگر مناظر زیادہ تھے اِدھر حضرت شیخ الاسلام سیالوی بڑے راسخ فی العلم اور منصف مزاج تھے اور اُن کے پاس مولانا ظہور احمد صاحب بگوی رحمۃ اللہ علیہ امیر حزب الانصار بھیرہ بیٹھے تھے تو جب مولانا حشمت علی رضوی صاحب علمیت سے گری ہوئی کوئی کمزور بات کرتے تو حضور سیالوی مولانا ظہور احمد صاحب کو اپنی علاقائی پنجابی میں فرماتے۔

دیکھ کیا چبل مریندا پیا اے۔ یعنی دیکھو تو کیسی غلط بات کر رہے ہیں دوسری طرف مولوی منظور بڑی متانت سے پختہ بات کرتے۔ مناظرہ ختم ہونے پر ہم تو واں بچھراں آ گئے اور مولانا کرم الدین دبیر صاحب اپنے گاؤں بھیں چلے گئے لیکن ان کے دل پر مولانا حشمت علی صاحب کے اس جملے، تو منظور میں ناظر، میں ناظر تو منظور کی بار بار تکرار بہت ناگوار گزری اور منظور صاحب کی متانت بیانی اپنا اثر کر گئی گھر پہنچ کر اپنے لڑکے قاضی مظہر حسین کو تفصیل مناظرہ سنائی پھر اسی سال قاضی مظہر حسین کو خود دیوبند حضرت مدنی کے نام خط دے کر روانہ کیا“۔

(فوز المقال: ج ۴ ص ۵۳۷)

حق وہ جس کی گواہی دشمن بھی دے مولانا منظور نعمانیؒ کی گفتگو سے متاثر ہوکر بریلوی صدر مناظر کا دیوبندی ہو جانا اور اپنے فرزند قاضی مظہر حسینؒ کو دارالعلوم دیوبند پڑھنے کے لئے بھیج دینا مولانا منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ کے مہذب وسنجیدہ مناظر ہونے کی بین دلیل ہے گھر کی شہادت ملاحظہ کرلینے کے بعد اب ذرا اس روئیداد کا یہ تاریخی جھوٹ پڑھئے، لکھا ہے کہ:

"مولوی منظور صاحب ایک پیشہ ور منہ پھٹ زُبان دراز مناظر تھا بار بار مناظرہ کرتا بار بار شکست فاش سے دو چار ہوتا پھر چیلنج دیتا پھر بھاگ جاتا، پھر شیخی وشوخی میں آجاتا پھر چیلنج بازی کرتا پھر ہار جاتا اُس پر شکستوں کے خول پر خول چڑھے ہوئے تھے اس کے پاس ضد تھی، علم نہ تھا، ہٹ دھرم اور ضدی تھا، نہ دوسرے کی بات سمجھنے کی اہلیت تھی نہ اپنا مافی الضمیر بیان کرسکتا تھا، رٹے ہوئے اور بار بار کے تردید شدہ مضامین بار بار سناتا رہتا تھا یہ تھا اس کا مناظرہ اور مناظرانہ استعداد وقابلیت"۔ (مناظرہ بریلی: ص ۳۴، ۳۵)

اس پر ہم صرف "لعنۃ اللہ علی الکاذبین" پڑھ کر آگے بڑھتے ہیں، ویسے بھی اس کی تردید کے لئے مرید احمد چشتی کا بیان کافی ہے۔ یہاں ہمارا مقصود صرف اتنا ہے کہ روئیداد لکھنے والوں نے کس قدر جھوٹ پر جھوٹ لکھا ہے اس کا اندازہ اس اقتباس سے لگالیں اس کے علاوہ اس روئیداد میں مولانا منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف ایسے ایسے الفاظ منسوب کئے گئے جو اس روئیداد کے جعلی ہونے کا پتہ دے رہے ہیں، چند عبارتیں ملاحظہ ہوں:

(۱) "مولوی سردار احمد صاحب عقل و دیانت آپ کے پاس تک نہیں آئی جب عقل تقسیم ہو رہی تھی تو آپ میرے خیال سے سو رہے تھے عقل کے دشمن.....الخ" (ص ۲۰۰)

(۲) "مولوی صاحب آپ کی عقل بڑی ہے یا بھینس آپ میں ذرا بھی حیا و شرم نہیں ہے آپ کی مثال تو اس عورت ہے جس کو اس کے خاوند نے بہت مارا اور پھر بھی اس عورت نے کہا میں نہ ہاری"۔ (ص ۲۱۲)

(۳) "میں نے بہت مناظرین کو دیکھا مگر آپ جیسا بے حیا و بے شرم کو نہ دیکھا"۔ (ص ۲۲۰)

(۴) "میں نے کئی دفعہ مخالفین سے مناظرہ کیا مگر آپ جیسا لسّان اور زبان دراز کسی نہ دیکھا اتنی بے حیائی و شرمی آپ ہی کا کام ہے" (ص ۲۷۳)

مولانا منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ اس قسم کے الفاظ استعمال نہیں کرتے تھے، مناظرہ سلانوالی میں بریلوی صدر مناظر کا متاثر ہونا آپ کی متانت بیانی، مدلل وسنجیدہ گفتگو ہی تھی جس کا حوالہ گزر چکا۔ اب اس روئیداد کا مزید جھوٹ اور مولوی سردار کا عجز وفرار دیکھنا ہے تو ذیل کی گفتگو کا بغور مطالعہ کریں۔ اس مناظرے کے بانی محمد شبیر نامی ایک شخص تھے ان کا بھائی مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا معتقد ہوگیا تھا بریلی کے چند رضاخانی شبیر صاحب کو کہنے لگے کہ آپ کا بھائی وہابی ہوگیا ہے اور مولوی اشرف علی تھانوی کو مانتا ہے آپ اس سے ترک تعلق کردیں، یہ باتیں سن کر محمد شبیر صاحب بڑے پریشان ہوئے، چنانچہ اس سلسلہ میں محمد شبیر صاحب نے مولوی حامد رضا خان سے استفتاء کیا کہ میرا بھائی مولوی اشرف علی تھانوی اور اس کی کتابوں کو مانتا ہے اور اس پر عمل کرتا ہے اس کا کیا حکم ہے؟ اور میں کیا کروں؟ اس سے ملوں یا نہ ملوں؟ مولوی حامد رضا خان نے زبانی جواب دیا کہ:

"مولوی اشرف علی کافر ہیں ان کے ماننے والے بھی کافر ہیں ان سے کسی قسم کا تعلق نہ رکھا جاوے"۔

محمد شبیر صاحب نے مولوی حامد رضا خان سے کہا یہ جواب لکھ کر دے دیجئے میں دوسرے علماء سے بھی جواب لکھاؤ نگا تو مولوی حامد رضا خان نے کہا ہمارے مدرسہ کے مولوی سردار احمد کے پاس جا کر ان سے لکھا لو چنانچہ شبیر صاحب مولوی سردار احمد کے پاس گئے مولوی سردار نے وہی جواب ذرا تفصیل سے لکھ دیا جو مولوی حامد رضا نے زبانی دیا تھا۔

یہاں رک کر اس جعلی روئیداد کا ایک اور جھوٹ ملاحظہ کریں، لکھا ہے کہ:

"چوتھا مکر وافتراء: اشتہار میں فتوے کی عبارت یہ ظاہر کی ہے، مولوی اشرف علی صاحب کافر ہیں اور ان کے ماننے والے بھی کافر ہیں حالانکہ جواب کا اصل مضمون یہ تھا کہ مولوی اشرف علی صاف کو مسلمان جانے اور پیشوا مانے وہ بھی کافر ہے وہابیہ نے اشتہار میں فتوے مذکورہ کی عبارت میں قطع برید کی ہے"۔ (مناظرہ بریلی: ص ۱۴۴)

یعنی یہ کہنا کہ مولوی سردار نے اپنے فتوے میں مولانا اشرف علی تھانوی صاحب کو کافر لکھا یہ دیوبندیوں کا مکر وافتراء ہے جبکہ اسی روئیداد میں مولوی سردار نے اقرار کیا ہے کہ میں نے مولوی اشرف علی صاحب کو کافر مرتد لکھا ہے عبارت ملاحظہ ہو:

"میں نے اس کا جواب لکھا کہ اس عبارت میں حضور ﷺ کی شان میں گستاخی اور صریح گالی ہے اس کا مصنف مولوی اشرف علی تھانوی کافر ومرتد ہے"۔ (مناظرہ بریلی: ص ۱۶۰)

"میں پرزور الفاظ سے اعلان کرتا ہوں کہ میں نے مولوی اشرف علی صاحب کو توہین کی بناء پر کافر مرتد لکھا"۔ (مناظرہ بریلی: ص ۱۶۵)

اب خود ہی فیصلہ کریں کہ اس روئیداد میں مزید کتنے جھوٹ ہونگے، ایک طرف جس بات کو دیوبندیوں کا مکر وافتراء قرار دیا جا رہا ہے دوسری طرف مولوی سردار خود اس کا اقرار کر رہا ہے، ایسے کذابوں کی جمع کردہ روئیداد کا کیا اعتبار؟۔

بہر حال اس کے بعد محمد شبیر صاحب نے سردار احمد کا یہ فتوی حضرت مولانا رفاقت حسین صاحب کے سامنے پیش کیا مولانا رفاقت حسین صاحبؒ نے اس فتوے کا رد لکھا اور سردار احمد کے کفری فتوے کو باطل ثابت کیا اس موقع پر جعلی روئیداد کا ایک اور جھوٹ ملاحظہ کریں لکھا ہے کہ:

"مولوی رفاقت حسین...... نے اس فتوے پر طویل عبارت آرائی فرمائی قدیم باتوں کا اعادہ کرتے ہوئے علامہ فاضل بریلوی قدس سرہ کو غاصب وخائن وغیرہ گردان کر فاضل مجیب کو بہت کچھ سخت سست کہا، جو انسانی اخلاق کے خلاف ہے"۔

(مناظرہ بریلی: ص ۱۱۸)

فتح بریلی کا دلکش نظارہ میں مولانا رفاقت حسین صاحبؒ کا فتوی درج ہے اس فتوے میں کہیں بھی "غاصب وخائن" کے الفاظ نہیں ہیں، اب اسی سے اندازہ کرلیں کہ جو لوگ چھپے ہوئے فتوے کے بارے میں اتنا بڑا جھوٹ بول سکتے ہیں وہ پوری روئیداد میں کتنے جھوٹ بولے ہونگے؟ نیز یہاں غاصب وخائن لکھنے کو انسانی اخلاق کے خلاف بتایا گیا ہے اور اسی روئیداد میں یہ بھی تسلیم کیا گیا ہے کہ جانبین کے علماء کی تعظیم کی جائے گی، مگر اب ذرا سردار احمد کی زبان ملاحظہ کریں۔ مولانا منظور نعمانی رحمتہ اللہ علیہ کو مخاطب کر کے کہتا ہے:

"مگر آپ کی بے شرم و بے حیاء وہابیت آپ کو اس کی اجازت نہیں دیتی"

"مگر آپ نے بے حیائی پر کمر باندھ لی" (مناظرہ بریلی: ص ۲۶۴)

"آج پھر آپ نے بیحیائی سے اسی رد شدہ بات کا دوبارہ نام لیا اچھا وہ کتاب پیش کیجئے جس میں یہ مضمون ہے ابھی آپ کی رہی سہی

...........خاک میں مل جاتی ہے“۔(مناظرہ بریلی:ص ۲۷۷)

دیکھئے یہاں کیسی زبان استعمال کی کہ رضاخانیوں کو بھی پورا جملہ نقل کرنے کی جرأت نہ ہوئی بیچ میں نقطے لگانے پڑے ۔مزید کہتا ہے:

”اگر آپ کو اپنے نام کے حروف لفظ مناظرہ کے برابر ہی کرنا ہے تو تائے تانیث بڑھا کر منظورہ ہی رکھ لیجئے ہم بھی آپ کو آج سے مولوی منظورہ صاحب کہا کریں گے“۔(مناظرہ بریلی:ص ۲۷۶)

اب دیکھئے یہاں مولوی سردار مولانا منظور احمد نعمانی رحمتہ اللہ علیہ کو مولوی منظورہ کہہ رہا ہے،مناظرہ سلانوالی میں مولوی حشمت علی بھی مولانا منظور نعمانی رحمتہ اللہ علیہ کو بار بار”تو منظور میں ناظر“ کہتا تھا اور یہ جملہ بریلوی صدر مناظر کو بھی ناگوار گزرا تھا،جبکہ خود رضاخانیوں کے اصول سے بھی یہ بداخلاقی و بدتہذیبی ہے جو کہ شرائط مناظرہ کی کھلی خلاف ورزی ہے جو کہ علامت شکست ہے ۔

بہر حال رضاخانیوں نے محمد شبیر صاحب سے کہا کہ ان جھگڑوں کا ٹھیک فیصلہ مناظرے سے ہوسکتا ہے لہٰذا تم مولوی منظور صاحب اور مولوی سردار احمد صاحب کے درمیان مناظرہ کراؤ چنانچہ محمد شبیر صاحب نے دو آدمیوں کے ساتھ مل کر ایک تحریر لکھی جس میں مولانا منظور نعمانی رحمتہ اللہ علیہ سے یہ درخواست کی گئی کہ ہم لوگ مولوی سردار احمد صاحب اور آپ کے درمیان مناظرہ کرانا چاہتے ہیں شبیر صاحب نے مولانا منظور نعمانی کے سامنے جو تحریر پیش کی وہ یہ ہے:

”مولوی سردار احمد گورداسپوری مولوی اشرف علی تھانوی کو کافر اور مولوی منظور نعمانی کو وہابی بتاتے ہیں اور ہم اسی کے بارے میں مناظرہ کرانا چاہتے ہیں“۔(مناظرہ بریلی:ص ۱۲۰)

اس کے جواب میں مولانا منظور نعمانی رحمتہ اللہ علیہ نے لکھا کہ:

”میں تمام نزاعی امور میں بترتیب الاہم فالاہم (جو خاں صاحب کا مسلمہ ہے)مولوی سردار احمد صاحب سے مناظرہ کرنے کو تیار ہوں“۔(مناظرہ بریلی:ص ۱۲۱)

جب مولوی سردار احمد کے پاس یہ تحریر پہنچی تو وہ اس کے جواب میں لکھتا ہے کہ:

”مولوی منظور صاحب کا چیلنج مناظرہ فقیر کو بغیر نظر و فکر منظور ہے جن امور میں وہ مناظرہ کرنا چاہیں فقیر بھی بحمدہ تعالیٰ ان امور میں مناظرے کے لئے تیار ہے“۔(مناظرہ بریلی:ص ۱۲۲)

اب دیکھیں مولانا منظور نعمانی رحمہ اللہ نے کہیں بھی مناظرے کا چیلنج نہیں دیا بلکہ بانی مناظرہ محمد شبیر احمد صاحب کی دعوت کو قبول کیا ہے، لیکن اس کے جواب میں مولوی سردار احمد کہتا ہے کہ مجھے مولانا منظور کا چیلنج مناظرہ قبول ہے ۔جو شخص مناظرے سے پہلے ہی چند سطروں کے جواب میں اتنا بڑا جھوٹ بول دے تو اس کے حواری موالی پوری روئیداد میں کتنے جھوٹ بولے ہونگے؟اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے دوسری غور طلب بات یہ ہے کہ مولوی سردار نے اپنی جوابی تحریر میں لکھا کہ جن امور میں وہ مناظرہ کرنا چاہیں فقیر بھی بحمدہ تعالیٰ ان امور میں مناظرے کے لئے تیار ہے مگر جب مولانا منظور نعمانی رحمتہ اللہ علیہ نے کہا کہ مناظرہ حسام الحرمین کی ترتیب پر ہوگا تو مولوی سردار کی ”ہوا“ نکل گئی اور وہ اپنی ہی تحریر سے مکر گیا چنانچہ بہانے بازی میں وقت برباد کرنے لگا اور کہنے لگا کہ مناظرے کا سبب چونکہ حفظ الایمان کی عبارت اور میرا فتوی بنا ہے اس لئے مناظرہ حفظ الایمان کی عبارت پر ہی ہوگا پھر اسی ضد پر اڑ گیا اور مناظرے کا پہلا دن پورا اسی پر سیاہ کردیا (تفصیل اسی جعلی روئیداد میں دیکھی سکتی ہے)حالانکہ اس نے خود لکھ کر دیا تھا کہ جن امور میں مولانا منظور چاہیں ان امور میں مناظرہ کے

لئے میں تیار ہوں اب رضا خانی اصولوں کی روشنی میں بتائیں کہ اپنی ہی تحریر سے مکر جانا کیا راہ فرار کی واضح دلیل نہیں؟

پھر اسی جعلی روئیداد کے صفحہ ۲۰۶ پر مولانا منظور نعمانی رحمتہ اللہ علیہ حفظ الایمان کی عبارت کا مطلب سمجھاتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

"اس عبارت میں دو باتوں کا بیان ہے ایک یہ کہ کل غیب سوائے خدا کے کسی کو حاصل نہیں یہ تو آپ کو بھی مسلم ہے دیکھئے آپ کے اعلیٰ حضرت خالص الاعتقاد صفحہ ۲۳ پر لکھتے ہیں"

آگے مولانا نے خالص الاعتقاد کی عبارت اور ملفوظات حصہ چہارم کی عبارتیں پیش کرنے کے بعد ملفوظات ہی سے ایک اور عبارت پیش کی جس میں ایک صاحب کشف گدھے کا ذکر ہے، اس کے جواب میں مولوی سردار احمد اپنی عاجزی و جہالت کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہتا ہے کہ:

"آپ نے حاضرین جلسہ کو دھوکے میں ڈالنے کے لئے اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کے کلام کو صفائی میں پیش کیا اس کا میں نے رد کیا اور ثابت کر دیا کہ اعلیحضرت قبلہ قدس سرہ العزیز کے کلام کو حفظ الایمان کی ناپاک عبارت سے کوئی تعلق نہیں لہٰذا اسے پیش کرنا موضوع مناظرہ و مبحث سے آپ کا بھاگنا ہے"۔ (مناظرہ بریلی: ص ۲۱۵)

یہاں مولوی سردار نے جو جہالت بکھیری اس سے قطع نظر، ہم صرف مولوی سردار کا یہ اقرار دکھانا چاہتے ہیں کہ موضوع مناظرہ حفظ الایمان کی عبارت ہے، لہٰذا غیر متعلق عبارتیں پیش کرنا موضوع مناظرہ و مبحث سے بھاگنا یعنی راہ فرار اختیار کرنا ہے۔ اب اسی جعلی روئیداد کے صفحہ نمبر ۱۷۷، ۲۲۶، ۲۷۸، ۲۹۳ وغیرہ کا آپ مطالعہ کریں اس نے دوسروں کو نصیحت خود میاں فضیحت کے مطابق حفظ الایمان کے علاوہ علمائے دیوبند کی دیگر عبارات بھی پیش کی جبکہ اس نے خود اصول بیان کیا کہ موضوع سے غیر متعلق عبارات پیش کرنا راہ فرار ہے اور صاحب کشف القناع رضا خانی موصوف بھی یہی فرماتے ہیں کہ:

''موضوع سے ہٹ کر گفتگو کرنا اصول مناظرہ کی رو سے شکست قرار پاتی ہے''۔ (کشف القناع)

تو خود ہی فیصلہ کریں کہ مولوی سردار اس مناظرے کا فاتح کیسے ہوسکتا ہے؟

اس روئیداد کے جعلی ہونے کا ایک اور ثبوت ملاحظہ فرمائیں: جب مولوی سردار احمد نے موضوع سے فرار اختیار کر کے تقویت الایمان کی عبارت پیش کی تو اس کے جواب میں مولانا منظور نعمانی رحمتہ اللہ علیہ کی تقریر اس طرح درج ہے:

''آپ نے تقویت الایمان کی عبارتیں بہت پڑھ دیں اس سے آپ کو کیا فائدہ ہوا تقویت الایمان تو اسلام کی بہت معتبر کتاب ہے تقویت الایمان گھر میں رکھنا عین اسلام ہے تقویت الایمان کے تمام مسائل قرآن و حدیث سے ثابت ہیں ہماری تمام جماعت کا یہی عقیدہ ہے دیکھئے ہمارے مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی کو بھی تقویت الایمان کے معتبر ہونے پر اطمینان و اذعان ہے فتاوی رشیدیہ حصہ اول صفحہ ۱۲۲ پر فرماتے ہیں:

''کتاب تقویت الایمان نہایت عمدہ اور سچی کتاب ہے اور موجب قوت و اصلاح ایمان ہے اور قرآن و حدیث کا پورا پورا مطلب اس میں ہے کتاب تقویت الایمان نہایت عمدہ کتاب ہے اور رد شرک و بدعت میں لاجواب ہے استدلال اس کے بالکل کتاب اللہ اور احادیث سے ہیں، اس کا رکھنا اور پڑھنا اور عمل کرنا عین اسلام ہے''۔

آپ تقویت الایمان پر کیا اعتراض کرتے ہیں تقویت الایمان میں تو قرآن و حدیث کی ترجمانی کی گئی ہے تقویت الایمان بلا شبہ بے

غبار ہے مگر آپ تو خواہ مخواہ اس پر اعتراض کرتے ہیں۔ دنیا میں بدعت و شرک بہت پھیل گیا تھا کوئی اپنا نام غلام نبی کوئی غلام رسول کوئی محی الدین کوئی غلام معین الدین رکھتا ہے، کوئی پیر بخش، کوئی نبی بخش کوئی سالار بخش کوئی فرید بخش، کوئی علی بخش کوئی حسین بخش رکھتا ہے کوئی مصیبت کے وقت انبیاء و اولیاء کو پکارتا ہے یارسول اللہ یا علی یا حسین یا غوث کی دہائی مشکل کے وقت دیتا ہے جھوٹے مسلمانوں میں ہندوؤں کی طرح یہ سب رسمیں خرافاتی ظاہر ہوئی تھیں مولانا اسمٰعیل دہلوی تو اللہ کے مقبول بندے تھے انہوں نے تقویت الایمان میں سراسر بدعت و شرک کا رد کیا ہے آپ خواہ مخواہ ان عبارتوں پر اعتراض کرتے ہیں"۔

(مناظرہ بریلی: ص ۲۸۲,۲۸۳)

اس تقریر کو دوبارہ پڑھیں اور انصاف سے بتائیں کہ مولانا منظور نعمانی جیسا مناظر جس نے علمی دلائل سے بریلوی شیر بیشہ کو دھول چٹادی ہو اور اپنی علمی گفتگو سے بریلوی جماعت کے صدر مناظر تک کو متاثر کردیا ہو کیا وہ اس طرح کی باتیں کرسکتا ہے؟ ایک عام مناظر کے سامنے بھی اگر تقویت الایمان کی عبارات پیش کی جائیں تو وہ ہرگز اس طرح کی باتیں نہیں کرے گا چہ جائیکہ مولانا منظور نعمانی نے کی ہو لہٰذا یہ روئیداد ہی جھوٹی و جعلی ہے اور کسی طرح بھی قابل اعتبار نہیں۔

پھر بانی مناظرہ محمد شبیر صاحب اس مناظرے سے پہلے بقلم خود نہ دیوبندی تھے نہ بریلوی اور اس مناظرے کے بعد انہوں نے علمائے دیوبند کے حق میں فیصلہ دیا جو مولوی سردار کی شکست فاش اور مولانا منظور نعمانی رحمتہ اللہ علیہ کی فتح کی بین دلیل ہے۔ چنانچہ محمد شبیر صاحب اپنے فیصلے میں لکھتے ہیں کہ:

"میں نے پورے اطمینان اور توجہ کے ساتھ پورا مناظرہ سنا اور فریقین کی تقریریں سننے کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ مولوی اشرف علی صاحب اور ان کے ماننے والوں کے متعلق کفر کا فتویٰ غلط ہے اور مجھ کو پورا یقین ہوگیا کہ وہ سنی مسلمان ہیں اور ان کو کافر اور وہابی بتانے والے غلطی پر ہیں"۔ (دلکش نظارہ: ص ۱۸۱)

اس فیصلہ کی وجہ سے جعلی روئیداد مناظرہ بریلی میں محمد شبیر صاحب کو وہابی دیوبندی لکھ کر دیوبندی باور کرایا گیا ہے، ہم تو خوش ہیں کہ ہماری جماعت میں ایک شخص کا اضافہ ہوا لیکن سوال یہ ہے کہ اگر محمد شبیر صاحب پہلے سے دیوبندی ہوتے تو شہر بریلی کے رضاخانی انہیں یہ کہہ کر پریشان کیوں کرتے کہ آپ کا بھائی وہابی ہوگیا ہے اور مولوی اشرف علی تھانوی کو مانتا ہے لہٰذا اپنے بھائی سے ترک تعلق کردیں؟ پس رضاخانیوں کا محمد شبیر صاحب کو یہ کہنا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ وہ پہلے سے دیوبندی نہ تھے بلکہ مولوی سردار کی شکست پر پردہ ڈالنے کے لئے اس روئیداد میں یہ جھوٹ بولا گیا ہے۔

رضاخانیوں کا آخری سہارا

مناظرے کے چوتھے دن رضاخانیوں نے مولوی سردار احمد کی حالت پتلی دیکھتے ہوئے مناظرہ خراب کرنے کا پروگرام بنایا اور اس پروگرام کے ذریعہ اپنی عوام کو سنبھالا دینے کا ایک نسخہ تجویز کیا چنانچہ جب مولانا منظور نعمانی رحمتہ اللہ علیہ نے تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ:

"خدا کی قسم جس قدر آپ کو اپنے حلوے پراٹھے پر، بالائی اور فیرنی پر، گوشت بھری کچوریوں اور سوڈے کی بوتل پر ناز ہے اس سے بدرجہا زیادہ مجھے اپنی فاقہ کشی پر ناز ہے کیونکہ وہ میرے آقا ﷺ کی سنت ہے میں بھی بھوکا رہتا ہوں میرے آقا بھی بھوکے رہتے تھے

خدا میرا حشر بھی انہی کے ساتھ کرے''۔(فتح بریلی کا دلکش نظارہ:ص ۱۷۷)

تو پروگرام کے مطابق رضاخانی صدر مناظر نے مولانا منظور نعمانی رحمتہ اللہ علیہ پر گستاخی کا الزام لگا دیا اور شور مچانا شروع کر دیا کہ:

''توبہ کرو توبہ کرو حضور کو بھوکا کہہ دیا تم مرتد ہو گئے'' (دلکش نظارہ:ص ۱۷۷)

حالانکہ کوئی اس جاہل صدر مناظر سے پوچھے کہ مولانا منظور نعمانی تمہارے نزدیک مسلمان ہی کب تھے جواب مرتد ہو گئے؟ بہر حال پروگرام کے مطابق ہنگامہ برپا کر کے مناظرہ ختم کیا گیا اور اس طرح چاپلوسی کر کے مولوی سردار کو مزید ذلت و رسوائی سے بچایا گیا۔اس کے بعد مولوی سردار کی شکست پر پردہ ڈالنے کے لئے رضاخانی کمیٹی نے مولانا منظور نعمانی کے ان الفاظ کو بدل کر ان کی طرف یہ جھوٹے الفاظ منسوب کر دیئے کہ:

''مولوی منظور نے کہا:

''میں بھی بھوکا مرتا ہوں اور میرے آقا محمد رسول اللہ ﷺ بھی بھوکے مرا کرتے تھے جو حشر میرا وہ حشر ان کا'' نعوذ باللہ من ذالک''

یہ جھوٹ صرف مولوی سردار کی ذلت و رسوائی پر پردہ ڈالنے کے لئے بولا جا رہا ہے ورنہ حقیقت میں یہ الفاظ مولانا منظور نعمانی رحمتہ اللہ علیہ کے ہیں ہی نہیں، بانی مناظرہ محمد شبیر صاحب نے بھی اپنے فیصلہ میں اس الزام کی تردید کی ہے جو وہاں موجود تھے موصوف لکھتے ہیں کہ:

"مجھے معلوم ہوا ہے کہ رضوی جماعت میں مولانا محمد منظور صاحب کو بدنام کرنے اور اپنی کمزوری پر پردہ ڈالنے کے لیئے یہ شہرت دی ہے کہ مولانا منظور صاحب نے یہ فرمایا کہ

"میں بھی بھوکا مرتا ہوں اور میرے آقا بھی بھوکے مرتے تھے۔"

میں دیانت کے ساتھ کہتا ہوں کہ میں نے یہ الفاظ نہیں سنے۔بلکہ بعض تعلیم یافتہ حاضرین سے جب میں نے اِس کی تحقیق کی تو اُنہوں نے مجھ کو بتلایا کہ مولانا منظور صاحب نے یہ فرمایا تھا کہ:

"میں بھی بھوکا رہتا ہوں میرے آقا ﷺ بھی بھوکے رہتے تھے خدائے تعالیٰ میرا حشر بھی اُنکے ساتھ کرے۔"

مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ کسی فریق کے دھوکے میں نہ آئیں۔اور صرف سچائی کی پیروی کریں۔اور دونوں فریق میں سے جو غلط پروپیگنڈہ کرے اسکی شکست سمجھیں فتح مند کو جھوٹ بولنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔علاوہ اس کے یہ کہ مولانا محمد منظور صاحب بریلی میں موجود ہیں۔اُنسے خود دریافت کیا جا سکتا ہے کہ اُنکے کیا الفاظ تھے۔اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو نیک توفیق دے''۔

(دلکش نظارہ:ص ۱۸۴)

جعلی روئیداد مناظرہ بریلی کے صفحہ ۲۳۵ پر بھی مولانا منظور نعمانی کی طرف یہی الفاظ منسوب ہیں اور اگلے صفحے پر لکھا ہے کہ

"بے ادبی کے آخری الفاظ کو اس گستاخ مناظر وہابیہ کی زبان سے سن کر مجمع میں سخت ہیجان پیدا ہوا........اور مجمع میں اشتعال پیدا ہو گیا"۔(مناظرہ بریلی:ص ۲۳۶)

ذرا سوچیئے اور انصاف کیجئے کہ اس مناظرے میں حفظ الایمان کی عبارت بار بار پڑھی جاتی رہی اور مولوی سردار احمد بار بار کہتا رہا کہ اس میں نبی اکرم ﷺ کی صریح گستاخی ہے نبی پاک ﷺ کو صریح گالی دی گئی ہے تب رضاخانی مجمع میں ہیجان پیدا نہیں ہوا اور اسی روئیداد میں مولانا منظور نعمانی کی طرف یہ منسوب کیا گیا ہے کہ ساری دنیا حفظ الایمان کی عبارت کو گستاخانہ کہہ دے مگر میں نہیں کہونگا تب بھی مجمع میں

ہیجان پیدا نہیں ہوا۔ بانی مناظرہ محمد شبیر صاحب حفظ الایمان کی عبارت پر قائم رہے ان پر بھی کوئی لعنت ملامت نہیں ہوئی۔

مطلب جو رضا خانیوں کے بقول سب سے بڑی گستاخی ہے اس پر تو رضا خانی مجمع میں ہیجان پیدا نہیں ہوا لیکن ان الفاظ پر ہیجان پیدا ہوگیا۔ تو اب دو باتیں ہیں، یا تو ان الفاظ میں حفظ الایمان کی عبارت سے زیادہ گستاخی ہے کہ مجمع برداشت نہ کرسکا، یا پھر رضا خانی مجمع انتہا درجہ کا بے غیرت ہے کہ اس کے سامنے حفظ الایمان کی توہین آمیز عبارت بار بار پڑھی جاتی رہی مولانا منظور نعمانی اس کو ٹھیک اور قرآن و حدیث کے مطابق بتاتے رہے اس کے باوجود بھی یہ مجمع بے غیرتوں کی طرح خاموشی سے سنتا رہا نہ اس میں ہیجان پیدا ہوا نہ اشتعال کہ اٹھ کر کہتا اب بس کرو ہم سے یہ توہین سنی نہیں جاتی۔ اگر ایسی بات نہیں ہے تو پھر لامحالا ماننا پڑے گا کہ مولوی سردار احمد کی ذلت و رسوائی چھپانے کے لئے اور اس کی شکست پر پردہ ڈالنے کے لئے یہ الفاظ گھڑ کر مولانا منظور نعمانی کی طرف منسوب کر دیئے گئے۔

کعبے کس منہ سے جاؤ گے رضوی

شرم تم کو مگر نہیں آتی

مناظرہ بریلی میں ذلیل و رسوا ہونے کے بعد مولوی سردار احمد نے اپنی خفت مٹانے کے لئے ایک کتاب بنام "موت کا پیغام دیوبندی مولویوں کے نام" شائع کی جس میں بزعم خویش حفظ الایمان کی عبارت پر دیوبندی مناظرین کی یہ تضاد بیانی ثابت کرنے کی کوشش کی کہ:

" مناظرہ بریلی میں مولانا منظور نعمانی نے فرمایا کہ:

"پس "حفظ الایمان" کی اس عبارت میں بھی "ایسا" تشبیہ کے لئے نہیں ہے بلکہ وہ یہاں بدوں تشبیہ "اتنا" کے معنی میں ہے" اور مولانا حسین احمد مدنی "الشہاب الثاقب" میں لکھتے ہیں کہ:

"حضرت مولانا (اشرف علی تھانوی) عبارت میں لفظ ایسا فرما رہے ہیں، لفظ اتنا تو نہیں فرما رہے ہیں، اگر لفظ اتنا ہوتا تو اس وقت البتہ یہ احتمال ہوتا کہ معاذ اللہ حضور علیہ السلام کے علم کو اور چیزوں کے علم کے برابر کر دیا، یہ محض جہالت نہیں تو اور کیا ہے، اس سے بھی قطع نظر کریں تو لفظ ایسا تو کلمہ تشبیہ کا ہے"

حفظ الایمان کی عبارت کی صفائی میں مولانا منظور نعمانی لفظ ایسا کو اتنا کے معنی میں مان رہے ہیں اور اس تاویل کو مولانا مدنی گستاخانہ قرار دے رہے، یعنی مولانا مدنی کے نزدیک ایسا بمعنی اتنا ہو تو گستاخی ہوگی۔ اس کے علاوہ "موت کا پیغام" میں مولوی سردار نے مولانا عبدالشکور لکھنوی رحمتہ اللہ علیہ و مولانا مرتضی حسن چاندپوری رحمہ اللہ وغیرہ کی عبارات بھی نقل کیں اور تضاد ثابت کرنے کی کوشش کی، سو اس کا تفصیلی منہ توڑ اور دندان شکن جواب اسی وقت مولانا ابو الرضا قاسمی صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے "پاپائے رضا خانیت کو جہنم کی بشارت" کے نام سے دے دیا تھا اس کے بعد مولوی سردار پہ سکتہ طاری ہوگیا دوسرے لفظوں میں سانپ سونگھ گیا اور پوری زندگی اسے اس کا رد لکھنے کی جرأت نہ ہوئی، یہ بھی رضا خانی اصول سے اس کی شکست کی دلیل ہے۔

رضا خانی موصوف نے بھی یہی اعتراض کشف القناع صفحہ ۲۸۸ پر دہرایا ہے ہم موصوف کو جواب دینے سے قبل اس کا ہی لکھا ہوا اسے یاد دیتے ہیں کہ:

"جب ایک مضمون کا جواب پہلے سے موجود ہے پھر بعینہ اس کو دلیل بنانا کہاں کی دیانت داری ہے!!! اس طرح وہ ہمارا اور قارئین کا

قیمتی وقت ضائع کر رہے ہیں''۔ (کشف القناع: ص ۱۳۰)

اس اعتراض کے جواب میں متکلم اسلام مولانا الیاس گھمن صاحب حفظہ اللہ رقم طراز ہیں:

"مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری اور مولانا منظور نعمانی رحمہم اللہ نے جو یہ کہا کہ" ایسا" کو تشبیہ کے لیے ماننا کفر ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اُس مقدار کو تشبیہ دینا جو آپ علیہ السلام کے علم کی مقدار ہے۔ چوپاؤ وغیرہ کے علم سے تو یہ بُرا ہے۔ یعنی وہ مقدار جو آپ علیہ السلام کے علم مبارک کی ہے۔ ویسی مقدار تو چوپاؤ کو بھی حاصل ہے کہنا تو یقیناً کُفر والحاد ہے۔

اور حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے لفظ "ایسا" کو جو اتنے اور اس قدر کے معنی میں لینا کُفر بتایا ہے تو اُن کی مراد بھی یہی ہے کہ جو یہ کہے کہ جتنا علم سرکار طیبہ ﷺ کو ہے اُتنا علم اور اُسی قدر اور اُسی مقدار میں چوپاؤ کو بھی حاصل ہے تو یہ کُفر و توہین ہے اب سب حضرات کی باتوں کا نتیجہ و مقصد یہ ہے کہ لفظ "ایسا" کو تشبیہ کے لیے مانو یا "اتنا" اور "اس قدر" کے معنی میں مانو اگر مقصد یہ ہے کہ جتنی مقدار نبی پاک ﷺ کے علم مبارک کی ہے ویسی مقدار جانوروں کے علم کی ہے یا جتنی مقدار نبی پاک ﷺ کے علم مبارک کی ہیں اتنی مقدار جانوروں وغیرہا کے علم کی ہے تو کُفر ہے۔

اب آپ دیکھئے! کہ نہ تو فتویٰ شیخ العرب والعجم حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ پر آیا اور نہ ہی حضرت چاند پوری و نعمانی رحمہم اللہ پر لگتا ہے بلکہ دھوکا دینے والے رضاخانی حضرات پر لگتا ہے"۔ (حسام الحرمین کا تحقیقی جائزہ: ص ۲۰۴,۲۰۵)

مناظرہ بریلی میں جھوٹ، مکروفریب، دجل و تلبیس اور فتح و شکست کے حوالے سے اور بھی بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے مگر فی الحال ہمیں رضاخانی موصوف کی دیگر لن ترانیوں کا جائزہ لینا ہے، اس لئے اس بحث کو رضاخانی موصوف کے اس فرمان کے ساتھ یہیں ختم کر کے آگے بڑھتے ہیں کہ:

''یہ وہ حقائق ہیں جو ہم نے آپ کے سامنے پیش کیے، اگر ان حقائق سے آنکھیں بند کر کے رضاخانی موصوف بغلیں بجانا شروع کر دیں تو ہم ان کا کیا کر سکتے ہیں؟ ویسے بھی ڈھیٹ اور جھوٹے آدمی کا حوالوں سے کچھ بھی نہیں ہوسکتا کیونکہ لاتوں کے بھوت باتوں سے نہیں مانتے''۔ (کشف القناع: ص ۲۹۴)

مناظرہ جھنگ

علامہ ساجد خان صاحب حفظہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

''امیر عزیمت مولانا حق نواز جھنگوی صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ نے جھنگ کی سرزمین پر مولانا اشرف سیالوی کو ان عبارات پر ذلت آمیز شکست دی تفصیل کے ملاحظہ ہوں...نور سنت کا مناظرہ جھنگ نمبر''۔ (دفاع: ص ۷۸, ۷۹)

اس کے جواب میں رضاخانی موصوف رقم طراز ہیں کہ:

''یہ بات تو عالم آشکار ہے کہ مناظرہ جھنگ میں دیوبندیوں کے سرخیل و چوٹی کے عالم حق نواز جھنگوی کو ذلت آمیز شکست ہوئی تھی اور حضرت سیالوی صاحب نے دیوبندیوں کے حوم گراؤنڈ پر جھنگوی کو چاروں شانے چت کر دیا تھا۔ دلائل و براہین کے شکنجے میں ایسا جکڑا کہ دیوبندیت کو جان کے لالے پڑ گئے اور اس مناظرہ کے بعد دیوبندیوں کے لئے سرزمین جھنگ تنگ ہوگئی تھی اور ہر طرف سے نفرین اور تھو

تھو کی صدائیں پیچھا کر رہی تھیں"۔(کشف القناع: ص ۳۰۱)

جواب:

مناظرہ جھنگ کے حوالے سے رضاخانی موصوف کا مطالعہ بڑا ناقص ہے یا پھر وہ سنی سنائی باتوں کو حقیقت سمجھ کر خوش فہمیوں میں مبتلا ہیں ۔ جھنگ کی سرزمین پر آخر تک علماء دیوبند کا پرچم لہرا تارہا اور آج بھی جھنگ کی سیاسی سیٹ پر علماء دیوبند کی فتح ہوتی ہے، اس کے باوجود رضاخانی موصوف کہتے ہیں کہ جھنگ کی زمین دیوبندیوں کے لئے تنگ ہوگئی، اگر ایسا ہوتا تو علماء دیوبند کو جھنگ سے نکل جانا چاہئے تھا مگر ایسا نہ ہوا اس کے برعکس خود اشرف سیالوی کو صرف جھنگ سے ہی نہیں بلکہ اپنے مسلک سے ذلیل ورسوا ہو کر نکلنا پڑا۔

علاوہ ازیں اشرف سیالوی تو وہ بزدل و بدنصیب مناظر ہے جو اپنے ہی ہم مسلک مولوی سے اپنے ہی عقیدے پر مناظرہ نہ کر سکا، رضاخانی مولوی عرفان شاہ مشہدی نے سیالوی کو مناظرے کا چیلنج دیا مگر سیالوی کو اتنی جرأت نہ ہوسکی کہ وہ اس چیلنج کو قبول کرے، عرفان مشہدی نے باقاعدہ فتح مبین کا اشتہار بھی شائع کیا جو مناظرہ جھنگ نمبر میں بھی دیکھا جاسکتا ہے اسی طرح رضاخانی مولوی عبدالمجید سعیدی نے اشرف سیالوی کے رد میں کتابیں لکھ کر اس کی خوب مٹی پلید کی مگر اشرف سیالوی کو اس کا جواب دینے کی بھی جرأت نہ ہوئی

اس سے اندازہ کرلیں کہ جو خود اپنے مولویوں سے بھاگا ہوا ہو اور جس کے اوپر اپنے ہی مولویوں کی کتابیں ادھار پڑی ہوئی ہوں وہ مناظرہ جھنگ میں مولانا حق نواز شہید کو کیا خاک جواب دے سکا ہوگا؟ نیز اشرف سیالوی کو رضاخانی جماعت کی اکثریت نے کافر قرار دیا ہے اب اس سے بڑھ کر ذلت ورسوائی اور کیا ہوسکتی ہے۔ اور جہاں تک بات ہے مناظرۂ جھنگ میں فتح وشکست کی تو اس کے لئے رضاخانی پیر نصیر الدین گولڑوی کا بیان ہی کافی ہے، وہ لکھتا ہے کہ:

''اور اسی موضوع پر سیالوی صاحب ایک عدد مناظرہ کر کے شہرت و دولت کی تحصیل میں مصروف بھی ہیں، جبکہ مقابل مناظر (مولانا حق نواز جھنگوی) نے ان کے ایک ممدوح کی جس عبارت کو گستاخانہ قرار دیا تھا، سات گھنٹے جاری رہنے والے اس مناظرے میں سیالوی صاحب قبلہ نہ اس کی صفائی پیش کرسکے اور نہ اسے ثابت فرماسکے''۔(لطمۃ الغیب علی ازالۃ الریب: ص ۹۴)

یہ گھر کی گواہی ہے، اور گھر کی گواہی کے متعلق مولوی ارشد القادری صاحب لکھتے ہیں کہ:

''باہر سے کوئی دلیل پیش کرنے کے بجائے گھر ہی کا فتوی زیادہ مناسب ہے کہ یہاں چوں وچراں کی گنجائش نہیں''۔

(زیروزبر: ص ۲۰۵)

رضاخانی موصوف مزید لکھتے ہیں کہ:

"دیوبندی موصوف بڑی معصومیت بھرے انداز میں کہتے ہیں کہ نُور سنت کا مناظرہ جھنگ نمبر دیکھو۔ جنابِ من! نور سنت کا مناظرہ جھنگ نمبر دیکھنے کی ضرورت ہی کیا ہے، ہاتھ کنگن کو آرسی کیا اور پڑھے لکھے کو فارسی کیا۔ مناظرہ جھنگ کی آڈیو ریکارڈنگ موجود ہے وہ سن لے، خود بخود ہی اندازہ ہوجائے گا کہ مناظرے میں کس کا پلہ بھاری رہا"۔(کشف القناع: ص ۳۰۱)

جواب:

جی بالکل ہم بھی کہتے ہیں کہ اگر آڈیو موجود ہے تو آڈیو سنی جائے تاکہ لوگوں کو پتہ چلے کہ کون اپنے اکابر کا دفاع کرنے سے عاجز رہا اور کون

اپنے اکابر کا انکار کرتا رہا، لیکن اگر صرف آڈیو کافی ہے تو پھر تم نے "روئیداد مناظرہ جھنگ" کیوں شائع کی؟ اور صرف آڈیو کافی تھی تو تم نے یہ بہانہ بنا کر روئیداد لکھتے وقت حاشیہ میں جوابات کیوں دیے کہ مناظرے میں وقت کم ہونے کی وجہ سے ہم حاشیہ میں جوابات دے رہے ہیں؟ اس کا مطلب ہے کہ آڈیو میں کچھ تو گڑبڑ ہے جس کی وجہ سے تم نے آڈیو غائب کر دی اور روئیداد لکھ کر اس پر حاشیہ چڑھا کر شائع کر دیا۔ اگر صرف آڈیو کافی تھی تو پھر تمہیں روئیداد لکھنے اور اس پر حاشیہ چڑھانے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟

پس جس اصول سے تم نے مناظرہ جھنگ چھاپا اسی اصول سے ہم نے مناظرہ جھنگ نمبر چھاپا اور جس اصول سے تم مناظرہ جھنگ پڑھنے کی تلقین کر رہے ہو اسی اصول سے ہم بھی "نور سنت کا مناظرہ جھنگ نمبر" پڑھنے کی تلقین کرتے ہیں۔ رضاخانی موصوف لکھتے ہیں کہ:

"اس مناظرہ کی روئیداد شائع کرنے کی جرأت تو آج تک دیوبندیوں کو نہ ہوسکی اور نہ ہی مناظرہ نمبر میں روئیداد کو شائع کیا گیا، کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے" (کشف القناع، صفحہ نمبر ۳۰۱)

جواب:

اگر روئیداد شائع نہ کرنا پردہ داری پر محمول کیا جاسکتا ہے تو پھر سوات کی سرزمین پر علم غیب کے موضوع پر مفتی ندیم صاحب محمودی دامت برکاتہم العالیہ کے ساتھ ہونے والے مناظرے کی روئیداد آج تک بریلویوں کو چھاپنے کی جرأت نہ ہوئی اور کوہاٹ کے تاریخی مناظرے کی روئیداد آج تک بریلویوں نے شائع نہیں کی اور مناظرہ مٹیاری میں رضاخانی مناظر اسلام مولوی محمد علی رضوی کی گفتگو ہوئی مفتی نجیب اللہ عمر صاحب حفظہ اللہ کے ساتھ اس کی روئیداد آج تک بریلویوں کو چھاپنے کی جرأت نہ ہوئی، تو یہاں بھی کہا جاسکتا ہے کہ کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے۔ پس مذکورہ مناظروں کی روئیداد نہ چھاپنے کی جو وجہ رضاخانی موصوف بیان کریں مناظرہ جھنگ کی روئیداد نہ چھاپنے کی وہی وجہ ہماری طرف سے بھی قبول فرمالیں۔

باقی رہ گیا رضاخانی موصوف کا یہ کہنا کہ فریقین کے مسلمہ حکموں نے دیوبندیوں کی شکست کا فیصلہ تحریری طور پر دیا تھا جو کہ مناظرہ جھنگ کی روئیداد کے ساتھ منسلک ہے اور سرکاری فائلوں میں بھی موجود ہیں، تو ان ساری بکواسات کا جواب نور سنت کا مناظرہ جھنگ نمبر میں دیا جاچکا ہے وہیں ملاحظہ فرمالیں۔ نیز نور سنت کا مناظرہ جھنگ نمبر مولوی اشرف سیالوی اور اس کے بیٹے غلام نصیر الدین سیالوی کی زندگی ہی میں شائع ہوا تھا لیکن نہ تو اشرف سیالوی نے اس کا جواب دیا نہ اس کے بیٹے غلام نصیر الدین سیالوی نے اور رضاخانی موصوف کا اصول گزر چکا کہ: "مولانا منظور نے تردید نہ کی لہٰذا یہ رضامندی کی دلیل ہے" (ملخصاً کشف القناع: ص) گویا رضاخانی موصوف کے اصول سے دونوں باپ بیٹے نے جواب نہ دے کر اپنی شکست اور روئیداد مناظرہ جھنگ میں کی گئی عیاری مکاری اور دجل وفریب کو تسلیم کرلیا اور یہ بھی تسلیم کرلیا کہ نور سنت کا مناظرہ جھنگ نمبر میں کی گئی باتیں اتنے مضبوط دلائل پر مبنی ہیں کہ اس کی تردید نہیں کی جاسکتی اور اسی لئے باپ بیٹے مل کر ساری زندگی اس کا جواب لکھنے کی جرأت نہ کرسکے۔

رضاخانیوں کی بے اصولی

جیسا کہ ہم پہلے بیان کرچکے ہیں کہ کاشف اقبال رضاخانی نے یہ مغالطہ دینے کی کوشش کی تھی کہ علمائے دیوبند اپنے اکابرین کی عبارات پر گفتگو سے پہلوتہی کرتے ہیں اس لئے علامہ ساجد خان صاحب حفظہ اللہ نے اس کی تردید کرنے اور یہ ثابت کرنے کے لئے کہ

ہمارے علماء نے کبھی اپنے اکابرین کی عبارات پر گفتگو سے پہلو تہی نہیں کی چند مناظروں کا ذکر کیا اس کے بعد علامہ ساجد خان صاحب الزاماً لکھتے ہیں کہ:

”جبکہ اس کے مقابلے میں ہم نے جب بھی تمہارے اکابر کی عبارات پر مناظرے کی دعوت دی تم فوراً اچھل پڑے کہ یہ کیسے گستاخ ہو سکتے ہیں؟ جب ہم نے تمہارے عقائد پر مناظرہ کے لئے کہا تو فوراً اچھل پڑے کہ اجی یہ تو اصولی اختلاف ہی نہیں“۔(دفاع:ص ۷۹)

اس کے جواب میں رضاخانی موصوف فرماتے ہیں کہ:

”دیوبندی موصوف خود ہی مناظرہ جھنگ کا ذکر کر چکے ہیں.......اس مناظرے میں جھنگوی صاحب نے چن چن کر ان لوگوں کی عبارات پڑھیں جن کو بزعم خود اکابرین اہل سنت میں سے سمجھتے تھے اور اس سلسلہ میں رطب یابس جمع کر دیا لیکن پھر بھی اس نے کون سا تیر مارلیا، وہی شکست کا تمغہ بطور ایوارڈ جھنگوی صاحب کو حاصل ہوا، اس کے باوجود دیوبندیوں کا اس طرح شور مچانا جس طرح دیوبندی موصوف نے مچایا ہے، چور مچائے شور کی مصداق ہے“۔(کشف القناع:ص ۳۰۳)

جواب:

اولاً: ہمارا اعتراض یہ ہے کہ جب بھی رضاخانیوں کو ان کے اکابر کی عبارات یا ان کے خود ساختہ عقائد پر مناظرے کی دعوت دی جائے تو فوراً اچھل پڑتے ہیں کہ اجی یہ کیسے گستاخ ہو سکتے ہیں؟ یا یہ تو اصولی اختلاف ہی نہیں، اور یہ دعویٰ مبنی بر حقیقت ہے اس پر تجربہ ومشاہدہ شاہد ہے مثال کے طور پر ہماری طرف سے جب یہ کہا جاتا ہے کہ رضاخانی اکابر کے گستاخانہ عبارات پر گفتگو کرو تو جواب ملتا ہے یہ بے اصولی ہے جب دیوبندی اکابرین نے ہماری عبارات پر اعتراض نہیں کیا تو تمہیں بھی اعتراض کرنے کا حق نہیں ہے۔(کشف القناع:ص ۳۰۳)

اسی طرح جب ہم کہتے ہیں احمد رضا خان صاحب کے کفر وایمان پر گفتگو کرو تو ہمیں جواب ملتا ہے کہ:

”یہاں تک بکواس کر رہے ہیں کہ تم اعلیٰ حضرت کا ایمان ثابت کرو ہم ان کے جواب میں صرف اتنا کہنے پر اکتفا کرتے ہیں:

اولاً:....تم دیوبندیوں سے آج تک اپنے اکابر دیوبند کے ایمان کا ثبوت تو ہو نہ سکا اور سیدی اعلیٰ حضرت....کے بارے میں بکواس کرتے وقت تمہیں شرم سے ڈوب مرنا چاہئے۔

ثانیاً جہاں تک سیدی اعلیٰ حضرت.....کے ایمان کی بات ہے تو وہ تمہیں ہم سے الجھنا نہیں چاہئے بلکہ تمہیں اپنے اکابر مثلاً اشرف علی تھانوی وغیرہ سے مناظرہ مجادلہ کرنا چاہئے جو سیدی اعلیٰ حضرت کو ایمان واسلام اور عشق رسول کی سند دیے ہوئے ہیں“۔(کلمہ حق:ص ۸۵)

کیا رضاخانی مناظر کا یہ جواب ہمارے اعتراض کو تقویت نہیں پہنچاتا؟

ثانیاً: اس موقع پر رضاخانی موصوف کو تو مناظرہ جھنگ کا نام لیتے ہوئے بھی شرم آنی چاہئے، کیونکہ ان کی تاریخی وعدیم المثال ”روئیداد مناظرہ جھنگ“ میں بیان کردہ مناظرے کا پس منظر ہمارے دعوے کو مزید تقویت پہنچاتا ہے، اس روئیداد کے مطابق مولانا حق نواز شہید رحمۃ اللہ علیہ بار بار رضاخانی مناظرین کو للکارتے رہے انداز بدل بدل کر چیلنج کرتے رہے مگر کسی رضاخانی کو سامنے آنے کی جرأت نہ ہوتی تھی حتی کہ مناظرے سے بچنے کے لئے رضاخانیوں نے طرح طرح کے فارمولے پیش کیے مگر مولانا حق نواز نے مسترد کر دیئے اس سلسلہ میں چند اقتباس ملاحظہ فرمائیں:

"مولوی صاحب سراپا انتشار اور مجسمہ تفرقہ بازی بن گئے پھر فتنہ وفساد افتراء پردازی اور گالی گلوچ کا سلسلہ زور وشور سے شروع ہوگیا دیگر مسالک کے علماء بالعموم اور بریلوی مسلک کے قائدین بالخصوص اعلیحضرت مولانا الشاہ احمد رضا خان صاحب کو سب وشتم کا اور تبرا بازی کا نشانہ بنایا گیا اعلیحضرت کے مرقد مبارک اور کفن تک کو گالیاں دینے سے گریز نہ کیا گیا روئے زمین کی بریلویت کو مناظرے کے چیلنج ہونے لگے قبروں میں لیٹے ہوئے بزرگوں کو نام لے لے کر کسی کے کفن پھاڑتے کسی کی ہڈیاں بکھیرتے کسی کی میت کو چوک میں لٹکاتے کسی کو سمندر میں غرق کرتے اور کسی کو نذر آتش"۔(مناظرہ جھنگ :ص ۴،۵)

قطع نظر اس سے کہ اس اقتباس میں صداقت کتنی اور کذب بیانی کتنی ہے؟ ہمارا مقصود صرف یہ بتانا ہے کہ مولانا حق نواز شہید نے رضاخانیوں کو کس قدر تنگ کر رکھا تھا کہ وہ کسی طرح مناظرے میں آئیں، لیکن اس کے باوجود رضاخانی کمیٹی بہانے بازی وحیلہ سازی سے کام لیتی رہی حوالہ ملاحظہ فرمائیں:

"کئی مرتبہ بریلوی مسلک کے ذمہ دار افراد کی طرف سے فریقین میں صلح وآشتی کی فضا پیدا کرنے کی کوششیں ہوئی مگر مولوی صاحب نے ہمیشہ انہیں سستی شہرت میں رکاوٹ سمجھتے ہوئے مسترد کردیا" (مناظرہ جھنگ :ص ۴)

مزید لکھا ہے کہ:

"پرانی عیدگاہ کی انتظامیہ کمیٹی انجمن تبلیغ الاحناف کی طرف سے انفرادی طور پر مسجد پیپلیانوالی کی انتظامیہ کے مختلف ذمہ دار افراد سے درخواست کی گئی کہ مولوی صاحب کو اس شر وفساد سے باز رکھیں لیکن یہ سب کوششیں بیکار ثابت ہوئیں اور مولوی صاحب نے باز نہ آنا تھا نہ آئے"۔(مناظرہ جھنگ :ص ۶)

اتنا ہی نہیں بلکہ پوری کوشش کی گئی کہ کسی طرح مصالحت ہوجائے تو ہمارے سر سے مناظرے جیسی آفت ٹل جائے، اس سلسلہ میں تین نکاتی فارمولہ بھی پیش کیا گیا ملاحظہ ہو:

"اہلسنت کی طرف سے مستقل مصالحت کے لئے تین نکاتی فارمولہ پیش کیا گیا:

1-کوئی فریق ایک دوسرے کے مسلک پر طعن وتشنیع نہ کرے۔

2-ایک دوسرے کے اکابر پر زُبان طعن دراز نہ کی جائے۔

3-اختلافی مسائل کو جن کے بیان سے فضاء مکدر ہوتی ہے حتی المقدور نہ چھیڑا جائے۔ لیکن انتظامیہ نے اِس فارمولے پر عمل درآمد سے معذرت ظاہر کی۔ اس کی افادیت کو تسلیم کرنے کے باوجود کہا کہ ہمارے مولوی صاحب نہیں مانتے بلکہ وہ اِس اختلاف وانتشار کو حق وباطل، خیر وشر اور کفر واسلام کا معرکہ سمجھتے ہوئے (بزعم خویش) کلمہ حق بلند کرنے پر مصر ہیں۔ لاؤڈ اسپیکر کا ہارن بھی بدلنے سے انکار کردیا اور تیسرے دن نماز فجر کے درس سے فارغ ہوتے ہی برملا لاؤڈ اسپیکر کے ذریعہ شیخ الحدیث حضرت علامہ سیالوی صاحب کو مناظرہ کا باقاعدہ چیلنج کردیا اور کہا کہ "میرا دعویٰ ہے کہ بریلوی علماء گستاخان انبیاء ہیں" معاذ اللہ

لاؤڈ اسپیکر پر ہی اس کا جواب طلب کیا اور کہا کہ بصورت دیگر میں تمہاری شکست کا اعلان کردونگا"۔(مناظرہ جھنگ :ص ۷)

غور فرمائیے، یہ مصالحت کی باتیں وہ طبقہ کررہا تھا جس کا نعرہ یہ ہے کہ دیوبندی گستاخ رسول ہیں اور ان سے کسی حال میں صلح نہیں ہو سکتی، اس کی وجہ صرف یہی تھی کہ کسی طرح مناظرے سے جان چھوٹ جائے مگر مولانا حق نواز شہید رحمتہ اللہ علیہ اور ان کے معتقدین نے

ٹھان لیا تھا کہ رضاخانیوں کو کسی بھی طرح میدان مناظرہ میں لایا جائے، چنانچہ لکھا ہے کہ:

”مولوی صاحب کے ارادتمند مسجد پپلیانوالی میں جمع ہو کر نعرے بازی کر رہے تھے اور ماحول میں مزید تناؤ پیدا کر رہے تھے اسی شب نماز تراویح سے فارغ ہو کر مولوی حق نواز صاحب نے پھر لاؤڈ اسپیکر پر چیلنج کیا اور مطالبہ کیا کہ خطیب مسجد پرانی عیدگاہ خود لاؤڈ اسپیکر پر میرے چیلنج کو قبول کرنے کا اعلان کرے ورنہ میں ان کی شکست کا اعلان کردونگا اور ساتھ ہی یہ شیخی بگھاری کہ ابھی ابھی شرائط طے کرواو رکل مناظرہ ہوگا“۔ (مناظرہ جھنگ: ص ۷)

اندازہ فرمائیں کہ رضاخانیوں کی طرف سے حسب روایت طرح طرح کے حیلے بہانے بنا کر جان چھڑانے کی کوشش کی گئی مگر حق نواز شہید کے شکنجے سے بچ نکلنا آسان نہ تھا ان کے ارداتمند بھی نعرے بازی کر کے رضاخانیوں کو للکار رہے تھے کہ کسی طرح وہ مناظرے پر آمادہ ہو جائیں، چنانچہ اس کاروائی سے تنگ آ کر بحالت مجبوری انہیں مناظرے میں آنا ہی پڑا جیسا کہ خود اقرار کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

”ہم نے عرصہ دراز کی فسادانگیزیوں سے تنگ آ کر اس مناظرے کو بصورت حل قبول کیا ہے“۔ (مناظرہ جھنگ: ص ۹)

خلاصہ کلام یہ کہ اگر مولانا حق نواز شہید رحمتہ اللہ علیہ رضاخانی کیٹی کو اس قدر تنگ نہ کرتے تو یہ کیٹی کبھی بھی مناظرے کے لئے تیار نہ ہوتی، اب اس صورت میں مناظرہ جھنگ کا ذکر کرتے ہوئے رضاخانی موصوف کو شرم آنی چاہئے کہ تم مناظرے میں آئے نہیں تھے بلکہ گھسیٹ کر لائے گئے تھے۔

باقی شکست کا تمغہ بطور ایوارڈ کس کو ملا اس پر ماقبل میں مولوی نصیر الدین رضاخانی کا حوالہ گزر چکا ہے کہ سیالوی صاحب اپنے علماء کی گستاخانہ عبارات کی کوئی صفائی پیش نہ کر سکے، اس سلسلہ میں مزید تفصیل ”نورسنت کا مناظرہ جھنگ نمبر“ میں دیکھی جا سکتی ہے اگر اب بھی رضاخانی موصوف کسی طرح کی خوش فہمی میں مبتلا ہیں تو ہم انہیں یہی کہتے ہیں کہ

تمہیں معلوم ہے سلوی کی حقیقت لیکن

دل کے بہلانے کو غالب یہ خیال اچھا ہے

نوٹ: سلوی سے مراد مناظرہ جھنگ کا شکست خوردہ مولوی اشرف سیالوی ہے (ملاحظہ فرمائیں: تجلیات علمی حصہ دوم: ص ۳)

رضاخانی موصوف کی دھاندلی

موصوف لکھتے ہیں کہ:

”مناظرہ جھنگ میں اگرچہ دیوبندیوں نے بے اصولی کی کہ بجائے اس کے کہ وہ اپنے اکابرین کی عبارات کا جواب دیتے اُنہوں نے یہ الزام عائد کرنا شروع کر دیا کہ ان کے زعم میں اہلِ سنت کی کُتب میں کچھ عبارتیں ایسی موجود ہیں جن میں بزعم اہل دیوبند توہین کا پہلو نکلتا ہے، حالانکہ دیوبندیوں کو قطعاً یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ یہ الزام لگائیں کیونکہ اکابرین دیوبند نے کبھی بھی علمائے اہلسنّت کی عبارات کے متعلق ایک حرف تک اس انداز میں نہیں کہا“۔ (کشف القناع: ص ۳۰۳)

جواب:

(1) ماقبل میں علمائے دیوبند کی توثیق پر حوالوں کے متعلق موصوف کہہ رہے تھے کہ ہمارے بزرگوں تک اکابرین دیوبند کی عبارات

نہیں پہنچی اس لئے انہوں نے عدم تکفیر کا قول کیا اور ایسے تاثرات دے دیئے، پس یہی جواب ہمارا بھی ہے کہ ہمارے اکابرین تک تمہاری گستاخانہ عبارتیں نہیں پہنچی ورنہ وہ ضرور اعتراض کرتے، بلکہ حقیقت الامر یہ ہے کہ ہمارے اکابرین کی زندگی میں رضاخانی مولویوں کی اتنی کتابیں منظر عام پر آئی ہی نہ تھی جتنی آج موجود ہیں تو اعتراض کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

علاوہ ازیں یہ تو کوئی اصول نہیں ہے کہ اکابرین نے اعتراض نہیں کیا تو اصاغرین کو بھی حق نہیں کہ وہ اعتراض کریں۔ اگر یہ موصوف کی یہ بات درست ہے تو پھر سب سے پہلے "الکوکبتہ الشہابیہ" کو آگ لگائی جائے کیونکہ اس میں جس طرح شاہ اسمٰعیل شہیدؒ پر احمد رضا خان صاحب نے الزامات لگائے اُس طرح مولوی فضل حق خیر آبادی نے کبھی نہیں لگائے، اسی طرح "دیوبندی مذہب" اور "دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف" میں حضرت تھانوی، حضرت گنگوہی وغیرہ پر جس طرح الزامات لگائے گئے اس طرح احمد رضا خان نے کبھی نہیں لگائے تو چاہئے کہ ان کتابوں کو بھی آگ لگا دی جائے کیا خیال ہے؟

(نمبر 2) چونکہ ماضی میں ہمارے اکابرین کی عبارات کا جواب مناظرہ بہاولپور، مناظرہ بریلی، مناظرہ سنبھل اور مباحثہ مونگیر وغیرہ میں دیا جا چکا ہے اور حجت تمام کی جا چکی ہے اور سوائے ان کھوپڑا خراب عقل سے پیدل علم سے مادر زاد یتیم رضاخانی مناظرین کے ساری دنیا نے ہماری دی ہوئی صفائی کو تسلیم کیا ہے، حتیٰ کہ کئی بریلوی علماء بھی ہمارے حق میں فیصلہ دے چکے ہیں مثلاً پیر کرم شاہ بھیروی، مولانا عبدالباری فرنگی محلی، مفتی خلیل خان برکاتی وغیرہ۔

لیکن دھاندلی باز رضاخانی مناظرین پے در پے شکستوں کے باوجود بھی "میں تو نہ مانوں" کی رٹ لگائے بیٹھے تھے لہذا اب ان چھچھوندر نما دھاندلی بازوں کو جواب دینے کی قطعاً ضرورت نہ تھی اور چونکہ مولانا حق نواز شہید رحمتہ اللہ علیہ کے زمانے تک رضاخانی کتب خاصی تعداد میں منظر عام پر آ چکی تھیں جن میں گستاخانہ عبارات موجود تھیں، لہذا اب وقت جواب طلب کرنے کا تھا اس لئے مولانا حق نواز جھنگوی رحمتہ اللہ علیہ نے یہ دعویٰ کیا کہ:

"بریلوی علماء گستاخ انبیاء ہیں" (مناظرہ جھنگ: ص ۷)

پس یہ کوئی بے اصولی نہ ہوئی بلکہ اسے بے اصولی کہنا رضاخانی موصوف کی دھاندلی ہے کہ وہ اپنے علماء کی گستاخانہ عبارات سے عوام الناس کی توجہ ہٹانے کے لئے اسے بے اصولی کہہ رہے ہیں، نیز اگر یہ بے اصولی تھی تو بریلوی مناظر اشرف سیالوی نے اسے قبول کیوں کیا؟ اس کا قبول کرنا بھی اس بات کی دلیل ہے کہ وہ اسے بے اصولی نہیں سمجھتے تھے، اب اگر اپنی شکست پر پردہ ڈالنے کے لئے آج کل کے چنڈو خان اسے بے اصولی کہنے لگ جائیں تو ہم ان کا کیا کر سکتے ہیں؟--کہ

"بے سبب ہوا غالب دشمن آسماں اپنا"

رضاخانی موصوف لکھتے ہیں کہ:

"دیوبندی اُصولی باتوں پر مناظرہ کرنے کی بجائے ان مسائل پر گفتگو کرنا شروع کر دیتے ہیں جن کی نوعیت اہلِ سنت و جماعت بریلوی کے نزدیک بھی درجہ جواز و استحباب کی ہے۔ جب ایسے مسائل پر دیوبندی شور و غوغا کرنا شروع کر دیں تو ظاہر ہے کہ اس کے جواب میں یہی کہا جائے گا کہ الا ✕ م فالا ✕ م کے تحت اُن مسائل پر گفتگو کریں جن کی وجہ سے علماء عرب و عجم نے اکابرین دیوبند کی تکفیر کی ہے لیکن دیوبندی اِس اُصولی اختلافی مسئلہ کو چھوڑ کر دوسری طرف بھاگنے کی کوشش کرتے ہیں تو ہم اُنہیں یہ سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں

کہ یہ دوسرے مسائل اُصولی اختلاف کے زمرے میں نہیں آتے ،تم اُس مسئلہ کی جانب توجہ دو جس کی وجہ سے بریلویت اور دیوبندیت کے درمیان ایک وسیع وعریض خلیج قائم ہوئی۔

قارئین کرام! اب آپ ہی بتائیں کہ کیا اتنا کہنے میں ہم کوئی بے اُصولی کی بات کرتے ہیں؟ کیا دیوبندیوں کی سینہ زوری نہیں ہے کہ اصول کو چھوڑ کر غیر اہم چیزوں پر بحث وتکرار اور محاذ آرائی کریں؟" (کشف القناع: ص ۳۰۴)

جواب:

(1) جن مسائل کو موصوف جواز واستحباب کے زمرے میں شامل کر رہے ہیں ان مسائل پر ہم اس لئے گفتگو کرنا چاہتے ہیں کہ ان مسائل کے منکر پر بھی یارلوگوں نے گستاخی اور منکر کمالات نبوی کے فتوے لگا رکھے ہیں، تو اس پر مناظرہ کیوں نہیں ہوسکتا؟

(2) یہ تو بالکل جھوٹ ہے کہ دیوبندی مناظرین عبارات پر گفتگو چھوڑ کر دوسرے موضوعات کو چھیڑنے لگتے ہیں، جب بھی رضاخانی مناظرین کو طبع آزمائی کا شوق چرایا ہمارے علماء نے ان کا شوق پورا کیا اور مناظرہ بہاولپور سے مناظرہ کٹیہار تک اور کٹیہار سے مناظرہ سردارگڑھ تک کے مناظرے اس کا منہ بولتا ثبوت ہیں، البتہ حاضر وناظر، علم غیب، مختار کل وغیرہ پر ہم اس لئے گفتگو کی دعوت دیتے ہیں کہ یہ ہمارے نزدیک اصولی اختلافات کے زمرے میں آتے ہیں۔

(3) حقیقت الامر یہ ہے کہ رضاخانی مناظرین اپنے خود ساختہ مسائل اور گستاخانہ عقائد وعبارات پر گفتگو سے پہلوتہی کرنے کے لئے کہ کہیں عوام الناس پر ہماری اصلیت نہ کھل جائے ہماری عبارات کو آڑ بنایا ہوا ہے اور جب بھی انہیں ان کے خود ساختہ مسائل اور گستاخانہ عقائد وعبارات پر گفتگو کی دعوت دی جائے فوراً اچھل پڑتے ہیں کہ اجی یہ کیسے گستاخ ہوسکتے ہیں؟ یا یہ تو اصولی اختلاف ہی نہیں اور کہیں غلطی سے میدان میں آگئے ہیں تو ان کا جو حشر ہوا بیان کرنے کی حاجت نہیں کہ

عیاں را چہ بیاں

مناظرہ سلانوالی سے مناظرہ کوہاٹ تک کے مناظرے اس کے گواہ ہیں۔

اس بات کا بھی جواب دیا جائے کہ عبارات پر اصولی اور عقائد پر فروعی اختلاف تو تمہارا دعوی ہے نا تو ہم اسے کیوں مانیں؟ اگر تم عبارات کو کفر کہتے ہو جس سے وہ اصولی اختلاف بن گیا تو تمہارے عقائد کو ہم کفر کہتے ہیں تو وہ اصولی اختلاف کیوں نہیں بنے گا؟

خلاصہ کلام یہ کہ یہ بالکل بے اصولی ہے کہ ایک طرف تو تم جن مسائل کو فروعی گردانتے ہو اس کے منکر کو گستاخ اور منکر کمالات نبوی بھی کہتے ہو اور جب مناظرے کی دعوت دی جائے تو فوراً ہماری عبارات کے آڑ میں پناہ ڈھونڈھنے لگتے ہو کہ اجی ہمارا اصولی اختلاف تو یہ عبارات ہیں

نہ رہی طاقت گفتار، اور اگر ہو بھی

تو کس امید پہ کہئے کہ آرزو کیا ہے

ضروری نوٹ: رضاخانی موصوف نے احمد رضاخان کی شکست اور فرار پر پردہ ڈالنے کی ناکام کوشش میں اور حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی وشیر اہلسنت ابن شیر خدا حضرت مولانا مرتضی حسن چاندپوری رحمہم اللہ کے متعلق جو طویل بکواس کی ہے اس کے

متعلق مختصراً عرض یہ ہے کہ اول تو حوالے موصوف نے اپنے گھر کے "اخبار الفقیہ" سے پیش کیے جو ہمارے لئے قطعاً قابل اعتبار و لائق التفات نہیں۔

ثانیاً یہ سارا مواد موصوف نے "فتوحات رضویہ" سے چوری کر کے کاپی پیسٹ کیا ہے جس اس کا تفصیلی جواب "فتوحات چاند پوری بجواب فتوحات رضویہ" میں مفتی نجیب اللہ عمر صاحب حفظہ اللہ دے چکے ہیں جو علامہ ساجد خان صاحب حفظہ اللہ کی کتاب "نواب احمد رضا خان حیات، خدمات اور کارنامے" میں بھی شامل ہے، لہذا وہیں ملاحظہ فرمائیں۔

ہم سے دفاع کا حق بھی چھینا جا رہا ہے

علامہ صاحب نے رضاخانی مولوی منشا تابش قصوری کی ایک عبارت کے پیش نظر سرخی قائم کی:

"ہم سے دفاع کا حق بھی چھینا جا رہا ہے"

اس کا جواب دیتے ہوئے چشتی لکھتا ہے کہ:

"اہل سنت و جماعت بریلوی نے کبھی بھی دیوبندیوں سے اپنے اکابرین کی گستاخانہ عبارات کے دفاع کا حق نہیں چھینا، بلکہ متعلقہ عبارات کے دفاع کا بھرپور موقع دیا ہے.......... حقیقت الامر یہ ہے کہ جب بھی اکابرین دیوبند کو کہا گیا کہ اپنی عبارات کی صفائی پیش کریں اور میدان مناظرہ میں آجائیں تو انہوں نے روایتی حیلہ سازیوں سے کام لیا"۔ (کشف القناع: ص ۳۰۵)

جواب:

جھوٹ بھی بولا تو اتنا سفید!! مولوی حسن علی رضوی لکھتا ہے:

"اگر سیدنا اعلیٰ حضرت... سیدی محدث اعظم اور دیگر اکابر اہلسنت نے محض جھوٹی تہمتیں لگائی تھیں تو پھر...... مولوی منظور سنبھلی صاحب، مرتضیٰ حسن صاحب در بھنگی چاند پوری، عبدالشکور کاکوروی صاحب، ابوالوفا شاہجہانپوری صاحب، سلطان حسن سنبھلی صاحب، نور محمد ٹانڈوی صاحب مولوی یٰسین صاحب سرائے خامی، مولوی غلام خاں راولپنڈی، مولوی حسین علی صاحب واں بچھروی نے جگہ جگہ مناظرے کیوں کیے...؟"

(مناظرہ بریلی کی مفصل روئیداد: ص ۳۰)

سوال یہ ہے کہ اگر واقعی میدان مناظرہ میں آنے کے لئے دیوبندی علماء نے روایتی حیلہ سازیوں سے کام لیا تو پھر اتنے سارے مناظرے کیسے وجود میں آگئے؟ اور پھر دلچسپ بات یہ ہے کہ "روئیداد مناظرہ بریلی" میں مولوی سردار احمد گورداسپوری کی ایک تحریر ہے جس میں موصوف نے لکھا ہے کہ:

"مولوی منظور صاحب کا چیلنج مناظرہ فقیر کو بغیر نظر و فکر منظور ہے" (دیکھو: ص ۱۲۲)

چیلنج قبول ہے کا مطلب اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ مولانا منظور نعمانی رحمتہ اللہ علیہ نے پہلے چیلنج دیا تھا اسی طرح "مناظرہ ہلدوانی" کے متعلق رضاخانی مولوی عبدالستار ہمدانی لکھتا ہے:

"مولوی (یٰسین صاحب) خام سرائی نے ہلدوانی کے سنیوں کو چیلنج دیا کہ اگر تمہاری جماعت میں مجھ سے ٹکر لے سکے ایسا کوئی عالم ہے تو اسے بلاؤ، میں اس کی گت بگاڑ کے رکھ دونگا"۔ (مناظرہ ادری: ص ۸)

اور ”روئیداد مناظرہ جھنگ“ میں بھی یہی لکھا ہے کہ:

”مولوی حق نواز صاحب نے پھر لاؤڈ اسپیکر پر چیلنج کیا اور مطالبہ کیا کہ خطیب مسجد پرانی عید گاہ خود لاؤڈ اسپیکر پر میرے چیلنج کو قبول کرنے کا اعلان کرے ورنہ میں ان کی شکست کا اعلان کر دوں گا اور ساتھ ہی یہ شیخی بگھاری کہ ابھی ابھی شرائط طے کر وا ور کل مناظرہ ہوگا“۔

(ملاحظہ ہوں، ص ۷)

ایک اور رضاخانی لکھتا ہے:

”علامہ قاضی احسان الحق صاحب (مدظلہ العالی) کا بیان ہے کہ غالباً رنگون ہی کے وہابیوں نے تنگ آ کر مناظرے کا چیلنج دے دیا“۔

(مجاہدِ شیر بیشۂ اہل سنت، مناظرہ پنجاب: ص ۸۱)

مولوی ذوالفقار خان نعیمی رضاخانی لکھتا ہے:

”۱۴/محرم ۱۳۲۶/ ۱۷ فروری ۱۹۰۸ء کو دیوبندی مکتبہ فکر کے ایک ادنیٰ سے مولوی مدرسہ امدادیہ دربھنگلہ کے مدرس اول جو بعد میں دارالعلوم دیوبند کے ناظم تعلیمات بنائے گئے تھانوی صاحب کے دفاع میں تھانوی صاحب کے خود ساختہ وکیل کی حیثیت سے اعلیٰ حضرت سے مقابلہ آرائی کے لئے میدان میں اتر پڑے اور اپنی تعریفات وتعلیوں پر مشتمل ایک طویل خط لکھ ڈالا اور اس میں اعلیٰ حضرت کو دعوت مناظرہ بھی دے بیٹھے“۔ (فتوحات رضویہ: ص ۶۲)

کہنے کا مطلب یہ ہے کہ ان حوالہ جات سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ علمائے دیوبند خان صاحب بریلوی کے الزامات کی صفائی دینے کے لئے ہمہ وقت تیار بلکہ بے تاب رہتے تھے اور اسی مقصد کے لئے جگہ جگہ مناظرے کا چیلنج خود ہی دیا کرتے تھے، پھر بھلا کیسے تسلیم کیا جا سکتا ہے کہ علمائے دیوبند نے روایتی حیلہ سازیوں سے کام لیا؟ پھر رضاخانی کا کہنا ہے کہ علمائے بریلویہ نے علمائے دیوبند کو دفاع کا بھرپور موقع دیا، لیکن مندرجہ بالا حوالہ جات سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ بریلویوں نے موقع دیا نہیں بلکہ علمائے دیوبند کے مسلسل چیلنجوں اور دباؤ کی وجہ سے موقع جھک مار کر دینا پڑا۔

رضاخانی کا اوندھا استدلال

رضاخانی نے اپنی اوندھی عقل کو بروئے کار لاتے ہوئے اپنے اس دعوے کے ثبوت میں کہ ”علمائے دیوبند نے روایتی حیلہ سازیوں سے کام لیا“ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ملفوظ نقل کیا:

”بریلی والوں سے میں نے کہا میں مناظرہ کروں تو کوئی مضائقہ نہیں (یعنی مناظرہ کرنے کو تیار ہوں) لیکن کوئی منصف یا حکم بھی ہونا چاہئے اور وہ حکم عالم ہوگا یا جاہل اگر جاہل ہوا تو محاکمہ (فیصلہ) کیسے کرے گا اور اگر عالم ہے تو یا تو تمہارا ہم عقیدہ ہوگا یا میرا، پھر فیصلہ کیسے کرے گا پھر جب ایسا کوئی منصف نہیں تو نتیجہ کیا ہوگا اس کا کوئی شخص جواب نہ دے سکا“ کلمۃ الحق، ص ۱۰۰

یہ ملفوظ نقل کر کے نتیجہ نکالا کہ:

”تھانوی صاحب نے اپنا منظور نظر منصف اور حکم نہ ملنے کی علت کی وجہ سے مناظرے سے گریز کیا“۔ (کشف القناع: ص ۳۰۵)

جواب:

یہ اس کی نری جہالت ہے حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی بات کا وہ مطلب ہر گز نہیں جو اس رضا خانی نے نکالنے کی کوشش کی ہے بلکہ حضرت نے جاہل ضدی اور ہٹ دھرم مناظرین سے بچنے کی ایک تدبیر بتائی ہے وہ بھی اس لئے کہ رضا خانیوں کے بیمار الامت احمد یار گجراتی لکھتے ہیں:

”اس زمانہ میں مناظرے کا انجام اکثر ضد اور ہٹ دھرمی کے سوا کچھ نہیں لہذا حتی الامکان پرہیز کرنا چاہئے“۔

(حیات حکیم الامت: ص ۱۸۱)

اور ظاہر ہے کہ رضا خانیوں سے بڑا ضدی اور ہٹ دھرم اور کوئی نہیں اور ان کے امام کو تو ضد اور ہٹ دھرمی کے فن میں مہارت تامہ حاصل تھی ،لہذا ان ہٹ دھرموں کا بہتر علاج اس تدبیر سے ہی کیا جاسکتا ہے

خان صاحب بریلوی کی حیلہ سازیاں

رضا خانی نے اپنے گھر کے ”اخبار الفقیہ“ سے چند اقتباسات نقل کر کے لکھا:

”اعلی حضرت تو ساری زندگی مبارک اس بات کے خواہ رہے کہ دیوبندی اکابرین میدان مناظرہ میں کسی بھی طرح آجائیں اور اپنی گستاخانہ عبارات پر مکالمہ ومناظرہ کریں“....الخ (کشف القناع: ص ۳۱۳)

جواب:

یہ بھی بالکل جھوٹ ہے خان صاحب بریلوی نے تو ساری زندگی بہانے بازی میں گزاری ہے فتوحات رضویہ کا حوالہ گزر چکا کہ مولانا مرتضی حسن چاند پوری نے خان صاحب کو طویل خط لکھ کر چیلنج مناظرہ دیا ۔اب اسی میں آگے لکھا ہے کہ:

”اعلی حضرت نے مولوی مرتضی کے خط کا جواب دینا ضروری نہیں جانا“۔(فتوحات رضویہ: ص ۶۳)

یعنی چیلنج قبول نہیں کیا، یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ حضرت مولانا مرتضی حسن چاند پوری رحمتہ اللہ علیہ خان صاحب کو للکارتے رہے کہ

ادھر آستم گر ہنر آزمائیں
تو تیر آزما ہم جگر آزمائیں

مگر بیچارے خان صاحب کے پاس ہنر ہی کہاں تھا کہ تیر آزماتے؟ وہ تو ساری زندگی یہی راگ الاپتے رہے کہ فلاں ہمارے سامنے طفل مکتب کی حیثیت بھی نہیں رکھتا فلاں تو لائق خطاب ہی نہیں ۔ یہ بھی عجیب بات ہے کہ مولانا منظور نعمانی رحمتہ اللہ علیہ تو بریلی کے ایک معمولی مدرس سردار لائلپوری سے مناظرہ کریں، حضرت مولانا یٰسین صاحب رحمتہ اللہ علیہ ۸۰ سال کی عمر میں ۱۹ سالہ طالب علم حشمت علی رضوی سے مناظرہ کریں مگر خان صاحب دار العلوم دیوبند کے ناظم تعلیمات کو طفل مکتب کہہ کر فرار لے لیتے ہیں ،شاید خان موصوف امام مہدی کے انتظار میں تھے کہ وہی آ کر گفتگو کریں گے تو ہم میدان میں آئیں ۔ پھر حضرت چاند پوری سے جان چھڑانے کے لئے کہنے لگے ہم صرف تھانوی صاحب سے مناظرہ کریں گے مگر جب حضرت تھانوی رحمتہ اللہ علیہ نے چیلنج قبول کیا تو ہوا خارج ہوگئی اس سلسلہ میں حضرت مولانا مرتضی حسن چاند پوری رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

”حضرت تھانوی رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھ مناظرہ سے احمد رضا خان صاحب کا فرار:

احمد رضا خان صاحب کے عائد کردہ اِس قسم کے سنگین الزامات کے بعد اکابر علماء دیوبند کے خُدام نے جوابات دینے شروع کیئے اور ان بیہودہ الزاموں اور بہتانوں سے اپنی اور اپنے اکابر کی صفائی اور برأت بیان کرنی شروع کی تو احمد رضا خان صاحب نے مناظرہ کا چیلنج دینا شروع کر دیا اور جب علماء دیوبند نے مناظرہ کا چیلنج قبول کیا تو احمد رضا خان صاحب نے راہِ فرار اختیار کرنے کے لئے ہاتھ پیر مارنا شروع کیئے اور سوچ بچار کے بعد یہ شرط عائد کر دی کہ مُجھ سے مناظرہ کے لئے صرف مولوی اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو لاؤ، ان کے علاوہ کسی اور دیوبندی عالم سے ہم مناظرہ کے لئے تیار نہیں ہیں۔

درحقیقت احمد رضا خان صاحب کا مقصد اِس شرط کے عائد کرنے سے یہ تھا کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ چونکہ صوفی منش، خلوت پسند، گوشہ نشین اور آج کل کے مناظروں سے متنفر ہیں اِس لئے وہ مجھ سے مناظرہ کرنے پر آمادہ نہ ہوں گے اور اِس طرح میری جان مناظرہ سے بچ جائے گی "نہ نو من تیل ہوگا نہ رادھا ناچے گی" اور میرے مکروفریب اور دجل وتلبیس پر بھی پردہ پڑا رہے گا اور ساتھ ہی اِس شرط کے ساتھ مشروط مناظرہ کا چیلنج بار بار دے کر متحدہ ہندوستان کی فضاء میں ایک ارتعاش بھی پیدا کیئے رکھوں گا لیکن چودھویں صدی کے اِس نام نہاد مجدد کو یہ معلوم نہ تھا کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی گوشہ نشینی اور خلوت پسندی صرف اور صرف "حق" کی خاطر ہے اور اگر "حق" ہی اُنہیں میدان میں آنے کی دعوت دے تو پھر وہ کیوں کر حق کی خاطر میدان میں آنے سے گریز کریں گے؟

احمد رضا خان صاحب کو معلوم ہونا چاہئے تھا کہ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ ایسے حضرات صرف اور صرف "حق" کے متبع اور پیروکار ہوتے ہیں اگر "حق" اُنہیں خلوت میں لے گیا تو وہ خلوت میں چلے گئے اور اگر "حق" اُنہیں میدان میں لے آیا تو فوراً میدان میں آگئے ایسے حضرات کی ذاتی رضا اور رغبت کُچھ نہیں ہوتی وہ "حق" کے سامنے بلکل ایسے ہی ہوتے ہیں جیسے "مردہ بدست زندہ"

چنانچہ ایسا ہی ہوا اہالیان "بلند شہر" نے ۱۳۲۸ھ؛ ۱۹۱۰ء کے آخر میں بریلویوں کی روز روز کی بک بک سے تنگ آ کر یہ فیصلہ کیا کہ احمد رضا خان صاحب اور علماء دیوبند کے درمیان ایک مناظرہ کا اہتمام کرنا چاہیے تاکہ ہم ایسے جاہلوں کے سامنے "حق" واضح ہو جائے اسی سلسلہ میں اُنہوں نے دیوبند خط لکھا چنانچہ دیوبند سے حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی دستخطی تحریر "بلند شہر" پہنچ گئی کہ ہم مناظرہ کے لئے بلکل تیار ہیں آپ حضرات احمد رضا خان صاحب کو تیار کر کے جلد اطلاع دیں لیکن احمد رضا خان صاحب نے جس طرح وہاں سے فرار اختیار کیا اُس کی روئیداد لائق مطالعہ ہے "بلند شہر" کے اِس واقعہ کی مکمل روئیداد رسالہ "قاصمۃ الظہر فی بلند شہر" میں موجود ہے ضرور ملاحظہ فرمائیں" - (رسائل چاند پوری، جلد ۲ ص ۱۶، ۱۷)

یہ تھی خان صاحب کے دعوت مناظرہ کی حقیقت ممکن ہے رضاخانی کہے کہ یہ تو مولوی مرتضی کا حوالہ ہے جو ہمارے لئے معتبر نہیں، تو جب آپ ہمارے خلاف اپنے ہی اخبار الفقیہ کا حوالہ پیش کر سکتے ہیں تو ہم کیوں نہیں؟ لیکن ہم اتمام حجت کیلئے ایک رضاخانی معتبر حوالہ پیش کر کے دکھا دیتے ہیں کہ خان صاحب کس قسم کے مناظر تھے؟۔ بریلوی جماعت کے معتبر عالم مولانا معین الدین اجمیری (ان کے نام کے ساتھ رضاخانی نے بھی "مولانا" اور کلمہ ترحم لکھا ہے) وہ لکھتے ہیں:

"علماء بدایوں نے جب تقریری مناظرے کی بنیاد ڈالی اور ایک بار نہیں دو بار نہیں بلکہ آٹھ بار اشتہار طبع کرا کر مختلف طریقوں سے اعلیحضرت کو ابھارا خطوط علیحدہ لکھے، تمام جلسہ کا بار صرف اپنے ذمہ لیا جن علماء کو مدعو کرنا تھا ان کے نام تک ایک طویل اشتہار کے ذریعہ شائع کر دیئے، شرائط مناظرہ ایسے قرار دیئے جو اگرچہ علماء بدایوں کے حق میں نہایت بار گراں تھے اور اعلیحضرت کے حق میں نہایت ہلکے

اور خفیف پھر اس قدر اس میں سہولت کا اور اضافہ کر دیا کہ آپ بذات خاص نہ سہی آپ کے خوشہ چیں بزرگ ہی مناظرہ کے میدان میں آجاویں، کہ ان پر الزام بعینہ آپ پر الزام ہو غرض جو باتیں ان ہونی تھیں وہ بھی علماء بدایوں نے مناظرے کی خاطر اختیار کیں، اور دوسری طرف اعلیحضرت کو غیرت پر غیرت دلائی، مگر! احیائے سنت کے مدعی اعلیحضرت! سو شہیدوں کا اجر تقسیم کرنے والے اعلیحضرت! دنیا بھر کو اپنی مجددیت منوانے والے اعلیحضرت! ایک عالم کی تکفیر کرنے والے اعلیحضرت! مناظرہ کے لئے آمادہ نہ ہوئے پر نہ ہوئے اور نہ کسی کو اپنا قائم مقام کیا"۔ (تجلیات انوار المعین: ص ۳)

اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ جو شخص اپنے ہم مذہب مولویوں سے فروعی مسائل میں مناظرے سے بھاگتا رہا وہ بھلا علمائے دیوبند کے مقابلے میں کب ٹک سکتا تھا؟ اس کے باوجود ظفر الدین بہاری جیسے خان صاحب کے چیلے چپاٹے کہتے رہے کہ:

"کسی کی کیا مجال جو حضور سے ہوں کر سکے حضور ایسے اور ویسے پہلے کوئی حضور کے ہم رتبہ تو ہو لے پھر کہیں مناظرہ کی ہوس کرے"۔ (تجلیات انوار المعین: ص ۳)

اس کے جواب میں مولانا اجمیری لکھتے ہیں:

"مطلب یہ کہ نہ نو من تیل ہوگا نہ رادھا ناچے گی، اللہ اکبر! پہلو بچانے کے کیا زبردست داؤ گھات چودھویں صدی کے مجدد نے ایجاد کئے ہیں کہ تمام عالم کی تکفیر و تفسیق کے بعد بھی کسی کے ہتھے نہ چڑھے، اور گھر میں بیٹھ کر تمام میدان جیت لئے" (تجلیات انوار المعین: ص ۳)

بہر حال یہ ہے خان صاحب کے دعوت مناظرہ اور حیلہ سازیوں کی مبنی بر حقیقت کہانی جو بریلوی جماعت کے مستند عالم کی زبانی آپ نے سنی۔

مولوی حامد رضا خان اینڈ کمپنی کی حیلہ سازیاں

رضا خانی لکھتا ہے کہ اعلیٰ حضرت کے بعد حامد رضا خان بھی اپنے دور میں تھانوی صاحب کو مناظرے کے لئے بلاتے رہے مگر تھانوی صاحب میدان مناظرہ میں نہ آئے"۔ (ملخصاً، کشف القناع: ص 314)

جواب:

اس کی حقیقت بھی بالکل ویسی ہی ہے جیسی خان صاحب کی بیان ہو چکی، یہ مولوی صاحب حیلہ سازیوں کے سلسلہ میں بالکل اپنے والد پر گئے ہیں، آسان لفظوں میں جیسا باپ ویسی اولاد۔ اس کی حیلہ سازی اور ڈرامے بازی کو مولانا منظور احمد نعمانی رحمۃ اللہ علیہ سے سنئے:

"واقعہ یہ تھا کہ درؤ اور سنبھل وغیرہ کے مناظروں کے بعد بریلوی فتنہ انگیزوں سے ایک اہم مناظرہ ۱۵ شوال کو لاہور میں ہونے کے لیے طے پایا گیا اسکی اہمیت یہ تھی کہ دیوبندی بریلوی نزاع کی تاریخ میں پہلی بار فریقین اس بات پر متفق ہوئے تھے کہ مناظرے میں کسی کو حکم اور جج بنایا جائے اور اسکا فیصلہ اس قضیہ کو جو ہندوستانی امت مسلمہ کے لیے نہایت مہلک اور اضطراب انگیز ہے ہمیشہ کے لیے ختم کر دے اور اسی مقصد کے لیے تین ناموں پر فریقین کا اتفاق بھی ہو گیا یہ نام تھے ڈاکٹر سر محمد اقبال، مولانا اصغر علی روحی سابق پروفیسر اسلامیہ کالج لاہور اور شیخ صادق بیرسٹر یٹ لاء امرتسر ڈاکٹر علامہ اقبال کے مرتبے اور مقام کے بارے میں تو کچھ کہنے کی ضرورت ہی نہیں باقی دونوں حضرات بھی اپنے زمانے میں خاص کر پنجاب کے علاقے میں نہایت موثر اور معزز شخصیتوں کے مالک تھے اس لئے اس عاجز کی نظر میں

یہ ہونے والا مناظرہ مسلمانان ہند کی تاریخ کا ایک یادگار ورق بننے جا رہا تھا اور لازم تھا کہ کوئی چیز اس کی راہ میں اپنے امکان بھر حائل نہ ہونے دی جائے چنانچہ بریلوی فریق کی ایک ایسی شرط بھی اس سلسلے میں منظور کی گئی جس کا کوئی جواز بھی ان کے لیے نہ تھا اور ہمارے لیے اس کا پورا کرنا بھی آسان نہ تھا۔

شرط یہ تھی کہ جس طرح وہ اپنے لیے طے کرتے ہیں کہ ان کی طرف سے مناظر مولوی حامد رضا خان صاحب ہونگے یا ان کا وکیل اسی طرح ہم اہل دیوبند کی طرف سے بھی یہ مانا جائے کہ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی مناظر ہونگے یا ان کا وکیل۔

ہماری طرف سے بھی مناظر کا نام ہمارا مقابل فریق طے کرے ایسی عجیب وغریب بات شاید ہی کبھی کسی کے سننے میں آئی ہو اور پھر جو نام تجویز فرمایا گیا تھا یعنی مولانا اشرف علی تھانوی اور ان کے بارے میں دنیا جانتی تھی کہ بریلوی جماعت کے معاندانہ اور ہٹ دھرمانہ رویوں کا تجربہ فرمانے کے بعد حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اصولوں کی رو سے انکو کبھی قابل خطاب ہی نہ سمجھا تھا پس بذات خود ان کے مقابلے میں مناظر بننے کے لیے لاہور تشریف لانے کا تو سوال ہی کیا تھا، اپنی طرف سے کسی کو وکیل اور مجاز بنادیں یہی مشکل بات تھی بظاہر اس قطعی نامعقول شرط کی وجہ یہی تھی کہ یہ بریلوی حضرات سمجھتے تھے کہ مولانا تھانوی صاحب خود تو کیا آویں گے وہ اپنا وکیل بھی کسی کو بنانے کے لیے تیار نہیں ہونگے پس مناظرہ ہی نہ ہوگا اور ان کی یہ کوشش (کہ مناظرہ ٹل جائے) اس لیے ہونی ہی چاہیے تھی کہ یہ جج اور حکم والی ہماری شرط انہوں نے بظاہر مان تو لی تھی مگر یہ ان کے مان لینے کی بات نہ تھی اس لئے کہ اکابرین دیوبند کے خلاف ان کی تکفیری مہم کے کسی غلط فہمی اور سنجیدگی پر مبنی ہونے کی علامت نہیں پائی جاتی تھی اس کے برعکس تمام علامتیں اس بات کی تھیں کہ یہ ایک سوچے سمجھے کاروبار والی مہم ہے لیکن یہاں چونکہ یہ طے کرلیا گیا تھا کہ کچھ بھی ہو اس تاریخی موقع کو ضائع نہیں ہونے دینا ہے اس لیے جب بریلوی فریق اپنی اس نادر شرط کے بارے میں کچھ سننے کو تیار نہ ہوا تو یہ بھی مان لی گئی اور سوچ لیا گیا کہ ان شاء اللہ حضرت حکیم الامت (تھانوی) رحمۃ اللہ علیہ معاملے کی اس خاص نوعیت کے پیش نظر خام کی بات قبول فرمالیں گے اور ہم میں سے کسی کے نام کا وکالت نامہ تحریر فرمادیں گے۔

الحمد للہ کہ یہ توقع پوری ہوئی اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے حسب ذیل وکالت نامہ تحریر فرمادیا۔

مقام تھانہ بھون

۵ رمضان ۱۳۵۲

بعد حمد وصلوۃ جس دینی کلام سے کسی کو خطاب کیا جاوے وہ اگر محض تبلیغ ہے تو عبادت ہے اور ایک صورت ہے اس کے بعد اگر مخاطب محض تحقیق حق کے لیے کوئی سوال کرے تو اسکو جواب دینا بھی عبادت ہے اور یہ دوسری صورت اور ان دونوں خدمتوں کیلئے ہر مسلمان جن میں احقر بھی ہے حاضر ہے اور اگر محض جدال ہی مقصود ہے تو اس کو جواب نہ دینا اور اعراض کرنا بھی جائز ہے اور اس سکوت میں جو مذبذبین کے ضرر کا شبہ ہوتا ہے تو اس ضرر کا خود مذبذبین کی تفہیم سے دفع کرنا ممکن ہے خواہ ابتدأً یا ان کے سوال کے بعد اور میرا یہی مذاق ہے۔

اس تمہید کے بعد عرض ہے کہ رسالہ ”حفظ الایمان“ مؤلفہ احقر پر اعتراض کرنے والوں کے متعلق میرا عمل ہمیشہ سے اپنے مذاق کے موافق رہا ہے کہ نفس مسئلہ کی تبلیغ اور مترددین کی تشفی کے لیے خود رسالہ ”حفظ الایمان“، ”بسط البنان“ ”تغیر العنوان“ لکھ چکا اور معاندین کو کہیں خطاب نہیں کیا مگر بعض احباب بعض مواقع میں دوسرے مذاق پر عمل کرنے کو نافع سمجھتے ہیں اور ان بعض مواقع پر بعض حالات کے اقتضاء سے اس کی نافعیت میں اسکی حاجت ہے کہ اس تفہیم کے لیے میں کسی کو اپنا وکیل بنادوں اس لئے سردست میں اپنی طرف سے

اس تفہیم کے لیے ان بزرگوں کو اپنا وکیل بناتا ہوں :

''حضرت مولانا حسین احمد صاحب فیض آبادی، جناب مولانا محمد منظور صاحب سنبھلی، مولانا ابوالوفا صاحب شاہجہانپوری، مولانا محمد اسماعیل صاحب سنبھلی، دام فیضہم جمیعاً۔

اللہ تعالیٰ ان کے ارشاد و تفہیم میں نفع و برکت بخشے۔

ان ارید الا الاصلاح ما استطعت وما توفیقی الا باللہ۔

کتبہ اشرف علی تھانوی حنفی چشتی''۔

یہ وکالت نامہ لے کر یہ خاکسار (محمد منظور نعمانی) اور مولانا ابوالوفا صاحب نیز مولانا اسماعیل صاحب سنبھلی (رحمۃ اللہ علیہما) تاریخ مناظرہ سے تین چار دن پہلے ہی لاہور پہنچ گئے۔

جیسا کہ ابھی عرض کیا گیا کہ دیوبندی مناظر کے لئے حضرت حکیم الامت کی طرف سے وکالت نامے کی شرط لگانے کا مقصد سوائے اسکے کچھ نہیں ہوسکتا تھا کہ یہ شرط پوری نہ ہوسکے گی، اور اس طرح اس مناظرے سے جان چھوٹ جائے گی جس میں ایسے معروف و مؤقر اور معتمد حضرات کو حکم بنانا مان لیا گیا ہے، اس اندازے کی پوری تصدیق ہم لوگوں کے لاہور پہونچنے پر اس طرح ہوگئی کہ وکالت نامہ سامنے آجانے پر مناظرے سے دو دن پیشتر بریلوی حضرات کا ایک وفد جس میں مولوی حشمت علی صاحب مولوی عبدالحفیظ صاحب اور مولوی سید محمد صاحب ناظم حزب الاحناف وغیرہ شامل تھے ہمارے پاس آیا اور ایک نئی شرط یہ عائد کی کہ اس وکالت نامے کی تصدیق جماعت دیوبند کے دو مستند عالموں کو کرنی ہوگی ہم نے تو ہر قیمت پر مناظرہ ہوجانا طئے کیا ہوا تھا، اس لئے جب ان کو بضد دیکھا تو اس کو بھی مان لیا۔ یہاں بھی ان کو ناکامی ہوئی اور مناظرہ رہ جانے کا بہانہ نہ مل سکا تو اگلے دن ایک نیا شگوفہ کھلایا، کہ مناظرہ کی جگہ کے سلسلے میں اگرچہ یہ طے ہوچکا تھا اور تحریر میں آچکا تھا کہ جج صاحبان اگر مجمع عام والے مناظرے میں حصہ لینے کو تیار نہ ہوئے تو بس ایک ایک مناظر اور دس دس معین مجلس مناظرہ میں شریک ہوں گے مگر جب ان جج صاحبان نے اس تجویز اور معاہدے کی روح اور اسپرٹ کے مطابق یہ بھی چاہا کہ مناظرے کی مجلس کسی تخلئیے کی (پرائیویٹ) جگہ میں ہو نہ کہ کسی ایسی جگہ پر کہ جہاں عام مجمع ہوسکتا ہو تو اِن حضرات نے ان کی اس بات کو ماننے سے انکار کردیا اور بغیر ہمارے مشورے یا علم و اطلاع کے اشتہار شائع کردیا کہ مناظرے کا مقام مسجد وزیر خاں ہوگی جو کہ لاہور میں بریلوی حضرات کا مرکز تھی مزید برآں بلکل خلافِ واقعہ طور پر یہ بھی شائع کیا علامہ اقبال اور مولانا روحی نے کسی حالت میں بھی ثالثی کرنے سے انکار کردیا ہے جس کی تردید خود اِن دونوں حضرات کی طرف سے اخبارات اور اشتہارات میں نکلی ہم نے اس سب کے باوجود طے کئے رکھا کہ مناظرے سے انکار ہمیں نہیں کرنا ہے چنانچہ ۱۵ شوال کی مقررہ تاریخ کو ہم لوگ اُن حضرات کے شائع کردہ اشتہار کے مطابق مسجد وزیر خاں میں پہنچ گئے۔

اب مجمع عام میں حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا وکالت نامہ پیش کیا گیا تو دو مستند دیوبندی علماء کی طرف سے اسکی تصدیق والی بریلوی شرط پوری کرنے کے لئے انہی حضرات کی طرف سے لئے گئے ناموں کے مطابق حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوری اور مولانا عبدالحنان خطیب آسٹریلیا مسجد نے وہیں اسکی تصدیق تحریراً کردی۔

یہ قصہ میں اتنی تفصیل کے ساتھ اسلئے لکھ رہا ہوں کہ اپنے رنگ کا ایک غیر معمولی عبرت انگیز قصہ ہے قصہ ہے شیطان کے کسی پر مسلط ہوجانے کا کہ جب بدقسمتی سے ایسا ہوجاتا ہے تو پھر ایک فرد یا ایک گروہ کیسی کیسی ناقابل تصور باتیں بے دھڑک کرسکتا ہے اِس تصدیقی تحریر

کی بات سامنے آنے کے بعد کسی کے ذہن میں کوئی شبہ اِس بارے میں نارہا ہوگا کہ اب مناظرہ کی بساط بچھ گئی ہوگی مگر نہیں، اب ایک نیا مطالبہ ہوا اور وہ یہ کہ لاہور کے دیوبندی علماء تحریر دیں کہ ہم محمد منظور کو مولانا اشرف علی تھانوی صاحب کا وکیل تسلیم کرتے ہیں مطلوبہ تحریر کی یہ عبارت مولوی حامد رضا خان صاحب اور مولوی نعیم الدین مراد آبادی کی تجویز فرمودہ تھی جو ان کی طرف کے صدر جلسہ جناب مولوی سید حبیب صاحب ایڈیٹر اخبار سیاست لاہور کے ذریعہ ہم لوگوں تک آئی کسی بھی معقول آدمی کے ذہن میں کوئی تک اِس مزید مطالبے کی آسکتی ہے؟ مگر اس کی نامعقولیت سے بھی صرف نظر کر کے موجود علماء دیوبند کی طرف سے تحریر دیدی گئی تاکہ کسی طرح تو مناظرہ ہو اور اسی لئے یہ ان کی مضحکہ خیز بات بھی قبول کر لی گئی کہ مولوی حامد رضا خان صاحب جو بریلوی جماعت کے سربراہ تھے وہ مناظرے میں تشریف تو رکھیں گے، مگر مناظرہ ان کی طرف سے اُن کے وکیل کی حیثیت سے مولوی حشمت علی صاحب کریں گے اِس لئے موصوف نے تحریر عطا فرمائی کہ:

"میں لاہور کے فیصلہ کن مناظرے کے لئے اپنی طرف سے مولوی حشمت علی صاحب سلمہ کو اپنا وکیل مطلق بناتا ہوں وکیل موصوف کا قول، قبول، عدول سب میرا ہے اور اُنکی فتح وشکست میری فتح وشکست ہے"

یہ مرحلہ طے ہونے کے بعد اب اِس عاجز کے اور مولوی حشمت علی صاحب کے درمیان مناظرے کے طریق کار پر باضابطہ گفتگو شروع ہوئی اور اِس سلسلے میں میری یہ شرط مولوی صاحب موصوف نے مان لی کہ مناظرے میں مدعی کی پوزیشن میری ہوگی لیکن اس کے بعد اپنے لئے وہ حق طلب کیا جو فن مناظرہ کی اصطلاح میں "مجیب" کا حق ہوتا ہے یعنی بحث میں آخری اور اختتامی تقریر کا حق حالانکہ اِس حق کے اُصول وقواعد کی رو سے یہ حق مدعی کا ہوتا ہے اور اسی کو اصطلاحی مجیب کی پوزیشن حاصل ہوتی ہے موصوف نے اس میں بحث کرنی چاہی تو ان کو اِس فن کی مستند اور مسلم کتاب رشیدیہ دکھائی گئی جس کا اُن کے پاس کوئی معقول جواب نہ تھا اور نہ ہوسکتا تھا لیکن وہ اپنی بے قاعدہ ضد سے باز آنے کے لئے تیار نہ تھے حتیٰ کہ اُنکی طرف سے صدر جلسہ نے مجبور ہو کر اس عاجز ہی سے پوچھا کہ اچھا تو اب کیسے اس نزاع کا فیصلہ ہو؟ تب اُن سے عرض کیا گیا کہ پروفیسر مولانا اصغر علی صاحب روحی جن کا نام آپ حضرات ہی کی تحریک پر ججوں میں شامل ہوا تھا میں اِس معاملہ میں اُن کو حکم تسلیم کرتا ہوں وہ فیصلہ فرمادینگے میں قبول کرلونگا لیکن مولوی حشمت علی صاحب اسکو قبول کرنے کے لئے بھی آمادہ نہ ہوئے حتیٰ کہ پہلا دن تمام ہوگیا۔

دوسرا دن (۱۶ شوال ۱۳۵۲ھ) پھر اسی بحث سے شروع ہوا اِس دن بریلوی فریق کے صدر جلسہ محمد شاہ صاحب تھے اِس بحث کے سلسلے میں اس عاجز کے دلائل سننے کے بعد موصوف نے فرمایا کہ میں اگر مناظر ہوتا تو آپ کی بات مان لیتا مگر اپنے مناظر کو میں اس کے لئے مجبور نہیں کرسکوگا اور اسکے بعد انھوں نے سمجھوتے کی ایک تجویز پیش کی کہ مناظرے میں چونکہ چار بحثیں ہونا ہیں اسلئے سمجھوتے کے طور پر اُسے قبول کرلیا جائے کہ دو بحثوں میں ایک فریق مجیب ہو اور دوسری دو میں دوسرا فریق ہم لوگوں نے اُسے بھی قبول کیا اور چار میں سے دو بحثوں میں آخری تقریر کا حق مولوی حشمت علی صاحب کے لئے بلکل خلاف قاعدہ طور پر مان لیا۔

مگر شرطوں کی زنبیل خالی ہونے کا نام نہیں لیتی تھی اب ایک اور شرط پٹارے سے نکل آئی کہ تقریریں لفظ بہ لفظ لکھی جائے اور اصل مؤکلین کے دستخط اُن پر کرائیں جائے اسے بھی مان لیا گیا یعنی مناظرے کو ٹالنے کا یہ حیلہ بھی ناکام بنادیا گیا تو پھر ایک اور شرط نکلنے لگی مجبوراً اب اِس عاجز نے کہا کہ شرطوں کا قصہ ختم کیجئے میں بلاشرط مناظرہ شروع کرتا ہوں اور یہ کہہ کر خطبہ مسنونہ سے آغاز کرکے مولوی احمد رضا خان کے مرتب کردہ فتوائے حسام الحرمین کے خلاف اپنے دعوے کی تقریر شروع کردی اور اسی تقریر کا جواب بریلوی سمت سے اس ہنگامہ آرائی

اور شور و شر کے ذریعہ دیا گیا جس نے پولیس کو مداخلت کرنے اور مناظرہ کا پروگرام ختم کرا دینے پر مجبور کیا یعنی مناظرہ بہر حال نہیں ہو سکا۔

اِس کے بعد عاجز لاہور سے واپس ہو کر جو ۲۰ شوال کو مراد آباد پہنچا تو اِس مناظرے سے متعلق بریلوی فتح مبین کے پوسٹر لگے ہوئے تھے یا للعجب۔ یہ اکابر بریلویت مولوی حامد رضا خان صاحب اور مولوی نعیم الدین مراد آبادی اِس درجے کی دروغ گوئی بھی پسند کر سکتے ہیں۔!!!

یہ تھا وہ خاص واقعہ جس نے ایک ماہنامہ جاری کرنے کے دلی تقاضے کو اِس منزل پر پہنچا دیا کہ دو مہینے کے اندر ہی اندر الفرقان نامی ماہنامے کا بریلی سے اجراء طے ہو گیا اور اعلان نکل گیا۔

۲۰ شوال کو بریلوی پوسٹر دیکھ کر اگلے ہی دن ایک رجسٹرڈ نوٹس بنام مولوی حامد رضا خان صاحب (سجّادہ نشین آستانہ رضویہ بریلی) روانہ کیا جس میں اِس پوسٹر کے حوالے سے انیس سوالات تھے جو الفرقان کے پہلے ہی شمارے (محرّم ۱۳۵۳ھ) میں شائع ہو چکے ہیں آخری سوال جو اصل مقصد کو پیش کرنے والا سوال تھا وہ یہ تھا کہ:

"لاہور کے مناظرے سے جس بری طرح آپ نے فرار اختیار کیا، اُس کا حال تو آپ کا ضمیر خوب جانتا ہوگا لیکن کیا اب آپ اُس کے لیے تیار ہو سکتے ہیں کہ اِس موضوع پر میرے اور آپ کے درمیان بذریعہ خط و کتابت تحریری مناظرہ ہو اور بعد اختتام فریقین کی تمام تحریریں بغرض فیصلہ اُن تینوں حضرات کے سامنے پیش کر دی جائیں جو لاہور کے اُس فیصلہ کن مناظرے کیلئے باتفاق فریقین حکم مقرر ہوئے تھے اگر آپ اِس کے لیے آمادہ ہوں تو فوراً مطلع فرمائیں تا کہ میں یہاں سے اپنا بیانِ دعویٰ روانہ کروں جس میں بعونہ تعالیٰ اِس ناچیز نے ثابت کر دیا ہے کہ آپ کے والدِ ماجد کی حسام الحرمین کا فتوئے کفر غلط باطل خلاف دیانت و امانت اور سراسر جہالت یا محض عناد پر مبنی ہے۔۔۔۔"

چالیس دن سے زیادہ گزرنے پر بھی جب خان صاحب موصوف کا کوئی جواب نہیں آیا تو ایک دوسرا نوٹس دیا گیا جسکا مضمون تمہیدی سطروں کے بعد حسب ذیل تھا

"آج پھر خالصاً لوجہ اللّٰہ اور نصحاً لعباد اللہ میں آپ کو اس طرف توجہ دلاتا ہوں کہ محض توفیق خداوندی سے اُس وقت ہمارا اور آپکا اتفاق ہندوستان کے تین مشہور اور قابل اعتماد عمائد (یعنی ڈاکٹر سر محمد اقبال، مولانا اصغر علی صاحب روحی، شیخ صادق حسن صاحب بیرسٹرایٹ لا۔ ایم۔ امرتسر) پر ہو گیا ہے، اور فریقین نے ان کو حکم تسلیم کر لیا ہے خدارا اِس لطیفۂ غیبی سے فائدہ اٹھائیے اور مسلمانوں کو فائدہ اٹھانے کا موقع دیجئے اور اسکی آسان ترین صورت وہی ہے جو میں پیش کر چکا ہوں کہ لاہور کے طے شدہ مباحث پر انھیں شرائط کے ساتھ میرے اور آپ کے درمیان بذریعہ خط و کتابت تحریری مناظرہ ہو اور بعد اختتام وہ تمام تحریریں حضرات ثالثین کی خدمت میں بغرض فیصلہ پیش کر دی جائیں اسکے لئے فریقین کے یکجا اجتماع کی بھی ضرورت نہیں اپنے اپنے مقام پر رہتے ہوئے بھی یہ کام ہو سکتا ہے لیکن بایںہمہ اگر کسی وجہ سے آپ اجتماع ضروری سمجھیں تو بندہ خود اپنے کرایہ سے بریلی جناب کے دولتکدہ پر حاضر ہو سکتا ہے اور بہر حال آپ کو اختیار ہوگا کہ میری تحریر کا جواب آپ خود لکھیں یا اپنے وکیل سے لکھوائیں مکرر گزارش ہے کہ خدارا مسلمانوں کی پراگندہ حالی پر رحم فرمائیے اور مسلمہ فریقین ثالثین کے فیصلہ پر اس تباہ کن جنگ کو ختم کر دیجئے والسلام علیٰ اھل الاسلام"۔

خاکسار محمد منظور نعمانی

یہ دوسرا نوٹس جس وقت بھیجا گیا، اس وقت یہ فیصلہ اللہ کے بھروسے پر کرلیا گیا تھا کہ آئندہ محرم (۱۳۵۳ھ) سے الفرقان نامی ماہنامہ جاری کیا جائے گا اور بریلی سے ہی جاری کیا جائے گا اور اگر اس دوسرے نوٹس کا بھی جواب نہ آیا جیسا کہ بظاہر یقینی ہے تو ان دونوں نوٹسوں کے متن کے ساتھ ساتھ اپنے اس بیان دعوے کی اشاعت بھی الفرقان میں شروع کردی جائے گی جس کو اس مجوزہ تحریری مناظرے میں پیش کرنا مقصود ہے تاکہ عام مسلمانوں کے ساتھ ساتھ ان تین مؤقر حکم صاحبان کے سامنے بھی مولوی احمد رضا خاں صاحب کے فتوے حسام الحرمین کی حقیقت آسکے، اور اس فریب کارانہ فتوے کے ذریعہ ملت اسلامیہ ہند کو جس باہمی جنگ وجدال میں پھنسا دیا گیا ہے، اس سے نجات کی کچھ راہ کھلے۔

پس یہ لاہور کا مجوزہ "فیصلہ کن" مناظرہ تھا جو بظاہر اسباب الفرقان کو وجود میں لانے کا باعث بنا"۔

(تحدیث نعمت آپ بیتی مولانا منظور نعمانی: ص ۴۹ تا ۶۰)

ان تمام تفصیلات کا خلاصہ یہ ہے کہ رضاخانی پارٹی نے کبھی بھی علمائے دیوبند کو دفاع کا موقع نہیں دیا، ہمیشہ بہانے بازی، حیلہ سازی اور ڈرامے بازی سے کام لیتے رہے مگر علمائے دیوبند برابر ان کا پیچھا کرتے رہے اور مجبور کرتے رہے کہ کسی طرح یہ میدان میں آئیں تاکہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہوسکے۔ رضاخانیوں نے جب یہ محسوس کرلیا کہ علمائے دیوبند کسی نہ کسی طرح انہیں میدان میں گھسیٹ لیتے ہیں اور اپنے اکابر کا دفاع کرنے میں کامیاب ہوجاتے ہیں تو یہ کہہ کر دفاع کا حق چھیننے کی کوشش کرنے لگے کہ:

"سیدھی اور معقول بات تھی کہ ان عبارات کو مناسب الفاظ میں تبدیل کردیا جاتا یا ان سے رجوع کرلیا جاتا"۔

(دعوت فکر: ص ۱۵ مکتبہ اشرفیہ مریدکے)

مولوی منشا تابش قصوری کی یہی وہ عبارت ہے جسے پیش کرکے علامہ صاحب نے کہا کہ ہم سے دفاع کا حق بھی چھینا جارہا ہے۔ چاہئے تو یہ تھا کہ رضاخانی موصوف اس عبارت کا کوئی معقول جواب دیتا یا یہ تسلیم کرتا کہ منشا تابش کا یہ مطالبہ غلط ہے اس نے گول مول باتیں کرکے بات کا بتنگڑ بنادیا۔

منشا تابش قصوری کی عبارت میں رضاخانی نے دجل کی تمام حدیں پار کردیں

علامہ ساجد صاحب نے دفاع میں لکھا کہ:

"ایک طرف تو الزام دیا جارہا ہے کہ تم اصل اختلاف کی طرف نہیں آرہے ہو مگر جب دوسری طرف رضاخانیوں کے ان الزامات کا منہ توڑ جواب دیا جاتا ہے تو فوراً یہ لوگ مظلوم بن جاتے ہیں کہ تاویلیں کیوں کرتے ہو؟ بس سیدھا سیدھا کافر کہہ دو معاذ اللہ۔ آخر یہ دنیا کا کونسا قانون ہے کہ تم کسی پر بے جا الزام بھی لگاؤ اور پھر اس سے دفاع کا حق بھی نہ دو؟ منشا تابش قصوری صاحب لکھتے ہیں:

"سیدھی اور معقول بات تھی کہ ان عبارات کو مناسب الفاظ میں تبدیل کرلیا جاتا یا ان سے رجوع کرلیا جاتا"۔ (دعوت فکر: ص ۱۵)

قصوری صاحب ایمان سے جواب دینا کیا حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی عبارت کو تبدیل نہ کردیا؟ تو پھر کیا تم چپ ہوگئے؟ کیا تکفیر کا مشغلہ ترک کردیا گیا؟ جب کسی صورت ماننا ہی نہیں تو اس طرح کے لایعنی مطالبات کا کیا فائدہ؟ نیز کیا آپ اس بات کی ذمہ داری لیتے ہیں کہ اگر ان عبارات کو مناسب الفاظ میں تبدیل کردیا گیا تو آپ حسام الحرمین کو دریابرد کرنے کے لیے تیار ہیں؟"۔

(دفاع اہل السنۃ والجماعۃ، ج۱ص۷۹)

اس کے جواب میں رضاخانی نے دجل وتلبیس،جھوٹ وفریب دہی کے تمام ریکارڈ توڑتے ہوئے،عیاری ومکاری میں خان صاحب بریلوی کے قدم پر قدم رکھتے ہوئے پوراصفحہ یوں سیاہ کیا کہ:

''دیوبندی موصوف نے حسب عادت یہاں ہیرا پھیری سے کام لیاہے اور ہاتھ کی صفائی کا خوب مظاہرہ کیا ہے،قصوری صاحب کی عبارت میں''تبدیل کرلیا جاتا'' کے بعد''یا'' موجود نہیں ہے،موصوف نے اپنی جیب سے''یا'' کا اضافہ کرکے اس ایک جملے کو دوتخییری جملوں میں بدل دیا ہے کیونکہ اس یا کے اضافے کی وجہ سے منشا تابش قصوری صاحب کے جملے کا مفہوم یکسر بدل گیا ہے۔دیوبندی موصوف یا کے اضافہ کے ساتھ لوگوں پر یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ دیوبندیوں کو اس بارے میں اختیار ہے کہ وہ یا تو ان عبارات کو مناسب الفاظ سے تبدیل کردیں یا ان سے رجوع کرلیں،حالانکہ منشا تابش قصوری صاحب کی عبارت کا یہ مقصد نہیں اور نہ ہی یہ تخییری جملے ہیں بلکہ ایک ہی تمنائی جملہ ہے جس کا مطلب اور مقصد یہ ہے کہ ان عبارات کو مناسب الفاظ میں تبدیل کرکے ان سے رجوع کرلیا جاتا ہے۔مطلب یہ ہوا کہ عبارات کی تبدیلی کے بعد ان سے رجوع کرنا بھی شرط ہے،اب دیوبندی موصوف خود ہی اپنے مصنوعی ایمان سے جواب دیں کہ تھانوی صاحب نے حفظ الایمان کی گستاخانہ عبارت کو تبدیل کرکے کیا اس سے توبہ کرلی تھی اور اس گستاخانہ عمل سے رجوع کرلیا تھا۔۔۔۔دیوبندی موصوف کے حوالے کو جب ہم نے مطابقت کرکے چیک کیا تو اس میں مذکورہ بالا سنگین غلطی کا ارتکاب تو تھا ہی،اس کے علاوہ بھی عبارت بمطابق اصل نہ تھی۔تبدیل کردیا جاتا کو''تبدیل کرلیا جاتا'' لکھا گیا ہے۔(کشف الخداع،ج۱ص۳۱۵،۳۱۶)

جواب:

قارئین کرام!اگر آدمی اس رضاخانی کی طرح بے غیرت اور دیوث ہوجائے تو یقیناً اسے کچھ بھی لکھتے ہوئے،کہتے ہوئے ذرا بھی شرم وحیا محسوس نہ ہوگی۔ہمیں روز ہی ایک سے ایک ڈھیٹ رضاخانی کا سامنا کرنا پڑتا ہے مگر اس رضاخانی کی بے حیائی کا لیول ہی سب سے جدا ہے۔پھر افسوس تو یہ ہے کہ ہمارا مدمقابل ایک عالم نہیں بلکہ ایک بھانڈ اور مراثی ہے جسے اپنا بھانڈ پن اور مراثی پن''فن کاری'' اور ''اداکاری'' بلکہ''تحقیق'' محسوس ہورہی ہے۔موصوف کی مثال محلے کی اس''نائیکہ'' کی ہے جو صبح شام محلے کے شریف زادوں کو یہ طعنے مارتی ہے کہ تم لوگ نے''مجھ جیسی شریف زادی کا جینا یہاں حرام کردیا ہے''۔یہ رضاخانی کہتا ہے کہ قصوری کی کتاب میں''یا'' موجود نہیں یہ علامہ صاحب نے اپنا من چاہا مطلب نکالنے کیلئے خود سے شامل کیا ہے۔حالانکہ علامہ صاحب نے یہ عبارت''مکتبہ اشرفیہ مریدکے'' کی مطبوعہ سے نقل کی تھی جس پر حکیم اختر شاہجہان پوری کے ادارے''مرکزی مجلس رضا'' کی مہر بھی ہے جس کی لفظ بلفظ عبارت اس طرح ہے:

''''سیدھی اور معقول بات تھی کہ ان عبارات کو مناسب الفاظ میں **تبدیل کرلیا جاتا یا** ان سے رجوع کرلیا جاتا''۔

اگر اس رضاخانی نے واقعی کسی غیرتی ماں کا دودھ پیا ہے اور اس کی جوانی اور بچپن محلے کے اوباشوں کے ساتھ نہیں گذرا تو ہم چیلنج کرتے ہیں کہ ہمارے دئے گئے مکتبے میں اس عبارت کو''یا'' کے بغیر اور''تبدیل کردیا جاتا'' کے ساتھ ثابت کرے اور منہ مانگا انعام وصول کرے۔اصل میں رضاخانی چونکہ خود اپنی اور مخالفین کی کتب سے بالکل نابلد اور جاہل ہے کتاب کے شروع میں مذکور مشتندوں نے اسے جو پکڑادیا خوشی خوشی نقل کردیا یہاں بھی کچھ یہی معاملہ ہوا کہ رضاخانیوں کے معروف محرف مکتبہ''اعلی حضرت لاہور'' جو اس سے پہلے

مکیش رضاخانی کی ''تاریخ اسلام'' میں بھی من مانی تحریفات کر چکا ہے اس نے فروری ۲۰۰۳ء کے ایڈیشن میں اس عبارت میں ایسی ہی تحریف کر دی جیسا کہ اس رضاخانی نے ثابت کرنے کی کوشش کی ۔مکتبے کا نام بھی خیر سے ''اعلیٰ حضرت'' ہے آخر نام کی کچھ تو لاج رکھنی تھی ۔ بجائے اسم بامسمیٰ ''اس خائن، محرف'' کو طعن وتشنیع کرنے کے الٹا حضرت علامہ صاحب پر دس گز گندی زبان نکال دی ۔

علامہ صاحب نے جو عبارت پیش کی وہ اشاعت اول ۱۹۸۳ء کے عین مطابق ہے جبکہ اس عبارت کو رضاخانی کا واویلا ۲۰۱۳ء کے محرف شدہ ایڈیشن کی بنیاد پر ہے ۔اب رضاخانی اصول بھی پڑھ لیں :

''اب بتاؤ یہاں تو غلطی قدیم نسخے میں ہے اور اس کی اصلاح جدید نسخے میں کی جارہی ہے تو کیا رشید احمد کی یہ گستاخی جدید نسخوں کی تبدیلی سے ایمان بن جائے گی''۔(دلچسپ مناظرہ، ص ۹۶)

قصہ مختصر علامہ صاحب نے اپنے جس مدعیٰ پر عبارت پیش کی اس سے وہ مدعیٰ بالکل ثابت ہے جو اس رضاخانی کو بھی مسلم ہے مگر جواب نہ ہونے کی وجہ سے بجائے حق کو تسلیم کرنے کے اپنے پیشرو ابوجہل کی سنت سئیہ پر عمل کرتے ہوئے ''یا'' کے وجود ہی سے انکار کر دیا شرم تم کو مگر نہیں آتی ۔موصوف لکھتے ہیں کہ :

''پھر خواہ مخواہ موصوف سیانپتی (OVERSMART) کا مظاہرہ نہ کریں''۔(کشف الخداع، ج ا، ص ۳۱۶)

الحمدللہ! علامہ صاحب کو ان چوچلوں کی قطعاً حاجت نہیں مگر آپ کی خدمت میں ضرور گذارش ہے کہ OVERSMART بن کر کچھ زیادہ ہی ''بے غیرتی'' پر اترنے کے بجائے کم از کم ایک دفعہ یہ ضرور سوچ لیا کریں کہ کل کو میری ان بکواسات کا جواب بھی دیا جا سکتا ہے ۔

باقی رہی حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی توبہ تو حضرت سے توبہ کرنے سے پہلے کچھ غیرت کرو اور مولانا عبدالباری فرنگی محلی مرحوم سے توبہ کراو جسے بار بار سمجھانے پر بھی اس عبارت میں گستاخی نظر نہیں آتی ، پھر اس منافق احمد رضاخان بریلوی سے توبہ کراؤ جو حضرت تھانویؒ اور ان کو مسلمان اور ان کی اس عبارت کو درست ماننے والوں کو تو دنیا کا سب سے بڑا گستاخ مانتا ہے مگر اپنے دوست عبدالباری کے ہاتھوں حفظ الایمان پر ذلیل ورسوا ہونے کے بعد بھی اس سے ''دوستی کا تعلق'' قائم رکھتا ہے ۔اس کے بعد توبہ کراؤ اس اشرف سیالوی سے جس کے بارے میں تمہارے بڑوں نے لکھا ہے کہ اس نے حفظ الایمان سے بھی گستاخانہ عبارات اپنی کتب میں درج کی ہوئی ہیں ۔ یہاں تمہاری غیرت کہاں مرجاتی ہے؟

نوٹ: رضاخانی کی بے غیرتی کا اندازہ اس سے بھی لگائیں کہ اس کا ایک ''ہم مخرج'' بھائی بعض دیوبندی ناشرین کی غیر ذمہ دارانہ حرکتوں پر تو قسط وار مضمون لکھ رہا ہے کہ ''دیوبندی خود نہیں بدلتے کتابوں کو بدل دیتے ہیں'' اور دوسری طرف جب اپنے مکتبے اس قسم کی تحریف کرتے ہیں اس پر کوئی مضمون ''رضاخانی خود بدلتے نہیں کتب کو بدل دیتے ہیں'' لکھنے کے بجائے الٹا ان تحریف شدہ نسخوں کی بنیاد پر ہمیں کوس رہا ہے ۔شرم تم کو مگر نہیں آتی ۔

یہ تو شکر ہے کہ قرآن مجید قطعی ہے ورنہ یہ آدھے سے زائد قرآن کا صاف لفظوں میں صرف اس لئے معاذ اللہ انکار کر دیتے کہ یہ تو ہمارے عقائد کے خلاف ہے ۔

دلالی کون کر رہا ہے؟

رضاخانی لکھتا ہے کہ:

''دیوبندی موصوف کا یہ اعتراض بھی جہالت پر مبنی ہے اس لئے کہ ہم نے کبھی دیوبندیوں کو ان کے اپنے اکابرین کا دفاع کرنے سے نہیں روکا وہ دفاع کی بجائے دلالی پر اتر آئیں تو ضرور متنبہ کیا جائے گا ہمیں غصہ اس وقت آتا ہے کہ جب جبہ و دستار میں چھپے لوگ ''دلالوں'' والا رول پلے کرتے ہیں۔(کشف الخداع ص ۳۱۹)

اب قارئین انصاف سے بتائیں کہ اس میدان میں اصل ''دلال'' اور ''دلالی'' کرنے والا کون ہے؟ اس سے بڑھ ان رضاخانیوں کی اپنے اکابر و بڑوں کی ''دلالی'' اور کیا ہوگی کہ جب مولانا ساجد صاحب کی پیش کردہ عبارت کا جواب نہ بن پڑا تو ''یا'' ہی کا انکار کر دیا یعنی ''دلالی'' اس حد تک کرو کہ جھوٹ بھی ایسی ڈھٹائی سے بولو کہ سچ لگنے لگے۔

یہاں دلال کون ہے؟ اس کا جواب بھی ضرور دیں

(۱) اشرف سیالوی نے نبی کریم ﷺ کو چالیس سال سے پہلے نبی ماننے سے انکار کیا جس کے جواب میں رضاخانیوں کے جم غفیر نے کتب لکھیں۔ مظفر حسین شاہ بھی اشرف سیالوی کے مخالفین میں سے ہے۔ اب جواب دیں ایک طرف اشرف سیالوی اور اس کے شاگرد اس انکار نبوت اور توہین مصطفیٰ ﷺ پر اڑے ہوئے ہیں دوسری طرف بقول سیالوی جمہور رضاخانی انکار ختم نبوت پر اڑے ہوئے ہیں۔ دونوں کے ماننے والے اپنے اپنے حق میں دلائل دے رہے ہیں دونوں حق پر نہیں ہو سکتے کہ معاملہ ''کفر و ایمان'' کا ہے۔ تو بتائیں ان دونوں گروہوں میں ''دلالی'' کا کردار کون ادا کر رہا ہے؟

(۲) ڈاکٹر اشرف آصف جلالی نے حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالی عنہا کی گستاخی کی جلالی اور اس کے شاگرد زور و شور سے اس گستاخی کو قرآن و حدیث کے مطابق ثابت کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ دوسری طرف مظفر حسین شاہ اور اس کے حمایتی اس کی مخالفت پر۔ دونوں حق پر نہیں ہو سکتے اس لئے کہ معاملہ اہل بیت کی توہین و ناموس کا ہے۔ اب جواب دیں کہ دونوں گروہوں میں سے کون کون اپنے ان بڑوں و اکابر کی ''دلالی'' کر رہا ہے؟۔

(۳) پیر افضل قادری نے خادم حسین رضوی کو خدا کہا جس پر جلالی نے شرک کا فتوی جاری کیا۔ دونوں گروہوں نے اپنے اپنے بڑوں کا دفاع کیا تفصیل علامہ صاحب کے رسالے ''خادم حسین رضوی کی حقیقت'' میں ملاحظہ ہو جواب دیں کہ ان دونوں میں سے کون کون اپنے اکابر کی دلالی کر رہا ہے؟

(۴) ہاشمی میاں اور اختر رضا خان نے ایک دوسرے کے خلاف کفر و گمراہی کے فتووں پر مشتمل کتب لکھیں بتائیں ان دونوں میں سے کون کون ایک دوسرے کی دلالی کر رہا ہے؟

(۵) پیر کرم شاہ کے ماننے والے اسے ''ضیاء الامت'' کہتے ہیں آپ کافر۔ بتائیں آپ دونوں میں سے کون کون اپنے ان بزرگوں کی ''دلالی'' کر رہا ہے۔

غرض رضاخانیوں کی طرف سے اپنے بڑوں کی ''دلالی'' کی ایک لمبی فہرست ہمارے پاس ہے فی الحال اسی پر اکتفا کیا جاتا ہے ان میں

موجود ’’دلالوں‘‘ کا تعین ہونے پر مزید دلالوں پر بحث ہوگی۔

نوٹ: ’’دلالی‘‘ کا لفظ رضاخانی مولوی حسن علی رضوی نے علمائے دیوبند کیلئے استعمال کیا تھا جیسا کہ آپ نے دفاع میں ملاحظہ کیا ہوگا۔ جس کے جواب میں ’’جواب آں غزل‘‘ کے طور پر علامہ ساجد صاحب نے بھی رضاخانیوں کی طرف سے اپنے بڑوں کی وکالت کرنے پر ’’دلالی‘‘ کا اطلاق کیا۔ مگر رضاخانی مولف غالباً ہر چھوٹے بڑے رضاخانی کی طرف سے رجسٹرڈ شدہ ’’دلال‘‘ ہیں اس لئے موصوف نے حسن علی رضوی کی ’’دلالی‘‘ کرتے ہوئے اس کی طرف سے اس لفظ کو تو پیش نہیں کیا اور مولانا ساجد صاحب کی ادھوری عبارت نقل کرکے قارئین کو یہ تاثر دینے کی کوشش کی کہ گویا اس لفظ کے استعمال میں پہل علامہ صاحب نے کی ہے۔ تف ہے اس بد دیانتی پر۔

حسن علی رضوی کی عبارت کے جواب میں فراڈ اور اصل فرقہ پرست کون؟

حسن علی رضوی نے بغیر کسی اصول و قاعدے اور ضابطے کے یہ بے جا جاہلانہ مطالبہ کیا کہ امت کے وسیع تر مفاد میں دیوبندی اپنے پانچ سات مولویوں کی قربانی دے دیں اس سے کوئی آسمان تو نہیں گر جائے گا۔ (مفہوم) جس کے جواب میں علامہ صاحب نے ایک اصولی بات کی تھی کہ اصل فساد کی جڑ تو خان صاحب بریلوی ہے سات کی جگہ کیوں نہ اس ’’ایک فسادی‘‘ کی قربانی دے دی جائے؟ تو برعظیم کے مسلمان ہمیشہ کیلئے سکون کا سانس لے سکیں گے۔ (ملخصاً دفاع جلد اول، ص ۸۰، ۸۱)

اس کے جواب میں موصوف کہتے ہیں اگر بالفرض والمحال خان صاحب بریلوی کی قربانی ہم دے دیں اور انہیں جہنم رسید کر دیں تب بھی اتحاد و اتفاق نہ ہوگا کیونکہ دیوبندی ’’تقدیس الوکیل‘‘ کا کیا کریں گے؟ جس میں علمائے دیوبند پر کفر کے فتوے ہیں۔ علامہ فضل حق خیر آبادی کے کفر کے فتوے کا کیا کریں گے اسے کیسے ہضم کریں گے؟ ابطال اغلاط قاسمیہ کا کیا کریں گے جس میں کفر کے فتوے ہیں، علامہ ابوالحسن زید فاروقی کا کیا کریں گے جنہوں نے دیوبندیوں پر کفر کے فتوے لگائیں اس لئے اصل قربانی دیوبندیوں کو دینے پڑی گی۔

(ملخصاً کشف القناع، ج ۱، ص ۳۱۷، ۳۱۸)

جواب:

اس جاہل رضاخانی کی طرف سے ہمیشہ کی طرح اس جاہلانہ جواب کے کئی جوابات دئے جاسکتے ہیں ترتیب وار جوابات ملاحظہ ہوں:

1: خان صاحب بریلوی کو جہنم رسید کرنے کے بعد اور ان کی قربانی دینے کے بعد بھی ان نام نہاد فتووں جس کا آپ نے ذکر کیا اتحاد و اتفاق اسی طرح برقرار رہے گا جس طرح اشرف آصف جلالی کو آپ اور آپ کی ٹیم نے گمراہ، اہل بیت کا گستاخ قرار دیا اور اس سب کے باوجود بھی آپ اسے امت کے انتشار و افتراق کا باعث نہیں سمجھتے۔

2: اسی طرح ان نام نہاد فتووں کی موجودگی میں بھی اتحاد قائم رہے گا جس طرح اشرف سیالوی پر منکر نبوت، گستاخ رسول ﷺ کے فتوے لگے ان کا جنازہ نہ پڑھنے کے فتوے جاری ہوئے اس کے باوجود بھی اتحاد و اتفاق کی فضا قائم و دائم ہے۔

3: اسی طرح اتحاد و اتفاق قائم و دائم رہے گا جس طرح آپ کے حجۃ الاسلام عرفان شاہ مشہدی نے جلالی کو زانیہ کی اولاد، حسیض کی ولادت قرار دیا مگر امت میں اتحاد و اتفاق جاری ہے اسی لئے تو اس پیرائے میں اس کو آپ ذکر نہیں کر رہے ہیں۔

4: اسی طرح اتحاد و اتفاق جاری رہے گا جس طرح حشمت علی رضوی نے ’’تجانب اہل سنت، ستر باادب سوالات‘‘ لکھی اس میں قائد

اعظم محمد علی جناح ،مسلم لیگ ،سید کچھو چھوی نعیم الدین مراد آبادی ،عبد العلیم میرٹھی پر کفر وضلالت کے فتوے لگائے اور اتحاد امت برقرار رہا۔

:5 مولانا عبد الباری فرنگی محلی ،علمائے بدایوں ،علمائے رامپور ،مولانا معین الدین اجمیری نے خان صاحب کی مٹی پلید کی حتی کے خاں صاحب کو ان سے جان چھڑانے کیلئے دعائیں کرنا پڑی جیسا کہ مقدمہ میں گذرا مگر اتحاد واتفاق اب بھی قائم ہے۔

:6 اسی طرح اتحاد واتفاق قائم رہے گا جس طرح اشرف آصف جلالی نے رضاخانی امام المناظرین کو منکر نبوت اور رضاخانی امام المناظرین نے جلالی کو منکر ختم نبوت کہہ کر دونوں کی خوب مٹی پلید کی اسی طرح خادم رضوی نے جلالی کی اور جلالی نے خادم رضوی کی پھر جلالی واذناب نے پیر افضل قادری کی مٹی پلید کی مگر اتحاد واتفاق پھر بھی جاری وساری ہے۔

:7 اسی طرح اتحاد واتفاق رہے گا جس طرح مصطفی رضاخان کے خلیفہ عبد الوہاب قادری نے شاہ احمد نورانی اور شاہ تراب الحق قادری پر کفر کے فتوے لگائے اور اتحاد واتفاق اب بھی جاری وساری ہے۔

:8 اسی طرح اتحاد واتفاق محبت ومودت جاری وساری رہے گا جس طرح خان صاحب بریلوی نے مولانا عبد الباری فرنگی محلی کو حفظ الایمان کا نام نہاد کفر بتلانا چاہا مگر مولانا عبد الباری صاحب نے خان صاحب ہی کی مٹی پلید کی اور خان صاحب نے پھر بھی ''اتحاد واتفاق'' کے پیش نظر ''اپنی دوستی'' کو برقرار رکھا۔

فی الحال اتحاد واتفاق کی ان چند شاندار مثالوں پر اکتفا کیا جاتا ہے موصوف کی طرف سے جب خان صاحب بریلوی کی بالفرض سے آگے بڑھتے ہوئے حقیقۃً بھی قربانی دے دی جائے گی تو مزید بھی مثالیں موصوف کی تسلی وحوصلہ افزائی کیلئے پیش کردی جائیں گی۔

یہ کہاں کا انصاف ہے؟

بقول اس رضاخانی کے ہم پر خان صاحب بریلوی سے پہلے کچھ لوگوں نے کفر کے فتوے لگائے اس لئے امت میں اتحاد واتفاق لانے کیلئے جن پر کفر کے فتوے لگے ہیں ان کی قربانی دینا ضروری ہے۔تو جاہل انسان یہ کفر کے فتوے تو خود بریلویوں نے ایک دوسرے پر لگائے جس کی چند مثالیں اوپر گذری ہیں باحوالہ تفصیل ''دست وگریبان'' اور ''دفاع اہل السنۃ والجماعۃ جلد دوم'' میں ملاحظہ ہو۔تو اس مقام پر تم نے آج تک اپنے کتنے مولویوں کی قربانی دی؟ اور کتنوں کو جہنم رسید کیا؟

کفر کے فتووں کی بنیاد پر پہلے ان کی قربانی دو

یہ جاہل مطلق آدمی بجائے یہ کہ کفر کے غلط فتووں کو رد کر کے امت میں اتحاد واتفاق کی بات کرتا الٹا ''اتحاد واتفاق'' کیلئے ''کفر کے فتووں'' کو معیار بنا لیا۔تو اس بنیاد پر تو پہلے موصوف کو ابن العربی رحمہ اللہ کی قربانی دینی چاہئے جس پر کئی اکابر نے فتوے جاری کئے بلکہ ملا علی قاری رحمہ اللہ نے تو ان کے کفر پر پوری کتاب ''الرد علی القائلین بوحدۃ الوجود'' لکھی ،نیز اسی طرح منصور حلاج رحمہ اللہ کی قربانی دینی چاہئے۔نیز سوال یہ ہے کہ اہلحدیث و دیوبندی دونوں حضرات تو آپ کے عقائد پر کفر وشرک کے فتوے لگاتے ہیں تو آپ کو اپنوں کی بھی قربانی دینے پڑے گی کیونکہ بالفرض والمحال کسی دیوبندی کی قربانی ہم دے بھی دیں تو اتحاد پھر بھی نہیں ہوگا کیونکہ آپ کے اصول پر تو کفر وشرک کے فتوے آپ کے عقائد پر بھی ہیں اور اس سے گلو خلاصی کی ایک ہی اصولی تجویز ''قربانی'' ہے۔

موصوف ہمیشہ کے دجل وفریب کی طرح اس کے جواب میں کہیں گے کہ ہم پر جو فتوے لگے یا ہمارے لوگوں نے جو ایک دوسرے پر

فتوے لگائے وہ غلط ہیں۔تو جلالی پرفتوی لگانے میں تو آپ خود بھی شریک ہیں بالفرض شریک نہ ہوں تو اب تک کے فتووں پر خاموشی آپ کے ہاں مکمل رضامندی ہے۔نیز آپ نے کہیں بھی اس اصول میں صحیح یا غلط فتووں کی قید نہیں لگائی بلکہ اتحاد کیلئے مطلق فتوے پر قربانی دینے کو معلق کیا۔چلو بالفرض ایسا ہی ہو تو ہم کہتے ہیں کہ ہم پر جو فتوے لگے ہیں وہ بھی جعلسازی،جھوٹ مکروفریب ہے جیسا کہ دفاع میں اس پر تفصیل موجود ہے۔

اس دھوکا منڈی کو کیا کہیں؟

ہمارے جاہل مطلق مدمقابل نے ہمیشہ کی طرح اپنے مسٹنڈوں کی جانب سے فراہم کردہ مواد کو بنا سوچے سمجھے کتاب میں شامل کردیا چنانچہ پہلی کتاب''تقدیس الوکیل''پیش کی حالانکہ اس میں خان صاحب بریلوی والافتوی''من شك فی كفره وعذابه فقد كفر'' کہیں نہیں۔حضرت خواجہ غلام فرید صاحب کی طرف سے کسی قسم کا فتوی علمائے دیوبند پر بالکل کذب بیانی ہے موصوف میں غیرت ہے تو اس کا مستند ثبوت فراہم کرے۔ابطال اغلاط قاسمیہ بھی موصوف کے اپنے مذہب کی کتاب اور جعلسازیوں سے مملو ہے مولانا سیف الرحمن قاسم صاحب مدظلہ العالی نے اس کا تفصیلی جواب دیا ہے شائع ہونے پر اس کا مطالعہ کر لیجئے گا۔

رہی بات علامہ فضل حق خیر آبادی کی تو واقعی جاہلوں کے سر پر سینگ ہوتے تو یہ رضاخانی مولف بارہ سینگا ہوتا اس لئے کہ علامہ فضل حق خیر آبادی کا جو فتوی رضاخانی منقول کرتے ہیں وہ تو یہ ہے کہ جو شاہ اسمٰعیل شہید رحمہ اللہ کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے(تفصیل دفاع جلد اول میں)مگر خان صاحب بریلوی حضرت شاہ اسمٰعیل شہید رحمہ اللہ کو کافر نہیں کہتے بلکہ کافر کہنا خلاف احتیاط سمجھتے ہیں تو خیر آبادی کا فتوی تو خان صاحب بریلوی کو مسلم نہیں اس کے باوجود اتحاد و اتفاق میں کوئی فرق نہیں تو ہمیں کس منہ سے منوایا جارہا ہے؟۔

رہی بات مولانا ابوالحسن زید فاروقی صاحب کی طرف سے کفر کا فتوی یا گمراہی کا فتوی یہ بھی اس رضاخانی کا دجل وفریب ہے اس لئے کہ ہم کتاب کے شروع میں نقل کر چکے ہیں کہ موصوف تو علمائے دیوبند کے زبردست حامی ہیں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ و مولانا قاسم نانوتویؒ کو اولیاء امت''میں شمار کرتے ہیں۔پس معلوم ہوا کہ جن لوگوں کو آپ کے اکابر اولیاء اللہ مانتے ہیں آپ کے خان صاحب بریلوی نے ان پر کفر کے فتوے لگائے جن کو آپ کے خان صاحب بریلوی کافر کہنے کو خلاف احتیاط سمجھتے ہیں آپ کے علامہ فضل خیر آبادی نے ان کے کفر میں بھی معاذ اللہ شک کرنے والوں کو کافر کہا تو اصل فسادی آپ اور آپ کے بڑے ہوئے نہ کہ علمائے دیوبند۔

لہذا چارنہ چار امت کے وسیع تر مفاد میں خان صاحب بریلوی کی قربانی ہر صورت میں دینی پڑے گی اور آپ ہی کی زبانی میں:

''اب فیصلہ رضاخانی موصوف پر ہی منحصر ہے کہ وہ ایک خان صاحب بریلوی کی قربانی دیتے ہیں یا وطن عزیز میں اس طرح تفریق و انتشار کی فضا کو برقرار رکھتے ہیں،رضاخانیوں کیلئے اس ایک خان صاحب بریلوی کی قربانی مہنگی بھی نہیں بلکہ یہ تو بہت ہی سستا سودا ہے کہ خان صاحب بریلوی کی قربانی دینے کے بعد آپ کیلئے سلامتی ایمان کی توقع کی جاسکتی ہے اب آپ اس سستے سودے کو قبول کریں اور علامہ ساجد خان صاحب نقشبندی حفظہ اللہ کا فارمولا اتنا مہنگا نہیں بلکہ بہت ہی ارزاں و سستا ہے''۔

اس کوڑھ مغزی کا بھی جواب دیں

اس پر رضاخانیوں کا اتفاق ہے کہ علمائے اہل السنۃ والجماعۃ دیوبند کے ساتھ ان کا اصل اختلاف''حسام الحرمین''پر ہے اب حسام الحرمین

میں تو صرف چار اکابر اہل سنت پر کفر کا فتویٰ ہے:

(۱) حجۃ الاسلام حضرت مولانا قاسم نانوتوی ؒ۔

(۲) فقیہ العصر حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی ؒ۔

(۳) محدث کبیر حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری ؒ۔

(۴) حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب ؒ۔

مگر حسن علی رضوی مطالبہ (۵) اور (۷) کا کر رہے ہیں ۔تو اگر مزید (۳) مولویوں کی قربانی دینی ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اصل اختلاف کی جڑ" حسام الحرمین" نہیں ۔نیز یہ بقایا تین کی قربانی دینے پر ترجیح کیا ہے؟ کیونکہ کفر میں تو معاذ اللہ آپ کے ہاں سارے دیو بندی برابر ہیں ۔نیز رضاخانی پیر عبد القادر جیلانی مفتی عابد جلالی رضاخانی کے ساتھ مناظرے (جس میں مفتی عابد کو ایک حق مسئلہ میں بھی اپنی جہالت کی وجہ سے بدترین شکست کا سامنا کرنا پڑا) میں اعداد کو حصر کیلئے مانتے ہیں اور ماعدا سے نفی پر نص مانتے ہیں تو اگر قربانی (۵) کی دینی ہے تو (۵) میں حصر کے بعد (۷) کیوں؟ اور اگر (۷) کی دینی ہے تو (۵) کا مطلب کیا؟

صرف سات کی قربانی کیوں؟ پر رضاخانی کوڑھ مغزی

علامہ ساجد خان نقشبندی صاحب نے اس کے بعد ایک اور اصولی بات حسن علی رضوی کی خدمت میں کی کہ آخر ان (۷) کی قربانی کیوں مانگتے ہو؟ اس لئے کہ ان سات کو اب تک لاکھوں مشایخ ،محدثین ،فقہاء،اولیاء اللہ جو اس دنیا سے مسلمان مان کر جا چکے ہیں ان کا کیا ہوگا؟ اگر ان کی بھی قربانی دینی ہے تو (۷) میں حصر پر دلیل؟ اور اگر ان کی قربانی دئے بغیر بھی اتحاد ہوسکتا ہے تو (۷) کی قربانی دئے بغیر اتحاد کیوں نہیں؟

اس اصولی رد کے جواب میں بھی رضاخانی موصوف نے ہمیشہ کی طرح جس جہالت کا مظاہرہ کیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ کوئی ایک مسلم ولی اللہ ،فقیہ ایسا نہیں جس کے سامنے یہ عبارات پیش ہوئی ہوں اور انہوں نے ان کو کافر نہ کہا ہو دیو بندی موصوف ان کی فکر چھوڑیں یہ ہمارا مسئلہ ہے باقی ان سے جو مطالبہ ہوا ہے اس کو پورا کریں ۔(ملخصا کشف القناع ص ۳۲۱)

جواب:

یہ اس جاہل کا حال ہے جس کو فریق مخالف کی اردو عبارت کی سمجھ نہیں ۔علامہ ساجد صاحب کا مقصد یہ قطعا نہیں تھا کہ ان اولیاء اللہ یا فقہاء سے مراد ان کے وہ لوگ ہیں جن کو رضاخانی بھی اولیاء اللہ وفقہاء مانتے ہیں بلکہ مراد اپنے ہی مشایخ و اکابر تھے ،جو ان بزرگوں کو اپنا بڑا مانتے ہیں ،ان کی کتب کا دفاع کرتے ہیں اور" المہند علی المفند" کی مکمل تائید کرتے ہیں ۔آخر ان کی قربانی کا مطالبہ کیوں نہیں؟ ظاہر ہے کہ موصوف کے پاس اس کا کوئی جواب نہیں تھا تو بات کا رخ ہی بالکل موڑ دیا۔

باقی علامہ ساجد اس کا ثبوت بھی پیش کر چکے ہیں کہ بقول حشمت علی رضوی نعیم الدین مراد آبادی سمیت جید بریلوی اکابر حسام الحرمین سے پھر چکے ہیں ،مولانا عبد الباری فرنگی محلی ،مولانا پیر مہر علی شاہ صاحب ،پیر کرم شاہ ازہری ،مولانا ابو الحسن زید فاروقی وغیرہم کے سامنے عبارات پیش ہوئیں اس کے علاوہ بقول امجدی عرب وعجم ان عبارات سے باخبر ہے لہذا آپ اگر اپنے ان مشایخ کو فقیہ و ولی اللہ نہیں مانتے تو اس

کا صاف اعلان کریں کہ یہ جہنمی کہتے ہیں نہ کہ ہمارے اکابر۔ یہ کوئی آپ کی بہن بیٹی زوجہ محترمہ کا معاملہ نہیں جواسے آپ ''اپنا خانگی معاملہ'' کہہ کر ہمیں فکر نہ کرنے کا مشورہ دیں بلکہ یہ امت کے اتحاد و اتفاق کی بات ہے لہذا صاف واضح الفاظ میں جواب دیں۔

نوٹ: موصوف نے ص ۳۱۹، ۳۲۰ میں جو خان صاحب بریلوی کے شعر پر علامہ خالد محمود صاحب رحمہ اللہ کے اعتراض کا نام نہاد جواب سرقہ کر کے لکھا ہے اس کا منہ توڑ جواب علامہ ساجد صاحب ''نواب احمد رضا خان فاضل بریلوی حیات خدمات و کارنامے'' میں دے چکے ہیں وہاں ملاحظہ ہو۔

رضاخانیوں کا اصولی مسائل سے فرار

جب تک رضاخانی کے سر پر کراچی کے ''رئیس'' کا ہاتھ ہے تب تک اسے اوراق سیاہ کرنے سے ہم روک نہیں سکتے، یہاں بھی اس نے فضول میں اوراق سیاہ کر دئے ہیں۔ کاشف اقبال نے لکھا تھا کہ علم غیب، استمداد، حاضر و ناظر وغیرہ مسائل فروعی ہے لیکن دیوبندی ان پر دھواں دار تقریریں کرتے ہیں۔ (دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف ص ۲۶ ملخصا)

اس کے جواب میں علامہ ساجد خان نقشبندی صاحب نے کاشف اقبال کی خوب خبر لی ہے۔ لیکن افسوس رضاخانی نے صرف چند باتوں کو لے کر اوراق سیاہ کر دئے۔ اس نے پہلے یہ کہا ہے کہ ملکی حالات کے پیش نظر ان مسائل کو فروعی کہا گیا ہے۔

(کشف القناع ص ۳۲۲)

رضاخانی جی! کیا ملکی حالات خراب ہونے کے باعث عقیدہ اور نظریہ بدلا جا سکتا ہے؟ نیز کیا اس وقت ملکی حالات خراب نہیں؟

اگر ہاں تو کیا آپ ملکی حالات کی وجہ سے حسام الحرمین والے نظریے کو مسترد کر سکتے ہیں؟

آخر کیا وجہ ہے کہ وہ مسائل جن کی وجہ سے گلی گلی میں نعرے بازی ہوتی ہے وہ تو آپ کے بقول فروعی بن سکتے ہیں لیکن حسام الحرمین کالعدم نہیں ہو سکتی؟ لہذا تھوڑی ہمت کیجئے ملکی حالات اور مسلمانوں کے وسیع تر مفاد میں حسام الحرمین کو دریا برد کریں اور خان صاحب بریلوی ''عصارۃ اہل النار'' میں ڈالیں۔

باقی اپنی عادت بد کے مطابق خروج مبحث کرتے ہوئے اس موقع پر انگریزی نوازی اور مخالفت پاکستان کے جو الزامات رضاخانی نے لگائے ہیں ان کے تفصیلی جوابات علامہ ساجد خان نقشبندی صاحب نے دفاع اہل سنت جلد دوم میں دے دئے ہیں۔ مگر بے شرمی اور ڈھیٹ پن کی انتہا کہ دوبارہ اس کو نقل کر دیا حالانکہ کتاب کے شروع میں خود اس کی دس گز زبان نکلی ہوئی تھی کہ جن اعتراضات کے میں جواب دے چکا ہوں علامہ نے اسے پھر کتاب میں کیوں شامل کیا؟

موصوف نے آگے ص ۳۲۲، ۳۲۹ پر وہی پرانا راگ الاپا ہے کہ اختلاف کی بنیاد شاہ اسمٰعیل شہیدؒ نے ڈالی ہے حالانکہ کوئی مائی کا لعل یہ ثابت نہیں کر سکتا۔ انہوں نے ساری زندگی قرآن و سنت کی تعلیمات عام کی ہیں جن کی خدمات کا اعتراف خود رضاخانیوں کو بھی ہے۔ لیکن رضاخانیوں کو یہ بات کہتے ہوئے بھی حیا و شرم کرنی چاہئے کیونکہ علامہ صاحب دفاع ہی میں دلائل قاہرہ سے یہ بات ثابت کر چکے ہیں کہ آپ کے اکابر کے نزدیک اصل فساد کی جڑ معاذ اللہ ''شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اور ان کا بیٹا شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ'' تھے۔

علامہ صاحب نے کہا تھا کہ اگر ہماری طرف سے عقائد کے اختلاف کو آپ اصولی اختلاف نہیں کہتے تو معروف گستاخ اہل بیت آصف

جلالی پھر توحید سیمنیار کیوں کرتا ہے؟ اس کے جواب میں رضا خانی کہتا ہے کہ توحید و رسالت اصل اساس ہیں ۔ (کشف الخداع ص ۳۲۴) حالانکہ بات اصل اساس کی نہیں بات تو دیوبندی بریلوی اختلاف کے اصولی ہونے کی ہے آپ کے نزدیک اصولی اختلاف دیوبندیوں سے توحید و سنت پر نہیں بلکہ ان کے اکابر کی عبارات پر ہے ۔ اسی ضمن میں علامہ صاحب نے یہ بات کی تھی مگر یہ رضا خانی عقل سے اتنا پاگل ہے کہ بجائے کاشف اقبال کی جاہلانہ بات کا دفاع کرتا الٹا علامہ صاحب کی بات مان لی کہ ہاں توحید و رسالت اصل اساس ہیں تو ظاہر ہے کہ توحید و رسالت میں شرک کا مسئلہ، مختار کل، حاضر و ناظر، علم غیب یہ سب مسئلہ آتے ہیں جب یہ مسئلہ تم نے بھی اصل اساس مان لئے تو علامہ صاحب یہی تو کہہ رہے ہیں کہ علمائے دیوبند کی طرف سے ان مسائل پر لب کشائی کرنے پر آپ لوگوں کو تکلیف کیوں؟

علامہ ساجد خان نقشبندی صاحب نے یہ بھی سوال کیا تھا کہ ایک طرف تو کاشف اقبال ان مسائل کو فروعی لکھتا ہے لیکن دوسری طرف اپنی اسی کتاب میں" دیوبندیوں کی انگریز نوازی"، دیوبندیوں کی پیٹ پرستی" جیسے عنوانات قائم کرکے علماء حق پر الزامات لگائے ہیں ۔

(دیکھئے دفاع اہل سنت جلد اول)

اس کے جواب میں رضا خانی نے یہ کہا ہے کہ اختلاف تو عبارات پر ہی لیکن ساتھ میں دیگر مسائل پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے ۔

(کشف القناع ص ۳۲۸،۳۲۹)

تو جناب کیوں ان پر بات کیوں بات کی جائے؟ ابھی تو آپ کے بقول ملکی حالات خراب ہونے کے باعث علم غیب اور حاضر و ناظر جیسے مسائل بھی فروعی بن گئے تھے ۔ تو اب کیا دوبارہ ان مسائل و موضوعات کو چھیڑنے سے ملکی حالات درست ہو جائیں گے؟

علامہ ساجد خان نقشبندی صاحب نے یہ بھی کہا تھا کہ اگر یہ مسائل فروعی ہیں تو ان مسائل پر کتابیں لکھ کر انتشار کا بازار گرم کیوں کیا گیا؟ جاء الحق، مقیاس حنفیت، الکلمۃ العلیا وغیرہ جیسی کتابیں انہی موضوعات پر تو لکھی گئی تھی ۔ (دفاع اہل سنت جلد اول)

اس کا بھی جواب رضا خانی نے نہیں دیا اور اِدھر اُدھر کی باتیں لکھ دی ۔ کہتا ہے جاء الحق دونوں مسائل پر لکھی گئی ہیں ۔ جناب کی خدمت میں عرض ہے کہ جاء الحق میں مشکل سے تین چار صفحات عبارات پر لکھے گئے ہیں وہ بھی ضمنی طور پر کتاب کے آخر میں جن میں سے بہت سی عبارات ایسی بھی ہیں جسے آپ بھی قطعی کفریہ نہیں کہتے اس میں تاویل کے قائل ہیں جبکہ باقی ساری کتاب علم غیب، میلاد، حاضر و ناظر، عرس وغیرہ جیسے مسائل پر لکھی گئی ہے جو کاشف اقبال کے بقول فروعی ہیں اور اصل اختلاف کو چھپانے کی سازش ہے ۔

اس ہٹ دھرمی کو آخر کیا نام دیا جائے؟

کاشف اقبال رضا خانی نے اپنی کتاب میں یہ مقدمہ قائم کیا تھا کہ علمائے دیوبند کے ساتھ اصولی اختلاف ہمارا عبارات کفریہ پر ہے (معاذ اللہ) علمائے دیوبند خواہ مخواہ حاضر و ناظر عرس وغیرہ پر دھواں دار تقریریں کرکے عوام کو اصل اختلاف سے دور رکھنے کی کوشش کرتے ہیں ۔ جس کے جواب میں علامہ صاحب نے دلائل قاہرہ سے ثابت کیا کہ ان مسائل میں سے جو اعتقادی مسائل ہیں مثلاً علم غیب، حاضر و ناظر اس پر ہمارا آپ سے اصولی اختلاف ہے باقی اگر اس پر آپ کو دھواں دار تقریریں کرنے پر تکلیف ہے تو یہ کام تو تمہارے بڑوں نے بھی کیا بلکہ تم نے خود اپنی کتاب میں کئی عنوانات مثلاً علمائے دیوبند کی انگریز نوازی وغیرہ قائم کئے جس کا ان اصولی مباحث سے کوئی واسطہ ہی نہیں ۔ (ملخصاً دفاع جلد اول)

رضاخانی سے علامہ صاحب کی اس مضبوط گرفت کا جب کوئی جواب نہ بن پڑا تو خان صاحب بریلوی کی سنت سیئہ پر عمل کرتے ہوئے ایک بار پھر جھوٹ کا سہارا لیا کیونکہ ان کے مذہب میں جھوٹ بولنا عین ثواب ہے اور کہا:

''مولانا کاشف مدنی صاحب نے یہ دعوی کہاں کیا ہے کہ وہ صرف اصولی مسائل یعنی اکابرین دیوبند کی گستاخانہ عبارات کو زیر بحث لائیں گے اگر ان کا اس بارے میں ایسا کوئی دعوی ہے تو دیوبندی موصوف پیش کریں''۔(کشف القناع ،ج ا ص ۳۲۷،۳۲۸)

جواب:

واقعی جب آدمی موصوف کی طرح کپڑے اتار کر شرم وحیا سے بالکل عاری ہو جائے تو اسے کچھ بھی کہنے پر کوئی شرم نہیں۔افسوس تو یہ ہے کہ موصوف جھوٹ بھی ایسے دھڑلے اور ڈھٹائی سے بولتے ہیں گویا ان کی طرح ساری دنیا آنکھوں کی بصارت اور ایمان کی بصیرت سے محروم ہے۔ملاحظہ ہو یہ دعوی ۔کاشف رضاخانی نے اول کہا کہ ہمارا اصل اختلاف علمائے دیوبند سے صرف گستاخانہ عبارات پر ہے باقی مسائل کا تعلق فروع سے ہے مگر علمائے دیوبند فروع پر تقریریں کر کے عوام کو دھوکے میں مبتلا کرتے ہیں۔اس کے بعد اپنی کتاب کی وجہ تالیف اور''اس تحریر کا سبب'' ذکر کرتے ہیں کہ:

''اس صورت حال میں ضرورت اس امر کی ہے کہ اصل اختلاف کو عوام الناس کے سامنے پیش کیا جائے تا کہ عامۃ الناس حقیقت حال سے واقف ہو جائیں اور ایمان کے ڈاکو ان کے ایمان پر ڈاکہ نہ ڈال سکیں''۔(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف ص ۲۶)

لو جی کاشف اقبال نے خود وضاحت کر دی کہ ان کی تحریر کا اصل مقصد اہل السنۃ والجماعۃ اور رضاخانیت کے درمیان ''اصل اختلاف'' کو سامنے لانا تھا۔لہٰذا اب اصل اختلاف سے ہٹ کر انہوں نے دیگر مباحث کو ذکر کرکے عوام کو مغالطہ دیا ایک غیر ضروری کام کیا اور بقول مظفر حسین رضاخانی اپنے دعوے سے خروج کر کے حقیقۃً فراڈ کیا۔یہ تھا کاشف اقبال رضاخانی کا دعوی مگر رضاخانی کمال بے حیائی سے اس کا انکار کر رہا ہے اور اس سب پر اس کا ڈھیٹ پنا ان الفاظ میں ملاحظہ ہو:

''خلاصہ کلام: دیوبندی موصوف نے اصولی مبحث سے گلوخلاصی کرنے کیلئے جو بھی اشکالات قائم کئے تھے ان کا حشر آپ دیکھ چکے ہیں، دیوبندی موصوف بغیر مطالعہ کے میدان مناظرہ میں اترنے کی کوشش کریں گے تو انہیں اسی طرح منہ کی کھانی پڑے گی اور اسے ہی کہتے ہیں من تزی بغیر علم قد افتدح عند امتحانہ''۔(کشف القناع ،ج ا ص ۳۲۷)

الحمدللہ علامہ صاحب کے مطالعہ کا اندازہ تو اس سے لگا لیں کہ اس ایک آدمی نے تمہارے پورے مسلک کا جینا حرام کیا ہوا ہے اور مظفر حسین تمہیں اس کے خلاف پورا ہسپتال قائم کرنا پڑا اور عطائی ڈاکٹروں کی ایک پوری ٹیم بٹھانی پڑی دوسروں کو بغیر علم کے میدان مناظرہ میں کودنے کا طعنہ وہ جاہل مار رہا ہے جس نے ''اردو عبارت'' کیلئے بھی ایک عدد حیدرآبادی جاہل رکھا ہوا ہے۔

شرم تم کو مگر نہیں آتی

ضروری وضاحت: علامہ صاحب نے کہیں بھی عبارات (حسام الحرمین) جس کو رضاخانی اصولی اختلاف کہہ رہا ہے سے گلوخلاصی کرنے کی کوشش نہیں کی بلکہ وہ تو اپنے دروس وکتب میں بار بار اس کا اظہار کر چکے ہیں کہ ایک دفعہ کوئی رضاخانی سامنے تو آئے مگر کسی ماں نے وہ لعل جنا نہیں جو حسام الحرمین اور خان صاحب واذناب کے کفر پر ہمارے سامنے بیٹھنے کیلئے تیار ہو جائے دیدہ باید۔دراصل اصل

مدعیٰ جس کو یہ رضاخانی اپنے دجل کے کرتب سے گول کر رہے ہیں یہ ہے کہ عبارات پر اگر تم نے معاذ اللہ ہم پر کفر کے فتوے لگائے اس وجہ سے یہ اصولی اختلاف ہوگیا یا تم اس کو اصولی اختلاف کہہ رہے ہو تو اس وجہ سے یہ اصولی اختلاف ہوگیا تو مخلوق کیلئے علم غیب وغیرہ کو ہم بھی تسلیم کرنا کفر مانتے ہیں ان عقاید کے اختلاف کو ہم بھی اصولی اختلاف کہتے ہیں تو آخر ان پر بات کرتے ہوئے تمہیں ہمارے ساتھ موت کیوں آتی ہے؟ یہ چٹ بھی تمہاری اور پٹ بھی تمہاری یہ کونسا اصول ہے؟ عبارات کو تم اصولی اختلاف مان لو تو ہم بھی مان لیں پھر دیگر مسائل کو تم فروعی کہو تو ہم بھی کہہ دیں یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ اگر تم دیگر مسائل میں اصل اختلاف کو تسلیم نہیں کرتے تو ہم عبارات میں اصل اختلاف کو تسلیم نہیں کرتے اگر یہ فرار ہے تو عقائد میں تم بھی تو گلو خلاصی اور فرار کا راستہ اختیار کر رہے ہو۔ یہ وہ اصولی بات تھی جس کا جواب کوئی رضاخانی (دجل کے سوا) قیامت کی صبح تک نہیں دے گا۔

موصوف نے جو عربی عبارت من تزی بغیر علم قد افتدح عند امتحانہ لکھی غالبا یہ اس جاہل حیدر آبادی کی لکھوائی ہوئی عربی عبارت ہے گدھا چپلاشیر کی چال اپنی چال بھی بھول گیا۔ موصوف کے نزدیک اس قسم کی حرکتیں کاتب کی اغلاط نہیں بلکہ خود مولف و مصنف کی ہوتی ہے لہٰذا جاہل حیدر آبادی کی خدمت میں عرض ہے کہ اصل عربی محاورہ یوں ہے:

کوکب نورانی کی عبارت میں فراڈ

علامہ صاحب نے کاشف اقبال کی جہالت پر تنبیہ کرتے ہوئے کہا تھا کہ تم نے آج میلاد، عرس وغیرہ کو فروعی اختلاف کہہ رہے ہو مگر کوکب نورانی تو ان کو اصولی اختلاف میں شمار کر رہا ہے اب تمہیں سچا کہیں یا کوکب نورانی کو؟۔ (ملخصا دفاع جلد اول ص ۸۲)

ہمیشہ کی طرح یہاں بھی رضاخانی نے لاجواب ہو کر جو دجل کیا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ علامہ صاحب نے یہاں ''بہت بڑا گھپلا'' کیا ہے پہلا حوالہ ص ۳۲ کا دے کر ۳۴ کی عبارت نقل کر دی بیچ کا صفحہ غائب کر دیا اگر ص ۳۳ بھی نقل کرتے تو موصوف کی چوری پکڑی جاتی کہ ص ۳۳ پر گستاخانہ عبارات کو کوکب نورانی نے نقل کی ہیں۔ (ملخصا کشف القناع، ج ا، ص ۳۳۰)

جواب:

ماشاء اللہ یہ ''گھپلے'' کا واویلا وہ مچا رہا ہے جس کے ''اعلیٰ حضرتی گھپلو'' نے مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کو معاذ اللہ کافر ثابت کرنے کیلئے جعلی فتوی گھڑا جس کے اعلیٰ حضرتی گھپلو نے حجۃ الاسلام مولانا قاسم نانوتویؒ کی تحذیر الناس کے مختلف صفحات سے آگے پیچھے صفحات کر کے ادھوری عبارات نقل کر کے اپنی طرف سے ایک کفری مضمون تیار کیا جس پر رضاخانی مولوی خلیل برکاتی بھی چلا اٹھا۔ جب ایک صفحہ نقل نہ کرنا ''بہت بڑا گھپلا'' ہے تو خان صاحب نے تو پورے کے پورے سیاق وصفحات غائب کر دئے وہ ''کتنا بڑا گھپلا باز'' ہوگا؟۔ خیر اصل مدعیٰ کی طرف آتے ہیں عقل کے دشمن!!! علامہ صاحب کا یہ دعوی کب ہے کہ کوکب نورانی نے اس کتاب میں علمائے دیوبند کی بزعم خویش گستاخانہ عبارات نقل نہیں کی؟ وہ تو یہ کہہ رہے ہیں کہ کتاب لکھی اصولی اختلاف کو سامنے لانے کیلئے اور اس میں میلاد و عرس کو شامل کر دیا تو اصولی اختلاف میں اس کو ذکر کرنا اسی بات کی دلیل ہے کہ تمہارے مذہب میں یہ مسائل بھی اصولی ہیں۔

اس پر رضاخانی نے ایک دفعہ پھر دجل وفراڈ کے تمام ریکارڈ توڑتے ہوئے لکھا کہ: ''کوکب نورانی نے یہ لکھا ہے کہ'' آپ جاننا چاہیں گے کہ اختلاف کن باتوں پر ہے ملاحظہ فرمائے'' اس عبارت میں اختلاف کے ساتھ لفظ اصولی کہاں لکھا ہوا ہے جو دیوبندی موصوف اس سے

لفظ اصولی اختلاف کشید کر رہے ہیں''۔(کشف القناع ،ج ا،ص ۳۳۱)

خان صاحب بریلوی کی کتب عقیدت سے پڑھ پڑھ کر فراڈ و دھوکا کی صفات مذمومہ ان رضاخانیوں میں اس قدر رچ بس گئی ہیں کہ انہیں اپنے مولویوں کی کتب میں فراڈ کرتے ہوئے بھی شرم نہیں آتی موصوف نے جو عبارت پیش کی اس سے متصل ما قبل ہی یہ عبارت ہے:

''اس دیوبندی وہابی تبلیغی گروہ سے ہمارا اختلاف محض فروعی اور خواہ مخواہ کا نہیں بلکہ اصولی اور بنیادی ہے یقینا آپ جاننا چاہیں گے کہ اختلاف کن باتوں پر ہے''۔(دیوبند سے بریلی،ص ۳۲)

رضاخانی کی دی ہوئی عبارت میں''اختلاف'' سے مراد''اصولی اختلاف'' ہی ہے جس پر قرینہ خود ما قبل متصل عبارت ہے۔اگر اسی کا نام جواب ہے تو پھر عبارات میں بھی''اصولی اختلاف'' کوکب کی طرف سے نہ مانو کیونکہ اوپر کی عبارت میں وہ''بلکہ اصولی و بنیادی'' ہے کا لفظ لیکر آئے بتائیں اس میں''اختلاف'' کا لفظ کہاں ہے؟ اس جاہل کے بچے کو اتنا بھی معلوم نہیں کہ قرآن میں جہاں مطلق دم کی حرمت کا ذکر ہے وہ''دم مسفوح'' پر محمول ہے اسی طرح یہاں اختلاف میں''اصولی'' کی قید ملحوظ ہے جس پر قرینہ ما قبل کی عبارت ہے۔

رہی یہ بات کہ کوکب نے ان مسائل کو ضمناً ذکر کر دیا تو ضمناً ذکر کرنے پر کوئی قرینہ و دلیل نہیں۔لیکن چلو مان لیں کہ ضمناً ذکر کر دیا تو خواہ ضمناً ذکر کرو یا مستقلا بات تو یہی کہ تم بھی ان مسائل پر اپنی قریبا ہر کتب میں بحث کرتے ہو اس پر با قاعدہ جلسے جلوس کرتے ہو مناظرے کرتے ہو تو جب یہ سب کام تم خود بھی کرتے ہو تو یہی شرم وحیا تو کاشف اقبال کو علامہ صاحب دلا رہے ہیں کہ علمائے دیوبند اگر ان مسائل پر دھواں دار تقریریں کریں تو تمہیں تکلیف کیوں؟ کہیں بقول رضاخانی:

''لگتا ہے مدنی صاحب کی کتاب نے دیوبندیت کو گہرا زخم لگایا ہے''۔(کشف القناع ،ج ا،ص ۳۲۷)

تو ان دھواں دار تقریروں پر تمہارے مدنی کا''دھواں نکلنا'' لگتا ہے کسی دیوبندی نے''کوئی گہرا زخم'' لگایا ہے!!!۔

عقل کا دشمن اپنی ہی تردید کرنے لگ گیا اور امام اہلسنت ؒ کی عبارت میں بدترین تحریف

علامہ صاحب نے دفاع میں کہا کہ تمہارے غلام مہر علی نے حاضر و ناظر کے مسئلہ کو''ضروریات دین'' میں شمار کیا۔کیا ضروریات دین ''فروعی مسائل'' ہوتے ہیں؟۔اس کے جواب میں موصوف نے واویلا مچایا کہ یہ عبارت تو شیخ عبدالحق محدث دہلوی ؒ کی ہے۔پھر امام اہلسنت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب ؒ کی عبارت پیش کی:

''شیخ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ باوجود وسیع النظر ہونے کے اس وضاحت سے یہ بیان کرتے ہیں کہ اس مسئلہ میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں اگر کسی ایک فرد کا اختلاف بھی اس میں ہوتا تو ضرور اس کا اظہار فرماتے''۔(تسکین الصدور،ص ۲۵۰) پھر موصوف کہتے ہیں کہ شیخ سرفراز خان صفدر صاحب ؒ کی اس عبارت کو شیخ عبدالحق محدث دہلوی ؒ کی عبارت کے نیچے رکھیں تو مطلب یوں بنے گا۔۔''مسئلہ حاضر و ناظر میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں۔۔اب دیوبندی موصوف ہی اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر بتائیں جو مسئلہ امت کا اجماعی ہو اور کسی ایک فرد کا بھی اس میں اختلاف نہ ہو تو اس مسئلہ کی حیثیت و نوعیت کس درجہ کی بنتی ہے؟''۔(کشف القناع ،ج ا،ص ۳۳)

جواب:

یہ سوال ہمیں نہیں یہ سوال آپ کو حل کرنا ہے۔اس لیے کہ اگر شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ کی عبارت کا معاذ اللہ یہ مطلب ہے جیسا کہ غلام مہر علی نے کہا کہ معاذ اللہ حضور ﷺ کے ہر جگہ حاضر و ناظر ہونے میں اور علم غیب سے متصف ہونے میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں یہ ضروریات دین میں سے ہے تو یہی تو علامہ صاحب ثابت کرنا چاہ رہے ہیں کہ رضاخانی ان مسائل کو بھی ضروریات دین میں سے شمار کرتے ہیں۔تو آپ نے پھر صفحے کے صفحے اس پر کیوں سیاہ کر دئے کہ نہیں ہمارا اصولی اختلاف ان مسائل میں دیوبندیوں سے نہیں۔کیا ''ضروریات دین'' آپ کے ہاں ''اصول دین'' میں شمار نہیں ہوتے؟اور اگر یہ مسائل واقعی ضروریات دین میں سے ہیں جیسا کہ غلام مہر علی نے کہا تو تم دجل و فریب کیوں کر رہے ہو کہ ان کو ظنیات میں کیوں شمار کر رہے ہو۔جیسا کہ کاظمی وقادری کی عبارت (جو اصل مذہب کو مسخ کر کے ان رضاخانیوں نے پیش کی) کے حوالے سے تم نے کہا۔باقی شیخ سرفراز خان صفدر صاحبؒ کی عبارت میں بھی خان صاحب بریلوی والی عادت اپناتے ہوئے کترو بیونت سے کام لیا۔شیخ سرفراز خان صفدر صاحبؒ کا یہ تبصرہ شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ کی اس عبارت پر ہے:

''شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ آنحضرت ﷺ کی حیات کے بارے میں لکھتے ہیں کہ حیات متفق علیہ ہے کسی کا اس میں کسی قسم کا کوئی اختلاف نہیں''۔(ملاحظہ ہو تفصیل تسکین الصدور،ص ۲۵۰)

نہ کہ رضاخانیوں کے خود ساختہ عقیدہ حاضر و ناظر کے متعلق۔شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ کی اس عبارت سے رضاخانیوں کا کفریہ عقیدہ حاضر و ناظر اور علم غیب ہر گز ثابت نہیں ہوتا جیسا کہ غلام مہر علی نے دھوکا دیا،بلکہ شیخ کی فارسی عبارت خود رضاخانی نے پیش کی جس میں ہے کہ حضور ﷺ امتیوں کے اعمال پر حاضر و ناظر ہیں،نہ کہ علم غیب مختار کل ہوتے ہوئے ہر جگہ حاضر و ناظر۔گویا یہ عبارت ''عرض اعمال'' سے متعلق ہے جس کے ہم منکر نہیں نہ کہ خود ساختہ عقیدہ رضاخانیہ علم غیب و حاضر و ناظر کے متعلق۔حیرت ہے کہ ماقبل میں کوکب نورانی کی عبارت میں یہ رضاخانی ہم سے پوچھ رہا تھا کہ یہاں ''اصولی'' کا لفظ کہاں ہے تو اب رضاخانی غیرت کرے اور شیخ سرفراز خان صفدر صاحبؒ کی عبارت میں ''حاضر و ناظر'' کا لفظ دکھائے۔کس قدر ڈھیٹ لوگ ہو تم۔

خلاصہ کلام: تم نے کئی صفحات سیاہ کئے کہ حاضر و ناظر،علم غیب پر ہمارا دیوبندیوں سے اصولی اختلاف نہیں علامہ صاحب نے غلام مہر علی کی ناقابل تردید عبارت پیش کر دی کہ ان مسائل کو تو تم ضروریات دین میں سے شمار کرتے ہو پھر کیسے اصولی اختلاف نہیں؟۔اب اگر تم ان مسائل کو ضروریات دین میں شمار نہیں کرتے تو غلام مہر علی کے فتوے سے ضروریات دین کے منکر ہو کر کافر و بے ایمان ہوئے اور اگر یہ مسائل واقعی ظنی ہیں تو غلام مہر علی ظنی مسائل کو ضروریات دین میں گھسیٹ کر بدعتی گمراہ و کافر ہوا۔اسی طرح عقیدہ علم غیب کے ضروریات دین ہونے پر حوالہ بھی شریف الحق امجدی کے حوالے سے کتاب کے شروع میں گزر چکا۔

میڈان بریلی مذہب میں آدمی آخر کس کی مانے؟

آپ نے ماقبل میں دیکھا کہ شریف الحق امجدی،غلام مہر علی ان مسائل کو ضروریات دین میں سے کہہ رہا ہے مگر موصوف اس کے منکر ہیں۔اب موصوف اس کو فضائل میں شمار کر کے ان کے منکرین پر فتوی لگاتے ہوئے لکھتے ہیں:

''پس اس صورت میں یہی کہا جا سکتا ہے کہ آپ علیہ الصلوۃ والسلام کے حاضر و ناظر ہونے کا منکر آپ ﷺ کے فضائل و مناقب کا منکر ہے،خیر کثیر سے محروم اور شومئ قسمت کا مارا ہوا ہے اسے قلبی بصیرت مہیا نہیں ہوئی نور ایمان کی تازگی نصیب نہ ہوئی''۔

(کشف القناع، ج ا، ص ۳۲۴)

حالانکہ رضاخانی تو یہ لکھتے ہیں:

''جس تفصیل سے ہم حضور سید دو عالم ﷺ کیلئے علم غیب ثابت کرتے ہیں یہ ہمارا قول مختار ہے اور نہ ضروریات دین سے اور نہ ضروریات مذہب سے بلکہ باب فضائل سے ہے اور جو لوگ حضور اکرم ﷺ سے بغض وعناد کی بناء پر اس تفصیل سے حضور کیلئے علم ما کان وما یکون کا اثبات نہیں کرتے ہم ان کو کافر وگمراہ تو درکنار فاسق بھی نہیں کہتے''۔

(بصیرت، حصہ اول، ص ۲۶۶، مکتبہ رضوان لاہور)

کیا رضاخانیوں کے ہاں حضور ﷺ کے فضائل وکمالات کا منکر وہ بھی بغض ودلی عناد کی وجہ سے فاسق بھی نہیں؟ یہ ہے ان خبیثوں کا غلیظ عقیدہ۔ ہم تو کہتے ہیں اللہ کی قسم بغض وعناد کی وجہ سے حضور ﷺ تو دور مدینے کی فضیلت کا منکر بھی کافر و بے ایمان ہے۔ ہوسکتا ہے کہ موصوف اپنی موٹی عقل کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہیں کہ رضوی نے ''فاسق'' ہونے کا انکار کیا ہے اور میں نے ''نور ایمان'' و ''قلبی بصیرت'' سے محروم ہونے کا ذکر کیا۔ تو کیا رضاخانیوں کے ہاں نور ایمان سے محروم قلبی بصیرت سے محروم شخص فاسق وفاجر نہیں اللہ کا ولی مومن کامل ہوتا ہے؟ غرض رضاخانی کا کم از کم فتوی شدید فسق ہے جبکہ رضوی فسق سے بھی منکر ہے۔

کیا دیوبندی عوام کا فیصلہ ماننے کو تیار ہیں؟

علامہ صاحب نے دفاع ص ۸۳ پر کاشف اقبال اور قصوری کی عبارات پیش کی تھیں جن کے بقول یہ عبارات اتنی گستاخانہ ہیں کہ دنیا کی کسی زبان میں ان کا ترجمہ کروا دیا جائے تو کسی صورت میں کوئی ان کی تحسین وتصویب نہیں کرے گا۔ جس پر علامہ صاحب نے کہا کہ ایسا ہی ہے تو فیصلہ آخر عوام پر کیوں نہیں چھوڑتے؟ اگر یہ عبارات اپنے کفریہ مضمون میں معاذ اللہ واضح ہیں تو اس کو بیان کرنے سے پہلے حاشیہ آرائی کی کیا ضرورت ہے؟

اس کے جواب میں ہمیشہ کی طرح رضاخانی نے جس دجل وفریب کا مظاہرہ کیا ترتیب وار جواب ملاحظہ ہو:

(۱) دیوبندی عوام کی رائے بھی نہیں مانیں گے کیونکہ دیوبندیوں نے خاتم النبیین کا معنی عوام کا خیال قرار دے کر اسے رد کر دیا۔

(ملخصاً کشف، ص ۳۲۴، ۳۲۵)

جواب: یہ بھی اس دجال کی دجالیت ہے۔ اگر کسی ماں نے کوئی لعل جنا ہے تو بتائے کہ دیوبندی نے معاذ اللہ خاتم النبیین کا معنی آخری نبی عوام کا خیال قرار دے کر ماننے سے کہاں انکار کیا ہے اور کہاں رد کیا ہے؟ رہی بات عوام کا فیصلہ نہ ماننے کی تو آپ عوام کے پاس جائیں تو صحیح۔ آخر علامہ صاحب کی تجویز کے بعد آپ کے ہاتھ پاؤں کیوں پھول گئے؟

رہی نہ ماننے کی تو رضاخانی وہ خبیث ہے کہ ان عبارتوں کے متعلق ان کے اپنے بڑے پیر کرم شاہ ازہری، مولانا ابوالحسن زید فاروقی، خلیل خان برکاتی، مولانا معین الدین اجمیری، علمائے رامپور وغیرہم یہ فیصلہ دے چکے ہیں یہ عبارات قطعاً گستاخانہ نہیں مگر رضاخانیوں نے بجائے اسے تسلیم کرنے کے الٹا انہی کو کافر کہہ دیا۔ شرم شرم شرم۔

(۲) یہ عبارات علمائے حرمین کے سامنے پیش ہوئی تھیں کیا تم نے مان لی؟۔

(ملخصاً ص ۳۳۵)

جواب: ہم نے پہلے ہی کہا کہ تمہاری مخصوص حاشیہ نگاری کے ساتھ پیش نہ ہو۔ رہی بات علمائے حرمین تو علمائے حرمین نے ان عبارات پر فتوی نہیں دیا بلکہ ان کے اس کفری جعلی مفہوم پر دیا جو خان صاحب نے وہاں پیش کیا۔ اس پر گھر کا حوالہ ہی ملاحظہ ہو رضاخانی مناظر اعظم سعید اسد احمد کا ایک ویڈیو کلیپ فیس بک پر ان کے آفیشل پیج پر ۲۸ ستمبر ۲۰۲۰ء کو اپلوڈ ہوا جس میں وہ کہتے ہیں:

''نہ ہر دیوبندی کافر ہے نہ ہر وہابی کافر ہے۔ فتوی کس پر ہے؟۔۔۔ یہ جو عبارتیں ہیں یہ ہے وجہ فتوی اس بندے پر فتوی لگے گا جس نے ان عبارتوں کو جانا پھر ان کا مطلب بھی سمجھ لیا کے لکھنے والے نے یہ لکھا ہے۔ پہلے جانا پھر مطلب بھی سمجھ لیا اور مطلب سمجھنے کے بعد یہ کہا کہ یہ بالکل ٹھیک لکھا ہے لکھنے والے نے ٹھیک لکھا ہے تو اس آدمی پر فتوی لگتا ہے ہر آدمی پر فتوی نہیں لگتا۔ یہ نہیں کہ جو بھی دیوبندیوں وہابیوں کی مسجد میں نماز پڑھنے کیلئے چلا جائے ہم اسے وہابی دیوبندی کہہ دیں گے۔ نہیں۔۔۔ نہیں۔۔ نہیں۔ ہر پر فتوی نہیں لگے گا۔ فتوی کس پر لگے گا؟ مثلاً ایک صاحب نے لکھا ہے ''نماز پڑھتے ہوئے نبی کریم علیہ السلام کا خیال بیل اور گدھے کی صورت میں مستغرق ہونے سے زیادہ برا ہے'' اب جس بندے کو یہ بات دکھائی گئی اس نے پڑھ لی اور پھر سمجھ بھی لی سمجھنے کے بعد کہتا نہیں یہ تو بالکل ٹھیک لکھا ہے۔ اب فتوی اس پر لگے گا۔ جو یہ کہے کہ نہیں یہ تو کوئی مسلمان کہہ ہی نہیں سکتا اس پر فتوی نہیں لگے گا۔ یہ بات یاد رکھئے گا فتوی اس پر لگے گا جو یہ کہے رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ او بدبخت! تیرے میرے چاہنے سے تو بہت کچھ ہو جاتا ہے رسول ایسے ہی ہیں؟ تو جو آدمی اس عبارت کو سن لے ، پڑھ لے، سمجھ لے اور پھر کہے واقعی رسول کی مرضی سے کچھ بھی نہیں ہوتا تو فتوی اس پر لگے گا اس پر فتوے لگے گا۔ جو آدمی یہ کہے کہ شیطان اور ملک الموت کا علم تو نص سے ثابت ہے اور شیطان اور ملک الموت جتنا علم نبی کریم علیہ السلام کیلئے یہ ماننا یہ شرک ہے اس بات کو سن کر، پڑھ کر، سمجھ لے، پھر کہے ''نہیں ہمارے حضرت صاحب نے ٹھیک لکھا ہے'' تو میرے بیٹے فتوی اس پر لگے گا۔ وگرنہ ہر ایک پر فتوی نہیں لگے گا۔ جب تک یہ تسلی نہ ہو جائے یہ مولوی یہ نماز پڑھانے والا یہ ان باتوں کو صحیح سمجھتا ہے اتنی دیر تک ہم فتوی نہیں لگائیں گے البتہ احتیاطاً نماز بھی نہیں پڑھیں گے اس کے پیچھے''۔ (ختم شد)

نوٹ: اس بیان کو جعلی ثابت کرنے والے رضاخانی لعل کو منہ مانگا انعام دیا جائے گا۔

تو جناب مسئلہ حل ہو گیا کہ فتوی ان عبارات پر نہیں بلکہ ان عبارات کے اس کفریہ جعلی مفہوم پر ہے جو رضاخانی ان سے کشید کرتے ہیں تو علمائے حرمین نے بھی اگر فتوی لگایا تو اس کفریہ مفہوم پر لگایا جس کو ہم بھی کفر کہتے ہیں نہ کہ عبارات پر۔

ویسے یہاں ہمارا بھی ایک سوال ہے کہ اگر ہمارا علمائے حرمین کے فیصلے کو نہ ماننا فتنہ وفساد کی جڑ ہے تو حضرت شاہ اسمٰعیل شہید رحمہ اللہ پر بھی تو بقول تم لوگوں کے علمائے حرمین نے فتوی دیا کہ ''من شك فی کفرہ و عذابہ فقد کفر'' اس فتوے کو خان صاحب بریلوی نہیں مانتے تو وہ کس اصول سے فسادیوں کی لسٹ سے خارج ہیں؟

نیز ان عبارات سے متعلق علمائے حرمین کا فتوی تمہیں خود بھی مسلم نہیں کیونکہ علمائے حرمین تو براہین قاطعہ جس کے کفر میں بقول تمہارے شک کرنے والا سکوت کرنے والا بھی کافر ہے کے متعلق لکھتا ہے:

''صاحب براہین اور اس کے موید ہر چند وہ یقینی کافر نہیں''۔ (کشف القناع، ج ا، ص ۳۴۱)

تو کیا حرمین کا یہ فتوی آپ کو مسلم ہے؟ اگر نہیں تو ہم سے گلہ کیوں؟ نیز ہم یہ بھی چیلنج کرتے ہیں کہ حضرت گنگوہیؒ کی طرف جو جعلی فتوی

منسوب کیا اس کا ثبوت دو اور تحذیر الناس کی نام نہاد عربی عبارت بعینہ ایک صفحے پر تحذیر الناس سے دکھاؤ۔

خواہ مخواہ ادھر ادھر کی ہانکنے کے بجائے مولانا ساجد صاحب نے جو تجویز دی ہے اس پر عمل کرانے کی ترتیب بناؤ۔

(۳) ہمیں ان عبارات پر حواشی چڑھانے کی ضرورت نہیں یہ کام دیوبندی شیخ الحدیث خلیل احمد سہارنپوری نے المہند میں کیا۔

(ملخصا کشف القناع ص ۳۳۶،۳۳۵)

جواب: جب حواشی چڑھانے کی ضرورت نہیں تو اپنی کوئی ایک کتاب بتاؤ جس میں ان عبارات کو پیش کرنے سے پہلے یا بعد میں کوئی حاشیہ آرائی نہ کی گئی ہو؟ جب نہیں دکھا سکتے اور یقیناً نہیں دکھا سکتے تو ابوجہلی ضد کا اظہار کر کے بدیہات کا انکار کیوں کر رہے ہو؟

رہی بات حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری صاحبؒ کی تو یہ اعتراض بھی تم نے اپنے پیش رووں سے سرقہ کیا ہے۔ وہاں علمائے حرمین نے عبارات کا مطالبہ نہیں کیا تھا بلکہ خان صاحب بریلوی نے علمائے دیوبند کے متعلق جو گندان کے دماغوں میں بھرا اور علمائے دیوبند کے جو خودساختہ عقائد ان کے سامنے پیش کئے اسی سے متعلق علمائے حرمین نے چند سوالات لکھ کر بھیجے جس کے تسلی بخش جوابات حضرت سہارنپوریؒ نے دیئے۔ اگر علمائے حرمین صرف اصل عبارات کا مطالبہ کرتے تو وہ بھی بھیج دی جاتیں۔

علمائے حرمین نے اپنے فتوے سے رجوع کر لیا رضاخانی کا اقرار

رضاخانی لکھتا ہے:

''انبیٹھوی صاحب کو اندازہ تھا کہ ان گستاخانہ عبارات کو صحیح ترجمہ کے ساتھ عربی قالب میں ڈھال کر اگر علمائے عرب کے سامنے پیش کیا گیا تو وہ بھی ان پر کفر کا فتوی ہی لگائیں گے جیسا کہ پہلے وہ لگا چکے تھے''۔ (کشف القناع، ج ا، ص ۳۳۶)

جواب: موصوف نے یہاں خان صاحب بریلوی کا منہ خوب کالا کیا گویا موصوف یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ان علمائے عرب نے کفر کا فتوی لگایا تھا مگر جب حضرت محدث خلیل احمد سہارنپوری صاحبؒ نے ان علمائے عرب کے سامنے ان عبارات کا اصل مفہوم پیش کر دیا (کیونکہ عبارات تو پہلے پیش ہو چکی تھیں) وہ مفہوم پڑھ کر علمائے عرب نے بالاتفاق علمائے دیوبند کو مسلمان مانا اور خان صاحب بریلوی پر لعنت بھیجی۔

اگر علمائے حرمین کا وہ فتوی واقعۃً رضاخان بریلوی کی سازش نہ ہوتی اور علمائے حرمین واقعی اس شیطان پر اعتماد کرنے کے بجائے خود تحقیق کر کے فتوی دیتے تو حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری صاحبؒ کی وضاحت کو رد کرتے کہ تم جھوٹ بولتے ہو خان صاحب بریلوی نے یہ عبارات اصل عربی میں ترجمہ کر کے ہمیں دکھادی تھیں وہ معاذ اللہ اپنے کفر میں بالکل صریح ہیں یہ تاویل باطل ہے۔ لیکن ان علمائے عرب کا ایسا نہ کرنا اور المہند کی مکمل تائید کرنا اس بات کی کھلی ہوئی دلیل ہے کہ علمائے عرب کو دھوکا دیا گیا تھا۔ اس کی مزید تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ المہند اور الشہاب الثاقب میں خان صاحب کے فراڈ کو جب طشت از بام کیا گیا تو اسکے بعد کبھی خان صاحب کو دوبارہ اور ان کے اذناب کو آج تک علمائے عرب سے ان عبارات پر فتوی لینے کی جرات نہ ہوئی کیونکہ وہ جان چکے تھے کہ ڈھول کا پول کھل چکا ہے۔

اگر عوام ان عبارات پر مطلع ہو جائے تو کیا ہوگا؟

رضاخانی کہتا ہے کہ:

''اگر عوام ان عبارات پر مطلع ہو جائیں اور ان عبارات کی قباحت کا ان کو پتہ چل جائے تو وطن عزیز کی سرزمین دیوبندیوں کیلئے تنگ پڑ جائے اور عوام دیوبندیوں کو مار مار کر ان کا کچومر نکال دیں۔ دیوبندیوں کا دھندا بند ہو جائے اور دانے پانی کیلئے بھی یہ لوگ ترس جائیں''۔

(کشف القناع، ج ا،ص ۳۳۶)

لیجئے جناب ہم آپ ہی کے گھر سے حوالہ دے دیتے ہیں کہ عوام کو ان عبارات کا علم ہے یا نہیں؟ اور عوام نے ان عبارات کو سمجھنے جاننے کے بعد علمائے دیوبند کا کچومر نکالا یا الٹا رضاخانی مولویوں پر لعنتیں بھیجیں؟ ملاحظہ ہو:

''لیکن ہماری سادہ لوح عوام کو اپنی اندھی عقیدت کے باعث ایسی عبارات نظر نہیں آتیں بلکہ اچھے خاصے عالم بھی اس عقیدت میں غوطہ کھائے بیٹھے ہیں۔ کئی بار میں نے سوچا کہ ''سپاہ صحابہ'' والے دیوبندی مولوی حق نواز جھنگوی کی ایک تقریر سن کر سمجھ گئے کہ شیعوں سے اختلاف کیا ہے۔ مگر ہماری سنی عوام وخواص ہیں کہ ہزاروں تقریروں اور رسائل وکتب کی اشاعت کے بعد دیوبندی بریلوی کا بنیادی اختلاف نہ سمجھ سکے انہیں عشق مصطفی ﷺ کا دعوی بھی ہے اور گستاخوں کے پیچھے ہاتھ باندھے کھڑے بھی نظر آتے ہیں افسوس کہ انہیں کپڑوں کے پاکیزہ ہونے کی شرط معلوم ہے مگر یہ معلوم نہ ہو سکا کہ باجماعت نماز کی ادائیگی کیلئے صحیح العقیدہ امام کی شرط بھی ضروری ہے''۔

(ضیاء پاشی یا ضیاع کاری،ص ۱۱، ادارہ معارف نعمانیہ)

لیجئے جناب آپ کے مولوی نے خود اقرار کیا کہ سنی عوام وخواص کے سامنے ہزاروں تقریریں کی گئیں کتب شائع کی گئیں مگر وہ اب تک ان عبارات میں کفر ماننے کو تیار نہیں الٹا ان کے پیچھے نماز پڑھنے پہنچ جاتے ہیں۔ ساری محنت کرنے کے بعد بھی رسوائی رضاخانیوں کے ہاتھ میں ہی آئی۔ یہی بات علامہ صاحب سمجھانا چاہ رہے تھے کہ اگر غیرت ہے تو اپنی حاشیہ آرائی کے بغیر عوام میں سے تین غیر جانبدار اشخاص کو منتخب کرو اور پھر معاملہ دیکھو۔ بلکہ اب تو منتخب کرنے کی بھی ضرورت نہیں کیونکہ خود رضاخانیوں کے بقول عوام کا فیصلہ بھی ہمارے حق میں ہے۔

عوام تو عوام خواص بھی کفر ماننے کو تیار نہیں

رضاخانی تو یہ جھوٹ بول رہا ہے کہ عوام کو پتہ چل جائے تو دیوبندیوں کا کچومر نکال دے۔ ہم نے ثابت کر دیا کہ عوام کو سب پتہ ہے۔ لیکن آپ عوام کو تو چھوڑیں یہ عبارتیں رضاخانی اکابر ومشائخ نے پڑھیں بجائے علمائے دیوبند کا'' کچومر'' نکالنے کے الٹا خان صاحب بریلوی کا'' کچومر'' نکال دیا۔ چند حوالے ملاحظہ ہوں:

دعوت اسلامی کا شیخ الحدیث ان عبارات کے متعلق عرب وعجم کا نظریہ پیش کرتا ہے:

''نیز تمام علماء عرب اور بے شمار عوام وعلماء عجم خصوصا بانیان منہاج و بھیرہ نیریاں یونیورسٹی اور ان سے گہرے روابط رکھنے والے بہت سے علماء ومشائخ تکفیر اربعہ کے قائل نہیں۔ اسی طرح میاں شیر محمد شرقپوری و پیر مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہما اور ان کے لواحقین کے ملفوظات وتحریریں وتقریریں بھی اس پر بین گواہ ہیں اور اسی پر علامہ احمد شاہ نورانی علیہ الرحمۃ اور ان کے خواص کا طرز عمل شاہد ہے''۔

(ماہنامہ متاع کارواں،ص ۴۹، اپریل ۲۰۱۷)

مولانا عبد الباری فرنگی محلی مرحوم کے سامنے یہ عبارات کسی رضاخانی آج کے چند وخان نے نہیں بلکہ خان صاحب بریلوی نے پیش کی

مگر:

"مولوی اشرف علی تھانوی کی حفظ الایمان کی گستاخانہ عبارت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمۃ نے جب اپنے دوست مولانا عبد الباری فرنگی محلی کو دکھائی تو انہوں نے فرمایا کہ مجھے تو اس میں کفر نظر نہیں آتا۔ اعلیٰ حضرت نے ایک مثال دی پھر بھی انہوں نے نہ مانا۔ اعلیٰ حضرت خاموش ہو گئے اور دوستی ومحبت کو برقرار رکھا"۔ (سیرت انوار مظہریہ، ص ۲۹۲)

رضاخانی ضیاء الامت پیر کرم شاہ الازہری کے سامنے یہ عبارات پیش ہوئیں مگر اس نے علمائے دیوبند کا پھو مرنکالنے کے بجائے خان صاحب کا ہی پھومر یہ کہہ کر نکال دیا کہ:

"یہ کہنا درست نہیں سمجھتا کہ مولانا نانوتوی عقیدہ ختم نبوت کے منکر تھے کیونکہ یہ اقتباسات بطور عبارۃ النص اور اشارۃ النص اس امر پر بلا شبہ دلالت کرتے ہیں کہ مولانا نانوتویؒ ختم نبوت زمانی کو ضروریات دین سے یقین کرتے تھے"۔

(تحذیر الناس میری نظر میں: ص ۵۸، ضیاء القرآن پبلیشرز)

رضاخانی شیخ الاسلام مولانا ابوالحسن زید فاروقی کے سامنے یہ عبارات پیش ہوئیں مگر اس نے ہمارا پھومر نکالنے کے بجائے علمائے دیوبند کو اللہ کا ولی مان کر رضاخانی شریف الحق امجدی ہی کا پھومر نکال دیا کہ:

"مولانا ابوالحسن زید صاحب سنی صحیح العقیدہ نہ تھے۔ صلح کلی تھے۔ اکابر دیوبند میں مولوی قاسم نانوتوی کے شاگرد کے شاگرد تھے۔ اور نانوتوی صاحب کو نہ صرف یہ کہ مسلمان جانتے تھے بلکہ بہت بڑا عالم اور ولی کامل مانتے تھے۔ مقامات خیر میں ان کے نام کے ساتھ رحمۃ اللہ علیہ لکھا ہے۔ اسی طرح مولوی رشید احمد گنگوہی کے بھی بہت مداح تھے۔ گنگوہی نے میلاد شریف کو ناجائز وبدعت کہا جو ان کے فتاوی میں موجود ہے۔ ابوالحسن زید صاحب اس کا انکار کرتے تھے اور بے جا تاویلیں کرتے تھے۔ میری خود ان سے بات چیت ہوئی ہے اور نوبت تلخ کلامی تک پہنچ چکی ہے۔ شروع شروع میں وہ دیوبندی نواز تھے لیکن جب ان کا انجام یہ دیکھا کہ ان کے حلقہ کے کٹر دیوبندی ہو گئے تو بعد میں کچھ گول مول دیوبندیوں کے خلاف بھی بولنے اور لکھنے لگے۔ ایسی صورت میں جبکہ وہ نانوتوی کی تحذیر الناس کی کفری عبارتوں اور گنگوہی کی براہین قاطعہ کی ص ۵۱ کی شیطانی کفری عبارت پر مطلع تھے، جس پر علمائے عرب وعجم، حل وحرم، ہندوسندھ نے ان دونوں کو کافر کہا اور وہ بھی اس تفصیل کے ساتھ کہ ان کے کفریات پر مطلع ہونے کے بعد جو ان بھی کافر۔ پھر بھی جناب ابوالحسن زید صاحب نانوتوی اور گنگوہی کو عالم، ولی مانتے تھے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ بنیادی طور پر ان کا عقیدہ بھی وہی تھا جو نانوتوی وگنگوہی کا تھا"۔

(فتاوی شارح بخاری، ج ۳، ص ۵۴۲)

تو جناب یہ عبارات چاہے عوام کے سامنے ہوں یا آپ کے خواص کے سامنے ہوں" پھومر" ہمارا نہیں آپ ہی کا نکل رہا ہے۔ اور یہی پھومر نکالنے کیلئے علامہ صاحب نے ایک دفعہ پھر میدان سجانے کی دعوت دی تھی جس کا انجام آپ کو خوب معلوم تھا لہذا بات کو گول کر گئے۔

اپنوں کا پھومر نکالتے ہوئے موت آتی ہے

اس رضاخانی متعصب عنید کا دعوی تو ہے کہ عوام کو معاذ اللہ ان گستاخانہ عبارات کو پتہ چل جائے تو ان کا پھومر نکال دیں۔ مگر خود ایسے منافق، دونمبر بے ایمان ہیں کہ جن کو اپنا بزرگ مانتے ہیں وہ ان عبارات کو درست سمجھتے ہیں گستاخانہ نہیں سمجھتے بجائے ان کا پھومر نکالنے

کے ان کی تائید پر کمر بستہ ہیں چنانچہ ایک رضا خانی اس" پکھومرانہ منافقت" کا پردہ یوں فاش کرتا ہے:

"علمائے اہلسنت کا عجیب رویہ

کچھ معزز علمائے اہلسنت، پیر صاحب کے اس رویے سے سخت نالاں ہیں اور وہ پیر صاحب سے کوئی میل جول نہیں رکھتے۔ لیکن حیرت یہ ہے کہ ان کی کئی کتب اہل باطل کے خلاف شائع ہو رہی ہیں مگر پیر صاحب کے اس رویے پر کسی نے ایک لفظ تک تحریر نہیں فرمایا۔ کچھ علمائے اہل سنت اور گدیوں کے سجادہ نشین یہ واقفیت رکھتے ہوئے بھی پیر کرم شاہ صاحب سے بھرپور روابط قائم رکھے ہوئے ہیں۔ یہ معزز طبقہ تجاہل عارفانہ بے جا رواداری اور چشم پوشی کا مرتکب ہو رہا ہے جو کہ اس کے شایان شان نہیں۔ تیسرا طبقہ وہ ہے جو ان مسائل سے سرے سے آگاہ ہی نہیں، اگر ہے بھی تو بس سرسری سا اور محض واجبی سا، یہ طبقہ پیر صاحب کے خلاف ایک لفظ تک سننا گوارا نہیں کرتا۔ سمجھانے کی کوشش پر جواب ملتا ہے کہ تم زیادہ پڑھے لکھے ہو یا پیر کرم شاہ صاحب جو الازہر کے فارغ التحصیل ہیں۔ مجھے ان ہر دو طبقوں سے سخت شکوہ ہے۔ کیا یہ رویہ عجیب سے عجیب تر نہیں کہ تحذیر الناس اور اس کی حمایت کرنے والے دیوبندیوں کے خلاف ہمارے زبان وقلم شعلے اگلیں مگر جب پیر صاحب کی بات آجائے تو اپنا کہہ کر دونوں کی نوک زبان پر مہر سکوت لگ جائے۔ کیا پیر صاحب اس لحاظ سے اپنے ہیں کہ وہ میلاد و عرس اور گیارہویں کے قائل ہیں؟ کیا دیوبندیوں سے ہمارا اختلاف میلاد گیارہویں پر ہے؟ دیوبندی تحذیر الناس کی حمایت کریں تو مقتیوں کی مسندوں اور علما کے سٹیجوں سے ان کے خلاف تحریروں اور تقریروں اور فتووں کے انبار لگ جائیں اور پیر محمد کرم شاہ صاحب بھیروی تحذیر الناس کی حمایت کریں تو یہی مفتی و عالم انہیں "ضیاء الامت" کے خطاب سے نوازیں۔

این چہ بوالعجبی است۔

اگر ہم سنی بریلوی علما کا یہی رویہ رہا تو کل کون کہہ سکے گا کہ دیوبندیوں سے ہمارا اختلاف اصولی ہے اور اس اصولی اختلاف کی بنیاد تحذیر الناس و براہین قاطعہ وغیرہ ہیں؟"۔

(ضیاء پاشی یا ضیاع کاری، ص ۴۲، ۴۳، ادارہ معارف نعمانیہ)

پکھومر تو اشرف آصف جلالی کا نکلا ہے

الحمد للہ ہم نے دلائل قاہرہ سے ثابت کر دیا کہ عوام وخواص ان عبارات پر مطلع ہونے کے باوجود بھی دیوبندیوں کا پکھومر نکالنے کو تیار نہیں بلکہ خان صاحب واذناب جو ان عبارات کو کفریہ کہتے ہیں صراحۃ، اشارۃ، کنایۃ اپنی حیثیت کے مطابق ان پر لعنت ضرور بھیجتے ہیں جس کا واضح وصریح مطلب خود رضاخانیوں کے اصول پر یہی ہے کہ ان عبارات میں ایک فیصد بھی گستاخی نہیں ورنہ علمائے دیوبند کا دانہ پانی بقول رضاخانی بند ہو جاتا۔

لیکن آئیے ہم آپ کو بتاتے ہیں کہ اس وطن عزیز میں اس اصول پر اصل گستاخ، بے ایمان کون ہے؟ اس کا تعلق کس مسلک سے ہے اور عوام وخواص نے کیسا اس کا پکھومر نکالا؟۔ یہ آدمی رضاخانی کنز العلما ڈاکٹر اشرف آصف جلالی ہے۔ جس نے بقول اس مظفر حسین شاہ حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہا کی ایسی گستاخی کی کہ سندھ، آزاد کشمیر، کی صوبائی اسمبلیوں میں پھر پاکستان کی قومی اسمبلی میں اس کے خلاف "قرارداد مذمت" جمع ہوئیں۔ پھر اپنے ہی امام المناظرین سعید اسد نے اس کو مناظرے کی دعوت دی۔ پھر اپنے ہی حجۃ الاسلام عرفان

شاہ مشہدی نے اسے ''ولد الحرام اور حیض'' کی پیداوار قرار دیا۔ جب اس پر بھی دل ٹھنڈا نہ ہوا تو اس گستاخ بے ادب کو گھسیٹ کر جیل کی سلاخوں کی نظر کر دیا اور یہ بے ایمان ان سطور کے لکھے جانے تک جیل ہی میں اپنے دن سیاہ کر رہا ہے۔ مگر یہ رضا خانی اپنے مسلک کے اس گند کو دکھانے کو تیار نہیں۔ معلوم ہوا کہ اصل گستاخ علماے دیوبند نہیں تم جیسے لوگ ہو جن کے کنز العلما کی گستاخیوں کا یہ حال ہے کہ اس کی پاداش میں جیل کی سلاخوں کے پیچھے سڑ رہا ہے تو عام مولوی کی گندی ذہنیت کا کیا حال ہوگا؟

مظفر حسین سے سوال

چلو بالفرض علی سبیل التنزل مان لیا ایک منٹ کیلئے کہ عوام آگاہ نہیں۔ مگر مظفر حسین شاہ تو نے تو اپنی عوام کو آگاہ کیا ہوگا نا؟ اگر نہیں تو اب تک یہ مداہنت کیوں؟ اگر ہاں تو بتا کراچی میں جس جگہ تیری مسجد و ٹھکانہ ہے یعنی طارق روڈ کے آس پاس بتا عوام نے کتنے دیوبندیوں کا دانا پانی وہاں بند کیا؟ بلکہ ہم نے جب اس سلسلے میں کراچی کے بعض احباب سے معلومات لیں تو معلوم ہوا کہ طارق روڈ اور اس سے ملحقہ علاقوں میں سینکڑوں دیوبندیوں کی دکانیں و رہائش ہے۔ جنید جمشید مرحوم کی دوکان بھی اسی طارق روڈ میں ہے۔ بلکہ طارق روڈ کے ساتھ بہادر آباد جو مظفر حسین شاہ کی مسجد سے چند کلو میٹر کے فاصلے پر ہے وہاں دیوبندیوں کا ایک بہت بڑا مدرسہ ''معہد الخلیل'' بھی موجود ہے۔ تو بتا اب تک عوام نے دیوبندیوں کا دانا پانی یہاں کیوں بند نہیں کیا؟

آج کل ان کا اپنا کچومر نکلا ہوا ہے

موصوف کہتے ہیں کہ اگر عوام کو تمہاری عبارتوں کا پتہ چل جائے تو تمہارا دال پانی بند ہو جائے تمہارا کچومر نکال دے مگر بے غیرتی کی انتہا دیکھیں کہ موصوف ہی کے ہم مخرج بھائی کی کاوشوں سے حال ہی میں فیض احمد اویسی کی ''شرح حدائق بخشش'' کی شرح چھ جلدوں میں شائع ہوئی۔ اس میں جہاں جہاں رضا خانی شارح نے حضرت شاہ اسمٰعیل شہید رحمہ اللہ، حجۃ الاسلام حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ، فقیہ العصر حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، محدث کبیر حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ کی عبارات نقل کی یا ان پر رد کیا تو ان سب کے نام حذف کر دئے گئے اور ان کی جگہ، جگہ جگہ .... کے نشانات لگا دئے۔ یہ تو تمہاری غیرت کا حال کہ عوام ہمارا کچومر کیا نکالے تم میں خود اتنی جرات نہیں کہ کم از کم وہ عبارتیں ہمارے اکابر کا نام لیکر ہی اپنی کتب میں شائع کر دو۔ کیا یہ اس بات کی کھلی ہوئی حقیقت نہیں کہ رضا خانیوں کا اختلاف ہمارے ساتھ صرف فراڈ پر مبنی ہے کیا یہی عشق رسالت ﷺ کا دعوی ہے کہ حکومت کے ڈنڈے کا خوف ہو تو نام لینے کی بھی جرات نہ ہو اور ویسے صبح شام دس گز زبان علمائے دیوبند کے خلاف نکلی ہوئی ہوتی ہے؟

یاد رہے کہ یہ کتاب اس پلید کی کاوشوں سے شائع ہوئی ہے جو خود علمائے دیوبند کے خلاف مضمون لکھ رہا ہے کہ علمائے دیوبند کتب میں تحریف کر دیتے ہیں اور اپنی کاوش سے شائع شدہ صرف ایک کتاب میں سینکڑوں کی تعداد میں تحریفات ہیں تھو تھو ایسی منافقت پر۔

عبارات کو عوام کے سامنے پڑھنے کا مطالبہ

رضا خانی نے لکھا کہ:

''دیوبندی موصوف کسی خوش فہمی میں مبتلا ہیں تو وہ یہ کام بھی کر کے دیکھ لیں۔ پھر عوامی ری ایکشن ہوگا انہیں خود پتہ چل جائے گا۔ زیادہ نہ

سبھی دیوبندی اپنے مذہب کے صرف ایک خطیب طارق جمیل کو ہی کہہ کر دیکھ لیں کہ وہ ان عبارات کو عوامی مجمع میں پڑھنے کی طاقت رکھتا ہے، دیوبندیوں کو پتہ خود ہی چل جائے گا۔ اب دیکھتے ہیں کہ دیوبندی موصوف اپنی اس درخواست کو کب طارق جمیل صاحب کے پاس لیسکر جاتے ہیں اور کب عوامی مجمع میں ان عبارات پر ان سے پروگرام کرواتے ہیں مگر ہمیں معلوم ہے

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے

یہ بازو ہمارے آزمائے ہوئے ہیں (کشف القناع، ج ا، ص ۳۳۶)

جواب: اس جاہل رضاخانی کی خدمت میں عرض ہے کہ نہ صرف علامہ صاحب بلکہ حضرت متکلم اسلام مولانا الیاس گھمن صاحب زید مجدہ، مناظر اسلام مولانا ابوایوب قادری صاحب زید مجدہ، مولانا طاہر حسین گیاوی صاحب، مولانا عبدالاحد قاسمی صاحب اور ہمارے دیگر علما نہ صرف ان عبارات کو عوامی مجمعوں میں پڑھ چکے ہیں بلکہ ان عبارات پر کئی کئی گھنٹے کی ویڈیو ریکارڈنگ کروا کر نیٹ پر بھی اپلوڈ کر چکے ہیں۔ جن کو اب تک لاکھوں لوگ دیکھ چکے ہیں۔ خود علامہ صاحب نے آج سے کئی سال پہلے رضاخانی داودرضوی کا یہ چیلنج قبول کیا کہ میں تحذیرالناس، براہین قاطعہ، حفظ الایمان کو بالکل درست سمجھتا ہوں رضوی میں غیرت ہے تو اپنے دعوے کے بموجب سپریم کورٹ میں میرے خلاف کیس دائر کرے۔ اسی طرح ۲۰۱۹ء میں بھی سینکڑوں لوگوں کی موجودگی میں لائیو نیٹ پر پروگرام چلاتے ہوئے جس کی ویڈیو آج بھی نیٹ پر موجود ہے علامہ صاحب نے با نگ دہل یہ کہا کہ وہ تحذیرالناس، براہین قاطعہ، حفظ الایمان کی عبارات سے سو فیصد متفق ہیں اگر کسی رضاخانی میں جرات ہے تو میرے خلاف 295C کا مقدمہ کرے مگر آج تک کسی رضاخانی کو اس کی جرات نہ ہوئی۔ تحریری مواد اس کے علاوہ ہے۔ نہ صرف بیان کئے بلکہ یہ حضرات تو چیخ چیخ کر ان عبارات سمیت خان صاحب کے کفر و ایمان رضاخانی اصولوں کی روشنی میں مناظرے کی دعوتیں دے رہے ہیں، اشتہار چھاپ رہے ہیں مگر کسی رضاخانی کو آج تک جرات نہ ہوئی۔ اس کے بعد بھی یہ کہنا کہ آج تک تم لوگوں نے ان عبارات کو عوام کے سامنے نہیں پڑھا سوائے ابولہبی ضد وہٹ دھرمی کے اور کیا ہے؟

نیز ماقبل میں حضرت مولانا منظور نعمانی صاحبؒ وسردار احمد گورداسپوری رضاخانی کے مابین ”مناظرہ بریلی“ کی بات چلی اس مناظرے سمیت سینکڑوں مناظروں میں حضرت نعمانیؒ نے ان عبارات کو نہ صرف عوام کے سامنے پڑھا بلکہ ان کا دفاع کیا کیا کوئی رضاخانی اس کا ثبوت پیش کر سکتا ہے کہ دوران مناظرہ یا بعد میں کسی نے ان کا گریبان پکڑا یا دانہ پانی بند کیا؟

اس دانہ پانی و کچومڑ والی بات پر دل کر رہا ہے کہ اس رضاخانی کا مزید بھی کچومڑ نکالوں مگر صفحات کی تنگی بار بار آڑے آرہی ہے۔

باقی طارق جمیل صاحب کی تخصیص کرنا ہماری سمجھ سے باہر ہے ان کا میدان عبارات کا دفاع نہیں تبلیغ ہے۔ یہ تو ایسا ہی مطالبہ ہے جیسے کوئی کہے کہ الیاس عطاری نے ماں کا دودھ پیا ہے تو مجھ سے مناظرہ کیلئے آئے۔ لیکن ہم اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ رضاخانی غیرت کرے اور دعوت اسلامی کے نام نہاد ”مدنی چینل“ پر علامہ صاحب یا ہمارے کسی مستند مناظر کا لائیو پروگرام رکھے وہ نہ صرف ان عبارات کو لفظ بلفظ پڑھیں گے بلکہ رضاخانی اعتراضات پر ان کا دفاع بھی کریں گے تاکہ ساری دنیا کو پتہ چل جائے کہ دانا پانی علمائے دیوبند کا بند ہوتا ہے یا عوام خان صاحب بریلوی پر تھوکتی ہے لیکن ہمیں معلوم ہے،

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے

یہ بازو ہمارے آزمائے ہوئے ہیں

عوام سے فیصلہ اور اپنے ہی دعوے سے مکرنا

حضرت علامہ صاحب نے دفاع میں ایسی مضبوط گرفت ان رضاخانیوں کی کی ہے کہ یہ لاکھ بل کھائے مگر اس علمی پکڑ سے جان نہیں چھوٹتی نتیجہ علامہ صاحب کی عبارت کا مفہوم و مقصد ہی بگاڑ کر جواب دینے کی کوشش کرتے ہیں اور اس میں بھی آدھے سے زیادہ جواب مغلطات پر مشتمل ہوتا ہے تاکہ اندھے رضاخانی عقیدت مندوں کو باور کرایا جاسکے کہ دیکھو ہم نے کتنا تفصیلی جواب دیا ہے۔علامہ صاحب نے جو دفاع میں کہا تھا کہ اگر یہ عبارات اتنی واضح کفریہ ہیں کہ معاذ اللہ ہر آدمی ان کا کفر جان سکتا ہے تو عوام میں سے تین غیر جانبدار لوگوں کو منتخب کر واور یہ عبارتیں ان کے سامنے رکھو۔تو پہلے تو اس کا جواب اس نے یہ دیا کہ عوام کو ان عبارتوں کا پتہ نہیں ورنہ تمہارا کچومرنکال دے جس کا منہ توڑ جواب ماقبل میں گزر گیا مگر حیرت ہے کہ اگلے ہی صفحے پر اس کی تردید یوں کرتا ہے:

’’اگر مرزا قادیانی کی کتابیں، پرویز کی کتابیں، غامدی کی کتابیں، نیاز فتح پوری کی کتابیں چکڑالوی کی کتابیں عوام کو پکڑا دی جائیں، پھر دیوبندی موصوف ہی بتائیں کہ عوامی بھیڑ میں سے کتنے افراد ہوں گے جو گستاخانہ عبارات کا تعیین کر پائیں گے؟ کیا ان لوگوں کی عبارات صریح کفر موجود نہیں؟۔جب صریح کفر موجود ہے اور پوری کتاب پڑھنے کے بعد اگر کوئی عامی شخص نشاندہی نہیں کرسکتا تو اس سے کفر مرتفع نہیں ہو جائے گا لہٰذا دیوبندی موصوف ایسے ہتھکنڈوں سے اپنی گلو خلاصی نہیں کرا سکتے ،باقی اپنا یہ شوق بھی پورا کر کے دیکھ لیں ان شاء اللہ العزیز فیصلہ ان ہی کے خلاف آئے گا‘‘۔(کشف القناع ،ج ۱،ص ۷۳۳)

جواب:

پہلی بات یہ کہ عوام کے سامنے ان عبارات کو پیش کرنا ہمارا ہتھکنڈا نہیں بلکہ فرار کا رضاخانی فراڈ تھا اپنی سادہ لوح عوام کو رضاخانیوں نے یہ دھوکا دیا کہ دیکھو یہ عبارات تو اتنی گستاخانہ ہیں کہ اگر ہماری نہیں مانتے اور اسے مولویوں کو جھگڑا کہتے ہو تو چلو عوام کے سامنے پیش کر دو وہ بھی اس کے کفر ہونے پر معاذ اللہ متفق ہوں گے۔ ہے اس بات کو علامہ صاحب نے چھچھوندر بنا کر رضاخانی کے گلے میں ایسے پھنسا دیا کہ اب نہ نگلے بنے نہ اگلے۔اس لئے کبھی ایران اور کبھی توران کی ہانکنے لگ گیا۔مگر بات ہے کے بن ہی نہیں رہی۔علامہ صاحب نے یہ بات رضاخانی کاشف اقبال اور قصوری کے جواب میں کہی تھی جن کا دعوی تھا کہ یہ عبارات کفر و گستاخی میں معاذ اللہ اتنی صریح ہیں کہ کوئی مہذب، بااخلاق مسلمان خالی الذہن ہو کر ان کو پڑھے تو ان کے کفر کا فیصلہ ہی کرے گا۔اب علامہ صاحب نے دو اور دو چار کی طرح سیدھی بات کہی کہ عوام کے سامنے لیکر جاؤ اور خود رضاخانی بھی اس کو تسلیم کر چکا ہے کہ عوام کو پتہ چلا تو تمہارا دانا پانی بند کر دیں۔مگر اب خدا جانے کیا ہو گیا کہ موصوف کہتے ہیں کہ مرزا کی کفریات جب عوام معلوم نہیں کر سکتی تو تمہاری بھی معلوم نہیں کر سکتی جس طرح ان کا کفر اسلام نہیں بن جائے گا اس طرح تمہارا بھی معاذ اللہ۔تو اگر عوام ہماری کفریات کا ادراک معاذ اللہ نہیں کر سکتی تو پھر یہ اصول پیش کیوں کیا؟ اب عامۃ المسلمین کو یا تو معاذ اللہ غیر مہذب بداخلاق مانو، یا پھر مانو کہ عامۃ المسلمین خالی الذہن نہیں بلکہ ان کا ذہن بھی وہی ہے جو علمائے دیوبند کا ہے۔

رہی بات مرزا قادیانی کی کفریات یا کسی اور کی کفریات تو بالکل ہم کہتے ہیں کہ وہ کفریات اگر ایسی ہی واضح صریح ہیں جیسا کہ تمہارا دعوی علمائے دیوبند کی عبارات کے متعلق ہے معاذ اللہ تو عوام بالکل ان کے کفر کا فیصلہ کرے گی اور تحریک ختم نبوت کی صورت میں وہ یہ فیصلہ کر چکی ہے اور پوری دنیا کے مسلمان عوام و خواص جو ان کفریات پر مطلع ہیں وہ ان کو کافر اور ان کی عبارات کو کفریہ ہی سمجھتی ہیں۔

یہ اس جاہل نے عامۃ المسلمین پر بہت بڑا الزام لگایا کہ معاذ اللہ انہیں مرزا قادیانی کی صریح کفریات کا علم ہی نہیں اور مرزائیوں کی مکمل تائید کی ہے۔ مرزائی بھی اپنے ماننے والوں کو یہی دھوکا دیتے ہیں کہ عوام ہماری مخالفت معاذ اللہ کسی تحقیق کی بنا پر نہیں کرتی بلکہ مولویوں نے ان کے ذہن خراب کئے ہوئے ہیں۔ موصوف نے خان صاحب بریلوی کی اتباع میں اپنے قادیانی بھائیوں کے اس قول کیلئے راہ ہموار کر دی ہے۔

رہی بات عوام میں شوق پورا کرنے کی تو ہمارے علما ہر سال مختلف کورسز میں عوامی مجمعوں میں ان عبارات کو پڑھ کر، مناظرے کر کے، ان کو باقاعدگی سے چھاپ کر، یہ شوق پورا کر چکے ہیں اور بقول رضاخانی یہ شوق رضاخانی علما بھی ہزاروں تقریروں میں پورا کر چکے ہیں مگر عوام پھر بھی انہی دیوبندیوں کے پیچھے ہاتھ باندھ کر نماز کیلئے کھڑی ہو جاتی ہے جیسا کہ ماقبل میں حوالہ گزرا۔

اب صرف موصوف کا شوق پورا کرنا رہ گیا ہے جس کی ہم آفر کر چکے ہیں کہ وہ ان عبارات کے حوالے سے مدنی چینل پر ہمارے علما کا لائیو بیان چلائے تا کہ پوری عوام کو پتہ چل جائے اور عوام بقول رضاخانی ہمارا دانا پانی بند کر دے اور یہ روز روز کا جھگڑا ختم ہو مگر موصوف کو اچھی طرح اپنے خان صاحب کا دجل و فریب معلوم ہے اس لئے وہ زہر کا پیالہ تو پی لے گا مگر ان عبارات کو مدنی چینل پر بیان کرنے نہیں دے گا۔

براہین قاطعہ اور مولانا عبد السمیع رامپوری صاحب

علامہ صاحب نے دفاع جلد ۱ ص ۸۴ میں ان رضاخانیوں کے جواب میں کہا تھا کہ اگر معاذ اللہ یہ عبارات اتنی ہی گستاخانہ ہیں کہ عام آدمی بھی اس پر کفر کا فتوی لگا دے گا نیز اصل اختلاف عبارات پر ہے نہ کہ میلاد وغیرہ مسائل پر تو کیا وجہ ہے کہ مولانا عبد السمیع رامپوری صاحب نے انوار ساطعہ میں جہاں براہین قاطعہ کی دیگر عبارات سے اختلاف ذکر کیا اس اصل اصولی اختلافی عبارت کو ہاتھ تک نہ لگایا؟

ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ رضاخانی اس معقول سوال کا کوئی معقول جواب دیتا مگر ہمیشہ کی طرح ایسا جواب دیا کہ ان کے اکابر مزید کفر کے دلدل میں دھنستے چلے گئے ملاحظہ ہو اس کا خلاصہ:

''مولانا عبد السمیع رامپوری رحمۃ اللہ علیہ نے تمام عبارات کو ذکر نہیں کیا ہے صرف چند باتیں جو ''انوار ساطعہ'' سے تعلق رکھتی تھیں ان کو ذکر کر کے آپ نے آگے لکھ دیا کہ بہت سے مقامات پر ایسی ایسی دل آزار تقریریں رقم کیں جس سے اہل علم اسلام علما اور غیر عالم بھی کبیدہ خاطر ہو گئے۔ کوئی قلم سے کوئی زبان سے ہر شخص اپنی استعداد کے مطابق ان کے مسائل کی تردید کر رہا ہے جب اس کتاب کی یہ حالت ہے تو مجھے جواب لکھنے کی کیا حاجت، ہاں براہین قاطعہ کے جس کسی شبے کا ازالہ ضروری سمجھا جائے گا تو چونکہ انوار ساطعہ پر نظر ثانی ہو رہی ہے اس کا حل بھی پیش کر دیا جائے گا''۔ (انوار ساطعہ، ص ۷۵، رضوی کتاب گھر دہلی نمبر ۶)

تو بقول عبد السمیع صاحب ان مقامات کے علاوہ اور بھی مقامات ہیں مگر ان عبارات کے متعلق سب لکھ رہے تھے لہذا میں نے ان مسائل پر قلم اٹھایا جن پر کوئی نہیں لکھ رہا تھا۔۔۔ حاصل کلام یہ کہ حضرت مولانا عبد السمیع رامپوری رحمۃ اللہ علیہ نے حصر کا دعوی نہیں کیا کہ گنگوہی صاحب کی بدزبانی انہی عبارات میں محصور ہیں''۔ (ملخصا کشف القناع، ج ۱، ص ۳۳۸، ۳۳۹)

نوٹ: ہمارے سامنے ضیا القرآن جولائی ۲۰۰۳ء کا ایڈیشن ہے رضاخانی نے جو انوار ساطعہ کی عبارت پیش کی وہ ہمارے ایڈیشن کے

مطابق نقل بمطابق اصل نہیں۔موصوف نے جن الفاظ کا اضافہ یا حذف کیا ہے اسے بریکٹ میں یا بولڈ کر کے ہائی لائٹ کر دیا ہے۔ اصل عبارت یوں ہے۔

''بہت (سے) مقامات پر ایسی ایسی (دل آزار) تقریریں دلآزار رقم (کیں) کی ہیں جس سے اہل علم اسلام علما (اور) وغیر عالم (بھی) سب کبیدہ خاطر ہو گئے۔کوئی قلم سے کوئی زبان سے ہر شخص (اپنی) حسب استعداد (کے مطابق) ان کے مسائل کی تردید کر رہا ہے جب اس کتاب کی یہ حالت ہے تو مجھے جواب لکھنے کی کیا حاجت، ہاں جو کوئی شبہ صاحب براہین قاطعہ (کے جس کسی شبے کا ازالہ ضروری) واجب الدفع سمجھا جائے گا (تو چونکہ انوار ساطعہ پر) اب نظر ثانی کر رہا ہوں (ہو رہی ہے) خاص اپنی انوار ساطعہ میں اس شبہ کو لکھ کر (اس کا) حل کر دیا جائے گا (بھی پیش کر دیا جائے گا)''۔(انوار ساطعہ ،ص ۵۷،رضوی کتاب گھر دہلی نمبر ۶)

موصوف کی پیش کردہ اکثر عبارتیں اسی طرح اصل کے مطابق نہیں مگر صفحات کی وجہ سے سب کا استیعاب نہیں کیا مگر بے شرم اتنا کہ علامہ صاحب پر کئی صفحات سیاہ کر دئے کہ عبارت مطابق اصل نقل نہیں کی۔

جواب:

یہ سارا جواب ہمیشہ کی طرح گلو خلاصی ہے علامہ صاحب نے یہ دعوی کب کیا کہ مولانا عبد السمیع رامپوری مرحوم نے براہین قاطعہ کی تمام عبارات کو اپنی کتاب میں ذکر کیا؟ اصل پس منظر یہ ہے کہ جب اصل اختلاف براہین قاطعہ کی ایک عبارت کے متعلق تھا اس کو ذکر نہ کر کے ضمنی مسائل پر کتاب کیوں لکھی؟ اس طرح تو ہم بھی کہہ سکتے ہیں کہ عبارات پر تو آپ کو مولویوں نے بہت کچھ لکھ دیا ہے تو آپ کو دوبارہ قلم اٹھانے کی کیا حاجت پڑ گئی؟

یہ دعوی عبد السمیع صاحب نے کہیں نہیں کیا کہ جس پر اور نہیں لکھ رہے تھے میں نے لکھ دیا یہ موصوف کا جھوٹ ہے۔سوال یہ ہے کہ جب وہ خلف وعید والی عبارت کو نقل کر سکتے ہیں اس کے علاوہ (۱۱) کے قریب عبارات نقل کر سکتے ہیں تو براہین قاطعہ کی اصل اختلافی عبارت کو نقل کرنے میں کیا آفت آسمان سے گرنی تھی؟ تردید تو خلف وعید والے مسئلہ کی بھی ہو رہی تھی بقول فرقہ رضا خانیہ تو اس کو نقل کیوں کیا؟ رضاخانیوں کا یہ قاعدہ ہے کہ مقام مدح دلیل تخصیص ہے (شرح حدائق بخشش ،ج ۵،ص ۱۸۸) تو اس اصول پر کہا جا سکتا ہے کہ مقام ذکر میں عدم ذکر عدم محض کی دلیل ہے۔پس عبد السمیع رامپوری صاحب کا اس موقع پر اصل اختلافی عبارت کو ذکر نہ کرنا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ ان کے ذہن میں وہ شیطان داخل نہ ہوا جو خان صاحب بریلوی کا غار یار تھا۔

پھر خود موصوف نے جو رامپوری صاحب کی عبارت نقل کی وہ ہماری تائید میں ہے:

''ہاں براہین قاطعہ کے جس شبے کا ازالہ ضروری سمجھا جائے گا تو چونکہ انوار ساطعہ پر نظر ثانی ہو رہی ہے اس کا حل بھی پیش کر دیا جائے گا''۔(کشف ،ص ۳۳۸)

مگر حسام الحرمین میں براہین قاطعہ کی پیش کردہ عبارت کو نہ تو نظر ثانی کے وقت رامپوری صاحب نے پیش کیا نہ اس کے خود ساختہ رضاخانی شبے کو کہ معاذ اللہ شیطان کے علم پر نص قطعی موجود ہے نبی کریم ﷺ کے علم پر کونسی نص ہے؟ کارد کیا، نہ کفر کا فتوی لگایا، نہ کوئی جواب دیا۔یہ اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ رامپوری صاحب اس عبارت کو بالکل درست سمجھتے تھے اور ایسا کوئی شک وشبہ اس عبارت میں

نہیں سمجھتے تھے جیسا کہ خان صاحب کے ایمان سوز دماغ میں رچا بسا ہوا تھا۔

حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی صاحبؒ کے نام پر دھوکا

رضا خانی نے لکھا کہ آپ کی مخالفت تو گنگوہی کے ساتھ انتہا تک پہنچ گئی تھی جیسا کہ مولانا رحمت اللہ کیرانوی نے اپنے خط میں اظہار کیا ہے ملاحظہ فرمائیں (انوار ساطعہ ،ص ۵۳)۔(بحوالہ کشف القناع ،ص ۳۳۸)

جواب:

الحمد للہ ہم نے اس خط کو خوب اچھی طرح ملاحظہ فرمایا ہے اس میں تو ہے:

''شفیق عالم مولوی عبد السمیع صاحب سلامت۔

سلام مسنون کے بعد مرام یہ ہے کہ آپ سے جو قدیم سے محبت اور بے تکلفی ہے اس لئے لکھتا ہوں کہ جو آپ کی اور مولوی رشید احمد صاحب کی مخالفت حد کو پہنچ گئی اور تحریر بھی اب بڑی سختی سے ہوتی ہے اس لئے حافظ عبد اللہ صاحب جو مدرس دوم مدرسہ فقسیر کے ہیں ان کو دہلی سے چھتاری واسطے لینے زر مقررہ دو برس کے جو سرکار چھتاری سے وصول نہیں ہوا تھا بھیجنا ضرور تھا سو ان کو تاکید کی گئی کہ جاتے یا آتے آپ سے بھی میرٹھ میں ملیں سو وہ ملاقات کر کے زبانی بھی آپ سے کہیں گے کہ یہ مقدمہ جتنا دب سکے دبائیو اور ہرگز نہ بڑھائیو ،فقط والسلام''۔

(انوار ساطعہ ،ص ۲۹، ۳۰)

ملاحظہ فرمائیں رضا خانی اس خط کو معاذ اللہ اس باب میں پیش کر رہا ہے کہ مولانا عبد السمیع رامپوری صاحب حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی و خلیل احمد سہارنپوری صاحب رحمۃ اللہ علیہما کی تکفیر کرتے مگر مولانا رحمت اللہ کیرانوی صاحب مرحوم تو سختی سے ان کو تنبیہ کر رہے ہیں کہ اس معاملے کو اب جلد سے جلد ختم کرو اور جتنا ممکن ہو سکے دباؤ چنانچہ رامپوری صاحب نے اس حکم پر مکمل عمل درآمد کیا۔

اب جواب دیں کہ کیا گستاخوں کی گستاخیاں دبائی جاتی ہیں یا نشر کی جاتی ہیں؟ رضا خانی مذہب میں ان پر سختی کی جاتی ہے یا سختی پر ناراضگی کا اظہار کیا جاتا ہے؟ اور کیا یہ رضا خانی اس نصیحت پر عمل کرتے ہوئے اپنی ان بکواسی کتب کو دریا برد کر کے اس معاملے کو دبانے کیلئے تیار ہیں؟

یہ خط اور رامپوری صاحب کا اس کو کتاب میں اپنی تائید میں درج کرنا اس بات کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ نہ تو حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی صاحب اور نہ ہی مولانا عبد السمیع رامپوری صاحب علمائے دیوبند کی تکفیر کے قائل تھے۔

حاجی امداد اللہ صاحبؒ کے نام پر مغالطہ

موصوف لکھتے ہیں:

''اب صاف ظاہر ہے کہ ایک ہی پیر کے دونوں خلفا میں اتنی مخالفت کی وجہ کیا تھی؟ یقیناً گنگوہی صاحب کی وہی دل آزار عبارتیں تھیں جن پر فتوی کفر لگایا گیا''۔(کشف القناع ،ج ۱،ص ۳۳۸، ۳۳۹)

موصوف کے یہ دعوے محض شیطانی قیاسات ہیں اس پر کوئی دلیل نہیں لیکن آئیے ہم عبد السمیع رامپوری صاحب کے پیر و مرشد حضرت

حاجی امداد اللہ صاحب کا موقف خود رامپوری صاحب کی کتاب کے حوالے سے پیش کر دیتے ہیں کہ وہ اس اختلاف میں کیا کہتے ہیں؟:

''فقیر کا یہ مسلک ضرور ہے کہ اہل اسلام کی تکفیر پر جرات نہیں کرتا بلکہ اس سے تنفر قلبی رکھتا ہے اور اس میں صَرفِ اوقات کو حماقت بلکہ خسران وخذلان کا موجب سمجھتا ہے جہاں تک ممکن ہو تاویل کو محبوب سمجھتا ہوں''۔(انوار ساطعہ ،ص ۵۹۹)

اب ہم بھی رضاخانی کی طرح خیالی صغرے کبرے ملا کر کہتے ہیں کہ اس زمانے میں بقول اختلاف تو اکابر دیوبند کے ساتھ چل رہا تھا تکفیر ان کی ہو رہی تھی مگر حاجی صاحب اس کام کو وقت کا ضیاں سمجھتے ہیں یعنی خان صاحب بریلوی اور ان کے اتباع نے ایک غیر ضروری کام میں اپنا وقت برباد کر کے شیطان کو خوش کیا۔اب آگے مزید مزے کی عبارت ملاحظہ ہو:

''بخدمت عزیزم پیر جی مولوی خلیل احمد صاحب انبیٹھوی وعزیزم مولوی محمود حسن دیوبندی سلمہما اللہ تعالی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ تمام بلاد ممالک ہند مثلا بنگال بہار ومدراس دکن وگجرات وبمبئی وپنجاب وراجپوتانہ ورامپوری وبہاولپور وغیرہ سے متواتر اخبار حیرت انگریز حسرت خیز اس قدر آتی ہیں کہ جن کو سن کر فقیر کی طبعیت نہایت ملول ہوتی اس کی علت یہی براہین قاطعہ ودیگر ایسی ہی تحریرات ہیں یہ آرش فشاں انوار ساطعہ کی تردید سے مشتعل ہوئی''۔(انوار ساطعہ ،ص ۶۰۱)

انوار ساطعہ ۱۳۰۲ھ میں شائع ہوئی یہ خط ۱۳۰۷ھ کا ہے بقول رضاخانی کے براہین قاطعہ کی اس عبارت جس کو خان صاحب بریلوی نے حسام الحرمین میں پیش کیا سب اس کی تردید کر رہے تھے باقی مسائل کی تردید انوار ساطعہ میں ہو گئی گویا براہین قاطعہ کی اس عبارت سمیت تمام براہین قاطعہ پر ردوقدح پانچ سال تک ہوتی رہی مگر اس پانچ سال کے ردوقدح کے بعد بھی حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی صاحب بجائے معاذ اللہ حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری صاحب ؒ کو کافر و گستاخ کہنے ان کی بیعت ختم کرنے کا اعلان کرنے الٹا ان کو اعزازا ''پیر جی'' کا لقب دے رہے ہیں ،انہیں سلام کر رہے ہیں اور ان کی سلامتی کی دعائیں مانگ رہے ہیں۔

یہ سب اس بات کی بین دلیل ہے کہ علامہ صاحب نے جو کچھ کہا وہ پتھر کی لکیر ہے براہین قاطعہ کی اس عبارت پر اس قسم کا شیطانی اعتراض اور اسے کفر قرار دینا نہ تو رامپوری صاحب کا نظریہ تھا نہ ان کے پیر صاحب لہذا یہ دونوں حضرات بھی خان صاحب بریلوی کے فتوے سے معاذ اللہ کفر کے گھاٹ اترے اور رضاخانی موصوف انہیں اپنا اکابر مان کر جہنم کی راہ سدھار گئے اس لئے جلد سے جلد تجدید ایمان و نکاح کریں۔

یہ آدمی عقل سے بالکل فارغ ہے

یہ رضاخانی کہتا ہے کہ رامپوری صاحب اور حضرت گنگوہی صاحب میں اس سخت اختلاف کی وجہ وہی دل آزار عبارات تھیں جن پر کفر کا فتوی لگایا گیا تھا۔حالانکہ انوار ساطعہ چھپنے کے بعد بھی احمد رضاخان بریلوی نے ۱۳۰۷ھ میں ''سبحان السبوح'' لکھی اور اس میں اکابر دیوبند کی تکفیر سے انکار کیا اور لکھا:

''ان مقتدیوں یعنی مدعیان جدید کو تو ابھی تک مسلمان جانتا ہوں''۔

(سبحان السبوح ،ص ۱۱۰،نوری کتب خانہ لاہور)

پس اگر معاذ اللہ حضرت مولانا گنگوہی رحمہ اللہ یا علماۓ دیوبند کی کوئی عبارت کفریہ تھی جس کی وجہ سے ان کی تکفیر ہوئی اور رامپوری

صاحب نے بھی اسی وجہ سے شدید اختلاف کیا تو خان صاحب بریلوی ان اکابر کو اس زمانے میں کافر نہ کہہ کر خود کافر ہوئے اور یہی ہمارا دعوی ہے کہ یہ رضاخانی جو خان صاحب کے اندھے بھکت ہیں اپنے خان صاحب سمیت اپنے ہی ان فتووں، عبارتوں اصولوں کی روشنی میں ''عصارۃ اہل النار'' کے حقدار ہیں۔

نہ چاہتے ہوئے بھی آخر کو علامہ صاحب کا دعوی مان ہی لیا

ہم بار بار کہہ رہے ہیں کہ کتاب کا مولف رضاخانی اپنی اور علمائے دیوبند کی کتب اور اس اختلاف کے پس منظر سے بالکل نابلد اور نرا جاہل ہے اسے ان چار پانچ مشٹنڈوں نے جو پکڑا دیا بنا سوچے سمجھے کتاب میں ڈال دیا۔ اب علامہ صاحب نے یہ کہا تھا کہ رامپوری صاحب نے براہین قاطعہ کی اس عبارت کو ذکر نہیں کیا جس پر خان صاحب نے کفر کا فتوی لگایا مقام ذکر میں عدم ذکر اس فتوے سے اختلاف کی بین دلیل ہے۔ رضاخانی نے ہر طرح کا دجل وفریب کرنے کے بعد یہ لکھا کہ:

''اب صاف ظاہر ہے کہ ایک ہی پیر کے دونوں خلفا میں اتنی مخالفت کی وجہ کیا تھی؟ یقیناً گنگوہی صاحب کی وہی دل آزار عبارتیں تھیں جن پر فتوی کفر لگایا گیا''۔ (کشف القناع، ج ۱،ص ۳۳۸، ۳۳۹)

خدا کے بندے! یہی تو علامہ صاحب کہہ رہے ہیں کہ خان صاحب نے براہین قاطعہ کی اس عبارت کو مولانا خلیل احمد سہارنپوری صاحب رحمہ اللہ کی عبارت مان کر ان پر کفر کا فتوی لگایا احمد رضا خان نے حضرت مولانا گنگوہی رحمہ اللہ پر معاذ اللہ کفر کا فتوی براہین قاطعہ کی وجہ سے نہیں بلکہ میڈان بریلی جعلی فتوے کی وجہ سے لگایا تھا۔ اب تم نے مان لیا کہ مولانا عبد السمیع رامپوری صاحب کا اصل اختلاف تو مولانا گنگوہی صاحب رحمہ اللہ کے ساتھ تھا مولانا خلیل احمد سہارنپوری صاحبؒ یا براہین قاطعہ کی اس عبارت پر تو انہیں کوئی اعتراض ہی نہ تھا اور نہ ان سے کوئی اختلاف تھا۔

اسے کہتے ہیں جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے۔

علامہ صاحب کا دعوی تو تم نے نہ چاہتے ہوئے بھی مان لیا اب ہم یہ دعوی کرتے ہیں کہ کسی حلالی رضاخانی میں جرات ہے تو مولانا عبد السمیع رامپوری صاحب کا فتوی دکھائے کہ معاذ اللہ مولانا گنگوہی وقوق کذب باری تعالی کا فتوی جاری کر کے دائرہ اسلام سے خارج ہو چکے ہیں۔ دیدہ باید۔

ایک دفعہ پھر کوڑھ مغزی

علامہ صاحب نے یہ اصولی بات کی تھی کہ انوار ساطعہ میں براہین قاطعہ کی عبارت باوجود مقام ذکر ذکر نہیں کی جو اس بات کی دلیل ہے کہ ان کے دماغ میں وہ شیطان نہیں تھا جو خان صاحب کا یار غار تھا۔ اور ما قبل میں ہم نے مزید دلائل قاہرہ اس بابت پیش کر دئے کہ رامپوری صاحب بمع اپنے پیر و مرشد کے حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری صاحبؒ کی تکفیر کے ہرگز قائل نہ تھے۔

ہمیشہ کی طرح رضاخانی نے علامہ صاحب کی اس مضبوط علمی گرفت سے جان چھڑانے کیلئے یہ اصول گڑھا اور یہ کوڑھ مغزی دکھائی کہ رامپوری صاحب نے نذیر احمد رامپوری اور خان صاحب بریلوی کی تقریظ کتاب میں نقل کی ان کی بڑی تعریفات کی ہیں اور یہ دونوں حضرت معاذ اللہ علمائے دیوبند کی تکفیر کے قائل ہیں لہذا رامپوری صاحب کا نظریہ بھی یہی ہوگا۔ (ملخصا کشف القناع، ج ۱،ص ۳۳۹ تا ۳۴۲)

جواب:

حالانکہ یہ بھی اس رضا خانی کا گڑھا ہوا اصول ہے۔ یہ بات کہاں لکھی ہے کہ جو کسی کی تعریف کرے گا تو اس کے ہر ہر عمل ہر ہر لفظ سے متفق ہوگا؟ یہ تو خود رضا خانی کتب کے خلاف ہے۔

اس اصول پر ہمارا پہلا رد تو یہ ہے کہ اسی کتاب میں حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی صاحبؒ کی تقریظ بھی نقل کی اور وہ مولانا خلیل احمد سہارنپوری صاحبؒ کو مسلمان سمجھتے ہیں اور تکفیر کو وقت کا ضیاع سمجھتے ہیں۔ اب رضا خانی کا اصول جو ما قبل میں گزرا خان صاحب بریلوی اور نذیر احمد رامپوری کے مقابلے میں مصنف کے اپنے پیر و مرشد حاجی امداد اللہ صاحب کی بات معتبر ہوگی کیونکہ جو پیر کا نہیں وہ شیطان کا ہے (اویسی) غرض تقریظ تو حاجی صاحب سے بھی لی اس اصول پر تو عدم تکفیر کا قول قبول کرو۔

قارئین غور فرمائیں کہ کتاب پر حاجی امداد اللہ مہاجر مکی صاحب و رحمت اللہ کیرانوی صاحب کی رائے بھی ثبت ہے لیکن یہ رضا خانی اس کو نقل نہیں کرتا کیوں؟ حالانکہ خان صاحب بریلوی کے مقابلے میں تو حاجی صاحب کی رائے زیادہ وقعت رکھتی ہے کہ وہ علمائے دیوبند کے پیر و مرشد ہیں۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ اگر تعریف کرنے سے تکفیری قول کا قایل ہونا بھی پڑتا ہے تو ان سب کی تکفیر بھی مان:

(۱) ملا علی قاری حنفیؒ کی تو تعریف کرتا ہے اس نے ابن العربیؒ کی تکفیر کی نبی کریم ﷺ کے والدین کے کفر پر پورا رسالہ لکھا تو ان دونوں باتوں سے متفق ہے؟

(۲) حشمت علی رضوی اور خان صاحب بریلوی کے پیر و مرشد گھرانے کی تو تعریف کرتا ہے دونوں نے قائد اعظم محمد علی جناح، مسلم لیگ، نعیم الدین مراد آبادی، کچھوچھوی صاحبان اور دیگر رضا خانیوں کے کفر پر ستر باادب سوالات، مسلم لیگ کی زریں بخیہ دری، الجوابات السنیہ وغیرہا لکھی تو کیا اس سے متفق ہے؟

(۳) ہاشمی میاں کی تعریفیں تو بھی کرتا ہے اس نے اختر رضا خانی کے کفر و گمراہی پر کتاب لکھی حوالے شروع میں گزر چکے تو اس سے متفق ہے؟

(۴) ابو داود چشتی کا پیر و مرشد ہے اس نے دعوت اسلامی کے خلاف رسالہ لکھا تو اس سے کلیۃً متفق ہے؟

(۵) عرفان شاہ مشہدی کو تو حجۃ الاسلام کہتا ہے وہ اشرف سیالوی کو ولد الحرام اور حیض کی نسل کہتا ہے تو اس سے متفق ہے؟

(۶) معین الدین اجمیری مولانا عبد الباری فرنگی محلی کو تم اپنا بڑا مانتے ہو یہ دونوں خان صاحب بریلوی کو فراڈی، دجال مکفر المسلمین متکبر مانتے ہیں تم اس سے متفق ہو؟

(۷) مولانا ابو الحسن زید فاروقی کو تم شیخ الاسلام کہتے ہو یہ اکابر دیوبند کو اللہ کا ولی مانتے تم اس سے متفق ہو؟

(۸) فقیر محمد جہلمیؒ کو تم نے اپنے اکابر میں شمار کیا انہوں نے حجۃ الاسلامؒ کی تعریف میں کئی صفحات لکھے جو دفاع جلد اول میں ملاحظہ ہو تم اس سے متفق ہو؟

(۹) پیر کرم شاہ الازہری کو تم ضیاء الامت کہتے ہو اس نے تحذیر الناس کے دفاع میں کتاب لکھی تم اس سے متفق ہو؟

(۱۰) دعوت اسلامی کے مفتی جس کو تم ''مفخر الاماثل'' کہتے ہو حسام الحرمین سے متفق نہیں تم اس کی اس رائے سے متفق ہو؟

تلك عشرة كاملة

اب رضاخانی اس کے جواب میں دجل وفریب کرے گا کہ اجی انہوں نے رجوع کر لیا تھا حالانکہ ہمارا یہاں سوال رجوع وعدم رجوع سے نہیں بلکہ تعریف کی بنیاد پر ہر بات سے اتفاق پر ہے تو جو لکھا گیا اسے متفق ہو؟ رجوع کیا یا نہیں یہ بعد کی باتیں ہیں اور اس رجوعی ڈھکوسلے کیلئے دفاع جلد دوم کا مقدمہ دیکھو۔

تیسرا جواب تو جو فتوے نقل کر رہا ہے تو نے خود مفتی شافعیہ مکہ معظمہ کا فتوی نقل کیا:

''لیکن صاحب براہین اور اس کے موید ین ہر چند وہ یقینی کافر نہیں''۔ (کشف القناع، ج ۱، ص ۱۴۱، ۳۴۱)

تو تم تو صاحب براہین وموید ین کو قطعی حتمی جزمی کافر مانتے ہو ایسا کافر معاذ اللہ جو ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے تو کیا اس فتوے سے تم متفق ہو؟ اور کیا تمہارے فتوے سے خود مفتی شافعیہ کافر نہ ہوا؟ اور اس کافر کی تعریفیں کر کے تم خود کافر نہ ہوئے؟ یقینا ہوئے اور اللہ کی قسم اپنے اصول پر ہوئے اور قیامت کی صبح تک اس کفر کی دلدل سے تمہیں کوئی ماں کا لعل نہیں نکال سکتا۔ لیکن قصہ مختصر بے غیرتو! جن فتووں سے تم خود متفق نہیں ہو ان کو رامپوری صاحب کا موقف کیسے بنا کر پیش کر سکتے ہو؟

رامپوری صاحب بھی کافر ہوئے

موصوف کہتے ہیں کہ رامپوری صاحب نے نذیر احمد صاحب کی بڑی تعریفیں کی ہیں اور نذیر رامپوری صاحب نے علمائے دیوبند پر کفر کے فتوے نقل کئے لہذا ان فتووں سے عبد السمیع رامپوری صاحب بھی متفق ہیں لہذا ان کا نظریہ بھی معاذ اللہ اکابر دیوبند کی تکفیر کا ہوا۔ اب یہی نذیر رامپوری صاحب مفتی شافعیہ کا فتوی عدم تکفیر کا بھی نقل کرتا ہے اور عبد السمیع رامپوری صاحب رضاخانی اصول سے اس سے بھی متفق ہوں گے اب جن کو کافر کہتے ان کی تکفیر نہ کر کے خود کافر ہوئے۔ شرم کرو علمائے دیوبند کو کافر ثابت کرنے پر کتاب لکھتے ہو اور کتاب کے آخر تک پہنچتے پہنچتے اپنے کسی ایک اکابر کو بھی نہ چھوڑا جو تمہارے اصول پر کافر نہ ہوا ہو۔

ننگے پن کی بھی کوئی حد ہوتی ہے بجواب جھوٹ کی بھی کوئی حد ہوتی ہے

علامہ صاحب نے لکھا تھا کہ حسام الحرمین سے پہلے ہندوستان کے کسی عالم نے اس عبارات کا وہ معنی مفہوم نہیں لیا جو خان صاحب بریلوی کے ایمان سوز دماغ میں آیا۔ اس کے جواب میں رضاخانی شرم وحیا کے بچے کچے چھیتڑے اپنے جسم سے ہٹا کر ہمارے سامنے یوں ننگا کھڑے ہو جاتا ہے:

''جھوٹ کی بھی کوئی حد ہوتی ہے لیکن دیوبندی موصوف نے تمام حدیں پار کر لی ہیں۔۔ہمیں حیرت ہوتی ہے کہ ایسے جھوٹے بلکہ پرلے درجے کے مفتری وکذاب کو دیوبندیوں نے اپنا مناظر تصور کر رکھا ہے۔۔قارئین کرام حسام الحرمین ۱۳۲۴ھ میں لکھی گئی اور بہاولپور کا مناظرہ براہین قاطعہ کی کفریہ عبارت پر مابین حضرت غلام دستگیر قصوری۔۔اور خلیل انبیٹھوی ۱۳۰۶ھ میں منعقد ہوا۔۔کفر کا طوق گلے میں سجا کر۔۔یعنی سیدی اعلیٰ حضرت کی تصنیف سے تقریبا ۱۸ سال قبل علما برصغیر اس عبارت کو کفریہ قرار دے چکے تھے لہذا دیوبندی موصوف کا یہ کہنا کہ سیدی اعلیٰ حضرت۔۔سے پہلے کسی مستند عالم دین نے ان عبارات کو کفریہ نہیں قرار دیا نرا جھوٹ، اور بہتان ہے بلکہ مسلمہ حقائق وشواہد کو

جھٹلانے کے مترادف ہے۔اب اگر کوئی شخص پوری بے حیائی اور بے شرمی سے جھوٹ پہ جھوٹ بولنے لگے تو ہم اس کا کیا کر سکتے ہیں باقی حقیقت وہی ہے جو ہم نے عرض کی ہے اب اگر کوئی شخص نہ مانے تو اس کی مرضی جب دل ہی نہ مانے تو بہانے ہزار ہیں''۔

(کشف القناع، ج ا،ص ۳۴۴،۳۴۵)

جواب:

علامہ صاحب نے مطالبہ تو یہ کیا تھا کہ جن عبارتوں پر خان صاحب نے شیطانی اعتراضات کئے تھے کیا خان صاحب بریلوی سے پہلے بھی اس قسم کے شیطانی اعتراضات کسی نے کئے؟ موصوف کو چاہئے تھا کہ ترتیب وار ان کے ''مسلمہ حقائق وشواہد'' پیش کرتا مگر خان صاحب بریلوی کی عادت پر عمل کرتے ہوئے گالیوں کی گردان شروع کردی۔مگر ہمیں اس پر حیرت بھی نہیں جس مسلک کے اعلیٰ حضرت کذاب، بدزبان، مکروفریب میں یدطولیٰ رکھتے ہوں تو اس مسلک کے ادنیٰ حضرت کیوں ان صفات رذیلہ کے حامل نہ ہوں گے؟۔موصوف جواب میں صرف براہین قاطعہ کو پیش کرسکے اور باقی تین عبارتوں کے متعلق خاموشی اختیار کرکے اپنے اصول سے اس باب میں علامہ صاحب کی تائید کربیٹھے۔موصوف کے بقول حسام الحرمین سے ۱۸ سال قبل تقدیس الوکیل کی صورت میں براہین قاطعہ کی عبارت پر فتویٰ لگ چکا تھا موصوف نے یہ بات عمرا چھروی سے سرقہ کی ہے چنانچہ وہ لکھتا ہے:

''ایک رسالہ تقدیس الوکیل شائع کیا جس میں ان کے تمام عقائد جمع کرکے عرب وعجم کے علماء دین سے فتویٰ کفر ثبت کروا کر تمام ہندوستان میں تقسیم کیا''۔(مقیاس حنفیت طبع قدیم،ص ۲۵۶)

اب موصوف رضاخانی کے بقول ۱۳۰۶ھ میں قصوری صاحب نے معاذ اللہ حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری صاحبؒ کی اس عبارت پر جس پر خان صاحب نے کفر کا فتویٰ ۱۸ سال بعد لگایا مناظرہ کیا ان کا کفر ثابت کیا بلکہ عرب وعجم سے بھی ان کے کفر کے فتوے لئے اور برصغیر کے علما بھی اس عبارت کو کفریہ قرار دے چکے تھے۔حالانکہ خان صاحب بریلوی نے انہی اکابر کو اس مناظرہ کے بعد بھی سبحان السبوح میں مسلمان ہی لکھا اور کہا کہ:

''ان مقتدیوں یعنی مدعیان جدیدہ کو تو ابھی تک مسلمان ہی جانتا ہوں''۔(سبحان السبوح،ص ۱۱۰)

یاد رہے کہ محشی نے حاشیہ میں ''جدید مدعیان'' کی وضاحت حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ وگنگوہیؒ سے کی ہے۔خود رضاخانی نے لکھا:

''یعنی سیدی اعلیٰ حضرت۔۔۔کی تصنیف لطیف حسام الحرمین سے تقریبا ۱۸ سال قبل علما برصغیر اس عبارت کو کفریہ قرار دے چکے تھے''

اب اگر معاذ اللہ یہ کافر تھے اور برصغیر کے علما اس عبارت کو کفریہ قرار دے چکے تھے اور حسام الحرمین والا فتویٰ یعنی جو ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر بہاولپور مناظرے میں قصوری ان پر لگا چکا تھا تو خان صاحب بریلوی اس کے بعد تکفیر نہ کرکے خود قطعی، جزمی، حتمی کافر ہوئے ایسے کافر کہ جو رضاخانی ان سطور کو پڑھ کر انہیں مسلمان سمجھے وہ بھی کافر۔اب اس سے بھی بڑی دلچسپ بات یہ کہ اسی عدم تکفیر والی کتاب یعنی سبحان السبوح پر قصوری نے ۱۳۰۸ھ میں تقریظ لکھی۔(ملاحظہ ہو سبحان السبوح،ص ۱۲۶) لہٰذا اب غلام دستگیر قصوری ۱۳۰۶ھ میں ان کو کافر کہہ کر کر پھر ۱۳۰۸ھ میں خود عدم تکفیر والے قول کی تائید کرکے اپنے ہی فتوے سے ایسا کفر کہ جو اس کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر۔

دلچسپ بات آپ بار بار رضاخانی کی عبارت ملاحظہ کریں:

''یعنی سیدی اعلی حضرت۔۔۔کی تصنیف لطیف حسام الحرمین سے تقریباً ۱۸ سال قبل علما برصغیر اس عبارت کو کفریہ قرار دے چکے تھے''

گویا برصغیر کے علما نے جب اس عبارت کو کفریہ قرار دیا تو اس کے بعد بھی خان صاحب بریلوی ۱۸ سال تک خاموش رہے اس معاذ اللہ صریح متعین متبین کفریہ عبارت پر کسی قسم کا فتوی نہیں لگایا اور ۱۸ سال بعد کفر کا فتوی لگایا لہذا اپنے ہی اصول سے صریح متبین متعین کفریہ عقیدے والے کو کافر نہ لکھ کر خود خان صاحب جزمی حتمی قطعی کافر ہوئے اس ۱۸ سال میں کی گئی بیوی سے ہم بستری خالص زنا اولاد ولد الحرام و زنا کی پیداوار (ملفوظات میں مرتد کیلئے یہی حکم بتلایا)۔

خدا کسی کو بے وقوف دوست، نااہل اولاد اور اس رضاخانی جیسا وکیل نہ دے تینوں نے مل کر مالکوں کی مٹی ہی پلید کرنی ہے۔

محشی کا دجل

خان صاحب کی عبارت:

''ان مقتدیوں یعنی مدعیان جدیدہ کو تو ابھی تک مسلمان ہی جانتا ہوں''۔

میں ''ابھی تک'' پر محشی پھولے نہیں سمارہا اور کہتا ہے کہ اعلی حضرت کی اس قید نے بڑا فائدہ دیا اور بعد میں واقعتہ ان سے ایسے اقوال ناشائستہ ظاہر ہوئے کہ جس نے تقویۃ الایمان کو بھی پیچھے چھوڑ دیا اور حسام الحرمین میں ان کی تکفیر کی گئی۔

اب دو باتیں غور سے ملاحظہ فرمائیں:

پہلی بات: اگر یہ محشی سچا ہے تو رضاخانی ''پرلے درجے کا کذاب، مفتری ہے'' کیونکہ بقول محشی ۱۳۰۷ھ تک تو براہین قاطعہ کی وہ عبارت ہی سامنے نہیں آئے تھی اسی لئے اعلی حضرت نے اس وقت تک تکفیر بھی نہیں کی اور ۱۸ سال بعد تکفیر کی۔ اور اگر رضاخانی سچا ہے تو محشی پکا کاذب۔

دوسری بات: یہ بھی اس محشی کا دجل ہے کہ اس وقت تک عبارتیں ظاہر نہ ہوئی تھیں کیونکہ بقول اس رضاخانی کے بہاولپور میں تو انہی عبارتوں پر مناظرہ ہوا تھا اور اسی پر برصغیر کے علما نے کفر کا فتوی لگایا تھا پس اگر انہی عبارتوں پر مناظرہ ہوا تھا اور ان پر قطعی کفر کا فتوی لگا تھا تو خان صاحب بریلوی ان کی تکفیر نہ کر کے خود ''پرلے درجے کے کافر'' ہوئے۔ اب رضاخانی ہی کی زبانی:

اب اگر کوئی شخص پوری بے حیائی اور بے شرمی سے جھوٹ پہ جھوٹ بولنے لگے تو ہم اس کا کیا کر سکتے ہیں باقی حقیقت وہی ہے جو ہم نے عرض کی ہے اب اگر کوئی شخص نہ مانے تو اس کی مرضی جب دل ہی نہ مانے تو بہانے ہزار ہیں''۔

اجمل سنبھلی کی عبارت سے گلو خلاصی کی ناکام کوشش

علامہ صاحب نے اجمل سنبھلی کی عبارت پیش کی تھی کہ: ''مصنف صاحب اگر تمہارے اکابر قائل امکان کذب اور قائل وقوع کذب الہی کو کافر زندیق جانتے تو تمہارا جدید مذہب ہی کیوں بنتا اور ہم اہل سنت سے تمہارا اختلاف ہی کیا ہوتا''۔

اور اس سے نتیجہ نکالا کہ بقول رضاخانی اصل اختلاف تو صرف امکان کذب پر ہے نہ کہ حسام الحرمین پر۔ (الزاما گفتگو)۔

موصوف نے اول تو کہا کہ یہ دو سطری عبارت بھی نقل بمطابق اصل نہیں اس لئے سرقہ ہے۔ (ملخصا کشف، ج ۱، ص ۳۴۶) حالانکہ یہ عبارت بالکل نقل مطابق اصل ہے صرف کاتب کی غلطی سے ''کافر اور زندیق'' کے درمیان ''اور'' رہ گیا جس سے اصل مفہوم پر کوئی فرق نہیں

پڑا۔ ماقبل میں رضاخانی نے جتنے ایسے حوالے دئے جس میں نقل مطابق اصل نہیں وہ خود اس کے اصول پر سرقہ ہے۔ اس کے بعد موصوف نے پھر اپنے اعلیٰ حضرت کی بدکلامی والی عادت کو بروئے کار لاتے ہوئے کہا کہ:"تیس مارخان دیوبندی کو اردو عبارت بھی سمجھ نہیں آتی یہ جاہل ہے دراصل اجمل سنبھلی یہ نہیں کہہ رہے ہیں کہ صرف اس ایک مسئلہ پر اختلاف ہے بلکہ دیوبندی مذہب بننے کی اصل وجہ بتلا رہے ہیں کہ وہ اس وجہ سے وجود میں آیا۔ سنبھلی تو خود حسام الحرمین کی تائید کرتا ہے"۔ (کشف القناع ملخصا، ج ا، ص ۳۴۶ تا ۳۴۸)

جواب:

جہاں تک موصوف نے اردو عبارت نہ سمجھنے کا طعنہ دیا تو اس کا جواب ہم اسی کے بڑے کے قلم سے دے دیتے ہیں کہ:

"دونوں کتابیں اردو زبان میں ہیں نہ تو وہ ترکی اور لاطینی، عبرانی و یونانی ہیں جن کی عبارت کا سمجھا جانا مشکل ہو اور ہم کو یقین ہے کہ فارسی اور عربی اور بالخصوص اردو عبارت کا سمجھنا ہمارے لئے آپ سے زیادہ تر آسان ہے۔۔۔ لکھنا اور بولنا دوسرے کے سمجھانے کیلئے ہوتا ہے اگر ایسا نہیں ہے تو فعل عبث ہے یا یہ ہوگا کہ ان کتابوں کو وہابی ہی سمجھیں اور سنی نہ سمجھیں یہ عجیب ہے"۔

(انوار آفتاب صداقت جدید ایڈیشن، ص ۵۱)

تو الحمدللہ علامہ صاحب آپ سے زیادہ اردو عبارت سمجھتے ہیں اجمل سنبھلی کوئی یونان کا ارسطو نہیں کہ جس کی اردو عبارت بھی کسی کو سمجھ نہ آئے۔ نیز بقول رضاخانی کتابیں تو لکھی ہی سمجھنے سمجھانے کیلئے جاتی ہیں تو اگر ہمیں وہ سمجھ ہی نہیں آرہی ہیں تو یہ تو بے کار، فضول و عبث کام اجمل سنبھلی نے کیا اور اگر کہو کہ نہیں صرف رضاخانیوں کو یا تجھ جیسے جہلا کو یہ کتب سمجھ آتی ہیں تو یہ عجیب ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اصل جاہل تو یہ رضاخانی ہے اس لئے کہ اپنے ہی مولوی کی اردو عبارت اسے خود سمجھ نہیں آئی اجمل سنبھلی کی عبارت کا دوسرا حصہ یوں ہے:

"اور ہم اہل سنت سے تمہارا اختلاف ہی کیا ہوتا"

گویا اختلاف کی اصل جڑ و وجہ حسام الحرمین نہیں بلکہ یہی مسئلہ "امکان کذب" ہے جس کا ذکر ہی حسام میں نہیں۔ سنبھلی کی عبارت میں "ہی" ہے اور بقول اویسی "ہی" حصر کیلئے آتا ہے (شرح حدائق بخشش، ج ا، ص ۶۲) پس عبارت کا مطلب یہ ہوا کہ "اگر امکان کذب کے تم قائل نہ ہوتے تو تمہارا یہ جدید مذہب ہی کیوں بنتا اور ہم اہل سنت سے بھلا تمہارا اختلاف ہی کیا ہوتا؟ اختلاف ہوا ہی اس لئے اور مذہب بنا ہی اس لئے کہ امکان کذب کا مسئلہ مانا"۔ جبکہ رضاخانیوں کے نزدیک اختلاف تو حسام الحرمین کی بنیاد پر ہے اور دیوبندی بریلوی اختلاف کی اصل بنیاد و وجہ حسام الحرمین ہے۔ اگر سنبھلی نے حسام الحرمین کی تائید کی ہے تو اپنے ہی کفر کی تائید کی ہے کہ جو اصل اختلاف تھا اس کو اختلاف نہ مان کر کافر ہوا۔

اب آئے علامہ صاحب نے جو استدلال کیا تھا وہی مفہوم و مراد اشرف سیالوی نے بھی سمجھا ہے۔ چنانچہ مناظرہ جھنگ میں جب یہی عبارت بقول رضاخانی علامہ حق نواز جھنگوی شہیدؒ نے پیش کی تو سیالوی نے اس کا وہ جواب نہیں دیا جو آج اس رضاخانی کو سوجا بلکہ کہا:

"اور پھر اجمل العلما کی بات کر رہے ہیں کہ انہوں نے فرمادیا ہے کہ اور کوئی جھگڑا ہی نہیں صرف یہ جھگڑا ہے۔۔۔ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضاخان صاحب ان عبارات پر گرفت کریں اور کوئی اجمل شاہ صاحب اس کے مقابلے میں یہ کہے اور کوئی جھگڑا ہی نہیں صرف یہ جھگڑا ہے یہ

بھی کوئی بات ہو سکتی ہے۔ جسے آپ لوگ بریلویت یا رضاخانیت کہتے ہیں وہ مولانا احمد رضا خان کی وجہ سے قائم ہوئی ہے"۔

(مناظرہ جھنگ، ص ۲۳۴)

تو لیجئے اجمل سنبھلی کو اس عامیانہ انداز میں یاد کرنا پھر اسی معنی کو برقرار رکھنا اور پھر خان صاحب کو ان کے مقابلے میں پیش کرنا اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ اجمل سنبھلی کی اس عبارت کا وہی مفہوم ہے جو علامہ صاحب نے سمجھا کہ اختلاف صرف "امکان کذب" پر ہے۔ اب اس کے بعد رضاخانی ہی کی زبان میں کیا تمہارا یہ نام نہاد مناظر اعظم، حجۃ الاسلام، اشرف العلما بھی:

"تیس مار خان۔۔۔ الٹی کھوپڑی والا۔۔ اردو عبارت نہ سمجھنے والا کم عقل و بدفہم ہے؟"۔

کچھ تو شرم کرو آخر کب تک اپنے مولویوں کو اپنے ہی قلم سے یوں ذلیل کرواتے رہو گے؟۔ نیز اشرف سیالوی کی اس عبارت کی روشنی میں ہم کہتے ہیں کہ جس کو تم دیوبندیت کہتے ہو وہ حجۃ الاسلام حضرت مولانا قاسم نانوتوی علیہ الرحمۃ سے قائم ہے لہذا جدید مذہب بننے کا سبب تو معاذ اللہ تحذیر الناس کی عبارات ہونی چاہئے نہ کہ امکان کذب، کیونکہ یہ مسئلہ تو حضرت شاہ صاحب کے زمانے میں اٹھا اور انہیں کوئی بھی دیوبندی نہیں کہتا۔

میں حیران ہوتا ہوں کہ اس قسم کے جھوٹ، دجل و فریب کرتے ہوئے مصنف کو ذرا بھی خوف محسوس نہیں ہوتا کہ کل کو اگر اس کا جواب کسی نے دے دیا تو ہم اپنا منہ کہاں لیکر جائیں گے؟ لیکن جن کے دلوں میں شرک و بدعت کی سیاہی پیوست ہو چکی ہو انہیں بھلا اپنے چہروں کی سیاہی پر عار کہاں سے آئے گی؟

مولانا معین الدین اجمیری مرحوم پر بہتان عظیم

علامہ صاحب نے دفاع میں کہا تھا کہ اجمیری صاحب نے اپنی کتاب تجلیات انوار المعین میں خان صاحب کی وہ درگت بنائی جو دیکھنے کے لائق ہے اور علمائے دیوبند کی تکفیر نہ کرتے تھے۔ موصوف اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ یہ تو دیوبندی نے بہت بڑا جھوٹ بولا، بلکہ بہت بڑا بہتان ہے۔ ہم یہ فیصلہ نہیں کر پا رہے ہیں سابقہ جھوٹ بڑے تھے یا یہ؟ اس کے بعد کہا کہ اجمیری صاحب نے اپنے خط میں جو خان صاحب کے بیٹے حامد رضا کو لکھا اس میں دیوبندیوں کو کافر کہا اور اس کا نام نہاد ثبوت اجمیری صاحب کی وفات کے کئی عرصہ بعد شائع ہونے والی کتاب نوادرات محدث اعظم پاکستان سے دیا۔ (ملخصا کشف القناع، ج ا، ص ۳۵۰ تا ۳۵۳)

جواب:

حالانکہ یہ بہت بڑا دجل ہے اجمیری صاحب تو خود اپنی کتاب تجلیات انوار المعین میں خان صاحب کی درگت اس بات پر بنا رہے ہیں کہ تکفیر مسلم آپ کا مشغلہ ہے ایک دنیا کو آپ نے وہابی بنا دیا تو خود کیسے تکفیر کر سکتے ہیں؟ پھر ایک شخص کی کتاب کی موجودگی کی صورت میں اس کے مرنے کے بعد اپنے ہی متعصب مولوی کی گواہی پیش کر رہے ہیں؟؟ رضاخانی جواب دیں کیا بیٹے کی گواہی باپ کے حق میں قبول ہے؟ یہ خطوط ایسے ہی جعلی ہیں جیسے حسام الحرمین میں علمائے دیوبند کی طرف منسوب جعلی عبارتیں۔ پھر اس جعلسازی پر حوالہ بھی اپنے ہی گھر کے جعلسازوں کا دے رہا ہے حالانکہ خود یہ اصول لکھا کہ:

"بس جو بندہ بقول غازی پوری خود بدعتی ہو اس سے اہل سنت و جماعت کی تکفیر میں فتویٰ نقل کرنا چہ معنی دارد؟"۔

(کشف القناع ص ۲۶۳)

تو جو حامد رضا خان ہمارے نزدیک پرلے درجے کا بدعتی، مکفر جاہل اجہل ہے اس کے خطوط جو اس کی اپنی کتاب میں سے بھی نہ ہو اس پر کوئی دلیل بھی نہ ہمارے خلاف تمہارے اصول سے کیسے پیش کئے جاسکتے ہیں؟ پھر خود اس رضاخانی نے لکھا:

''میدان مناظرہ میں یا تو مسلم بین الفریقین دلایل سے استدلال کیا جاتا ہے یا مسلمات خصم کو دلیل بنایا جاتا ہے مگر دیوبندی موصوف اتنے جاہل وبے عقل ہیں کہ دلیل کے طور پر اپنی کتابیں پیش کرتے ہیں۔ اگر انہیں اپنی کتابیں ہی پیش کرنا منظور تھا تو یہ کتاب لکھنے کی انہیں کیا ضرورت؟''۔ (کشف القناع ص ۱۷۶)

تو یہ آدمی اتنا بے عقل اور جاہل ہے کہ تکفیر جیسے نازک اور اہم مسئلہ میں اپنے ہی گھر کے حوالے پیش کر رہا ہے جب نوادرات محدث اعظم ہی پیش کرنا تھی تو کتاب لکھنے کی کیا ضرورت تھی؟ اس پرلے درجے کے جاہل کو اپنے ہی اصول یاد نہیں رہتے۔ اگر اپنی ہی کتب کا حوالہ دینا ہے تو ان خطوط پر جو تاریخ ہے اس کے بعد کی تحریر حضرت مولانا معین الدین اجمیری صاحب مرحوم کی تحریر علمائے دیوبند کے مسلمان ہونے پر بطور تقریظ ''براۃ الابرار'' میں موجود ہے لہٰذا براۃ الابرار کی موجودگی میں یا ان خطوط کو جعلی مانو یا پھر اجمیری صاحب کو معاذ اللہ کافر مانو کہ جن کی وہ تکفیر کرتے ہیں بعد میں انہی کو مسلمان لکھتے ہیں۔

باقی خطوط، رجوع کے حوالے سے ان سب فضولیات کا جواب رضاخانی اصول ہی سے علامہ ساجد صاحب دفاع جلد دوم کے مقدمہ میں دے چکے ہیں۔ مگر یہ آدمی ایسا بے شرم، ڈھیٹ ہے کہ جن باتوں کے جواب اول ہی دئے جاچکے ہیں بار بار انہی کو دہراتا ہے۔

الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے

رضاخانی کاشف اقبال نے علمائے دیوبند پر سلف وصالحین سے جدا راستہ اپنانے کا معاذ اللہ الزام لگایا اور ثبوت یہ پیش کیا کہ میلاد، عرس، تیجہ وغیرہ میں یہ لوگ علمائے بدایوں، فرنگی محل وغیرہ کے ساتھ نہیں۔

جس کے جواب میں علامہ صاحب کا مدعیٰ یہ تھا کہ ان مسائل کو تم خود ''فروعی اختلافات'' کہتے ہو اور اس بنا پر کسی کی تکفیر یا اہلسنت سے خروج تو دور منکر پر فاسق کا حکم بھی نہیں لگاتے اگرچہ انکار بوجہ تعصب کے کرتے ہوں۔ لہٰذا اگر ان سے ہم ان مسائل جو آپ کے نزدیک فروعی ہیں کی وجہ سے اختلاف کرنے پر سلف وصالحین سے جدا ہو گئے تو آپ کے اعلیٰ حضرت کے بارے میں تو آتا ہے کہ چودہ سو سال کے فقہا سے اختلاف کیا یہ بتلانا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے کہ اس نے کسی سے اختلاف نہ کیا ہو۔ تو اگر ہم فروعی اختلافات میں بقول آپ کے چند مخصوص مولویوں سے اختلاف کرنے پر سلف وصالحین سے جدا ہوئے تو اس آدمی کے ''اعتزال'' کا کیا حال ہوگا جو چودہ سو سال کے ہر فقیہ کے خلاف لٹھ لیکر کھڑا ہوا ہے۔ (ملخصاً دفاع ص ۸۶)۔ علامہ صاحب نے باقاعدہ ان تمام حوالوں پر عنوان قائم کیا:

فروعی مسائل میں سلف وصالحین سے جدا ہونے کا الزام

جو ان کے موقف کو روز روشن کی طرح واضح کر رہا ہے مگر اس سیدھے سادھے استدلال جو اردو عبارت میں تھا کو نہ سمجھ کر اول تو موصوف اپنے ہی فتوے سے:

''آسان اردو عبارت کو نا سمجھ کر جہاں دیوبندی موصوف نے یہ ثابت کیا کہ وہ کم عقل و بدفہم ہے اس کے ساتھ یہ بھی ثبوت دیا کہ اردو

زبان سے بھی نابلد ہے''۔(کشف،ص ۳۴۶)

بدفہم،بدعقل ثابت ہوئے۔ثانیا اپنی بدعقلی کی وجہ سے جو چول ماری ہے وہ بھی ملاحظہ فرمالیں:

''یہ بھی دیوبندی موصوف کی جہالت اور بددیانتی ہے حضرت سید شجاعت علی قادری۔۔۔کی عبارت کا تعلق معمولات اہلسنت کے ساتھ نہیں بلکہ فقہی جزئیات کے متعلق ہے جن پر نہ مدار کفر وایمان ہے اور نہ ہی وہ مسائل خروج عن اہل السنۃ کا سبب ہیں بلکہ وہ فقہی جزئیات ہیں''۔(کشف القناع،ج ا،ص ۳۵۵)

پھر ص ۳۵۵ تا ۳۵۷ اس پر سیاہ کئے کہ فقہا سے اختلاف تو دیوبندیوں نے بھی کیا۔

جواب:

حالانکہ علامہ صاحب کا قطعاً یہ مقصد نہ تھا کہ احمد رضا خان نے فقہا سے فقہی مسائل یا فروعی مسائل میں اختلاف کیا اس لئے یہ اختلاف مذموم ہے اور اس کی بنا پر وہ سلف وصالحین سے جدا ہو گئے ہیں۔بلکہ یہ ساری گفتگو الزاماً اور کاشف اقبال کے قیاس سفسطی کے جواب میں تھی۔اب اس رضا خانی نے خود تسلیم کر لیا کہ خان صاحب کا اختلاف ایسا تھا کہ نہ تو اس پر''کفر وایمان'' کا مدار ہے نہ''خروج عن اہل السنۃ''۔لہٰذا اس باب میں خان صاحب سلف وصالحین سے بھی جدا نہیں اور ان سے اختلاف مذموم بھی نہیں۔تو اگر یہ اختلاف اس وجہ سے مذموم نہیں تو تیجہ، چالیسواں وغیرہ بھی تو آپ کے مذہب میں نہ تو کفر وایمان کا مسئلہ ہے نہ اس سے خروج عن اہل السنۃ لازم آتا ہے۔اس کے باوجود اگر کاشف اقبال نے اس اختلاف کو دیوبندیوں کے خلاف مذموم اختلاف میں شمار کیا ہے تو اب یہی فتویٰ خان صاحب بریلوی پر بھی لازم آئے گا۔یہ کونسا اصول ہے کہ فقہی مسائل فروعی مسائل جو نہ خروج عن اہل السنۃ کا سبب ہو نہ مدار کفر اس میں خان صاحب اختلاف کرے تو کوئی مسئلہ نہیں اور ہم اختلاف کریں تو سلف وصالحین کے منکر؟۔اب رضا خانی کے پاس دو ہی راستے ہیں:

(۱) کاشف اقبال کو دجال،کذاب بددیانت مانے جو ایسے مسائل پر علمائے دیوبند کو سلف وصالحین کا منکر کہہ رہا ہے جن پر نہ مدار ایمان ہے نہ وہ خروج عن اہل السنۃ کا سبب۔

(۲) اور اگر کاشف اقبال کو درست مانتے ہو تو خان صاحب بریلوی کو سلف وصالحین کا منکر مان کر بدعتی گمراہ تسلیم کرو۔

اب دونوں باتوں میں سے کونسی بات اختیار کرتے ہو یہ کاشف اقبال اور آپ کا معاملہ ہے ہمیں بس فیصلے سے آگاہ کرو اور آپ ہی کی زبانی کہ اب

آ عندلیب مل کر کریں آہ وزاریاں
تو ہائے گل پکار میں ہائے دل

نوٹ: سلف صالحین ہم رضا خانی عبارت کی روشنی میں کہہ رہے ہیں ورنہ رضا خانی نے جن مولویوں کو پیش کیا ہمارے نزدیک ان کا سلف وصالحین ہونا ہی''محل نظر'' ہے۔اگر کسی رضا خانی کے پاس کسی دیوبندی کا حوالہ ہو ان کے سلف وصالحین ہونے پر تو ایسے حوالوں کے متعلق موجودہ رضا خانی چنڈوخانوں کے اپنے دو اصول تعویز بنا کر پہن لیں:

(۱) حوالہ ایسے شخص کا ہو جس سے ہمارے مسلک کا تشخص قائم ہو۔

(۲) وہ حوالہ اس کا ذاتی تفرد نہ ہو بلکہ مسلک کا اجماعی موقف ہو۔

خان صاحب رضاخانی کا صحابہ کرامؓ سے اختلاف اور رضاخانی دجل

کاشف اقبال رضاخانی کے اسی ''سلف صالحین'' سے جدا راستے والے الزام کے جواب میں علامہ صاحب نے لکھا کہ خان صاحب بریلوی نے تو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین وآئمہ مجتہدین سے بھی اختلاف کیا۔ تو اگر محض اختلاف سے سلف وصالحین سے آدمی جدا ہو جاتا ہے تو خان صاحب بریلوی نے تو صحابہ اور آئمہ مجتہدین سے جدا راستہ اختیار کر کے پکے بدعتی ومعتزلی ہوئے۔

اب اس کے جواب میں رضاخانی یا تو تسلیم کرتا کہ کاشف اقبال کا اصول ہی غلط ہے یا یہ لکھتا کہ اگر اصول درست ہے تو ہاں خان صاحب بریلوی بھی سلف وصالحین سے جدا راستے پر گامزن ہیں۔ مگر رضاخانی نے اس کے جواب میں کیا دجل کیا؟ اس پر پہلے تو ہم ان کی خدمت میں انہی کی سوغات پیش کرتے ہیں:

''اس دجال صفت رضاخانی کی مکاری'' اس کے بعد ص ۳۵۸ تا ۳۶۲ اس پر سیاہ کئے کہ اصل میں جس مسئلہ میں اعلیٰ حضرت نے اختلاف کیا وہ مسئلہ ''بیع عینہ'' کا ہے۔ اس میں صحابہ کرام کا اختلاف ہے، بہت سے صحابہ اس کو جائز قرار دیتے ہیں جبکہ سیدہ عائشہ صدیقہ، حضرت عبداللہ ابن عباسؓ حضرت انس بن مالک، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت امام ابوحنیفہ، امام مالک اور امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اس بیع کو حرام قرار دیتے تھے''۔ (کشف القناع، ج ا ص ۳۵۸)

حالانکہ علامہ صاحب کا یہ مدعیٰ ہی نہیں تھا کہ بیع عینہ جائز ہے یا ناجائز؟ اور اس میں اختلاف مذموم ہے یا نہیں؟۔ اس جاہل کو یا تو اردو کی بھی سمجھ نہیں (اور یہی حقیقت ہے اس لئے تو اردو عبارات صحیح کرنے کیلئے بھی مناظرہ مٹیاری کا مفرور ایک جاہل مشٹنڈا رکھا ہوا ہے) یا پھر جان بوجھ کر اعلیٰ حضرت کی صفت دائمہ ''دجالیت'' کا اظہار کرتا ہے اور یہ صفت اس میں اس قدر پیوستہ ہو چکی ہے کہ بیچارے سے اضطراری طور پر جا بجا اس کا صدور ہو رہا ہے۔

علامہ صاحب کا اصل مدعیٰ یہ ہے کہ تیجہ چالیسواں وغیرہ کو تم ''فروعی اختلاف'' کہتے ہو اس میں ہم نے بدایونی، فرنگی محل سے اختلاف کر لیا تو سلف وصالحین سے جدا ہو گئے تو خان صاحب بریلوی بھی تو حلال وحرام میں جمہور فقہا وصحابہ سے اختلاف کر رہے ہیں یہ سلف وصالحین سے جدا کیوں نہیں؟ اگر بقول تمہارے ہم نے تیجہ چالیسواں کو حرام قرار دیا ہے اس لئے سلف وصالحین سے جدا تو خان صاحب بریلوی نے بھی تو صحابہ کرام وآئمہ ثلاثہ کی حرام کی ہوئی چیز کو حلال قرار دے دیا وہ بھی سود جیسے نازک مسئلہ میں وہ سلف وصالحین سے جدا کیوں نہیں؟

اگر کہو کہ اس لئے جدا نہیں کہ یہ فروعی مسئلہ ہے تو تیجہ چالیسواں بھی تو تمہارے نزدیک فروعی مسئلہ ہے۔ موصوف مانے یا نہ مانیں الحمد للہ علامہ صاحب نے کاشف اقبال کی خوب پکڑ کی کہ اس بنیاد پر سلف وصالحین سے جدا کہنا اس رضاخانی کا دجل ہے۔ اور یہ رضاخانی موصوف چار نہ چار اس کو ماننے پر تیار ہیں مگر مسلکی تعصب کی وجہ سے اظہار نہیں کر پا رہے ہیں دل میں کاشف اقبال کو گالیاں خوب دے رہے ہوں گے۔

رضاخانی کی طرف سے کاشف اقبال پر چار حرف

رضاخانی اپنے بڑے سے نقل کرتا ہے:

''کوئی شخص تحقیق ودلائل اور ادب واحترام کے ساتھ اپنے متقدمین یا معاصرین سے کسی مسئلہ میں اختلاف رائے رکھتا ہے تو اسے

اکابرین کی توہین قرار دینے کی بجائے صحابہ کرام، تابعین، آئمہ مجتہدین اور علما محققین کی اتباع پر ہی محمول کیا جائے گا، بصورت منع، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے غیر کے کلام کو معصوم قرار دینا لازم آئے گا ولا عصمۃ الا لکلام الالوھیۃ ثم النبوۃ کذا قال الامام احمد رضا خان''۔ (کشف القناع، ج ا،ص ۳۶۰،۳۶۱)

معلوم ہوا کہ دلائل کی بنیاد پر اختلاف کیا جا سکتا ہے اور ہم اگر اختلاف کا راستہ بالکل بند کر دیں اور اختلاف کرنے پر لوگوں کو سلف و صالحین سے جدا قرار دے دیں تو بقول رضاخانی ہم نے پھر سلف وصالحین کو معاذ اللہ معصوم عن الخطا مان لیا اور یہی کام کاشف اقبال نے کیا کہ علمائے دیوبند کو معاصرین فرنگی محلی و بدایونی علما وغیرہ سے اختلاف پر سلف وصالحین سے خارج قرار دے دیا۔ گویا وہ اپنے ان چند مولویوں کو معصوم عن الخطا سمجھتا ہے جن سے اختلاف خروج عن اہل السنۃ کا سبب قرار دیتا ہے۔

خلاصہ کلام

رضاخانی یہ کہہ کر اپنی جان چھڑانے کی کوشش کر رہا ہے کہ کاشف اقبال نے رضاخانیوں کی بدعات و خرافات میں علمائے دیوبند کو (نام نہاد) سلف وصالحین سے جداگانہ رستے پر گامزن کہا جبکہ علامہ صاحب نے اس کے جواب میں فقہی جزئیات پیش کی جس میں خود علمائے دیوبند نے بھی سلف سے اختلاف کیا۔ (ملخصا کشف ص ۳۶۲) حالانکہ سوال ''فقہی جزئیات'' یا ''رضاخانی خرافات'' کا نہیں سوال تو یہ ہے کہ ان خرافات کی ''شرعی حیثیت'' رضاخانیوں کے ہاں کیا ہے؟ یقیناً وہی جو اس رضاخانی کے نزدیک ''فقہی جزئیات'' کا ہے۔ پس اگر ان فقہی جزئیات اور حلال وحرام میں جمہور صحابہ کرام، آئمہ مجتہدین، چودہ سو سال کے اسلاف رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین سے خان صاحب بریلوی اختلاف کر کے ''معتزلی'' نہ ہوا تو ہم عصر علما سے اگر علمائے دیوبند نے باصول رضاخانیت ان ''فروعی جزئیات'' میں اختلاف کر لیا تو کیسے ''سلف صالحین'' کے رستے سے ہٹ گئے؟ یہ وہ بنیادی ''معارضہ'' تھا جس کا کوئی جواب رضاخانی نہ دے سکے اور نہ ان شاء اللہ قیامت تک دے سکتے ہیں۔

جہالت وخباثت!!! مگر کس کی؟

علامہ صاحب نے کاشف اقبال رضاخانی کی عبارت:

''جو شخص دیوبندیوں کو ضروریات دین میں اہل سنت کے ساتھ متفق بتلا کر اس کو فروعی اختلاف بتلانا چاہتا ہے یہ اس کی جہالت و خباثت پر دال ہے''۔ (دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف: ص ۲۵)

کے جواب میں چار معتبر رضاخانی:

(۱) پیر کرم شاہ الازہری۔

(۲) فیض احمد گولڑوی۔

(۳) مولوی محمد امین خادم خاص شاہ احمد نورانی و ناظم جامعہ انوار القرآن۔

(۴) جمعیت علمائے پاکستان کے ترجمان رسالے سے ڈاکٹر مظہر حسین۔

کے حوالے پیش کئے کہ وہ علمائے دیوبند کو ''اہل السنۃ والجماعۃ'' کہتے ہیں اور اسلامی فرقوں میں ان کا شمار کرتے ہیں لہذا اس اصول پر یہ

رضاخانی ''خبیث و جاہل'' ہیں۔موصوف نے اس کے جواب میں پرانی راگنی الاپی کے:

''مولانا کاشف اقبال مدنی صاحب کا اشارہ اس عبارت میں ان لوگوں کی جانب ہے جوکہ بریلوی دیوبندی اختلاف سے بخوبی واقف و آگاہ ہیں اور اس معاملہ میں فریقین کی کتابیں بھی ان کے پیش نظر ہیں اور جو اکابرین دیوبند نے گستاخیاں کی ہیں ان کی بابت بھی وہ لوگ خوب جانتے ہیں۔پس اس کے باوجود صلح کلیت و مداہنت کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان اختلافات پر فروعی اختلاف کا لیبل لگاتے ہیں وہی اس عبارت کا مصداق ہیں۔مولانا کاشف اقبال مدنی صاحب نے ان لوگوں کو جاہل و خبیث نہیں کہا جو بالکل اس نزاع سے آگاہ نہیں''۔

(کشف القناع، ج ا،ص ۳۶۲، ۳۶۳)

قارئین کرام! آپ بار بار کاشف اقبال کی عبارت کو ملاحظہ فرمائیں اس میں ایسا کوئی ''ان پنچر'' نہیں جو اس رضاخانی نے لگایا ہے۔ کاشف اقبال نے مطلق کہا کہ جو بھی اس اختلاف کو فروعی سمجھتا ہے وہ خبیث ہے اور علامہ صاحب نے ان خبیثوں کی ایک مختصر لسٹ پیش کر دی۔کیا یہ کھلی ہوئی خباثت نہیں کہ علمائے دیوبند کی واضح عبارات کی توضیح خود ان کی زبانی تسلیم نہ کی جائے اور کاشف اقبال کی جس عبارت میں جس بات کا دور دور تک شائبہ نہ ہو رضاخانی اپنی طرف سے اس کا معنیٰ مفہوم گھڑ کر پھر ہمیں کہتا ہے کہ اسے قبول بھی کرو۔

پھر علامہ صاحب اور ہم نے پیر کرم شاہ الازہری، توکل شاہ انبالوی، مشتاق احمد انبیٹھوی، علمائے فرنگی محل، مولانا فقیر محمد جہلمیؒ، مولانا ابوالحسن زید فاروقی، حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ، مولانا عبدالسمیع رامپوری، اور جمہور عوام وغیرہم کے حوالے پیش کیئے کہ وہ علمائے دیوبند کو مسلمان ہی سمجھتے ہیں تو کیا رضاخانی نے اس کو تسلیم کرلیا؟ بس بہانے ہیں کبھی علم نہیں، کبھی عبارات سامنے نہیں، کبھی معتبر نہیں لیکن یہ ڈھکوسلے اپنی جاہل عوام کے سامنے کرو۔

معتبر غیر معتبر کا ڈھکوسلہ

اس کے بعد موصوف نے کہا کہ مولوی محمد امین و ڈاکٹر مظہر حسین کوئی ذمہ دار شخصیت نہیں ہیں اور نہ کسی مستند ادارہ سے فارغ التحصیل عالم ہیں''۔(کشف،ص ۳۶۳)

رضاخانی جب ہر طرح سے عاجز آجاتے ہیں تو آخری سہارا یہی ہوتا ہے کہ ہمارا ''معتبر'' نہیں تو جناب معتبر تو تم میں سے کوئی بھی نہیں ہے آخر تمہارا معتبر ہے کون؟ اعتبار تو تم لوگوں کو خان صاحب بریلوی پر بھی نہیں۔کیا اقتدار خان نعیمی، پیر کرم شاہ الازہری وغیرہما تمہارے معتبر اداروں سے فارغ نہیں ان کی بات تسلیم کرلی؟

یہی مظفر حسین شاہ اپنے مفتی اعظم پاکستان مفتی منیب الرحمن کے خلاف تقریریں کرتا ہے، سیالانی کے فاروق القادری کے خلاف بولتا ہے، اپنے ہی کنز العلما سے بائیکاٹ کیا ہوا ہے، اپنے ہی اشرف العلما اشرف سیالوی کے خلاف کتب چھپواتا ہے۔رضاخانی شیخ الحدیث غلام رسول سعیدی معتبر نہیں، مفتی اقتدار خان معتبر نہیں، حنیف قریشی معتبر نہیں، طاہر القادری معتبر نہیں، خادم حسین رضوی معتبر نہیں، پیر افضل قادری معتبر نہیں، بدایونی، فرنگی محل، اجمیری معتبر نہیں، اختر رضاخانی معتبر نہیں، شریف الحق امجدی معتبر نہیں، ہاشمی میاں معتبر نہیں، مفتی احمد یار گجراتی معتبر نہیں، حسن علی رضوی، ابو داود صادق معتبر نہیں، دعوت اسلامی الیاس قادری معتبر نہیں، شاہ احمد نورانی معتبر نہیں، تراب الحق قادری معتبر نہیں۔غرض معتبر تو تم میں سے کوئی بھی نہیں۔علامہ ابوایوب قادری صاحب کی دست و گریبان اور رد فاع جلد دوم کا مقدمہ دیکھیں ایک

دوسرے کا گریبان نوچ رہے ہو۔

ان دو کو غیر معتبر کہنے والے پہلے یہ بتا کہ تو خود اپنے مسلک میں معتبر ہے؟ تو خود کس کھیت کی مولی ہے؟ اور تو کونسی مجلس کا ممبر ہے جس نے تجھے معتبر وغیر معتبر کہنے کا اختیار دیا ہوا ہے؟

اس موقع پر علامہ ساجد صاحب ہی کا جملہ یاد آ گیا کہ ''آخر تمہاری وہ کونسی کیبنٹ، شوریٰ و مجلس ہے جو تمہارے معتبر و غیر معتبر ہونے کا فیصلہ کرتی ہے؟ یہاں تو ہر وہ آدمی جو دوسرے رضاخانی کو غیر معتبر کہہ رہا ہوتا ہے وہ خود کئی رضاخانیوں کے نزدیک ''غیر معتبر'' ہوتا ہے''۔

پھر یہ معتبر و غیر معتبر وہ شخص کہہ رہا ہے جو اس آدمی کی کتاب کا ناکام دفاع کر رہا ہے جس کاشف اقبال نے علمائے دیوبند کے خلاف اپنی کتاب میں مودودی، مماتی، قوم پرست پروفیسروں، اخباروں کے حوالے دئے کیا یہ معتبر ہیں؟ اس وقت یہ معتبر والا اصول یاد نہ آیا؟

بلکہ ہم تو اب ساتھیوں کو مشورہ دیتے ہیں کہ انہوں نے اپنی کتب میں ہمارے خلاف مماتیوں، مودودیوں، پروفیسروں کے حوالے دئے ہیں جن کی گمراہی پر ہم باقاعدہ فتوے دے چکے ہیں اگر یہ لوگ پھر بھی ہمارے خلاف پیش ہو سکتے ہیں تو ان کے کھاتے میں ''مرزائی'' بھی ڈالو اس اصول پر ان کے خلاف ''مرزائیوں'' کا حوالہ بھی حجت ہونا چاہئے۔ اگر یہ کہیں کہ مرزائی تو کافر ہیں ان پر ہمارے فتوے ہیں تو مودودیوں، مماتیوں پر بھی تو ہمارے فتوے ہیں وہ اگر ہمارے خلاف پیش ہو سکتے ہیں تو تمہارے خلاف مرزائی کیوں نہیں؟

یہ ایسا دجال و مکار آدمی ہے کہ اپنے اصول بھی بھول جاتا ہے ہمارے خلاف ''مودودی'' کیوں پیش کیا؟ تو اس کا جواب دیا:

''ابو الاعلیٰ مودودی اور دیوبندی نظریاتی طور پر ایک جیسے ہی عقائد کے حامل ہیں۔ مودودی صاحب کی ہمدردی اہل سنت و جماعت سے وابستہ نہ تھی بلکہ وہ دیوبندی نظریات کے حامی تھے''۔ (کشف القناع، ج ۱، ص ۲۱۱)

تو یہ مولوی بھی نظریاتی طور پر دیوبندی نہیں بلکہ ''بریلوی'' ہیں۔ ان کی ہمدردیاں ہمارے ساتھ نہیں بریلویوں کے ساتھ ہے۔ لہٰذا چوری کرنے پر باپ سے ہی مکر جانا یہ حلالی اولاد کی نشانی نہیں۔ پھر علامہ صاحب نے بتایا بھی کہ ان میں سے ایک رضاخانی مدرسے کا ناظم ہے اور نورانی کا خادم خاص ہے جبکہ دوسرا حوالہ رضاخانیوں کی سیاسی جماعت کے ترجمان رسالے سے دیا تمہارے اصول پر معتبر کے کیا اب سینگ ہوتے ہیں؟ ہمارے خلاف ''المعارف'' کے مجہول تبصرہ نگار کا حوالہ پیش ہو سکتا ہے تو تمہارے خلاف ''ترجمان رسالے'' کا حوالہ پیش کیوں نہیں ہو سکتا؟

آخری بات جب معتبر نہیں تو ''خبیث و جاہل'' ماننے میں آپ کو کیا حرج ہے؟ کم از کم اتنا تو مانیں کہ ''ہاں ہمارے معتبر نہیں اس لئے یہ جاہل و خبیث ہیں''۔ یہ اپنے ہی فتوے سے رکنا لگتا ہے دال میں کچھ کالا ضرور ہے۔

پیر کرم شاہ الازہری

پیر کرم شاہ الازہری کے حوالے سے ایک دفعہ پھر یہ جھوٹ بولا کہ انہوں نے تو رجوع کر لیا تھا حالانکہ اس کا منہ توڑ جواب علامہ ساجد صاحب دفاع جلد دوم میں دے چکے ہیں (جو اس رضاخانی کے پیش نظر بھی ہے ملاحظہ ہو کشف القناع، ج ۱، ص ۱۷۷ جہاں اس نے دفاع جلد دوم کا حوالہ دیا) جس کو رضاخانی نے ہاتھ تک نہیں لگایا اور ہم نے کتاب کے شروع میں بھی اس پر بھرپور گفتگو کی ہے۔ اب رضاخانی ہی کی زبانی:

''لہذا رضا خانی موصوف کا ہمارے اعتراضات کا جواب نہ دینا اور پھر انہی پرانی عبارتوں کا اعادہ کرنا رضا خانیوں کی شکستِ بین کی دلیل ہے''۔

گولڑوی صاحب کے حوالے سے گلو خلاصی کی ناکام کوشش

گولڑوی صاحب کے متعلق کہتے ہیں کہ اس قسم کی عبارتیں تو علمائے دیوبند کی کتب میں بھی پائی جاتی ہیں کہ شیعوں کو اسلامی فرقہ شمار کیا گیا ہے تو کیا شیعہ مسلمان ہو گئے؟ اسی طرح دیوبندیوں کو اسلامی فرقہ کہنے سے وہ مسلمان نہیں ہو جاتے۔ یہاں پر بھی موصوف نے خان صاحب والا کرتب دکھایا کیونکہ خود گولڑوی کی عبارت میں اس کی وضاحت ہے کہ یہاں ''اسلامی فرقہ'' سے مراد ان کی مسلمان ہی ہے کیونکہ وہ لکھتے ہیں:

''جہاں آپ بریلوی مکتبہ فکر کے علماء کرام میں ایک عارف محقق اور عالم مدقق تسلیم کیے گئے ہیں وہاں دیوبندی طبقہ کے اکابر علماء بھی آنجناب کے علم وعرفان کے ثناء خواں نظر آتے ہیں ان دو بڑے اسلامی فرقوں کے علاوہ دیگر اسلامی اور غیر اسلامی فرقوں میں بھی آپ ایک بلند مقام رکھتے''۔

یہاں خود ''اسلامی فرقوں'' و ''غیر اسلامی فرقوں'' کا تقابل کر کے پھر ''دیوبندیوں'' کو ''اسلامی فرقوں'' میں شمار کر کے بات واضح کر دی کہ ان کی مراد مسلمان ہی ہیں۔ رہی جامعہ امدادیہ کے شیخ الحدیث مفتی زاہد صاحب کا حوالہ دینا کہ انہوں نے مسلمان جماعتوں میں ''شیعہ پولیٹیکل کانفرنس'' کو بھی شامل کیا تو اس میں کئی احتمالات ہیں ترتیب وار ملاحظہ ہوں:

(۱) موصوف کا اپنا اصول ہے:

''ہمارے لئے صرف وہ دلائل حجت بن سکتے ہیں جو ان اکابرین اہل سنت و جماعت کے نوک قلم کا نتیجہ ہوں جن سے اہل سنت و جماعت کا تشخص قائم ہے''۔ (کشف، ج ا ص ۲۰۵)

تو مفتی زاہد صاحب ہمارے ان لوگوں میں سے نہیں جن سے اہل السنۃ والجماعۃ کا تشخص قائم ہو۔

(۲) ممکن ہے کہ یہ شیعہ تفضیلی ہوں جو کافر نہیں۔

(۳) رضا خانی خود کہہ چکا ہے کہ محض مسلمان یا اسلامی فرقہ کہہ دینے سے کوئی مسلمان نہیں ہو جاتا یہی جواب ہماری طرف سے آپ قبول کر لیں۔

(۴) علامہ صاحب نے نورانی کے خادم خاص اور رضا خانی مدرسے کے ناظم کا حوالہ دیا موصوف کہتے ہیں معتبر نہیں تو اگر ''ناظم'' غیر معتبر ہو سکتا ہے تو ''شیخ الحدیث'' کیوں نہیں؟ رہی موصوف کی یہ ڈینگ کے:

''اور یہ حوالے ہیں بھی دیوبندیوں کے چوٹی کے اور سرخیل علما کے ایک شیخ الحدیث ہے تو دوسرا شیخ المفسرین والمحدثین''۔ (کشف القناع، ج ا ص ۳۶۴)

تو جناب من زیادہ ''تیس مار خان'' بننے کی ضرورت نہیں!!! یہ ڈینگ بازی ان کے سامنے کرنا جو آپ لوگوں کے مذہب کے ''اصول و فروع'' سے آگاہ نہ ہو ہم تو تمہاری رگ رگ جانتے ہیں۔

(۱) غلام رسول سعیدی تمہارا شیخ الحدیث ہے تو کیا اس نے جو خان صاحب بریلوی کی مٹی پلید کی تھی تمہیں وہ تسلیم ہے؟

(۲) اشرف سیالوی تمہارا ''حجت الاسلام'' اور ''شیخ الحدیث'' ہے تو کیا اس کی ''تحقیقات'' قبول ہے؟

(۳) اشرف جلالی تمہارا ''کنز العلما'' ہے تو حضرت فاطمہؓ کے بارے میں جو کچھ کہا اس سے متفق ہو؟

(۴) مفتی اقتدار خان نعیمی تمہارا شیخ الحدیث و جانشین حکیم الامت ہے تو اس کی بات حجت ہے تم پر؟

(۵) مولوی سعید اسد تمہارا ''امام المناظرین'' ہے اور عبد المجید سعیدی بھی ''شیخ الحدیث'' تو سعیدی نے جو امام المناظرین کی مٹی پلید کی اور امام المناظرین نے جو کنز العلما کی مٹی پلید کی اس سب سے تم متفق ہو؟

فی الحال دو مرے ہوئے اور باقی زندہ ''چوٹی کے رضا خانی علما'' کے حوالے پیش کئے اس حوالے سے جب صاف ستھرا موقف آجائے گا تو پھر مزید گذارشات پیش کی جائیں گی۔

حوالے میں فراڈ

موصوف نے حضرت مولانا صوفی عبد الحمید سواتی صاحبؒ کا جو حوالہ پیش کیا وہ اس طرح ہے:

''ایران و عراق گذشتہ دو سال سے آپس میں دست و گریبان ہیں، ہزاروں مسلمان ہلاک ہو چکے ہیں، املاک تباہ ہو چکی ہیں مگر ان کے درمیان صلح کی کوئی صورت نظر نہیں آرہی ہے۔ دونوں ملکوں کی آبادی کلمہ گو مسلمان ہیں۔ شیعہ اور سنی کہلانے والے بھی دونوں ممالک میں موجود ہیں مگر پستی کا یہ عالم ہے کہ صلح کے متعلق کسی کی بات بھی سننے کیلئے تیار نہیں ظاہر ہے کہ اگر مسلمان آپس کے حالات کو درست نہیں کریں گے آپس ہی میں لڑ لڑ کر کمزور ہو جائیں گے''۔

(ماہنامہ نصرۃ العلوم، گوجرانوالہ، مفسر قرآن نمبر، ص ۱۷۴، بحوالہ کشف، ص ۳۶۴)

اس حوالے کے متعلق گذارش ہے کہ اس میں کہیں بھی ''شیعوں'' کو مسلمان نہیں کہا گیا عمومی طور پر قضیہ مہملہ کی صورت میں ''مسلمان'' کا لفظ بولا گیا ہے۔ بالفرض شیعوں کو ہی مسلمان کہا ہو تو مراد وہ شیعہ ہوں گے جو تفضیلی ہیں لیکن آپ کے مذہب میں تو ہر دیوبندی کافر و مرتد ہے اگرچہ آج کل سعید اسد اس کو ماننے کو تیار نہیں ان شاء اللہ جب تحریری صورت میں یہ لکھیں گے کہ ہمارے نزدیک ہر دیوبندی کافر نہیں تو اس کا بھی پھر تفصیلی جواب دیا جائے گا۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اور اصل استدلال کو گول کر دینا

کاشف اقبال رضا خانی نے اپنی کتاب کے ص ۲۸ میں لکھا تھا کہ ہندوستان میں اصل وہابیت کی بنیاد شاہ اسمٰعیل شہیدؒ نے ڈالی۔ علامہ صاحب نے اس پر فرمایا کہ کاشف اقبال جو کہہ رہے ہیں یہی رام کہانی مولوی غلام مہر علی نے دیوبندی مذہب، ارشد القادری نے سوانح امام احمد رضا کے مقدمہ میں، لدھیانوی نے انوار آفتاب صداقت میں، ابو الحسن زید فاروقی نے مولانا اسمٰعیل دہلوی اور تقویۃ الایمان میں غرض اس موضوع پر لکھی جانے والی ہر کتاب میں اس الزام کو دہرایا گیا۔

بلکہ خود اس رضا خانی نے بھی اپنی کتاب میں یہی بات لکھی چنانچہ لکھتا ہے:

''ہندوستان میں وہابیت کی شروعات اس طرح ہوئی کہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان سے تعلق رکھنے والے

ایک فرد اسماعیل دہلوی نے نجدی نظریات سے متاثر ہو کر ایک رسالہ رد الاشراک اور پھر اس کی شرح تقویۃ الایمان کے نام سے لکھی''۔
(کشف القناع، ج ا،ص ۲۴)

حضرت علامہ صاحب نے اس کے جواب میں مولوی رمضان رضاخانی کی ''مختصر تاریخ وہابیہ'' جس کو تراب الحق قادری، منشا تابش قصوری، عبدالرحیم سکندری، مولوی معین رضاخانی کی مکمل تائید حاصل ہے، مولوی غلام مہر چشتیاں کی ''عصمۃ النبی ﷺ''، مولوی عمر اچھروی کی ''مقیاس حنفیت''، المیزان سے رضاخانی رئیس القلم ''عبدالکریم ہاشمی'' کے ناقابل تردید حوالوں کو نقل کیا کہ یہ محض جھوٹ ہے ہندوستان میں اصل وہابیت کی بنیاد حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اور ان کے بیٹے شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے رکھی ہے۔
(ملاحظہ ہو دفاع جلد اول ص ۸۹ تا ۹۴)

رضاخانی اس مضبوط علمی گرفت کے آگے بالکل بے بس ولاچار نظر آرہا ہے۔ قارئین کرام یقین جانئے موصوف نے بڑی گالیاں دیں، بڑی دھمکیاں دیں، ہر طرح کا دجل وفریب کیا مگر اس اصل بات کے جواب میں ایک لفظ تک بولنے کی ہمت نہ ہوئی۔ اگر موصوف کے نزدیک گالیاں دینے کا نام جواب ہے تو خوب جواب دیا بلکہ ایسا منہ توڑ جواب کوئی شریف آدمی آپ اور آپ کے اعلیٰ حضرت کے علاوہ دے بھی نہیں سکتا۔ بہر حال موصوف رضاخانی کو چاہئے تھا کہ ان حوالہ جات کو غلط ثابت کرتے الٹا علامہ صاحب کی مکمل تائید کرتے ہوئے لکھا:

''مولانا محمد رمضان قادری صاحب نے جو کچھ لکھا ہے وہ دیوبندی کتب کے تناظر میں ہی لکھا گیا ہے''۔ (کشف القناع،ص ۳۶۶)

اس کا مطلب ہے کہ علامہ صاحب نے جو ثابت کرنا چاہا کہ کاشف اقبال رضاخانی و دیگر رضاخانی جس میں موصوف خود بھی شامل ہیں جو اس بات کے مدعی ہیں کہ ہندوستان میں وہابیت کی بنیاد حضرت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ نے ڈالی وہ بالکل غلط ہے۔ اصل بات جو علامہ صاحب نے رضاخانی کتب سے ثابت کی وہ یہ ہے کہ دراصل بقول رضاخانیہ ہندوستان میں تو ''وہابیت کی اصل بنیاد حضرت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ نے نہیں بلکہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے ڈالی'' (جس میں سے موصوف مولوی رمضان کا نام لیکر باقی سب کچھ گول کر گئے اور اپنی سادہ لوح عوام کو ہمیشہ کی طرح اندھیرے میں رکھا) وہ بالکل درست ہے۔

بہت خوب کہ اپنا پردہ کھولے
جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے

موصوف اس اصل مدعیٰ پر بالکل خاموش ہیں اور ایک لفظ اس باب میں نہیں لکھا اب انہی کے قلم سے کچھ تصرف کے ساتھ ان کی خدمت میں انہی کا جملہ:

''رضاخانی موصوف اکابرین رضاخانی کی ان حرکات پر خاموش تماشائی بنے بیٹھے ہیں یا تو رضاخانی موصوف بالکل ہی نکمے اور جاہل ہیں جو انہیں اپنے گھر کی کارستانیوں کا کچھ پتہ نہیں یا جان بوجھ کر شیطان اخرس (گونگے شیطان) کا کردار نبھا رہے ہیں''۔ (کشف،ص ۳۷۶)

اس کے بعد موصوف نے ص ۳۶۶ تا ۳۹۱ اس پر سیاہ کئے کہ دیوبندیوں میں سے مولانا احمد رضا بجنوری صاحب مرحوم کہتے ہیں کہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی سلفی وابن تیمیہ کے عقائد سے متاثر تھے اس کے علاوہ مزید بھی کچھ غیر معتبر حوالے دئے اس میں بھی دجل وفریب کیا۔

لیکن اصل بات جسے یہ موصوف اپنے دشنام طراز قلم کی گندگی میں گول کرنے کی ناکام کوشش کر رہے ہیں وہ یہ نہیں کہ بریلوی شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کو کیا کہتے ہیں یا دیوبندی کیا کہتے ہیں؟ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے عقائد اہل السنۃ والجماعۃ کے مطابق تھے یا سلفیت سے

وہ متاثر تھے؟ یہ تو بحث ہی نہیں ۔علامہ صاحب نے واضح طور پر کتاب میں یہ عنوان قائم کیا تھا:

ہندوستان میں وہابیت کی بنیاد اول کس نے ڈالی؟

گویا اصل مسئلہ یہ ہے کہ ہندوستان میں ''وہابیت کی بنیاد کس نے ڈالی؟'' جسے موصوف بالکل گول کر گئے اور غیر متعلقہ باتوں پر صفحات کے صفحات سیاہ کر دئے ۔پھر اس دجل پر کہتے ہیں کہ ہم نے تو اتنے صفحات میں جواب دیا تھا دیوبندی ہماری باتوں کے جواب سے عاجز ہیں شرم تم کو مگر نہیں آتی ۔حیرت ہے کہ اس رضاخانی کو علامہ صاحب کا یہ صاف اردو میں لکھا گیا عنوان بھی سمجھ نہیں آیا اب انہی کے قلم سے کہ:

''آسان اردو عبارت کو نا سمجھ کر جہاں دیوبندی موصوف نے یہ ثابت کیا کہ وہ کم عقل و بدفہم ہے اس کے ساتھ یہ بھی ثبوت دیا کہ اردو زبان سے بھی نابلد ہے''۔(کشف،ص ۳۴۶)

تو الحمدللہ دیوبندی موصوف تو اردو کیا تمہارے بڑے بڑوں کے ظاہر و باطن کو جانتا و سمجھتا ہے، جاہل انسان اردو عبارت کی درستگی کیلئے حیدر آباد کے جاہل محمد علی کو تو نے رکھا ہوا ہے اور عبارت علامہ صاحب نہیں سمجھتے؟ شرم تم کو مگر نہیں آتی ۔البتہ علامہ صاحب کی علمی کتاب کے اصل مدعیٰ کو اکثر جگہ نہ سمجھ کر غیر متعلقہ باتوں سے کتاب کی بھرتی کرنے پر رضاخانی موصوف ضرور اپنے ہی قلم سے ''بدفہم و بدعقل'' ثابت ہوئے ۔

اگر مولوی رمضان نے جو کچھ لکھا اور بقول تمہارے یہی کچھ دیوبندیوں کی کتب میں ہے تو پھر پہلے یہ اقرار کرو کہ ہندوستان میں وہابیت کی اصل بنیاد شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ؒ اور ان کے فرزند نے ڈالی ہے اور کاشف اقبال اور میں نے جو کہا وہ سب کذب بیانی تھے اور ہم بھی اپنے اعلیٰ حضرت کی طرح ایک نمبر کے کذاب و دروغ گو ہیں ۔

اس اقرار کے بعد جو حوالے تم نے پیش کئے وہ پیش کرنا ان شاءاللہ اس کے بھی ایسے منہ توڑ جواب دئے جائیں گے کہ یاد رکھو گے ۔

باقی یہ جو کذب بیانی کی کہ مولوی رمضان نے جو کچھ لکھا وہ دیوبندی کتب کے تناظر میں لکھا یہ بھی موصوف کی کذب بیانی ہے اس لئے کہ مولوی رمضان واذناب نے تو لکھا کہ معاذ اللہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی شیخ عبدالوہاب نجدی کی قتل و غارت گری سے بہت متاثر تھے ان سے ان کی زبردست دوستی ہوگئی تھی شیخ نجدی کا مکمل رنگ آپ پر چڑھ گیا آپ نے ہندوستان آ کر شیخ نجدی کے اصول و فروع پر نئے دین کی بنیاد قائم کرنے پر جُٹ گئے اور اسی کی تبلیغ و اشاعت شروع کر دی جس پر ہندوستان میں ایک شور برپا ہو گیا کہ شاہ ولی اللہ وہابی ہو گیا اور تمام وقت کے بڑے بڑے علما نے آپ پر کفر کے فتوے لگائے ۔(معاذ اللہ)

اگر رضاخانی میں غیرت ہے تو ہماری کسی مستند کتاب سے اس جھوٹی سیاہ تاریخ کا ثبوت دے علامہ صاحب نے بھی اس کا ثبوت طلب کیا تھا جس سے یہ رضاخانی بالکل عاجز رہا۔

خان صاحب بریلوی اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ؒ

علامہ ساجد صاحب نے رضاخانی کاشف اقبال کی عبارت:

''گویا حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ وغیرہم کے نظریات وہی تھے جو کہ آج اہل سنت و جماعت (بریلوی) کے ہیں جن کی ترجمانی امام اہلسنت......احمد رضا خان......بریلوی......نے فرمائی ہے''۔

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف :ص ۳۵)

کے جواب میں کہا تھا کہ آپ کے اکابر کے نزدیک تو شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ معاذ اللہ پکا گستاخ، وہابی، نجدی، بے ایمان تھا۔ تو اگر خان صاحب کے بھی وہی عقائد تھے جو شاہ صاحبؒ کے ہیں تو پھر تو خان صاحب پکے بے ایمان، گستاخ، وہابی ہوئے۔ رضاخانی نے ہمیشہ کی طرح جواب سے عاجز ہو کر ایک بار پھر دجل کرتے ہوئے لکھا کہ:

''حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتابیں بھی موجود ہیں اور سیدی اعلیٰ حضرت ۔۔۔ کی کتابیں بھی موجود ہیں ان کو پڑھ کر خود موازنہ کیا جا سکتا ہے کہ حضرت شاہ صاحب کے وہی عقاید ونظریات تھے جو آج کل سیدی اعلیٰ حضرت ۔۔۔ سے نسبت رکھنے والے علما کرام کے ہیں اور یہ ایسا سچ ہے کہ محتاج دلیل نہیں''۔ (کشف القناع، ج ا، ص ۳۹۲)

جناب من! ہمیں موازنہ کرنے کی اور کتابیں پڑھنے کی ضرورت ہی کیا ہے؟ (یہ الگ بات ہے کہ الحمد للہ دونوں حضرات کی کتب سے اچھی طرح واقف ہیں اور یہ کہنا کہ دونوں کے عقائد ایک جیسے ہیں بالکل محتاج دلیل نہیں ہے یہ تو دن کو رات کہنا ہوا کیا رضاخانی کے نزدیک دن کو رات کہنا محتاج دلیل نہیں ہوا کرتا؟) ہم موازنہ تو تب کریں جب موازنہ ہوا نہ ہو، کتب تب پڑھیں جب نتیجہ نکالنا ہو۔ یہاں نتیجہ تو نکلا ہوا ہے کہ شاہ ولی اللہ وہابی تھا، معاذ اللہ ہندوستان میں سب سے پہلے وہابیت اسی نے پھیلائی ایسا پکا وہابی نجدی کے اس پر کفر کے فتوے لگے۔ تو اگر یہ سچ ہے تو یہی عقاید خان صاحب بریلوی اور تمہارے ہیں تو تم بھی پکے نجدی وہابی گستاخ کافر ہوئے۔ بات اتنی سی تھی جسے آپ باوجود کوشش ''گول'' نہ کر سکے۔ موصوف بڑے معصوم بن کر کہتے ہیں:

''حضرت سیدی اعلیٰ حضرت ۔۔ تو وہابیت کو گالی تصور کرتے تھے''۔ (کشف القناع، ج ا، ص ۳۹۲)

تو کیا ہوا؟ کیا اس سے خان صاحب بریلوی کی جان چھوٹ جائے گی؟ اکابر دیوبند بھی تو نبی کریم ﷺ کی گستاخی کو اپنے حق میں گالی تصور کرتے ہیں تو اس کا مطلب آپ یہ لیں گے کہ وہ آپ کے نزدیک گستاخ نہ تھے؟ وہ تو چیخ چیخ کر کہیں کہ ظالمو! جو شیطانی عقائد تمہارے ''شیطان اعلیٰ'' نے ہماری طرف منسوب کیئے ہمارے وہم وخیال میں بھی یہ عقائد نہیں ہم ان کو کفر سمجھتے ہیں تم پھر بھی کہو: ''نہیں تمہارے ہی یہ عقائد ہیں'' تو اگر خان صاحب وہابیت کو گالی سمجھتے تھے تو کیا ہوا؟ پھر بھی وہ پکے لعین وہابی نجدی گستاخ ہوئے۔

ما قبل میں ہم نے رضاخانیوں کے ایک دوسرے پر کفر وضلالت کے فتوے پیش کیئے تو کیا وہ اسے گالی نہیں سمجھتے؟ لیکن پھر بھی اس سے موصوف ہیں۔ چلئے آپ ہی بتائیں آپ کے اشرف جلالی نے حضرت بی بی فاطمۃ الزہراؓ کی بقول آپ کے گستاخی کی تو کیا جلالی اسے اپنے حق میں گالی تصور نہیں کرتا؟ تو پھر آپ کے نزدیک وہ اس سے کیسے متصف ہو گئے؟

صریح کذب بیانی

ایک شخص کے نزدیک خان صاحب بریلوی اس کا ''سیدی'' ہو اور وہ اپنے ''سیدی'' کی صفات رذیلہ سے متصف نہ ہو یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ چنانچہ رضاخانی نے خان صاحب بریلوی کی طرح جھوٹ کا سہارا لیتے ہوئے لکھا:

''موصوف کسی خوش فہمی میں مبتلا ہیں تو وہ خود ہی بتلائیں کہ ان کا بھی دیوبندیت کو حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے جوڑنے کا دعویٰ ہے اور حضرت شاہ صاحب کے متعلق عبید اللہ سندھی نے کہا کہ وہ دین اکبری کے متمم تھے پس اس لحاظ سے کیا دیوبندی موصوف دیوبندیت کو دین اکبری قرار دیں گے؟''۔ (کشف، ج ا، ص ۳۹۲،۳۹۳)

موصوف نے اس پر حوالہ مسعود عالم ندوی غیر مقلد کا قول بحوالہ ''مولانا عبید اللہ سندھی اور ان کے افکار وخیالات پر ایک نظر، ص ۴۳، دار الدعوۃ السلفیہ، شیش محل روڈ لاہور'' سے دیا۔ (ملاحظہ ہو کشف القناع، ج ا، ص ۳۷۶)

حالانکہ مسعود عالم ندوی غیر مقلد ہے۔کتاب غیر مقلد کی، شائع کرنے والے غیر مقلد، جس کا قول ہے وہ غیر مقلد تو یہ حوالہ ہم پر کیسے حجت ہوسکتا ہے؟ یہ مظفر حسین رضاخانی اپنے جس مناظر عبد المجید سعیدی کی کتب چھاپتا ہے وہ لکھتا ہے:

''ہم پر ان کا قول حجت نہیں۔ہم پر اس کا قول حجت ہوسکتا ہے جو ہمارے مسلک کا ہو''۔(مناظرہ مسئلہ رفع الیدین، ص ۲۳)

رضاخانی اس قدر بے شرم ہے کہ اپنے اصول بھی یاد نہیں رکھتا چنانچہ خود لکھتا ہے:

''ہمارے لئے صرف وہ دلائل حجت بن سکتے ہیں جو ان اکابرین اہل سنت و جماعت کے نوک قلم کا نتیجہ ہوں جن سے اہل سنت و جماعت کا تشخص قائم ہے''۔(کشف، ج ا، ص ۲۰۵)

تو بتاؤ مسعود عالم ندوی ہمارے اکابر میں سے ہے؟ اور اکابر بھی وہ جس سے ہمارا مسلکی تشخص ہو؟ کچھ تو شرم وحیا کرو۔پس جب حوالہ ہی معتبر نہیں تو اس پر ہم سے سوال کرنا خود رضاخانی کے اصول پر: ''بنا الفاسد علی الفاسد کے طور پر استدلال قائم کرنے کی کوشش کی وہ بنا ہی قائم نہ رہی تو استدلال کیسا؟''۔(کشف القناع، ج ا، ص ۳۹۲)

ویسے موصوف صحیح مصنف ہیں جو جگہ جگہ اپنی تصنیف میں اپنی تردید خود کرتے ہیں ہمارے ہاں ایک ''یوٹرن سرکار'' تو مشہور تھی اب یہ ''تردیدی سرکار'' بھی مبارک ہو۔ہوسکتا ہے کہ موصوف کہیں کہ کتاب میں علامہ سید سلیمان ندوی صاحب مرحوم کا مقدمہ ہے تو اول گذارش تو یہ ہے کہ حضرت ان اکابر میں سے نہیں جن سے مسلک کا تشخص ہو۔لہذا حوالہ کسی کام کا نہیں۔ثانیا جب کتاب ہی غیر معتبر لوگوں نے چھاپی ہے تو اس کے مواد پر کس طرح اعتبار کیا جاسکتا ہے؟ کیونکہ رضاخانی کہتے ہیں کہ مقابیس المجالس میں تحریف ہوگئی اس تحریف کی بنیاد پر پوری کتاب کو غیر معتبر قرار دیتے ہیں تو اسی تناظر میں ہم بھی کہتے ہیں کہ جب پوری کتاب ہی ہمارے لئے حجت نہیں تو اس کا جز کیسے حجت؟

ثالثاً مفتی حنیف قریشی نے پنڈی مناظرہ میں طالب الرحمن کو کہا تھا کہ دیوان محمدی پر احمد سعید کاظمی صاحب کا مقدمہ جعلی ہے تو ہم بھی اسی طرز پر کہہ سکتے ہیں کہ یہ مقدمہ جعلی ہے۔

نوٹ: اس کو بھی نوٹ فرمائیں کہ مظفر حسین کہتا ہے کہ وہ اکابر حجت ہیں جن سے جماعت کا تشخص ہے جبکہ سعیدی کہتا ہے کہ مطلق مسلک کا بندہ ہو وہ بھی کافی ہے اس کا حوالہ بھی ہمارے لئے حجت ہے۔اب بندہ کس کی مانے؟ حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ وہ منافق ہیں کہ جس طرف چاہیں اپنے اصول وقاعدے موڑ لیں۔

علامہ فضل حق خیر آبادی

علامہ صاحب نے کتاب میں صرف اتنا لکھ دیا تھا کہ ''ایسٹ اینڈیا کمپنی میں ملازم فضل حق خیر آبادی'' جیسے لوگ تھے۔علامہ صاحب نے کہیں بھی اس موقع پر خیر آبادی صاحب کو انگریز کا ایجنٹ نہیں کہا مگر چور کی داڑھی میں تنکا۔موصوف ہمیشہ کی طرح آپے سے باہر ہوگئے آدھا صفحہ گالیوں پر سیاہ کیا پھر کہا کہ علامہ خیر آبادی تو جنگ آزادی کے بہت بڑے مجاہد تھے۔

تو علامہ نقشبندی صاحب کی یہ ساری گفتگو آپ کے مولوی رمضان قادری کی اس عبارت کی روشنی میں تھی جسے آپ گول کر گئے:

''اور معاً ہندوستان میں سلطنت مغلیہ کے تنزل اور انحطاط کا نقشہ تصور گھوم گیا مسلمانوں کی اس ڈگمگاتی حکومت کے خلاف انگریزوں کی ایسٹ انڈیا کمپنی کی سازشوں (جس میں فضل حق خیر آبادی جیسے لوگ ملازم تھے: از ناقل) اور ریشہ دوانیوں کو یاد کر کے بیقرار ہو گئے''

حضرت نے بریکٹ کے الفاظ اس عبارت کے تناظر میں لکھے کہ اگر ایسٹ انڈیا کمپنی کی سازشوں سے ہی اسلامی حکومت ڈگمگانے لگی تو فضل حق خیر آبادی صاحب تو اسی کمپنی کے ملازم تھے وہ پھر اس سازش میں کیسے ملوث نہیں؟۔اس کے جواب میں موصوف کو ثابت کرنا چاہئے تھا کہ انگریز کا ملازم ہونا ''ایجنٹی'' کو لازم نہیں یا خیر آبادی صاحب اس کمپنی میں ملازم نہیں تھا۔مگر موصوف نے تو گالیوں سے بھرپور تقریر ہی شروع کر دی کہ وہ تو بہت بڑے مجاہد تھے اور فلاں تھے فلاں تھے۔

یہ بات یاد رہے کہ انگریز کا ملازم ہونا انگریز کے ایجنٹ ہونے کی دلیل ہے یہ ہم نہیں کہہ رہے ہیں خود رضاخانی شیخ الحدیث والتفسیر فیض احمد اویسی نے حضرت حجۃ الاسلام امام نانوتویؒ کے مدرسہ دہلی میں ملازمت پر یہ نتیجہ متفرع کیا کہ:

''یہی وجہ ہے کہ آپ نے آخر دم تک انگریز کا حق نمک ادا کیا''۔(شرح حدائق بخشش، ج ۵ ص ۱۴۵)

اگر مدرسہ دہلی میں ملازم ہونا انگریز کا نمک حلال کرنا ہے تو جو خیر آبادی اس انگریزی کمپنی میں ملازم ہو جس کی سازشوں سے ہی انگریز ہندوستان پر قابض ہوئے ہوں اور حکومت اسلامی ختم ہوئی ہو تو وہ شخص کتنا بڑا انگریز کا نمک حلال ہوگا؟ اس کا اندازہ ہر آدمی کرسکتا ہے۔ اس لئے ہم پر برسنے کے بجائے اپنے اکابر کی قبروں پر نوحہ و ماتم کرو۔

باقی موصوف نے جو حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی صاحب رحمہ اللہ کی کتاب کا طویل اقتباس پیش کیا تو وہ ہمارے لئے مضر نہیں کیونکہ یہ ساری گفتگو تو رضاخانیوں پر الزاما تھی،ان کے اپنے اصولوں پر یہ نتیجے مرتب ہو رہے ہیں اور خود رضاخانی کہتا ہے:

''دیوبندی موصوف کے اس اعتراض میں اس بات پر مہر تصدیق ثبت کردی کہ دیوبندی موصوف کی کھوپڑی میں دماغ نام کی کوئی چیز موجود نہیں ہے۔۔۔سیدی اعلیٰ حضرت۔۔۔تو دیوبندیوں کو الزامی جواب دے رہے ہیں''۔(کشف، ج۱ ص ۳۹۷)

تو ہمارے اعتراض کے جواب میں اکابر دیوبند کو پیش کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ رضاخانی کے سر میں دماغ نام کی کوئی چیز نہیں کیونکہ علامہ صاحب تو رضاخانیوں پر الزام قائم کر رہے ہیں۔

آخری بات ہم حیران ہیں کہ موصوف کو اپنی لکھی ہوئی بات کیوں بھول جاتی ہے؟ سچ کہا

دروغ گو را حافظہ نہ باشد

جھوٹے کا حافظہ نہیں ہوتا۔ابھی پیچھے تو آپ یہ لکھ چکے ہیں کہ:

''فیض احمد گولڑوی صاحب کا تھانوی صاحب کے متعلق یہ تاثر ان سنی سنائی باتوں پر مبنی ہے جو کہ دیوبندی عقیدت مندوں نے ان کیلئے مشہور کر رکھی تھیں اور ان افسانوں کو فیض احمد گولڑوی صاحب نے بوجہ سادہ دلی حقیقت سمجھ لیا''۔(کشف القناع، ج۱ ص ۲۰۰)

تو ہم بھی کہہ سکتے ہیں کہ حضرت مدنیؒ نے سب کچھ رضاخانی پروپگنیڈے کے تحت سادہ لوحی کی وجہ سے لکھ دیا ورنہ حقیقت وہی ہے جو ہم نے عرض کر دی یا علامہ صاحب نے دفاع جلد دوم میں عرض کی۔

موصوف نے آخر میں خان صاحب کی ذات کی طرح اپنے غلیظ قلم سے غلاظت انڈیلی کہ:

''پھر دیوبندی موصوف میں تھوڑی سی بھی شرم و حیا ہو اور ضمیر زندہ ہو اور قلبی بصیرت کے ساتھ آنکھوں کی بصیرت بھی متاثر نہ ہوئی ہو تو

اس حوالہ کو وہ دوبارہ بغور پڑھیں حسین احمد ٹانڈوی صاحب نے حضرت شاہ فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ کی گرج وللکار کو شیر میسور۔۔۔ دیوبندی موصوف اگر کسی دوسرے کی تاریخ کو نہیں مانتے تو کم از کم اپنے شیخ الاسلام کی بیان کردہ باتوں کو تسلیم کر لیں''۔

(کشف القناع، ج ا،ص ۳۹۶)

سوال یہ ہے کہ علامہ صاحب نے جو دفاع جلد اول و دوم اور ہم نے اس کتاب میں اکابر بریلویہ کے حوالے پیش کئے جنہوں نے شاندار الفاظ میں علماے دیوبند کو خراج تحسین پیش کیا، انہیں وقت کا اولیا اللہ مانا اور ہزار سالوں میں بھی ان جیسے باعمل علما کو ناپید مانا۔ کیا موصوف نے اسے تسلیم کر لیا؟ اس کا مطلب ہے کہ موصوف اپنے ہی فتوے سے:

''شرم وحیا اور زندہ ضمیر سے بالکل عاری ہیں ساتھ ہی قلبی بصیرت اور آنکھوں کی بصارت سے بھی محروم ہیں''۔

موصوف کم از کم اتنی غیرت وشرم تو کر لیں کہ اپنے ہی اصولوں کی روشنی میں اپنے ہی اکابر کی لکھی ہوئی تاریخ تسلیم کر لیں۔

احمد رضا خان کی سند حدیث منقطع ہے

علامہ صاحب نے دفاع میں لکھا تھا:

''مولانا احمد رضا خان صاحب لکھتے ہیں:

''اور سب سے بڑھ کر بھاری مشرک کٹر کافر عیاذ باللہ شاہ ولی اللہ ہوں جو مشرکوں کو اولیا اللہ جانتے اپنا شیخ ومرشد ومرجع سلسلہ مانتے احادیث نبی ﷺ کی سندیں ان سے لیتے مدتوں ان کی خدمتگاری وکفش برداری کی داد دیتے انہیں شیخ ثقہ عادل بناتے ان کی ملاقات کو بلفظ دست بوس تعبیر فرماتے ہیں محدثی کا تمغہ حدیث کی سندیں یوں برباد ہوئیں کہ اتنے مشرکین ان میں داخل پھر شاہ عبد العزیز صاحب کو شاہ ولی اللہ صاحب سے یہی نسبت خدمت وارادت وتلمذ وبیعت ومدح وعقیدت حاصل اور ان کی سب سندیں تمہارے طور پر مشرک اعظم و کافر اکبر شامل کہاں کی شاہی کیسی محدثی اصل ایمان کی سلامتی مشکل''۔ (حیات الموات: ص ۱۶۳، حامد اینڈ کمپنی)

مولانا احمد رضا خان صاحب نے جس قسم کے الفاظ حضرت شاہ صاحب محدث دہلوی کی طرف منسوب کر کے جس تہذیب وشائستگی کا ثبوت دیا ہے وہ قارئین خود ملاحظہ فرمالیں۔ سر دست ہم یہ کہنا چاہ رہے ہیں کہ اگر سند حدیث میں کوئی کافر مشرک آجائے تو سند حدیث برباد اور محدثی وشاہی ضائع ہوئی تو مولانا احمد رضا خان صاحب کو اپنے پیر مارہروی سے جو اعزازی سند حدیث ملی ہے اس میں تیسرے نمبر پر حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا نام ہے (رسائل رضویہ: ج ۲ ص ۲۶۹، ۳۰۵) تو گویا مولانا احمد رضا خان صاحب کی سند حدیث منقطع ہے کیونکہ اس میں شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی ہیں جن کو معاذ اللہ تم نے وہابی گستاخ بے ایمان لکھا۔ یاد رہے کہ مولانا احمد رضا خان صاحب کی جتنی سندات حدیث کی رضاخانیوں نے پیش کی ہیں وہ سب کی سب اعزازی ہیں جو مختلف علماء سے ملنے کا دعویٰ کیا ہے مولانا احمد رضا خان صاحب نے حدیث کی متداول کتب کسی مکتب میں بیٹھ کر کسی محدث سے نہیں پڑھیں۔ (دفاع جلد اول، ص ۹۵، ۹۶)

حضرت نے ان عبارات میں کہیں بھی یہ نہیں کہا کہ مولانا احمد رضا خان نے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کو مشرک کہا ہے بلکہ اپنے دعوی کیلئے اس عبارت کو بطور دلیل پیش کیا تھا اور الزام یوں قائم کیا تھا کہ اگر سند حدیث میں مشرک آجانے سے سند حدیث منقطع ہو جاتی ہے تو خان صاحب بریلوی کی سند حدیث میں بھی شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ؒ جس کو تم نے وہابی، گستاخ، کافر نجدی لکھا ہے معاذ اللہ ہے تو اس اصول

پر خان صاحب بریلوی کی سند حدیث بھی منقطع ہوگئی۔

اب رضاخانی موصوف نے ہمیشہ کی طرح یہاں بھی دجل وفریب سے بھر پور کام لیااور حیات الموات کی پیش کردہ عبارت کولیکر ص ۳۹۶ تا ۴۰۰ یوں اوراق سیاہ کئے کہ اس عبارت میں تو خان صاحب بریلوی ساری گفتگو الزاما کر رہے ہیں نہ کہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کو خود مشرک کہہ رہے ہیں یہ دیوبندی جاہل ہے اس میں عقل نام کی کوئی چیز نہیں اس میں شرم وحیا نہیں۔

حالانکہ بے شرم و بے غیرت آدمی!!! گالیاں دینے سے تو تیری جان نہیں چھوٹ سکتی؟۔خان صاحب بریلوی نے حیات الموات میں الزامابات کہی یا تحقیقا،جھوٹ بولا یا سچ اس پر کوئی کلام علامہ صاحب نے کیا ہی نہیں،نہ انہوں نے اس پر کوئی اعتراض کیا۔اسس کو تو انہوں نے فقط اپنے دعوی پر دلیل بنایا۔

دعوی یہ ہے کہ خان صاحب بریلوی کی سند حدیث منقطع ہے کیونکہ خود خان صاحب کہہ رہے ہیں کہ سند حدیث میں مشرک کافر کے آجانے سے سند حدیث منقطع ہو جاتی ہے اور خان صاحب بریلوی تیری اپنی سند حدیث میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمۃ موجود ہے جیسے تیرے ماننے والوں نے معاذ اللہ گستاخ وکافر کہا تو تیری سند حدیث منقطع کیوں نہیں؟

یہ تھا اصل استدلال جسے اس رضاخانی نے ہاتھ تک نہیں لگایا اور یہ بکواس شروع کر دی کہ حیات الموات والی عبارت تو الزاما ہے۔اب قارئین جواب دیں کہ شرم وحیا غیرت وحمیت بصارت وبصیرت سے محروم یہ رضاخانی نہیں تو کون ہے؟ جس بے غیرت کو اردو عبارت تک سمجھنے کا سلیقہ نہیں۔لیکن اصل قصور تو اس ''کوے کی شکل والے'' محمد علی حنفی حیدرآبادی کا ہے کیونکہ اس کی اردو تو وہ درست کر رہا ہے یہ بیچارہ تو صرف مکھی پر مکھی مارنے والا ہے۔

غلام مہر علی کے دفاع کی ناکام کوشش

موصوف کو اس پر بڑا غصہ ہے کہ علامہ ساجد صاحب نے دلائل کی روشنی میں مولوی غلام مہر علی صاحب کو جھوٹا،کذاب،بددیانت ومتعصب کہہ دیا۔تو اگر اس جاہل رضاخانی کو اپنی کتب کا علم ہوتا تو اس کا گلہ نہ کرتا کیونکہ یہ رضاخانی جس عبدالمجید سعیدی کی کتب چھاپتا ہے وہ اس غلام مہر علی کے کرتوت علامہ صاحب سے پہلے کھول چکا ہے چند نمونے ملاحظہ ہو:

دلا بھٹی کی اولاد

عبدالمجید سعیدی اس غلام مہر علی کی نسل کے متعلق لکھتا ہے:

''کہاں دلا بھٹی کا بیٹا اور کہاں حضور شیر خدا وسیدہ زہرا کا فرزند ارجمند۔۔یاد رہے کہ یہ خدانخواستہ کوئی گالی نہیں بلکہ دلا بھٹی موصوف کے جد اعلی کا نام نامی ہے''۔(مواخذہ معرکۃ الذنب،ج۱ص۱۱)

غلام مہر علی مرتد ہو جایئے گا

سعیدی یہ انکشاف کرتا ہے کہ:

''بروایت حضرت مولانا عبدالغفور غوثوی صاحب معترض کے بارے میں اس کے پیرومرشد حضرت جگر گوشہ پیر مہر علی شاہ صاحب حضرت

سیدغلام محیی الدین المعروف بابوجی سائیں رحمۃ اللہ علیہ کی یہ پیشگوئی ہے کہ غلام مہر علی آخر میں مرتد ہو جائے گا جو من وعن پوری ہو رہی ہے''۔
(مواخذہ معرکۃ الذنب، ج ا ص ۲۰)

غلام مہر علی کی چند صفات رذیلہ

سعیدی اس خبیث کی صفات رذیلہ کا ذکر یوں کرتا ہے:

''علاوہ ازیں انہوں نے اس میں ایسے متعدد امور کا ارتکاب کیا ہے جو نیک نیتی کے قطعا منافی ہیں جیسے مجرمانہ خیانت، و بد دیانتی، بدزبانی، کذب بیانی اور جھوٹ وافترا پردازی، ہیرا پھیری، ہاتھ کی صفائی دکھانا، دوہرا معیار قائم کرکے چالبازی سے کام لینا، ڈنڈی مارنا''۔
(مواخذہ معرکۃ الذنب، ج ا ص ۳۸)

''اپنے منہ میاں مٹھو (ص ۳۸) چالاکیاں (ص ۳۹) قطع و برید، توڑ مروڑ اور رنگ آمیزی (ص ۴۱) بدزبانی اور ہرزہ سرائی (ص ۴۳) غلام مہر علی صاحب کی کذب بیانیاں (ص ۴۹)''۔

رضاخانی مناظر عبدالمجید سعیدی نے کتاب میں غلام مہر علی کی ۷۲ کے قریب خیانتیں بھی ذکر کی ہیں۔ اس ساری تفصیل کے بعد اب مظفر حسین شاہ رضاخانی کا تبصرہ ملاحظہ ہو:

''حضرت غلام مہر علی خطیب چشتیاں رحمۃ اللہ علیہم کے متعلق قبور میں بدلہ پانے کا لکھا ہے وہ خود موصوف پر ثابت آرہا ہے''۔
(کشف، ج ا ص ۴۳۳)

قارئین کرام! ماقبل کی تفصیل سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ غلام مہر علی ایسا بددیانت، کذاب، خائن، فراڈی تھا کہ خود رضاخانی مناظر کو اقرار کرنا پڑا بلکہ اس بدبخت کے مرتد ہونے کی پیشگوئی تو خود رضاخانیوں نے کر دی تھی جو پوری بھی ہوگئی۔ مگر اسی مرتد، خائن، فراڈی، کذاب، جاہل، دھوکے باز کو یہ رحمۃ اللہ علیہ کہہ کر حضرت علامہ صاحب کو طعنہ دے رہا ہے۔ درحقیقت ہمیشہ کی طرح مرتدین و گستاخان انبیا علیہم السلام کی تائید کرکے یہ شخص اپنے ان مرتد اکابر کی قبروں کی طرح اپنی آخرت سیاہ کر رہا ہے۔

کذاب و خائن غلام مہر علی کے دفاع کی ناکام کوشش

پہلا الزام: دفاع میں لکھا تھا کہ غلام مہر علی نے ۱۸۲۳ء میں سید احمد شہید اور حضرت شاہ اسمٰعیل شہید کی پیری مریدی کا واقعہ لکھا اور یوں معاذ اللہ ان کا دھندا نکل پڑا۔ یہ بالکل جھوٹ ہے۔

اس پر رضاخانی نے لکھا کہ یہ کوئی حج کا واقعہ تو نہیں جہاں سن و ماہ بالکل درست ہوں۔ ثانیا سوانح نگار اس پر متفق نہیں کسی نے ۱۸۱۶ سنہ لکھا کسی نے ۱۸۱۸ء کسی نے ۱۸۱۸ء لکھ کر ماہ میں اختلاف بتایا کسی نے ۱۸۱۷ء لکھا اب کیا یہ بھی سب جاہل، ضدی و متعصب تھے۔

جواب:

یہ بات تو موصوف نے بالکل درست کہی کہ محض انسانی خطا کے پیش نظر کسی تاریخ کو غلط لکھ دینا ہرگز جہالت، تعصب وضد کی علامت نہیں اور یہ کوئی حج کا معاملہ بھی نہیں۔ لیکن جب یہ ایک ضدی، عناد پرست جھوٹے کی طرف سے ایک خود ساختہ تاریخ کسی کو ''کافر'' بنانے کیلئے ''گڑھی'' جارہی ہو تو یقینا ایسا کرنا ضد، تعصب و ہٹ دھرمی ہی ہوتا ہے۔ نیز موصوف یہ بتائیں کہ حضور ﷺ کی تاریخ ولادت کیا کوئی حج

کی تاریخ ہے کہ جس کے نکل جانے پر حج نکل جائے؟ تو وہاں ۱۲ ربیع الاول کو ثابت کرنے کیلئے کتب کس اصول پر لکھی ہیں؟

موصوف نے جو کتب پیش کی ان میں سے کئی ایک کتب تو غیر معتبر ہیں لہٰذا وہ تو شمار میں ہی نہیں اور جو معتبر ہیں ان میں اتنا خاص اختلاف نہیں۔ لیکن سوال یہ ہے کہ رضاخانی نے جو تاریخ پیش کی یہ آخر کس نے لکھی ہے؟

اس کو یوں سمجھیں کہ حضور ﷺ کی ولادت ربیع الاول میں ہوئی اب تاریخ میں اختلاف ہے لیکن کوئی شخص اٹھ کر کہے کہ نہیں حضور ﷺ کی ولادت ربیع الاول میں نہیں ''صفر کی ۱۶'' تاریخ کو ہوئی تو ہر کوئی اس کو جاہل کہے گا اس لئے کہ وہ وہ بات کر رہا ہے جس کا قائل کوئی بھی نہیں۔ تو ۱۸۱۶ء، ۱۸۱۷ء، ۱۸۱۸ء ان میں اتنا تفاوت نہیں لیکن ایک آدمی کھڑے ہو کر ۱۸۲۳ء کہہ دے وہ بھی وہ آدمی جو جماعت کا ترجمان، محقق، اور مناظر ہو تو یقیناً وہ جھوٹ ہی شمار ہوگا۔

اور اسے جھوٹ کہنا خود رضاخانی کو بھی مسلم ہے چنانچہ رضاخانی نے جگہ جگہ دفاع میں محض کتابت کی غلطیوں کو علامہ صاحب کی جہالت و سرقہ پر محمول کیا تو یہاں تاریخ میں اتنی بڑی غلطی بلکہ گڑھی ہوئی تاریخ پر رضاخانی علامہ کو جاہل کیوں نہ کہا جائے؟ خود رضاخانی لکھتا ہے:

''اصل معاملہ یہ ہے کہ دیوبندی موصوف نے اس اعتراض میں حسب معمول اپنی روایت برقرار رکھتے ہوئے حضرت مولانا غلام مہر علی صاحب پر جھوٹ بولا ہے انہوں نے یہ نہیں لکھا کہ ۱۸۲۳ء میں اسماعیل دہلوی کی سید احمد سے ملاقات ہوئی بلکہ انہوں نے تو ۱۸۲۳ء میں اس لڑائی کی بات لکھی ہے جس کو دوبندیوں نے سکھوں سے لڑائی کا نام دے رکھا ہے''۔ (کشف القناع ص ۴۰۶)

حالانکہ کتاب میں واضح طور پر لکھا ہوا ہے کہ:

''۱۸۲۲ء میں جب سید احمد صاحب اور اسمٰعیل صاحب باہم ملے اور پیری مریدی کا معاملہ ہوا''۔ (دیوبندی مذہب طبع اول ص ۲۵)

گویا پیری مریدی ہی کے معاملہ کو ۱۸۲۲ء کہہ رہے ہیں البتہ دفاع میں کتابت کی غلطی سے ۱۸۲۳ء ہوگیا۔ یہ رضاخانیوں کے ہاں عیب نہیں کہ عموماً کاتب پڑھے لکھے نہیں ہوتے اردو میں ۲ اور ۳ کے شوشے میں زیادہ واضح فرق نہیں ہوتا اس لئے اس نے ۲ کو ۳ سمجھ لیا ہوگا۔ اب اندازہ لگائیں اگر دفاع میں صرف ایک سال کا فرق ہو جائے تو رضاخانی کے بقول علامہ صاحب نے ''حسب معمول'' جھوٹ بولا تو رضاخانی محقق چار سال کا آگے چلا جائے تو ''حسب معمول جھوٹ'' کیوں نہیں؟

موصوف نے اس حوالے سے منشی جعفر تھانیسری مرحوم کی ''سوانح احمدی'' بھی پیش کی جس پر مکمل اعتماد نہیں کیا جا سکتا جس کا اقرار خود بریلویوں نے کیا ہے چنانچہ حکیم محمود احمد برکاتی صاحب لکھتے ہیں:

''منشی محمد جعفر تھانیسری (ف ۱۹۰۵ء) نے سوانح احمدی میں شاہ اسحاق اور شاہ یعقوب کی سید احمد شہید سے بیعت کا ذکر کیا ہے۔ (ص ۸۴) اور دوسری جگہ ان دونوں بھائیوں کو سید صاحب کے خلفا میں محسوب کیا ہے (ص ۳۹۸) ہمیں اس کی صحت میں کلام ہے۔ منشی جعفر غلط بیانی اور تاریخ کو مسخ کرنے کا عادی ہے۔ اس نے سید صاحب کے مکاتیب کی عبارات میں انگریزوں کی خاطر خود ترامیم کیں اور واقعات کے غلط نتائج اخذ کئے پھر وہ معاصر مورخ بھی نہیں تھے''۔ (حیات شاہ محمد اسحٰق ص ۲۵)

کیا حضرت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ معاذ اللہ رنگ رلیاں منانے گئے تھے؟

دوسرا الزام: غلام مہر علی نے یہ جھوٹ بولا کہ حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ نے آخری عمر میں اپنی جائیداد ہبہ کر دی تھی اور شاہ

صاحبؒ نے اس پر قبضہ کرلیا تھا۔علامہ صاحب نے اس پر رد کیا۔اور مستند ثبوت مانگا۔

مگر شرم و حیا سے عاری اس بے غیرت ترین رضاخانی نے ص ۴۰۷ تا۴۰۹ اس پر سیاہ کئے کہ معاذ اللہ حضرت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ نے تو رنگ رلیاں منانے کیلئے سرحدی علاقوں میں گئے تھے۔

''دیوبندی موصوف کا یہ بھی افسانہ ہے کہ اسمٰعیل دہلوی صاحب گھر کا عیش و آرام چھوڑ کر نکل پڑے تھے، اگر دیوبندی تواریخ کا گہرائی سے مطالعہ کیا جائے تو یہ نتیجہ سامنے آتا ہے کہ اسمٰعیل دہلوی صاحب گھر کا عیش و آرام چھوڑ کر نہیں بلکہ رنگ رلیاں منانے کیلئے سرحدی علاقوں کی طرف گئے تھے''۔(کشف القناع، ج ا،ص ۴۰۸)

جواب:

موصوف نے شاید حضرت شاہ صاحبؒ کو معاذ اللہ احمد رضاخان سمجھ لیا جو کبھی نواب کلب علی خان کے پلنگ خاص پر بغیر شلوار الٹا لیٹ کر رنگ رلیاں مناتا ہے اور کبھی سیدوں کو اپنے گھر میں بلا کر اپنے گھر کی عورتوں سے مجرے کرواتا ہے۔حضرت شاہ صاحبؒ مرد مجاہد تھے یہاں واقعہ اختر رضاخان ازہری، ابوداود صادق کی ماں بہن کا ذکر نہیں ہو رہا جو سرحد پر رنگ رلیاں منانے چلی جاتی ہیں۔

یاد رہے کہ مظفر حسین شاہ اور عرفان شاہ مشہدی آپس میں سمدھی ہیں اور عرفان شاہ مشہدی اور اس کے بھائی محفوظ شاہ مشہدی کے بارے میں رضاخانیوں نے کتاب لکھی ہے کہ ان کے مدرسے میں عورتوں کے ساتھ رنگ رلیاں منائی جاتی ہیں اس لئے عورتیں اپنی عزت بچانے کیلئے مدرسے کی چھتوں سے کود جاتی ہیں (ملاحظہ ہو کتاب ''عرفان شاہ مشہدی اہل نظر کی نظر میں'')۔تو غالباً مظفر حسین شاہ نے جہاد جیسے مقدس عمل کو عرفان شاہ و محفوظ شاہ مشہدی کا مدرسہ سمجھ لیا ہے جہاں ان کی بہن بیٹیوں کے ساتھ رنگ رلیاں منائی جاتی ہیں۔

تف ہے تمہاری سوچ پر! تم جیسے بے غیرتوں کو جب تک تمہاری احمد رضاخان والی کتی زبان میں جواب نہ دیا جائے تم لوگوں کو شرم ہی نہیں آتی۔ہم بار بار کہہ رہے ہیں کہ شرافت والی زبان میں دلیل کے ساتھ بات کرو گے تو دلیل سے جواب ملے گا اور اگر احمد رضاخان بریلوی کی طرح بھونکو گے تو ہمیں اس کے منہ میں ہڈی دینا اچھی طرح آتا ہے۔اب اس کے جواب میں رضاخانی چیخیں گے کہ ہمارے اعلیٰ حضرت میں ڈنڈا دے دیا یہ تو دشنام بازی ہے تو بے غیر تو اپنے کرتوت بھی تو دیکھو!!!۔

اگر کسی رضاخانی میں غیرت ہے تو اس جھوٹ کا کوئی مستند ثبوت پیش کرے نہ کہ اپنی ماں بہن کے کرتوت سید احمد شہیدؒ کا نام لیکر بیان کرے۔یہ تو آج شاہ صاحبؒ پر بکواس کرتا ہے مگر اسی کا حکیم محمود برکاتی اس مجاہد کو ''شہید راہ خدا'' کہتا ہے:

''دوسرے گروہ کو مجھ سے شکوہ ہوگا کہ میں نے اس شہید راہ خدا کا ذکر ادب و احترام کے ساتھ کیوں کیا؟ ان کی تکفیر و تفسیق و تضلیل کیوں نہ کی؟''۔(حیات شاہ محمد اسحٰق،ص ۱۵)

رضاخانی شیخ الاسلام مولانا ابوالحسن زید فاروقی صاحب لکھتے ہیں:

''دوسری تحریک مولانا سید احمد شہید کی ہے۔ان کے زمانے میں اسلامی سلطنت انفاس اخیرہ لے رہی تھی اقتدار نصاری کے ہاتھ میں آچکا تھا ان کو اپنی تحریک چلانے کیلئے آزاد مقام کی تلاش ہوئی اسی جدو جہد میں انہوں نے اور ان کے نیک نہاد رفقا نے اپنی جانیں مولی جل شانہ کی راہ میں نذر کردیں۔۔۔بہر حال حضرت مجدد کی تحریک اصلاح ہو یا مولانا سید احمد شہید کی یا مولانا محمد الیاس کی یہ تینوں تحریکیں اسلامی اور مذہبی تحریکیں ہیں۔تینوں مخلص تھے تینوں کا مطمح نظر اسلام کی خدمت تھا تینوں نے احوال دیکھ کر جدو جہد کی ان کو ان کی جدو جہد کا

اجر رب العزت دے گا رحمھم اللہ و رضی عنھم اجمعین‘‘۔(حضرت مجدد اور ان کے ناقدین، ص ۲۲۵)

اس کمینے رضاخانی مولف نے شاید یہ سمجھا رکھا تھا کہ سید احمد شہیدؒ شاہ اسمٰعیل شہیدؒ اور ان کے رفقا شاید کسی اعلیٰ حضرت احمد رضا خان یا اسی جیسے کسی رضاخانی بزرگ کے ’’مزار‘‘ کے عرس پر گئے ہوں گے تبھی اس کم بخت کو ان کا جانا معاذ اللہ نقل کفر کفر نہ باشد ’’رنگ رلیاں‘‘ نظر آتا ہے۔ غیرت و حمیت سے عاری یہ رضاخانی اپنے اکابر کو پڑھے جو ان مقدس لوگوں کا اللہ کے دین کی سر بلندی کیلئے گھر سے نکلنے کا اقرار کر رہے ہیں اور اللہ کی رحمت و رضا کی ان کیلئے دعا کر رہے ہیں۔

باقی حضرت شاہ صاحبؒ کی تاریخ جہاد دفاع جلد دوم میں خود رضاخانی کتب سے پیش کر دی گئی ہے مگر رضاخانی اپنے اصول پر ایسا بے غیرت بے حیا ہے کہ اپنوں کی بھی ماننے کو تیار نہیں۔

نوٹ: اس قبضہ و ہبہ کے جھوٹ کی مکمل خبر دلائل کے ساتھ حضرت مولانا نسیم احمد فریدی صاحب مرحوم نے اپنے مقالات کی پہلی جلد میں خوب لی ہے۔

تیسرا الزام: شاہ صاحب نے سوچا کہ سارے مسلمان مشرک ہو چکے ہیں اور ہندوستان کے لوگ پیری مریدی مانتے ہیں اس لئے سید صاحب سے بیعت ہو گئے۔ علامہ صاحب نے کہا کہ یہ جھوٹ ہے اس کا کوئی مستند ثبوت دو۔ مگر رضاخانی نے ہمیشہ کی طرح کمینہ پن کا مظاہرہ کیا اور ۴۰۹ تا ۴۱۲ تک قلم کی سیاہی انڈیلی مگر حوالہ ایک بھی پیش نہیں کیا۔ رضاخانی تصنیف و تالیف کو بھی مناظرہ کہتا ہے تو مناظرے میں دلیل پیش ہوتی ہے تقریر نہیں۔ اس لئے کسی حلالی رضاخانی میں غیرت ہے تو حوالہ دے اس پر۔

یہ کہنا کہ ہندوستانیوں کے وہی عقاید تھے جو شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ و شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کے تھے (کشف ص ۴۱۱ ملخصا) تو ان دونوں کو تو تم وہابی کہتے ہو معاذ اللہ اگر ہندوستان کے لوگوں کے یہی عقاید تھے تو ہندوستان کے لوگ تو معاذ اللہ وہابی نجدی ہو گئے تھے تو ان سے اگر شاہ صاحب نے جنگ لڑی یا جہاد کیا تو یہ تو عین حکم اسلام ہے اس پر پھر دس گز زبان کیوں نکالتے ہو؟

’’موصوف نے جو شاہ صاحب کی عبارت پیش کی کہ آخری زمانہ میں قدیم شرک پھیل جائے گا سو پیغمبر خدا ﷺ کے فرمانے کے موافق ہوا‘‘۔(ملخصا، کشف، ص ۴۱۱)

تو اس میں ’’موافق ہوا‘‘ میں کتابت کی غلطی کا بھی احتمال ہے کہ اصل میں ’’موافق ہوگا‘‘ ہو۔ بالفرض ہوا بھی ہو تب بھی مستقبل کو بعض اوقات ماضی کے صیغے سے ذکر کر دیتے ہیں تاکیداً جیسے قرآن میں اس کی بیسیوں مثالیں مل جائیں گی تو یہاں بھی یہ ہوا تاکید کیلئے ہے یعنی رسول اللہ ﷺ کا یہ قول ہر حال میں پورا ہوگا کچھ علامات تو اب ظاہر ہو رہی ہیں اور کچھ قرب قیامت میں۔

یاد رہے کہ یہ اعتراض پیش کر کے رضاخانی نے کوئی تیر نہیں مار لیا وہی مکھی ہے جو اس سے پہلے اس کے بڑے چوستے رہے اور طعنہ ہمیں دیتا ہے کہ پرانے اعتراضات دہراتے ہو۔

یہاں ہم مختصر اس پر بھی بات کرنا چاہتے ہیں کہ بالفرض اگر شاہ اسمٰعیل شہیدؒ نے عوام کے عقائد و افعال کو شرک کہا یا خواص کے بھی بعض افعال پر رد کیا تو فوراً رضاخانی بھڑک اٹھتے ہیں کہ دیکھو مسلمانوں کو مشرک کہہ دیا۔ حالانکہ ہمارا یہ ہندوستان کا خطہ ایسا ہے کہ جاہل صوفیوں، علما سو اور بے دین حکمرانوں کی آماجگاہ بنا رہا اور ظاہر ہے کہ جیسے عوام ویسے حکمران۔ آج رضاخانیوں کو اس پر تو بڑی تکلیف ہے کہ شاہ اسمٰعیل شہیدؒ نے عوام کے شرکیہ عقائد پر رد کیوں کیا؟ اس نے ہندوستان کے مسلمانوں کو مشرک کہہ دیا حالانکہ رضاخانیوں کے شیخ الاسلام کی

کتاب میں حضرت مجدد الف ثانیؒ کے دور کا نقشہ یوں کھینچا گیا:

''اس دور میں عوام وخواص صوفیا کے خیالات وافکار کو اختیار کر چکے تھے لیکن موقع پرست علما اور صوفیا نے کتابیں تصنیف کر کے مدارس میں درس دے کر اور فتاوی پر مہر ثبت کر کے اکبر کے مذہبی عقائد کو لبیک کہا۔ شیخ احمد نے تنہا اس طبقے کی مخالفت کی''۔

(حضرت مجدد اور ان کے ناقدین، ص ۲۰۹)

تو اگر حضرت مجددؒ کے دور میں عوام وخواص گمراہ ہو گئے تھے اور تنہا شیخ مجددؒ نے ان کا مقابلہ کیا تو اگر شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کے ایسی صورتحال پیش آ گئی تو اس میں چیں بجبیں ہونے کی کیا ضرورت ہے؟ حضرت مجدد کا کمال ثابت کرنے کیلئے اگر پورے ہندوستان کے عوام وخواص کو گمراہ کہہ دیا جائے تو کوئی مسئلہ نہیں اور شاہ شہیدؒ کے خلاف جھوٹ کا ایک طوفان کھڑا کیا ہوا ہے کہ ہائے مشرک کہہ دیا۔

چوتھا الزام: رضاخانی نے کہا کہ شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کا سید احمد شہیدؒ سے بیعت ہونا کسی سازش کا نتیجہ ہے۔ علامہ صاحب نے کہا کہ یہ سب جھوٹ ہے بیعت کا واقعہ خود کتب میں لکھا ہوا ہے۔

جاہل رضاخانی نے اس کے جواب میں عجیب اصول گڑھا کہ شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ کی موجودگی میں حضرت سید احمد شہیدؒ سے بیعت ہونا یقیناً کسی سازش کا ہی پیش خیمہ معلوم ہوتی ہے۔ (ملخصاً کشف، ص ۴۱۳)

جواب:

حالانکہ رضاخانی بتائے کہ کیا افضل کی موجودگی میں مفضول کا شاگرد بننا یا بیعت ہونا سازش کہلاتا ہے؟ یہ عجیب جہالت ہے۔ کیا خان صاحب بریلوی کے وہ خلفا جو کہیں اور سے پڑھ کر اس کے پاس آئے اور مدرس لگے تو خان صاحب کی موجودگی میں کہیں اور سے پڑھنا کسی اور سے بیعت ہونا کیا یہ بھی سازش ہے؟ عبد السمیع رامپوری خان صاحب کی موجودگی میں حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ سے بیعت تھے کیا یہ بھی کوئی سازش تھی؟ یہ بھی یاد رہے کہ شاہ اسمٰعیل شہیدؒ حضرت شاہ عبد العزیز دہلویؒ کے مشورے ہی پر سید احمد شہیدؒ سے بیعت ہوئے تھے۔

پانچواں الزام: کتاب التوحید کسی نے شاہ صاحب کو بھیجی آپ نے اس کو سامنے رکھ کر تقویۃ الایمان لکھی، تقویۃ الایمان علامہ عبد الحیؒ کی مدد سے لکھی۔

علامہ صاحب نے اس کا تفصیلی رد کیا جس کا کوئی جواب یہ رضاخانی نہیں دے سکا بس ادھر ادھر کی ہانکی۔ پہلا حوالہ تو غیر مقلد وحید الزماں کا دیا اس پر ہم یہی کہیں گے کہ ڈوب مرو بے غیرتو اب اس کے جواب میں ہم مرزائیوں کے حوالے ان کے نظریات بنا کر پیش کریں گے تو ان کی دس گز زبان نکل جائے گی۔ اس کے بعد کہا کہ تقویۃ الایمان کو ماننے والے کسی عرب ناشر نے اسے رسالۃ التوحید کے نام سے شائع کیا۔ تو ہم کیا کریں اگر شائع کیا؟ بے شرمو! حوالہ دو کہ کتاب التوحید کسی نے شاہ صاحب کو بھیجی اور آپ نے اسے سامنے رکھ کر تقویۃ الایمان لکھی۔ رہی علامہ عبد الحیؒ کی مدد سے لکھی اس پر جو اصول گھڑا ملاحظہ ہو:

''باقی رہ گئی بات تقویۃ الایمان کو مولوی عبد الحیؒ صاحب کی مدد سے لکھنے کی تو اس کیلئے گذارش ہے کہ مولوی عبد الحیؒ صاحب سید احمد رائے بریلی کی بیعت سے لیکر بالاکوٹ تک اسماعیل دہلوی صاحب کے مشیر ومعاون ومددگار تھے اور اس کے دست وبازو بنے ہوئے تھے اور دہلوی صاحب کی یہ کتاب یعنی تقویۃ الایمان بھی اسی دور کا شاخسانہ ہے جس میں مولوی عبد الحیؒ صاحب اسمٰعیل دہلوی صاحب کے دائیاں ہاتھ تھے پس اس بات سے خود اندازہ لگایا جا سکتا ہے''۔ (کشف القناع، ص ۴۱۷)

جواب:

قارئین کرام! ملاحظہ فرمائیں کہ اس دجل وفریب کو ان لوگوں نے ''دندان شکن جواب'' کا نام دیا ہوا ہے۔ بے شرمو!!! شیطانی اندازے نہیں مستند حوالے پیش کرو۔ ساتھ تو تم بھی چشتی اور مظفر حسین رہے ہوگے تو کیا اب ہم اس ساتھ رہنے پر یہ اندازے لگائیں کہ ایک دوسرے پر چڑھے بھی ہوگے؟ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ خان صاحب بریلوی کے ساتھ ان کے جوشاگرد رہے خاص کر نعیم الدین مرادآبادی تو یہ سارے فتاوی، ترجمہ اسی کے لکھے ہوئے ہیں خان صاحب کا اس میں کوئی کمال نہیں؟؟۔

خود یہ رضاخانی لکھتا ہے:

''راقم الحروف مشکور ہے فاتح رضاخانیت، فاضل جلیل، حضرت علامہ مولانا محمد علی رضوی صاحب ۔۔۔ کا جنہوں نے اس میں نہ صرف مشوروں کی حد تک تعاون کیا بلکہ مضامین کی تیاری میں حوالوں کی دستیابی سے لیکر لفظوں کے انتخاب تک ہر وقت فقیر کے سنگ رہے''۔
(کشف، ص ۳۴)

تو کتاب پر کسی اور کا نام کیوں لکھوایا؟ اور کیا تم یہ تسلیم کروگے کہ یہ کتاب میری نہیں بلکہ اصل میں تو اس رضوی کی ہے۔ کسی کو سنگ رکھ کر اس کی مدد سے کتاب تیار کروانا پھر اس پر ڈینگیں مارنا تمہاری عادت ہے اس پر کسی اور کو قیاس مت کرو۔

نیز یہ بھی کوئی حتمی بات نہیں کہ تقویۃ الایمان حضرت سید احمد شہیدؒ سے بیعت ہونے کے بعد لکھی گئی ہے بلکہ حضرت مولانا نورالحسن راشد کاندھلوی کا رجحان اس طرف ہے جس پر انہوں نے کئی قرائین بھی پیش کئے کہ یہ تالیف حضرت سید احمد شہیدؒ سے بیعت ہونے سے پہلے یعنی ۱۸۱۸ء سے پہلے لکھی گئی ہے۔ (ملاحظہ ہو سہ ماہی مجلہ احوال وآثار، شمارہ ۲۰، ۲۱)

رضاخانی کا جھوٹ وبہتان

رضاخانی لکھتا ہے:

''دیوبندی موصوف نے مذکورہ بالا اقتباس میں یہ بھی جھوٹ بولا ہے کہ مولانا ابوالحسن زید فاروقی صاحب نے اسماعیل دہلوی صاحب کی کتاب ''ردالاشراک'' اور ''تقویۃ الایمان کا تقابل پیش کیا (دفاع ص ۱۰۱) یہ بھی دیوبندی موصوف کا بہت بڑا جھوٹ اور بہتان عظیم ہے۔ مولانا ابوالحسن زید فاروقی صاحب نے ''تقویۃ الایمان'' اور ''ردالاشراک'' دہلوی کا تقابل نہیں بلکہ اسمٰعیل صاحب کی کتاب ''تقویۃ الایمان'' کا تقابل رسالہ نجدیہ اور ''ردالاشراک'' نجدیہ سے کیا ہے''۔ (کشف القناع، ج ۱ ص ۴۱۷)

جواب:

اصل میں ہمیں اس رضاخانی سے گلہ نہیں بلکہ اس بیچارے پر ترس آرہا ہے جو آدمی دیوبندی بریلوی اختلاف سے اس قدر نابلد ہو کہ اب سے چند ماہ پہلے تک ''تحذیر الناس'' جیسی بنیادی کتاب کا بھی مطالعہ نہ کیا ہو اسے رضاخانیوں نے پتھر کھانے کیلئے ''پٹا ڈال کر'' سڑک پر چھوڑ دیا۔ اس جاہل آدمی کو اردو عبارات تک سمجھنے کا سلیقہ نہیں۔

دراصل علامہ صاحب نے یہ نہیں کہا تھا کہ ''ردالاشراک'' کو فاروقی صاحب نے شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کی کتاب کہا ہے، بلکہ یہ کہا تھا کہ تقویۃ الایمان شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کی شیخ عبدالوہاب نجدی رحمہ اللہ کی ''کتاب التوحید'' کا خلاصہ نہیں جیسا کہ رضاخانی کہتے ہیں، بلکہ شاہ صاحب کی اپنی

کتاب جو تقویۃ الایمان سے پہلے لکھی یعنی ''ردالاشراک'' اس کو سامنے رکھ کر لکھی گئی ہے اور چونکہ مولانا ابوالحسن زید فاروقی صاحب نے اپنی کتاب میں ''ردالاشراک'' اور ''تقویۃ الایمان'' کا تقابل پیش کر دیا ہے جو اس بات کی بین دلیل ہے کہ یہ کتاب ''کتاب التوحید'' کو سامنے رکھ کر نہیں بلکہ ''ردالاشراک'' کو سامنے رکھ کر تالیف کی گئی تھی۔ چنانچہ علامہ صاحب کی عبارت ملاحظہ ہو:

''البتہ یہاں ہم ایک اور گزارش کرنا چاہتے ہیں کہ شرک و بدعت کے خلاف حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سب سے پہلی کتاب ''ردالاشراک'' ہے جو کہ عربی تالیف ہے۔ ردالاشراک اگر چہ دیکھنے میں ایک مختصر سی کتاب ہے مگر اس میں ایک جہاں معنی آباد ہے۔ قرآن پاک کی آیات سے حق تعالیٰ شانہ کے بے مثل و بے مثال ہونے کو دلائل اور خوبصورتی سے واضح کیا اور مختلف حدیثوں سے اتباع سنت کے ضروری اور بدعات سے دوری اور حفاظت کے واجب ہونے کو بیان کیا۔ اس کا سن تالیف صحیح قول کے مطابق ۱۲۱۳ھ ہے بعد میں اسے عام عوام کے فائدے کے لیے اسی ردالاشراک کو مکمل تشریح و مختلف فوائد سے مزین کر کے ''تقویۃ الایمان'' کی صورت میں مرتب کیا گیا۔ یہ بات بریلوی شیخ الاسلام مولانا ابوالحسن زید فاروقی صاحب کو بھی تسلیم ہے چنانچہ انہوں نے اپنی کتاب ''مولانا اسمٰعیل اور تقویۃ الایمان صفحہ ۵۶ تا ۶۰'' دونوں کتابوں کا تقابل پیش کیا ہے۔ جس سے رضاخانیوں کے اس افتراء (کہ تقویۃ الایمان محمد بن عبدالوہاب نجدی کی کتاب ''التوحید'' سے لے کر لکھی گئی ہے) کا جھوٹ ہونا خود ان کے گھر سے ثابت ہو گیا ہے''۔

(دفاع اہل السنۃ والجماعۃ، ج ۱، ص ۱۰۱، ۱۰۲)

گویا علامہ صاحب یہ کہنا چاہ رہے ہیں کہ تقویۃ الایمان ''ردالاشراک'' کی ہی شرح ہے اس پر علامہ ابوالحسن زید فاروقی صاحب ہم سے متفق ہیں نہ کہ کسی کتاب التوحید کا چربہ۔ چنانچہ انہوں نے دونوں کتابوں کا تقابل کر کے اس کو ثابت کیا۔ یہ بات اس رضاخانی کو بھی مسلم ہے کہ ہاں تقویۃ الایمان ''ردالاشراک'' ہی کو سامنے رکھ کر تیار کی گئی ہے۔ چنانچہ خود اس رضاخانی نے مولانا ابوالحسن زید فاروقی صاحب کی کتاب ''مولانا اسمعیل دہلوی اور تقویۃ الایمان، ص ۵۴ تا ۵۹'' سے اپنی کتاب کے ص ۴۱۷ تا ۴۲۳ یہ تقابل پیش کیا۔

اب یہاں دونوں فریقوں کا اتفاق ہو گیا کہ تقویۃ الایمان ''کتاب التوحید'' کو سامنے رکھ کر نہیں لکھی گئی ہے بلکہ ''ردالاشراک'' کو سامنے رکھ کر لکھی گئی ہے۔ (الحمدللہ) اب اختلاف صرف اس میں رہ گیا ہے کہ ''ردالاشراک'' کس کی ہے؟ شاہ صاحب کی یا شیخ نجدی مرحوم و مغفور کی؟ تو ان شاء اللہ اس پر بھی ہم بات کرنے والے ہیں لیکن رضاخانی پہلے اپنے مولوی غلام مہر علی کی اس کذب بیانی کا واضح اور دوٹوک الفاظ میں اقرار کرے کہ تقویۃ الایمان کتاب التوحید کو سامنے رکھ کر لکھی گئی ہے۔ اگر موصوف اپنی ابوجہلی ضد کی وجہ سے اقرار نہیں کرتے تو نہ کرے دونوں کتابوں کو تقابلی انداز سے پڑھنے والوں کے سامنے حق و سچ خود ہی واضح ہے۔

رہی بات ''ردالاشراک'' کو شیخ عبدالوہاب نجدی کی کتاب کہنا تو یہ بقلم رضاخانی بہت بڑا جھوٹ اور بہتان ہے جس میں ابوالحسن زید فاروقی صاحب (ہمارے نزدیک تو یہ ان کا تسامح ہے لیکن رضاخانیوں کے نزدیک اس قسم کی چیزیں جہالتیں و بہتانات کہلاتی ہیں اس لئے کہا) کے ساتھ ساتھ یہ جاہل اجہل رضاخانی بھی ملوث ہے۔

مولانا نورالحسن راشد کاندھلوی مدظلہ العالی اس حوالے سے یوں اپنی تحقیق پیش کرتے ہیں:

ردالاشراک کا ایک جعلی اور محرف نسخہ

مولانا ابوالحسن زید فاروقی نے اپنی تالیف "شاہ محمد اسماعیل اور تقویۃ الایمان" میں اس پر خاص زور دیا ہے کہ تحریک سید احمد شہید یا شاہ محمد اسمٰعیل شہید کا پیام اصلاح وفلاح دراصل شیخ محمد عبدالوہاب نجدی کی تحریکی اصلاحی جدو جہد کی توسیع اور شاہ محمد اسمٰعیل کی تالیف "تقویۃ الایمان"، شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی کی کتاب "رد الاشراک" کا چربہ ہے۔ مولانا زید نے اپنے اس خیال کی تائید کیلئے رد الاشراک (اپنے ذاتی ذخیروں میں موجود) ایک قلمی نسخہ کے حوالے سے جس پر کاتب کا نام ہے نہ سن کتابت درج ہے۔ تقویۃ الایمان اور رد الاشراک کے ابواب، عنوانات اور مباحث میں یکسانیت تلاش کرنے کی کوشش کی ہے اور دونوں کے اقتباسات ومندرجات کے ذریعہ بتانا چاہا ہے کہ تقویۃ الایمان جزوی ترمیم کے بعد رد الاشراک سے اخذ کی گئی ہے۔۔۔۔۔

اس نسخہ کے متعلق مولانا زید ابوالحسن کی غلط فہمی، چند پہلو

مولانا زید نے شاہ محمد اسمٰعیل اور تقویۃ الایمان کی شیخ محمد بن عبدالوہاب سے مطابقت اور شاہ شہید کا مقلد شیخ نجد ہونا، اپنے اسی نسخہ رد الاشراک کی بنیاد پر ثابت کرنے کی کوشش فرمائی ہے مگر یہ نہایت دلچسپ اور سبق آموز حقیقت ہے کہ مولانا زید "رد الاشراک" کے نام سے جس تالیف کا ذکر کر رہے ہیں اس کا شیخ محمد بن عبدالوہاب کی تالیفات اور ان کی تحریک کی تائید میں مرتب تالیفات سے دور کا بھی کچھ واسطہ وتعلق نہیں ہے، اور خود مولانا زید بھی اس حقیقت سے بے خبر نہیں ہیں، کہ رد الاشراک شاہ محمد اسمٰعیل شہید کی تالیف ہے کیونکہ ایسے متعدد اہم ماخذ ہیں جن میں رد الاشراک کی تالیف شاہ محمد اسمٰعیل کی تالیف ہونے کی صراحت ہے مولانا زید کے پیش نظر رہے ہیں۔ خصوصاً مولانا نسیم احمد فریدی کی تالیف "تذکرہ شاہ محمد اسمٰعیل شہید" کا مولانا زید نے کئی جگہوں پر حوالہ دیا ہے اور اسی کے حوالے سے شاہ محمد اسمٰعیل کی تالیفات کی فہرست نقل کی ہے۔ مگر مولانا زید اس فہرست میں رد الاشراک کا تذکرہ نظر انداز فرما گئے ہیں جبکہ مولانا فریدی نے صاف لکھا:

"اس کتاب (تقویۃ الایمان) کا متن رد الاشراک ہے جس میں آیات قرآنی اور احادیث رسول اللہ ﷺ ایک خاص ترتیب کے ساتھ جمع کی گئی ہیں"۔

دوسری بات یہ ہے کہ رد الاشراک نامی کوئی تحریر یا رسالہ شیخ محمد بن عبدالوہاب کی تالیفات میں درج نہیں ہے، شیخ محمد بن عبدالوہاب کی جملہ تالیفات ورسائل یکجا کر کے بارہ جلدوں میں شائع کر دئے گئے ہیں اس میں پوری ایک جلد توحید وعقائد کے موضوع پر ہیں۔ لیکن اس جلد میں رد الاشراک نامی کوئی تحریر شامل نہیں ہے۔

مولانا زید کی اس انکشاف نما اطلاع کی حقیقت معلوم کرنے کیلئے حضرت مولانا محمد منظور نعمانی نے شیخ محمد بن عبدالوہاب کے مجموعہ تالیفات سے رجوع فرمایا اور ایک ایک رسالہ کی عبارت کا مولانا زید کی نقل کی ہوئی عبارتوں سے مقابلہ کیا تو معلوم ہوا کہ مولانا زید کی نقل کی ہوئی عبارات کا شیخ محمد بن عبدالوہاب سے انتساب صحیح نہیں۔ حضرت مولانا نعمانی نے تحریر فرمایا ہے:

"شیخ محمد بن عبدالوہاب کی مختلف موضوعات پر چھوٹی بڑی تمام تصانیف اب سے تقریباً چار پانچ سال پہلے جامعۃ الامام محمد بن سعود الاسلامیہ ریاض کی طرف سے ۱۲ ضخیم جلدوں میں شائع ہو چکی ہیں۔ ان میں ایک ضخیم مجموعہ وہ ہے جس میں توحید اور شرک سے متعلق ان کے چھوٹے بڑے تمام رسائل جمع کر دئے گئے ہیں ان میں کتاب التوحید، کتاب الشبہات وغیرہ ان کی معروف کتابیں شامل ہیں اور ان کے علاوہ اس موضوع سے متعلق چھوٹے بڑے متعدد رسائل ہیں ان میں رد الاشراک نام کا کوئی رسالہ نہیں ہے"۔

اس اقتباس سے یہ حقیقت بالکل آئینہ ہوگئی ہے کہ مولانا زید نے رد الاشراک کے نام سے جس کتاب کا حوالہ دیا ہے اور جو اقتباسات نقل

کئے ہیں وہ شیخ محمد بن عبدالوہاب کی مولفات میں سرے سے شامل ہی نہیں ہے۔ مجھے مولانا زید کے نسخہ سے استفادہ کا موقع نہیں ملا اس لئے حتمی طور پر اس کے متعلق کچھ کہنا مشکل ہے تاہم قیاس ہے کہ یہ رسالہ مولانا شہید کی ردالاشراک کا محرف بلکہ جعلی نسخہ ہے اگرچہ بظاہر یہ مولانا شہید کی تالیف معلوم ہوتی ہے مگر ناقل نے ناواقفیت کے سبب یا جان بوجھ کر اس کے مضامین ومطالب میں کمی زیادتی کی ہے اور اس غلط فہمی کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کیلئے اس کو شیخ محمد بن عبدالوہاب سے منسوب کر دیا ہے ایک زمانہ میں جب شاہ شہید کے خلاف ایک حلقہ بہت سرگرم تھا ممکن ہے کہ اس وقت شاہ محمد اسمٰعیل شہید کے کسی مخالف ومعاند نے یہ حرکت کی ہو۔

اگرچہ مولانا زید صاحب نے اس نسخہ کے متعلقات سن کتابت اور کاتب وغیرہ کا نام نقل نہیں کیا مگر مولانا کے طرز بیان سے ترشح ہوتا ہے کہ خاصا پرانا نسخہ ہے بہرطور اس کو ردالاشراک کا جعلی نسخہ قرار دینا صحیح ہے۔

تقویۃ الایمان کو شیخ محمد بن عبدالوہاب کی کتابوں کا چربہ کہنا یہ اہل بدعت کی پرانی عادت اور معمول ہے مولوی فضل رسول بدایونی اور ان کے ہم نوا علما نے بھی تقویۃ الایمان کو محمد بن عبدالوہاب کی مشہور تالیف ''کتاب التوحید'' کا ترجمہ یا چربہ قرار دیا تھا جس وقت یہ بات کہی گئی تھی اس وقت ہندوستان میں شیخ محمد بن عبدالوہاب کی تالیف کتاب التوحید عموماً دستیاب ہی نہیں تھی اب جبکہ کتاب التوحید کا متن اس کے ترجمے اور شروحات برصغیر ہندوستان میں عموماً دستیاب ہونے لگے تو اس غلط بات کو دہرانا ترک کرکے یہ کہنا مناسب خیال کیا گیا کہ یہ کتاب التوحید کا نہیں بلکہ شیخ نجدی کی ایک اور تالیف ردالاشراک کا ترجمہ ہے حالانکہ پہلی بات کی طرح تازہ اطلاع بھی سراسر غلط و بے حقیقت ہے''۔ (مجلہ احوال وآثار کاندھلہ، شمارہ ۲۰، ۲۱، اکتوبر تا دسمبر ۲۰۰۸ جنوری تا مارچ ۲۰۰۹ ص ۷۵ تا ۷۸)

خلاصہ کلام کہ ردالاشراک نامی کوئی رسالہ شیخ نجدی کا ہے ہی نہیں اگر ہے تو وہ شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کا ہے اور تقویۃ الایمان اسی کی شرح ہے نہ کہ کتاب التوحید کا چربہ۔

دوسری بات فضل رسول بدایونی، غلام مہر علی جیسے رضاخانی کہتے ہیں کہ تقویۃ الایمان کتاب التوحید کا چربہ ہے اور مولانا ابوالحسن زید فاروقی اور مظفر حسین شاہ جیسا رضاخانی کہتا ہے کہ نہیں نجدی کی کتاب ردالاشراک کا ترجمہ ہے اب اس اختلاف پر رضاخانی ہی کا تبصرہ ملاحظہ ہو:

''قارئین کرام ایک صاحب فرماتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت نے اپنے گناہ اور گستاخیوں پر پردہ ڈالنے کیلئے دیوبندی حضرات کی تکفیر کی جبکہ دوسرے صاحب کہتے ہیں کہ انگریز کے ایماپہ تکفیر کی یہ متضاد باتیں اس بات کا ثبوت ہیں کہ یہ صرف الزام تراشی ہے اور کچھ نہیں''۔
(کنزالایمان اور مخالفین، ص ۲۰۱)

تو یہ متضاد باتیں رضاخانیوں کی الزام تراشیاں ہیں حقیقت کچھ بھی نہیں۔ ردالاشراک وتقویۃ الایمان کی تاریخ ومضامین کیلئے اس مجلہ ''احوال وآثار'' کو ضرور ملاحظہ فرمائیں اس میں اور بھی بڑی مفید باتیں ہیں۔

اب یا تو اس رضاخانی کے پیش نظر یہ مجلہ نہیں تو یہ جھوٹ ہے کہ ہم نے دیوبندیوں کی تمام کتب چاٹ لی ہیں (مفہوم) اور اگر ہے تو جن باتوں کا جواب پہلے ہی دیا جا چکا ہے اسے دوبارہ دہرانا خود اس رضاخانی کے اصول پر عاجزی وشکست کی دلیل اور قارئین کا وقت ضائع کرنا ہے۔ اس ساری تفصیل کے بعد اب اس رضاخانی کی عبارت ملاحظہ ہو کہ اس کا اصل مصداق کون ہے:

''ہمارے لئے مسئلہ یہ ہے کہ ہم جس دیوبندی اناڑی کا رد کر رہے ہیں وہ دیابنہ (اب اس کو محفل رضاخانیہ پڑھا جائے) کی محفل میں تو ''تیس مارخان'' کی حیثیت رکھتا ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ بالکل جاہل اور بے وقوف ہے اور یہی ہمارے لئے سب سے بڑا مسئلہ ہے اس

لئے کہ دیوبندی موصوف اپنی بے وقوفی، جہالت، کم علمی اور قلت مطالعہ کی وجہ سے دیوبندی روایات وواقعات کا بھی انکار کر دیتا ہے اس لئے ہمیں اس کے ہر پہلو کا جواب لکھنا پڑھ رہا ہے"۔ (کشف القناع، ج۱،ص ۴۲۴،۴۲۵)

یاد رہے کہ علامہ صاحب نے مولانا فاروقی صاحب کا حوالہ صرف اس طور پر پیش کیا تھا کہ تقویۃ الایمان کتاب التوحید کا چربہ نہیں بلکہ اس کا متن شاہ صاحب کی ایک اور عربی تصنیف رد الاشراک ہے جس پر دلیل رضاخانی کتب سے ہی ہے کہ فاروقی صاحب اس کا تقابل کتاب التوحید سے نہیں بلکہ رد الاشراک سے کرواتے ہیں۔ علامہ صاحب نے یہ کہیں نہیں کہا کہ فاروقی صاحب کے پاس جو رد الاشراک ہے وہ وہی رد الاشراک ہے جو شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کی تصنیف ہے لہذا اس نکتے کو جواب میں ملحوظ رکھا جائے۔

چھٹا الزام: علامہ صاحب نے کہا تھا کہ:

لوگوں نے شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ سے شکایت کی کہ شاہ صاحب کو سمجھا جائیے جس پر شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کو تنبیہ کی گئی۔

جواب: یہ بھی محض الزام وافتراء ہے جس کا بدلہ فضل رسول بدایونی اور صاحب انوار آفتاب صداقت مع غلام مہر علی اپنی قبور میں خوب پا رہے ہوں گے۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے اس ہونہار بھتیجے پر مکمل اعتماد تھا۔ شاہ صاحب کی یہ تحریک توحید حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی زیر سرپرستی ہو رہی تھی تو وہ اس پر تنبیہ کیوں کرتے؟"۔

اس کے جواب میں رضاخانی نے اول تو اپنی عادت کے مطابق فضول بکواسات کی ایک گردان شروع کی کہ:

"ہمارے لئے مسئلہ یہ ہے کہ ہم جس دیوبندی اناڑی کا رد کر رہے ہیں وہ دیابنہ کی محفل میں تو "تیس مار خان" کی حیثیت رکھتا ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ بالکل جاہل اور بے وقوف ہے اور یہی ہمارے لئے سب سے بڑا مسئلہ ہے اس لئے کہ دیوبندی موصوف اپنی بے وقوفی، جہالت، کم علمی اور قلت مطالعہ کی وجہ سے دیوبندی روایات وواقعات کا بھی انکار کر دیتا ہے اس لئے ہمیں اس کے ہر پہلو کا جواب لکھنا پڑھ رہا ہے"۔ (کشف القناع، ج۱،ص ۴۲۴،۴۲۵)

اس کے بعد ارواح ثلاثہ ص ۷۷،۷۸ حکایت ۳۷ سے حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کے رفع یدین والا واقعہ ذکر کیا اور اس سے "پر" سے "پرندہ" بناتے ہوئے ص ۴۳۲ تک اوراق سیاہ کئے۔ حالانکہ یہ اس قدر جاہل اور الو کا پٹھا ہے کہ ارواح ثلاثہ کی یہ حکایت کاشف اقبال نے اپنی کتاب کے ص ۳۳،۳۴ پر پیش کی ہوئی ہے جس کا جواب علامہ صاحب نے دفاع جلد اول ص ۵۹،۶۰ پر دیا ہوا ہے۔ مگر اس جاہل الو کے پٹھے کو نہ تو اپنی کتب کا کچھ پتہ ہے نہ اہل السنۃ والجماعۃ کی کتب کا، بلکہ جس دفاع کا جواب لکھنے کیلئے اس کو پیش کیا گیا وہ کتاب تک پڑھنے کی اب تک توفیق نہیں بس حیدرآباد کے اس کوے اور تین چار مسٹنڈوں نے واٹس اپ گروپ کے ذریعہ جو دے دیا اس کو شامل کر لیا۔

حضرت علامہ صاحب نے نہ صرف یہ حکایت پڑھی ہے بلکہ اس کا جواب بھی دیا ہے اب اگر تمہاری آنکھوں پر خان صاحب کے بچپن والا کرتا پڑ گیا ہے تو اس میں علامہ صاحب کا کیا قصور ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ ہمارا واسطہ ایسے کمینے اور رذیل مخالف سے ہوا ہے جو نہ صرف جھوٹا، کذاب، دجال ومکار ہے بلکہ ساتھ ساتھ کمینے پن اور بے غیرتی کی صفات سے بھی متصف ہے کہ اپنی جہالت پر پردہ ڈالنے کیلئے مخالف کو جاہل بے وقوف کہنا شروع کر دیتا ہے اور سمجھتا ہے کہ یوں جواب ہو جائے گا۔ تو اس سے تو جان چھوٹنے والی نہیں۔

یہ بھی یاد رہے کہ علامہ صاحب کا مقصود محض ایک فرعی مسئلہ یا سنت میں شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کے پاس شکایت کا نہ تھا بلکہ ان کا مطالبہ غلام مہر علی کے اس دعوے کے پس منظر میں تھا کہ:

''اسی دوران ہندوستان میں ابن عبدالوہاب نجدی کی کتاب التوحید آئی کسی نے شاہ اسمٰعیل شہید کو بھی بھیجی تو شاہ صاحب کی طبیعت اس کی طرف مائل ہوگئی مولوی اسمٰعیل نے مولوی عبدالحئی کی مدد سے اس کتاب سے نجدیانہ خارجیانہ عقائد کا انتخاب کر کے اردو زبان میں ''تقویۃ الایمان'' لکھی۔ اس پر لوگوں نے شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی سے شکایت کی کہ آپ کا بھتیجا یہ حرکتیں کر رہا ہے تو اس پر شاہ صاحب نے سخت ناراضگی کا اظہار فرمایا''۔(دفاع جلد اول،ص ۹۶)

یعنی حضرت شاہ اسمٰعیل شہید علیہ الرحمۃ نے جب نجدی کی کتاب التوحید کی مدد سے تقویۃ الایمان لکھی تو اس کی شکایت لوگ حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کے پاس لیکر گئے کہ معاذ اللہ شاہ صاحب کفریہ گستاخانہ عقائد کی تبلیغ کر رہا ہے جس پر حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی سخت ناراض ہوئے۔

اگر غیرت ہے تو اس پر کوئی حوالہ پیش کرو ارواح ثلاثہ میں صرف رفع الیدین کا ذکر ہے جس میں اس کو غلط نہیں کہا گیا بلکہ اس کو سنت رسول ﷺ کہا گیا اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے بھی کسی قسم کی ناراضگی کا اظہار نہیں کیا بلکہ الٹا تائید کی کہ اگر وہ غلط کر رہے ہیں تو مجھ سے کیا شکایت کرتے ہو؟ خود ہی علمی مجلس منعقد کرلو۔ مگر الحمدللہ حضرت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کے علمی تفوق کی وجہ سے کسی کو اس کی جرات نہ ہوئی پھر حضرت شاہ عبدالقادر علیہ الرحمۃ نے بات کی مگر کسی ناراضگی کی وجہ سے نہیں بلکہ انتہائی پیار و محبت کے ساتھ اور حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمۃ بھی مان گئے۔ اب کہاں ارواح ثلاثہ کا واقعہ اور کہاں غلام مہر علی کا جھوٹ مگر رضا خانیوں میں اگر خدا خوفی ہوتی، شرم و حیا ہوتی تو خان صاحب بریلوی کی اتباع ہی کیوں کرتے؟۔

الحمدللہ علامہ صاحب نے جو کہا کہ ''اس جھوٹ کی سزا یقیناً غلام مہر علی اور فضل رسول بدایونی مع خان صاحب بریلوی کے اپنی اپنی قبروں میں بھگت رہے ہوں گے'' وہ بالکل حق و سچ ہے۔ اور اب یہ رضا خانی مزید جھوٹ بول کر ان کی قبروں کو مزید سیاہ کر رہا ہے۔ لہٰذا غیرت کرو اور جو جھوٹ بولا اس پر حوالہ دو۔ آگے موصوف نے شاہ محدث دہلویؒ کی ناراضگی کے ثبوت میں اپنے ہی گھر کے کذاب فضل رسول بدایونی کی کتاب سیف الجبار کا ص ۲۱۰ کا حوالہ دیا جس پر ہم موصوف کو انہی کی زبان میں جواب دیں گے کہ:

''میدان مناظرہ میں یا تو مسلم بین الفریقین دلائل سے استدلال کیا جاتا ہے یا مسلماتِ خصم کو دلیل بنایا جاتا ہے مگر یہ دیوبندی موصوف اتنے جاہل اور بے عقل ہیں کہ دلیل کے طور پر اپنی ہی کتابیں پیش کرتے ہیں اگر انہیں اپنی کتابیں ہی پیش کرنا منظور تھا تو یہ کتاب لکھنے کی انہیں کیا ضرورت !!!''۔(کشف القناع، ج ۱، ص ۱۷۶)

تو اگر اپنے ہی فضل رسول بدایونی کو پیش کرنا تھا تو جاہل انسان کتاب لکھنے کی کیا ضرورت تھی وہ تو پہلے سے لکھی ہوئی ہے؟ بس کہہ دیتا کہ فلاں کتاب کو دیکھ لو۔ یہ اس قدر بے شرم ہے کہ غلام مہر علی اور کاشف اقبال کی دیگر کتب بریلویہ میں اسی سیف الجبار کے جھوٹ کو نقل کیا گیا علامہ ساجد صاحب نے دفاع میں اسی سیف الجبار کے اکاذیب کو طشت از بام کیا۔ اب علامہ صاحب جس کتاب کو پہلے ہی سے جھوٹ کا پلندہ سمجھتے ہیں یہ ڈھیٹ بے شرم آدمی اسی کتاب کو علامہ صاحب پر پھر پیش کر دیتا ہے۔ اور آگے سے کہتا ہے کہ عقل تم لوگوں میں نہیں۔ متنبی نے کافور کی عقل کے بارے میں کہا تھا کہ اس کی عقل خصیتین میں ہے وہاں دیکھا تو وہ بھی کٹے ہوئے ہیں یعنی وہاں سے بھی عقل نکل گئی ہے اگر اس زمانے میں کافور کا کوئی مصداق ہے تو وہ یہ رضا خانی ہے۔

علامہ ساجد صاحب کو جاہل تو ان شاءاللہ تمہارا خان صاحب بھی قبر سے نکل کر ثابت نہیں کر سکتا لیکن ہم نے اس کتاب میں جگہ جگہ تمہاری

اپنے اصول سے تمہیں جاہل و بے عقل ثابت کر دیا اب تمہارے ہی قلم سے:

''اگر رضا خانی موصوف عالم فاضل ہوتا عقل سے فارغ نہ ہوتا جاہل کی اولاد نہ ہوتا تو ہمیں صرف متنازعہ اصولی اختلافی مسائل کا جواب لکھنا پڑتا، بہرحال رضا خانیت کی ذلت و رسوائی کا یہ سلسلہ چل ہی نکلا ہے تو ان شاء اللہ اسے ہمیشہ کی طرح بخیر و خوبی اختتام تک پہنچا ئیں گے''۔

حضرت دوست محمد قندہاریؒ کا مکتوب

آگے جو دوست محمد قندہاریؒ کا مکتوب پیش کیا بشرط الصحت اس میں کہیں بھی تقویۃ الایمان یا شاہ اسمٰعیل شہید علیہ الرحمۃ کے رد میں کسی رسالے کا ذکر نہیں جو ہے وہ وہابیوں غیر مقلدین کے خلاف ہے جس کے رد میں تو ہم نے بھی رسالے و کتب رقم کی ہوئی ہیں تو کیا اب ان کتب کو بھی یہ عقل سے پیدل شاہ صاحب کے رد میں سمجھے گا؟ وہاں صاف مذکور ہے کہ یہ کتب ''وہابیوں'' کے خلاف ہے اور وہابی حضرت قندہاری صاحب کے ہاں ''غیر مقلدین'' کو کہا جاتا ہے اس کی تصریح انہوں نے خود مکتوبات میں کی ہے:

''فاعلم یا اخی قد ظهرت و بدعت فی هذه الزمان فرقة وهابية تسمها انفسها بالمحدثين''۔

ترجمہ: بھائی آج کل فرقہ وہابیہ پیدا ہوگیا ہے یہ فرقہ خود کو اہل حدیث کے نام سے پکارتا ہے''۔

(مکتوبات فارسی، ۱۷، ص ۱۴۹، ناشر مرزا قادر بیگ بولٹن مارکیٹ ۱۹۶۶ء ص ۱۲۲، زوار اکیڈمی)

ہوسکتا ہے کہ موصوف ابوجہلی والی ضد میں کہیں کہ وہاں ''اہلحدیث'' کا لفظ ہے غیر مقلدین کا نہیں تو آپ کے تھانیدار صاحب لکھتے ہیں:

''اہلحدیث۔۔جو خالص غیر مقلدین وہابی ہیں''۔ (انوار آفتاب صداقت جدید، ص ۴۴۵)

تو یہ کتب خالص غیر مقلدین کے خلاف تھیں نہ کہ شاہ اسمٰعیل شہیدؒ جو خالص حنفی تھے۔

آخر میں ہم کہیں گے کہ رضا خانیوں کے نزدیک مشرک کافر کی کتاب کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا لہٰذا موصوف کو تو دوست محمد قندہاریؒ کے مکتوبات پیش ہی نہیں کرنے چاہئے کہ اس کا کوئی اعتبار ہی نہیں اس لئے کہ خان صاحب مخلوق کو ''قیوم'' کہنے کے متعلق لکھتے ہیں:

''ایسا کہنا سخت حرام ہے بعض فقہائے کرام رحمہم اللہ السلام کے نزدیک بندے کو اللہ عزوجل کے مخصوص ناموں جیسے قیوم، قدوس، یا رحمن کہہ کر پکارنا کفر ہے۔ قیوم جہاں یا قیوم زماں کہنے کا ایک ہی حکم ہے۔ چنانچہ میرے آقا اعلیٰ حضرت۔۔۔فتاوی رضویہ جلد ۱۵ ص ۲۸۰ پر فرماتے ہیں فقہائے کرام رحمہم اللہ السلام نے قیوم جہاں غیر خدا کو کہنے پر تکفیر فرمائی ہے مجمع الانہر میں ہے اگر کوئی اللہ عزوجل کے اسما مختصہ (یعنی مخصوص ناموں) میں سے کسی نام کا اطلاق مخلوق پر کرے جیسے اسے (یعنی مخلوق کے کسی فرد کو) قدوس، قیوم، رحمن کہے تو یہ کفر ہو جائے گا''۔ (کفریہ کلمات کے بارے میں سوال و جواب، ص ۵۹۰، ۵۹۱)

جبکہ حضرت دوست محمد قندہاری انہی مکتوبات میں مخلوق کیلئے یہ لفظ یوں استعمال کرتے ہیں:

''و جناب قطب دوراں قیوم زماں حضرت شاہ صاحب''۔

(مکتوبات فارسی، ص ۱۰۰، مطبع صدیقیہ ملتان طبع اول، و مترجم ص ۲۰۸، ناشر مرزا قربان بیگ بولٹن مارکیٹ، ۱۹۶۶ء ص ۱۷۱، زوار اکیڈمی پبلی شرز، ۱۹۹۸ء)

تو خان صاحب بریلوی کے فتوے کی رو سے تو حضرت دوست محمد قندہاری رحمہ اللہ معاذ اللہ کافر ہوئے تو آپ اپنے اصول پر ان کے

مکتوبات کو کیسے پیش کر سکتے ہیں؟ یہ رضاخانی لکھتا ہے:

''حضرت دوست محمد قندہاری رحمۃ اللہ علیہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی عظیم الشان شخصیت ہیں دیوبندیوں کے امام اہل سنت سرفراز خان گکھڑوی مولوی حسین علی واں بچھراں کے شاگرد تھے اور وہ خواجہ سراج الدین سے بیعت تھے اور خواجہ سراج الدین خواجہ عثمان دامانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے اور حضرت دوست محمد قندہاری رحمۃ اللہ علیہ خواجہ عثمان دامانوی رحمۃ اللہ علیہ کے پیرو مرشد تھے''۔
(کشف القناع، ج ا،ص ۴۳۲)

موصوف تو ان حضرات کی تعریف میں رطب اللسان ہے مگر رضاخانی ضیغم حسن علی رضوی انہی لوگوں کا انکار کرتا ہے چنانچہ حضرت ڈاکٹر علامہ خالد محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ''مطالعہ بریلویت ج ا ص ۱۳۱ تا ۱۶۴'' پر پاک وہند کے بزرگان دین وسجادہ نشینوں کے حوالے دئے جو خان صاحب بریلوی کی تکفیری مہم میں ان کے ساتھ نہ تھے۔انہی میں ایک بزرگ خانقاہ موسی زئی ڈیرہ اسمٰعیل خان کے حضرت خواجہ عثمان صاحب دامانی رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ دیا جوکہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے ہم عصر تھے۔حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد حضرت مولانا حسین علی واں بچھراں رحمۃ اللہ علیہ ان کے خلیفہ تھے۔یہ علمائے دیوبند سے اس قدر متاثر ہوئے کہ اپنے بیٹے حضرت خواجہ سراج الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو حدیث کا درس حضرت مولانا حسین علی واں بچھراں رحمۃ اللہ علیہ والوں سے دلوایا۔(ملاحظہ ہو تفصیل مطالعہ بریلویت، ج ا،ص ۱۴۰)

حسن علی رضوی ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

''جن جن لوگوں کو آپ نے پیر اور مولوی بنا کر پیش کیا ہے وہ تقریبا سب کے سب دیوبندی وہابی ہی ہیں بھلا جس پیر کے مولوی رشید احمد گنگوہی سے تعلقات ہوں یا جو شخص گنگوہی صاحب سے حدیث پڑھے یا مولوی گنگوہی صاحب سے پڑھے ہوئے مولوی حسین علی واں بچھراں سے پڑھے وہ سنی بریلوی کب ہوگا''۔(محاسبہ دیوبندیت، ج ا،ص ۴۰۶)

رضاخانی تو حضرت خواجہ عثمان دامانوی علیہ الرحمۃ کو بھی اپنے بزرگوں میں شامل کر رہا ہے مگر اس کا رضاخانی مولوی کہتا ہے کہ اس کے تو دیوبندیوں کے ساتھ تعلقات تھے وہ سنی بریلوی کب ہوسکتا ہے؟اب یہ جاہلوں کا ٹولہ جنہیں اپنے بڑوں کا بھی علم نہیں جہالت کا فتوی علامہ صاحب پر لگاتا ہے۔تف۔۔تف۔۔۔تف۔۔۔

شاہ دہلوی ؒ کا شاہ شہید ؒ پر خدا کا شکر ادا کرنا اور رضاخانی کا ایک دفعہ پھر دجل

علامہ صاحب نے غلام مہر علی اور دیگر رضاخانیوں کی کذب بیانی کو طشت از بام کرنے کیلئے کہ شاہ عبد العزیز محدث دہلوی ؒ معاذ اللہ شاہ اسمٰعیل شہید ؒ سے سخت بیزار تھے یہ حوالہ پیش کیا کہ:

''۔۔کہ حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے اس ہونہار بھتیجے پر مکمل اعتماد تھا۔شاہ صاحب کی یہ تحریک توحید حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی زیر سرپرستی ہو رہی تھی تو وہ اس پر تنبیہ کیوں کرتے؟ حضرت شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے اس بھتیجے سے کتنی محبت تھی اور وہ ان پر کتنا اعتماد کرتے تھے اس کے لیے بریلویوں کے گھر کی ایک شہادت ملاحظہ ہو۔بریلوی نباض قوم مفتی اعظم بریلویہ مولوی ابو داؤد صادق کے رسالے میں ہے:

''شیخ الاسلام ابو الحسن زید فاروقی مجددی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ''۔(رضائے مصطفیٰ:ص ۱۳/ بابت رمضان وشوال ۱۴۱۴ھ)

خلیل رانا جہانیاں منڈی مولانا ابوالحسن زید فاروقی صاحب کے متعلق لکھتے ہیں:

''ان کی شخصیت میں جانبداری شمہ برابر نہ تھی اور ان کی کتب کا جنہوں نے مطالعہ کیا ہے وہ بالضرور اس بات کی تائید کریں گے کہ ان کی تحریروں میں جانبداری اور تحقیق وانصاف جیسے اصولوں کی پیروی جگہ جگہ ملے گی اس لیے آپ پر کسی طرف جھکاؤ کا الزام نہیں دیا جاسکتا''۔ (معارف رضا کراچی: سالنامہ ۲۰۰۶ء ص ۱۵۷)

یہ شیخ الاسلام صاحب لکھتے ہیں:

''میں نے خوردسالی میں کہن سال افراد سے سنا ہے کہ شاہ عبدالعزیز مولانا اسحق اور مولانا اسماعیل کے سر پر ہاتھ رکھ کر پڑھتے تھے الحمد للہ الذی وھب لی علی الکبر اسماعیل و اسحق ''شکر ہے اللہ کو [کا] جس نے بخشا مجھ کو بڑی عمر میں اسماعیل اور اسحق''۔

(مولانا اسماعیل اور تقویۃ الایمان: ص ۴۵)(دفاع، جلد اول ص ۱۰۲، ۱۰۳)

اس کے جواب سے موصوف الحمد للہ مکمل عاجز رہے اور صرف یہ کہہ کر جواب گول کر گئے کہ مولانا ابوالحسن زید فاروقی صاحب کو کسی نے واقعہ پورا نہیں سنایا۔ (کشف، ص ۴۳۳)

واقعہ پورا سنایا ہو یا ادھورا آپ کے شیخ الاسلام نے اسی پر اعتبار کیا۔ ہم آپ سے پوچھتے ہیں ایک طرف آپ کے شیخ الاسلام کسی کی مدح میں کوئی روایت بیان کرے اور دوسری طرف آپ کے فتوے کی رو سے کوئی وہابی گستاخ تو آپ کیلئے کس کا بیان کردہ واقعہ معتبر ہوگا؟

حوالہ جات کو اس طرح گول کر کے پھر شرم بھی نہیں آتی اس طرح کہتے ہوئے کہ ہم نے منہ توڑ جواب دے دیا؟ لیکن شرم تو باغیرت و باحیا کو آئے اور خیر سے موصوف اس سے تہی دامن ہیں۔ آگے جو موصوف نے نذیر حسین دہلوی کا حوالہ دیا تو ہماری طرف سے اس حوالے کو 'بتی' بنا کر خان صاحب بریلوی کی قبر میں ڈال دیں۔ یہ آدمی کس قدر بے غیرت بے حیا بے شرم ہے کہ آگے ہی علامہ صاحب کے حوالوں کے جواب میں لکھا کہ:

''مذکورہ کتب انہی کے بزرگوار کی تصنیف شدہ ہے اس لئے ہمارے لئے قطعاً حجت نہیں''۔ (کشف القناع ص ۴۳۶)

یہ بات وہ بے شرم آدمی کر رہا ہے جو ہمارے خلاف کبھی مودودیوں، کبھی غیر مقلدین، اور کبھی اپنے ہی بزرگوں کے حوالے پیش کر دیتا ہے تف ہے ایسی دیانت پر۔ بہر حال یہ کتاب جو تو نے پیش کی وہ قطعاً ہمارے لئے حجت نہیں۔ کیونکہ الحیاۃ بعد المماۃ کسی فضل حسین غیر مقلد کی لکھی ہوئی کتاب ہے۔ یہ رضاخانی ماقبل مودودی کے جواب میں کہتا ہے کہ ہمارے لئے دلائل کا میدان وسیع ہے یعنی اگر یہ حوالہ معتبر نہیں بھی تو کوئی بات نہیں ہمارے لئے دیگر کئی دلائل ہیں۔ لیکن موصوف یہاں خالص غیر مقلد کا حوالہ پیش کر کے گویا در پردہ یہ اقرار کر گئے کہ دلائل کا میدان تمہارے لئے وسیع تو کیا ہوسرے سے اب دلائل کا میدان ہی نہیں رہا۔ قربان جاؤں حضرت علامہ ساجد کے وسعت مطالعہ پر کہ رضاخانیوں کی پوری ٹیم بھی دلائل کے میدان میں رد کرنے سے عاجز ہوگئی اور حیران و پریشان ہو کر کبھی غیر مقلدین کی طرف بھاگتی ہے کبھی اپنے ہی کذاب مولویوں کے حوالے پیش کر دیتے ہیں۔

پھر جو حوالہ تو نے پیش کیا بالفرض صحیح ہو تب بھی اس میں شاہ اسمٰعیل شہیدؒ ہی کی مدح ہے اس لئے کہ اول تو شاہ صاحب دوران درس چلے جاتے یہ لڑکپن کا واقعہ معلوم ہوتا ہے جو شریعت میں قابل مواخذہ نہیں یہی وجہ ہے کہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے اس پر کوئی تنبیہ نہیں کی نہ کوئی ناپسندیدگی کا اظہار کیا۔ رضاخانی شیخ الاسلام لکھتا ہے:

''کیا ابتدائی یا ثانوی تعلیم کے زمانے میں طالب علم سے غلطی نہیں ہوتی اور کیا مشفق استاد اس کی اصلاح نہیں کیا کرتا۔ اور جب طالب علم قسم عالی میں (کالج میں) سب سے اعلیٰ نمبروں میں کامیاب ہو جائے اور پھر وہ قسم تخصص (پی ایچ ڈی) میں تمام ملک میں اعلیٰ تر کامیابی حاصل کرلے، ایسی کامیابی جو مثالی بن جائے (ریکارڈ ہو جائے) اور پھر وہ شعبہ تعلیم کا صدر اعظم ہو جائے تو کیا اب ایسے یگانہ روزگار کے حالات بیان کرتے وقت اس ابتدائی غلطی کا تذکرہ کیا جائے گا یا اس کی بے مثال کامیابی اور اس کرامت نامے کا ذکر کیا جائے گا جو کہ آپ کے پیر و مرشد نے آپ کو لکھا''۔ (حضرت مجدد اور ان کے ناقدین، ص ۲۳۲)

تو بالفرض کچھ تھا بھی تو زمانہ طالب علمی کا لیکن جب یہی طالب علمی بعد میں آفتاب ہدایت و عرفان بن کر ابھرا اور میدان کارساز میں اللہ کا شیر بن کر کافروں پر جھپٹا تو اب اس کے بعد اس قسم کی غلطیوں کا تذکرہ اس کے تذکرے میں کرنا یقیناً کسی اسلام دشمن رضاخانی کی کارستانی ہو سکتی ہے جس پر ہم یہی کہیں گے کہ **موتوا بغیظکم**۔

ثانیاً درس میں غیر حاضر رہنے کے باوجود بھی اس قدر ذہین تھے کہ شاہ صاحبؒ کے بیان کردہ نکات بھی بیان کر دیتے اور اس پر مزید اپنی طرف سے بھی نکات پیش کر دیتے اسی ذہانت سے تو متاثر ہو کر بطور شکر شاہ عبد العزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ نے یہ دعا فرمائی۔ غرض اس واقعہ کو بالفرض اس تفصیل کے ساتھ مان بھی لیا جائے تو اس سے تو مزید مدح نکلتی ہے نہ کہ تنقیص۔ اور شاہ عبد العزیز صاحبؒ نے بھی یہ کلمات بطور مدح کے کہے تھے۔ کسی کی حرام کاریوں، بدکاریوں، شیطانیوں، گستاخیوں کے جواب میں اللہ کا شکر ادا نہیں کیا جاتا بلکہ نعمتوں کے جواب میں ہی شکر ادا کیا جاتا ہے۔ گویا ان سب کے باوجود حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی حضرت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کی صورت میں ملی ہوئی نعمت خداوندی پر شکر ہی ادا کرتے۔ مگر عقل سے پیدل اور اعلیٰ حضرت کی غلاظت سے بھرے ہوئے اس رضاخانی دماغ میں یہ بات اس کو مدح نہیں بلکہ تنقیص نظر آتی ہے۔

الحیاۃ بعد المماۃ کے حوالے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ حضرت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کے لڑکپن کا ہے لیکن آئیے ہم آپ کو رضاخانیوں کے گھر سے ہی دوسرا حوالہ پیش کر دیتے ہیں کہ یہ حوالہ شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کے بچپن کا نہیں بلکہ فراغت کا ہے اور شاہ عبد العزیزؒ انہیں اپنا جانشین سمجھتے تھے تبھی اللہ کا شکر ادا کرتے۔ چنانچہ حکیم محمود احمد برکاتی صاحب لکھتے ہیں:

''اب صرف پانچ حضرات رہ جاتے ہیں (۱) شاہ مخصوص اللہ (۲) شاہ محمد موسیٰ (۳) شاہ محمد اسمٰعیل (۴) شاہ محمد اسحٰق (۵) شاہ محمد یعقوب۔ ان میں شاہ مخصوص اللہ، شاہ محمد موسیٰ، شاہ محمد یعقوب کے متعلق اگرچہ یہ معلوم ہے کہ وہ عالم تھے، حسن عمل میں بھی اپنے خانوادہ گرامی کی روایات کے حامل تھے لیکن انہیں علوم میں کوئی بلند مقام اور مخصوص مرتبہ حاصل نہیں تھا۔ دل و دماغ کی صلاحیتیں بھی غیر معمولی نہیں تھیں اور بہ حیثیت مجموعی ان شرائط کو پورا نہیں کرتے تھے جو ہم بیان کر چکے ہیں لامحالہ شاہ محدث کا رجحان اس گروہ کے باقی دو حضرات کی طرف ہونا چاہئے تھا (۱) شاہ محمد اسمٰعیل (۲) شاہ محمد اسحٰق۔ روایات و آثار سے اسی قیاس کی تائید ہوتی ہے کہ شاہ صاحب نے قبیل آخر انتخاب انہیں دونو جوانوں کا کیا تھا اور فرمایا کرتے تھے **الحمد للہ الذی وھب لی علی الکبر اسمعیل و اسحق**''۔

(حیات شاہ محمد اسحٰق، ص ۳۷)

لیجئے جناب یہ واقعہ ان حضرات کی جانشینی کا تھا اور حضرت شاہ اسمٰعیل شہید کے علمی مقام و مرتبہ اور جانشین کی صفات کو دیکھ کر حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ یہ پڑھتے تھے۔

دہلی مناظرہ

علامہ صاحب نے ”دہلی کی یادگار نشست“ کے متعلق جس کو فضل رسول بدایونی نے ”دہلی مناظرہ“ کا نام دیا ”دفاع جلد اول ص ۱۰۳ تا ۱۳۳“ بڑی طویل علمی محققانہ گفتگو کی اور بڑی تفصیل کے ساتھ ”فضول رضاخانی بدایونی“ سے لیکر ”کاشف ضلال رضاخانیت“ کے اکاذیب کو اس میں واضح کیا۔ جس کا جواب دینے سے یہ رضاخانی بالکل عاجز رہا اور ان شاء اللہ تا قیامت عاجز رہے گا۔ البتہ موصوف نے چند ضمنی باتوں کا جواب دینے کی ناکام کوشش کی اس پر ہمارا مختصر تبصرہ ملاحظہ ہو۔

علامہ صاحب نے دلائل سے ثابت کیا کہ یہ کوئی مناظرہ نہ تھا نہ پہلے سے کوئی مناظرے کی ترتیب تھی اگر کسی نے اس کو مناظرہ کہا بھی تو مشاکلۃ کہا نہ کہ حقیقت میں مناظرہ تھا یا باصول رضاخانیہ ان کے پیش نظر صرف رضاخانی مسخ شدہ تاریخ تھی اور اصل ماخذ تک ان کی رسائی نہ ہوسکی۔ جبکہ حقیقت صرف اتنی تھی کہ بعد درس شاہ صاحبؒ ایک سوالنامہ ان کی طرف بڑھایا گیا جس پر گفتگو حضرت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ سے ہوئی ہی نہیں بلکہ گفتگو تو علامہ عبدالحئی لکھنویؒ سے ہوئی۔ تو اول تو اس پر موصوف نے اپنی عادت رذیلہ سے مجبور ہو کر حضرت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ پر خوب تبرا کیا کہ اس کو منہ کی کھانی پڑی وہ گفتگو ہی نہیں کرسکتا تھا۔ اس کے جواب میں ہم اتنا ہی کہیں گے کہ جب تک حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ زندہ تھے کسی ماں کے لعل کو ان (شاہ اسمٰعیل شہیدؒ) سے گفتگو کی جرات نہ ہوئی ان کا درس بند کرنے کی ہمت نہ ہوئی ان کی وفات کے بعد اپنی دوکانیں بند ہونے کے خوف سے فضولیات شروع کردیں۔ جس کی وضاحت آجانے کے بعد کسی سنجیدہ شخص کو ان سے کوئی کدورت نہ رہی جس کی تفصیل دفاع جلد اول میں موجود ہے لہذا منہ کی حضرت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کو کھانی نہیں پڑی بلکہ فضل حق خیر آبادی اور ان جیسے انگریزی وظیفہ خوروں کو کھانی پڑی۔

نیز ہم بار بار کہہ رہے ہیں کہ یہ کوئی مناظرہ کی مجلس نہ تھی بصورت دیگر اس پر ثبوت پیش کیے جائیں۔ مگر چونکہ موصوف نے خان صاحب کے بچپن والا لمبا بے غیرتی کا کرتا پہن رکھا ہے لہذا بار بار اس کو مناظرہ کا نام دے رہے ہیں۔

ثانیاً شاہ صاحب کا اصل جھگڑا بقول رضاخانیہ علامہ فضل حق خیر آبادی کے ساتھ تھا تو یہ آدمی تو دہلی میں موجود تھا مناظرہ کرنا تھا تو اس نے کیا پاوں میں مہندی لگائی ہوئی تھی؟ اس کو تو ساری زندگی حضرت شاہ صاحبؒ کے سامنے آنے کی جرات نہ ہوئی ہاں خان صاحب بریلوی کی طرح گھر میں بیٹھ کر رسالے لکھتا رہا۔ جرات اسے کہتے ہیں کہ جو ہمارے علما نے مٹیاری میں دکھائی کہ علامہ ساجد صاحب و مفتی نجیب اللہ صاحب کے سامنے تیرے محقق محمد علی حنفی کی شلوار گیلی ہوگئی تھی اور پوری نشست گیلی کردی تھی جسے کیمرے میں بھی دکھایا گیا ہے۔

آگے اس نے کہا کہ شاہ اسمٰعیل شہیدؒ اس مناظرہ میں موجود تھے اور یہ مناظرہ انہی سے ہوا اس کیلئے بطور ثبوت عبدالرزاق ملیح آبادی کی کتاب ”آزادی کی کہانی“، ”اکمل البیان“، کسی غیر مقلد کی ”تذکرہ شہید“ اور غلام مہر علی مرحوم کی ”جماعت مجاہدین“ کے حوالے پیش کیے۔

(ملاحظہ کو کشف، ج ۱، ص ۴۳۹ تا ۴۴۲)

اس سلسلے میں گذارش ہے کہ جتنے حوالے دیے گئے ان میں سے کوئی بھی ہمارے اکابر، بزرگوں خاص کر ایسے اکابر میں سے نہیں جن سے ہمارے مسلک کا تشخص ہو ہے۔ اور ایسے حوالے خود رضاخانی اصول پر حجت نہیں ہوتے بلکہ قطعاً حجت نہیں ہوتے۔ چنانچہ اسی رضاخانی کی عبارات ملاحظہ ہوں:

''مذکورہ کتب انہی کے بزرگوار کی تصنیف شدہ ہے اس لئے ہمارے لئے قطعاً حجت نہیں''۔(کشف القناع ص ۴۳۶)

''میدان مناظرہ میں یا تو مسلم بین الفریقین دلائل سے استدلال کیا جاتا ہے یا مسلماتِ خصم کو دلیل بنایا جاتا ہے مگر یہ دیوبندی موصوف اتنے جاہل اور بے عقل ہیں کہ دلیل کے طور پر اپنی ہی کتابیں پیش کرتے ہیں اگر انہیں اپنی کتابیں ہی پیش کرنا منظور تھا تو یہ کتاب لکھنے کی انہیں کیا ضرورت!!!''۔(کشف القناع، ج ا،ص ۱۷۶)

لیکن چونکہ ہمارا فریق بقلم خود پرلے درجے کا احمق، جاہل، عقل سے فارغ بلکہ ڈھیٹ قسم کا بے غیرت ہے اس لئے بار بار ہمیں اسے اس کا اصول یاد دلانا پڑتا ہے۔ یاد رہے کہ ملیح آبادی صاحب کی کتاب ''آزاد کی کہانی خود آزاد کی زبانی'' میں کئی مقامات پر مبالغہ آمیزی، غلط تاریخی معلومات سے کام لیا گیا ہے حضرت مولانا نسیم احمد فریدی صاحب مرحوم نے اپنے مقالات فریدی کی جلد اول میں اس کے بعض مقامات پر زبردست گرفت کی ہے لہذا جس کتاب کے مندرجات پر خود ہمارا رد موجود ہو یہ ایسا بے شرم ہے کہ اپنے اصول پس پشت ڈال کر ہمارے سامنے پیش کر دیتا ہے۔ چنانچہ فریدی صاحب مرحوم لکھتے ہیں:

''دوسری طرف یہ بھی سمجھ نہیں آتا کہ مولانا آزاد ایسی صریح غلطیاں کریں اور ایسی ہوائی باتیں املا کرائیں جیسی اس کتاب میں موجود ہیں کیا اچھا ہوتا اگر مولانا ملیح آبادی جرات وہمت سے کام لیکر مولانا کی زندگی ہی میں اس کہانی کو شائع کر دیتے اب کس سے دریافت کیا جائے کہ حقیقت کیا ہے؟ اور کون جواب دے۔ تسوید وترتیب کے ۷ ۳ سال بعد اور مولانا کی وفات کے معا بعد اس کا منصہ شہور پر آنا پتہ نہیں کس مصلحت پر مبنی ہے؟ مولانا ملیح آبادی مجھے معاف فرمائیں میں اپنے دل کی بات کہہ رہا ہوں کہ بہتر یہی ہوتا کہ ''ترجمان القرآن'' کا مولف جلیل ''الہلال'' کا مدیر اعلی اس کہانی کے پورے مسودے کو غائب کر دیتا اور اس ''عجوبہ روزگار'' کے مطالعہ کا موقع کسی کو نہ ملتا''۔

(مقالات فریدی، ج ا،ص ۲۲۲، ادارہ ادبیات صدر بازار دہلی)

مولانا مہر مرحوم کی رسائی بھی اصل ماخذ تک نہ تھی چنانچہ اس بات کیلئے انہوں نے کتاب ''تراجم علمائے اہلحدیث'' کا حوالہ دیا اور آگے کی عبارت:

''بیان کیا جاتا ہے کہ معترضوں کی طرف سے مولانا رشید الدین سترہ سوال مرتب کر کے لائے تھے''۔(سرگزشت مجاہدین، ص ۱۱۳)

سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی یہ ساری گفتگو سنی سنائی باتوں پر ہے۔ پھر اس کی یہ توجیہ بھی ہو سکتی ہے کہ چونکہ اول یہ پرچہ حضرت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کو پیش کیا گیا اس لئے ان کی طرف بھی اس کی نسبت کر دی گئی مگر حقیقت یہی ہے کہ ساری گفتگو حضرت مولانا عبدالحیٔ مرحوم سے ہوئی تھی نہ کہ حضرت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ سے۔

بالفرض ان حوالوں کو تسلیم بھی کر لیں تو ہم اس کے جواب میں کہہ سکتے ہیں کہ جیسے فیض احمد گولڑوی نے سادہ لوحی کی وجہ سے بقول رضاخانی علمائے دیوبند کے پروپگینڈے سے متاثر ہو کر علمائے دیوبند کی تعریف کر دی (حوالہ گزر چکا) یہاں پر بھی ایسا ہی معاملہ ہے کہ رضاخانیوں کے پراپگینڈے سے متاثر ہو کر انہوں نے ایسا لکھ دیا۔

تیسری بات ہم نے خود واقعہ میں موجود عینی شاہد کی گواہی پیش کی جبکہ یہ لوگ اس واقعہ کے کئی سال بعد کے ہیں لہذا پیچھے جو رضاخانی کا اصول گذرا کہ مفتی اعظم کی گواہی کی موجودگی میں امام اہلسنت کے شاگردوں کی کیا حیثیت؟ تو عینی شاہد کی موجودگی میں بعد والوں کے اقوال کی کوئی حیثیت نہیں رہتی۔ یاد رہے کہ خود فضل رسول بدایونی نے اپنی کتاب ''سیف الجبار ص ۸۹، ۹۰ مطبوعہ مکتبہ رضائے حبیب

مرید کے''، میں تسلیم کیا کہ اس مجلس میں حضرت شاہ اسمعیل شہیدؒ نہ بیٹھے اور اٹھ کر چلے گئے۔ یہ بات علامہ صاحب نے دفاع جلد اول ص ۱۰۷ پر بھی بیان کی۔ مگر یہ رضاخانی ایسا ڈھیٹ اور بے شرم ہے کہ پھر بھی اس بات پر بضد ہے کہ نہیں مناظرہ حضرت مولانا عبدالحئیؒ سے نہیں بلکہ حضرت شاہ اسمعیل شہیدؒ سے ہوا۔ ایسے ابو جہل کو بھلا کون قائل کرسکتا ہے؟

ہم عصر علما کی مخالفت اور رضاخانی کا ایک اور خود ساختہ اصول

رضاخانی موصوف کو چاہئے تھا کہ علامہ صاحب کے دلائل قاہرہ کا جواب دیتا، نیز علامہ صاحب نے رضاخانی بزرگوں کے جن اکاذیب کو طشت از بام کیا ان کی صداقت پر دلائل دیتا۔ مگر ایسا کرنا تو اس کے بس میں نہیں لہذا کتاب کی ضخامت بڑھانے کیلئے خواہ مخواہ ص ۴۴۲ تا ۴۵۱ مولانا رشید الدین، مولانا منور الدین، شاہ مخصوص اللہ دہلوی، شاہ موسیٰ دہلوی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کا تعارف شروع کرا دیا اور پھر آخر میں لکھا:

''اس تعارف کا مقصد یہ تھا کہ اسمعیل دہلوی اور بڈھانوی نظریات کی تردید کرنے والے کوئی عام لوگ نہ تھے اور نہ ہی سیدی اعلی حضرت ۔۔۔ کے سلسلہ تلمذ وارادت سے وابستہ افراد تھے بلکہ اپنے وقت کے شہرہ آفاق عالم اور بے نظیر متکلم ومناظر تھے اور ان کا سلسلہ تلمذ شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے علمی و روحانی فیوض و برکات کے خوشہ چینوں میں شامل تھے اور خاص طور پر حضرت شاہ مخصوص اللہ اور شاہ محمد موسی علیہما الرحمۃ تو اسمعیل دہلوی کے چچازاد ہونے کے ساتھ ساتھ باعتبار علم وعمر بھی ان سے فائق تھے۔ پس ان اساطین علم وفضل کا دہلوی و بڈھانوی نظریات کی مخالفت کرنا یہ ثابت کر رہا ہے کہ یہ دونوں افراد یعنی دہلوی و بڈھانوی جادہ حق سے منحرف ہو کر اپنا ایک نیا مکتبہ قائم کر چکے ہیں اور اسی نئی تعبیر وتشریح کا نام (جو جادہ حق سے انحراف کی صورت میں ظاہر ہوئی) وہابیت و دیوبندیت ہے''۔

(کشف القناع، ج ا، ص ۴۵۱)

یہاں ایک دفعہ پھر رضاخانی نے دجل وتلبیس سے کام لیا ہے۔ اس لئے کہ اول تو کوئی مناظرہ ہوا ہی نہیں، جو گفتگو ہوئی وہ بھی رضاخانی اصولوں پر اصولی مباحث پر نہ تھی۔ گویا رضاخانی کی یہ ساری خامہ فرسائی بنا الفاسد علی الفاسد کی قبیل سے ہے۔ اس لئے کہ بالفرض یہ افراد ایسے ہی ہیں جیسا کہ رضاخانی تاثر دے رہا ہے تب بھی ان حضرات کا اختلاف حضرت شاہ اسمعیل شہید و حضرت عبدالحئی رحمۃ اللہ علیہما سے ان مسائل پر تھا جن کو خود رضاخانی ''اصولی مسائل'' میں سے نہیں مانتے اور دہلی کی اس مجلس جس کو یہ رضاخانی ''دہلی مناظرہ'' کا نام دیتے ہیں اس میں بھی یہی مسائل زیر بحث آئے جس کا انکار کرنے والوں کو اگرچہ بغض رسول ﷺ ہی میں کیوں نہ ہو یہ رضاخانی کفر تو دور فسق وفجور بھی نہیں مانتے تو جادہ حق سے ہٹنے کا کیا مطلب؟۔ مگر یہاں یہ رضاخانی دجل وتلبیس سے کام لیتے ہوئے کہہ رہا کہ ان کی مخالفت سے ''جادہ حق'' ہی سے ہٹے ہوئے تھے۔ شرم تم کو مگر نہیں آتی۔

پھر جب بقول رضاخانی ان فروعی مسائل و راجح مرجوح مسائل کی تفصیل و وضاحت حضرت علامہ عبدالحئی رحمۃ اللہ علیہ نے کردی تو یہ معمولی اختلاف بھی باقی نہ رہا۔ حضرت علامہ صاحب نے اس سب پر تفصیل سے دفاع جلد اول میں کلام کیا جسے یہ بے ایمان گیارہویں کے حرام کی شیرینی سمجھ کر غٹ غٹ پی گیا۔

اب رہی یہ بات کہ جب یہ اساطین علم ہے تو ان کا اختلاف یا نظریات پر رد کرنا حضرت شاہ صاحب و اتباع کی گمراہی کی دلیل ہے معاذ اللہ

تو کیا حشمت علی رضوی اس کے شاگرد اور مارہرہ خاندان کو تم ''اساطین علم'' نہیں مانتے؟ انہوں نے جو مسٹر محمد علی جناح کے نظریات کا رد کیا اور خودستر باادب سوالات میں رضاخانیوں کی مٹی پلید کی تو بتاؤ اس اختلاف کو بھی حق و باطل کا معیار بناؤ گے؟ تمہارا حالیہ اختلاف جس میں عرفان شاہ مشہدی اور سعید اسد اشرف آصف جلالی کی مٹی پلید کر رہا ہے اور جلالی مع اذناب عرفان شاہ مشہدی کی مٹی پلید کر رہا ہے تو بتاؤ اس اختلاف کو بھی حق و باطل کا اختلاف مانو گے؟ اور ہمیں جواب دو کہ اس اختلاف میں تمہارا تیسرا ''فرقہ'' کونسا نکلا اور کون جادۂ حق سے ہٹا ہوا ہے؟ یہی سوال خادم حسین رضوی، اشرف سیالوی، پیر نصیر الدین گولڑوی، دعوت اسلامی، اختر رضاخانی، ہاشمی میاں وغیرہم کے اختلاف کے متعلق بھی ہم کرتے ہیں جس کی تفصیل دفاع جلد دوم کے مقدمہ میں اور دست و گریبان کی چاروں جلدوں میں موجود ہے۔ پھر کچھ صفحات پہلے غلام مہر علی چشتیاں اور عبدالمجید سعیدی کا اختلاف ذکر کیا گیا۔ بتاؤ کیا یہاں بھی ان لوگوں کو ''اساطین علم'' مانتے ہو یا نہیں؟ اور ان کے اس اختلاف کی وجہ سے کسی ایک گروہ یا دونوں فریقوں کو کھلی ہوئی گمراہی پر اور ضال مضل بدعتی کافر مرتد مانتے ہو یا نہیں؟

تو جو جواب اپنے ان شیاطین ایک دوسرے ہی کے فتوے سے حرامی، بے غیرت، گستاخ رسول ﷺ، کافر، مشرک، مرتد، بدعتی (یہ تمام الفاظ ان رضاخانیوں نے ایک دوسرے کیلئے استعمال کئے ہیں) ہو جانے کے متعلق دو گے وہی ہم خاندان ولی الٰہی کے اس معمولی اختلاف کے متعلق دے دیں گے۔ ماکان جوابکم فھو جوابنا۔

تم تو ان شاءاللہ قیامت کی صبح تک کسی مستند ماخذ سے خاندان ولی اللٰہی خصوصاً شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے حضرت شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ پر کسی قسم کا کوئی فتویٰ نہیں دکھا سکتے ہمت ہے تو جرات کرو لیکن ہم نے تمہارا مشرک، کافر، مرتد ہونا خود تمہارے ''اساطین علم'' سے دکھا دیا مگر یہاں تمہاری زبانوں پر خان صاحب بریلوی کی نعش کی طرح کیڑے پڑے ہوئے ہیں!!!۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کا حضرت مجدد الف ثانیؒ کے نظریات پر شدید رد

اس رضاخانی کے اس خودساختہ اصول کو تسلیم کرنے پر حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کو بھی باطل پر ماننا پڑے گا کیونکہ خود حضرت مجدد کے دور میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے ان پر سخت قسم کا رد کیا۔ چنانچہ ابوالحسن زید فاروقی صاحب تو لکھتے ہیں کہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی کو حضرت مجددؒ سے ''وحشت و نفرت'' تھی:

''جناب شیخ نے اس جگہ کھلے اور صاف الفاظ میں اپنی نفرت اور وحشت کا اعتراف کیا ہے''۔

(حضرت مجدد اور ان کے ناقدین، ص ۱۴۹)

حضرت مجدد پر شیخ کی مزید کرم فرمائیاں یوں ذکر کرتے ہیں:

''یہ عبارت جناب شیخ کے واسطے نہایت برہمی کا سبب بنی ہے اور میرا خیال یہ ہے کہ اس عبارت کی وجہ سے حضرت مجدد کے معاندوں نے جو کچھ جناب شیخ سے کہا تھا اور جو محرف عبارتیں پیش کی تھیں ان سب کو جناب شیخ نے صحیح تسلیم کر لیا۔ اور حضرت مجدد کے متعلق یہ خیال کر لیا کہ آپ کو پناہ خدا رسول اللہ ﷺ سے ہمسری کا دعویٰ ہے۔ اور ہم پرہ کے لفظ کو ہمسر سمجھنے کی وجہ سے مزید اس خیال میں تقویت ہوگئی۔۔۔ میرا خیال یہ ہے کہ جس شخص کو بھی شریعت اور طریقت کے علوم اور اصطلاحات سے واقفیت ہے وہ جناب کے شیخ کے رویہ کو بعید از انصاف قرار دے گا''۔ (حضرت مجدد اور ان کے ناقدین، ص ۱۵۲)

یہاں رضاخانی اپنی عادت رذیلہ سے مجبور ہو کر یہ دجل مت کرے کہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی ؒ نے رجوع کرلیا تھا۔اس لئے کہ یہاں رجوع وعدم رجوع کی تو بات ہی نہیں یہاں تو بات اس کی ہورہی ہے کہ کوئی مایہ ناز عالم کسی کے نظریات پر رد کرے تو یہ اس کے باطل اور فرقہ جدیدہ کے بانی ہونے کی دلیل ہے اور ہم اس کو اسی باب میں پیش کررہے ہیں کہ اس اصول پر حضرت مجدد ؒ کو بھی معاذ اللہ باطل پر مانو۔اگر تم کہو کہ حضرت شیخ ؒ کو غلط فہمی لگ گئی تھی تو یہی تو علامہ ساجد صاحب کہہ رہے ہیں کہ انہوں نے کچھ اختلاف کیا بھی تو غلط فہمی کی وجہ سے جب وضاحت ہوگئی تو پھر ان لوگوں نے کبھی اس قضیہ کو نہیں اٹھایا۔

شیخ ابن عربی ؒ کے کفر پر کتب وفتاوی

رضاخانی مولوی ڈاکٹر عمیر محمود صدیقی صاحب بریلوی نے اپنی کتاب ''حرمت تکفیر مسلم ص ۴۱۰ تا ۴۳۹'' (۳۵) کے قریب اکابر و مشائخ کے حوالے دئے اور بیس کے قریب کتب کے نام ذکر کئے جو ابن عربی رحمہ اللہ کے کفر پر لکھی گئی ہیں اور ان پر بعض مشائخ نے ایسے کفر کے فتوے بھی دئے کہ ان کے کفر میں شک کرنے والا بھی کافر۔اس رضاخانی نے تو دو تین مولویوں کے نام ذکر کئے جو کسی گنتی وشمار میں نہیں ان کی کوئی کتب شاہ اسمٰعیل شہید ؒ کے خلاف قیامت کی صبح تک نہیں دکھا سکتے لیکن ہم نے قریبا ۳۵ مشائخ واکابر اور ۲۰ کتب کے حوالے دے دئے جو ابن عربی کے نظریات کے خلاف لکھی گئی ہیں اب رضاخانی ہی کی زبانی:

''پس ان اساطین علم وفضل کا ابن عربی ومجددی نظریات کی مخالفت کرنا یہ ثابت کررہا ہے کہ یہ دونوں افراد یعنی ابن عربی ومجدد صاحب معاذ اللہ جادہ حق سے منحرف ہو کر اپنا ایک نیا مکتبہ قائم کرچکے ہیں اور اسی نئی تعبیر وتشریح کا نام (جو جادہ حق سے انحراف کی صورت میں ظاہر ہوئی) تصوف ونقشبندیت ہے''۔(معاذ اللہ)

منصور حلاج ؒ کے کفر پر اجماع

شریف الحق امجدی رضاخانی لکھتا ہے:

''علمائے ظاہر جو حضرت حسین بن منصور کی حقیقت سے واقف نہیں تھے انہوں نے یہی سمجھا کہ یہ فرقہ باطنیہ کا کوئی داعی ہے اس لئے ان کے قتل کرنے کا فتوی دیا اس وقت سید الطائفہ حضرت جنید بغداری رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے انہوں نے اس فتوے پر دستخط کرنے سے انکار کردیا مگر جب یہ عرض کیا گیا کہ اگر منصور کو چھوڑ دیا گیا تو فرقہ باطنیہ کو تقویت ہوگی اور دین میں رخنہ پیدا ہوجائے گا تو انہوں نے جامہ فقر اتار کر علماء کا لباس زیب تن فرمایا اور اس فتوی پر دستخط فرمائی جہاں تک ظاہر کا تعلق ہے حضرت حسین بن منصور کا کفر ثابت ہے اسی وجہ سے بعد کے بھی بہت سے علماء نے ان کو کافر ہی مانا یہاں تک کہ خاتم الحفاظ علامہ جلال الدین سیوطی کا بھی رجحان یہی ہے''۔

(فتاوی شارح بخاری، ج ۲ ص ۱۳۹)

لیجئے اپنے وقت کے تمام علما جن میں حضرت جنید بغدادی ؒ جیسا صوفی باوصفا بھی شامل ہے اور بعد والوں میں علامہ سیوطی ؒ جیسا وسیع المطالعہ عالم انہوں نے تو منصور حلاج کے نظریات کا نہ صرف رد کیا بلکہ اس کو کافر قرار دے کر سولی پر چڑھایا۔اب رضاخانی اپنے اصول کو سامنے رکھ کر جواب دے کہ حضرت منصور حلاج کو ہم جادہ حق سے ہٹا ہوا مانیں اور کسی نئے فرقہ کا بانی مانیں؟اس کے جواب میں ہوسکتا ہے کہ رضاخانی کہے کہ:

یہ وہ مقام ہے کہ جہاں سوچنا پڑا کہ
اب منہ کالا کریں یا حوالے دیں

خان صاحب کے دور کے اپنے مولویوں نے خان صاحب کی مٹی پلید کی

''امام اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے معاصرین اہل سنت علما کرام کو اپنے ساتھ ملانے کی بڑی کوشش کی لیکن بجائے تعاون کے بعض تو اس قدر مخالف ہو گئے کہ مقدمہ بازی پر تل گئے جیسے بعض علمائے دکن، علمائے بدایوں، وعلمائے رامپور وعلمائے فرنگی محل رحمہم اللہ تعالی نے بعض مسائل میں و دیگر وجوہ سے آپ کے ساتھ کیا کیا۔ تاریخ گواہ ہے اتنا شدید ردعمل ممکن ہے آپ کے ساتھ بیگانوں نے نہ کیا ہو''۔ (شرح حدائق بخشش، ج ۳، ص ۲۶۷)

لیجئے جناب یہ لوگ تو خان صاحب کے اپنے تھے لیکن خان صاحب کے ساتھ وہ کچھ کیا جو بیگانوں نے بھی نہ کیا ہوگا یہ سب تفصیل اس بات کا بین ثبوت ہے کہ خان صاحب ''جادہ حق'' سے ہٹے ہوئے تھے اور ان کی مخالفت آپ ہی کی زبانی:

''ان رضاخانی اساطین علم وفضل کا خان صاحب بریلوی نظریات کی مخالفت کرنا یہ ثابت کر رہا ہے کہ خان صاحب بریلوی جادہ حق سے منحرف ہو کر اپنا ایک نیا مکتبہ قائم کر چکے ہیں اور اسی نئی تعبیر وتشریح کا نام (جو جادہ حق سے انحراف کی صورت میں ظاہر ہوئی) رضاخانیت ہے''۔

ہم عصر عالم کو تو حجت ہی نہیں بنایا جا سکتا

موصوف نے جتنے نام پیش کئے وہ حضرت شاہ اسمٰعیل شہید رحمہ اللہ کے ہم عصر علما ہیں اور ان کے اختلاف کو موصوف شاہ صاحب کے جادہ حق سے ہٹنے کی دلیل قرار دے رہے ہیں حالانکہ اسی کا مناظر مفتی عبدالمجید سعیدی لکھتا ہے:

''اولا معاصرین کو معاصرین پر حجت بنا کر لانا جب کہ وہ اصول موضوعہ سے بھی نہ ہوں کہاں کا اصول ہے''۔

(مفتاح سنت، ج ا، ص ۵۸)

تو ہم عصر علما کو تو حجت بنانا ہی آپ کے ہاں باطل ہے اور بے اصولی ہے مگر یہ جاہل حجت تو الگ اس کو حق و باطل کا معیار اقرار دے رہا ہے۔

رضاخانی کے ہاں تو کسی کا رد کرنا حق و باطل کا معیار ہی نہیں

تقویۃ الایمان کے رد میں لکھی جانے والی کتب کے جواب میں موصوف لکھتے ہیں

''ہم نے یہ کبھی نہیں کہا کہ کسی کتاب کا رد لکھ دینے سے باطل حق بن جائے گا یا حق باطل ہو جائے گا''۔

(کشف القناع، ج ۲، ص ۳۱۰)

اب ہمارا سوال یہاں یہ ہے کہ جن افراد کے آپ نے نام دئے بقول آپ حضرات کے ان لوگوں نے حضرت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ پر رد دو طرح سے کیا:

(۱) زبانی رد (۲) تحریری رد

جب تحریری ردیعنی تقویۃ الایمان کے جواب میں کتب لکھنا آپ کے نزدیک ''حق و باطل'' کا معیار نہیں تو آخر ان حضرات کا تقریری رد کیسے حق و باطل کا معیار ہوگیا؟ اور کیسے اس بنا پہ دونوں حضرات جادہ حق سے منحرف ہو گئے؟ یہ عجیب تضاد بیانی ہے تقریر میں جن نظریات کا رد کریں وہ تو ہو جائے حق و باطل کا معیار اور جس کتاب سے بقول آپ کے فتنہ کھڑا ہوا اس کا رد کریں اس کے جواب میں کوئی کتاب لکھ لیں تو وہ رد و جواب حق و باطل کا معیار ہی نہیں؟!!!

شاہ مخصوص اللہ، شاہ محمد موسیٰ، شاہ منور الدین

موصوف نے ان تینوں کے بارے میں بھی زمین و آسمان کے قلابے ملائے ہیں اور انہیں حضرت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ سے بھی بڑا عالم ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ حالانکہ دلائل کی روشنی میں یہ رائے بالکل مردود ہے۔ اس کیلئے حوالے اپنے ہی گھر کے مولوی حکیم محمود احمد برکاتی کی کتاب ''شاہ ولی اللہ اور ان کا خاندان'' سے دئے جو پاکستان میں ادارہ یادگار غالب نے ''شاہ ولی اللہ اور ان کے اصحاب'' کے نام سے شائع کی۔ تو جناب لیجئے ہم آپ کے اسی مستند حکیم صاحب کی دوسری کتاب سے ثابت کر دیتے ہیں کہ جن لوگوں کو آپ حضرت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ سے علم و عمل میں فائق مانتے ہیں حضرت شاہ شہیدؒ کے سامنے ان کی اوقات کیا تھی؟ حکیم صاحب لکھتے ہیں:

''اب صرف پانچ حضرات رہ جاتے ہیں (۱) شاہ مخصوص اللہ (۲) شاہ محمد موسیٰ (۳) شاہ محمد اسمٰعیل (۴) شاہ محمد اسحٰق (۵) شاہ محمد یعقوب۔ ان میں شاہ مخصوص اللہ، شاہ محمد موسیٰ، شاہ محمد یعقوب کے متعلق اگرچہ یہ معلوم ہے کہ وہ عالم تھے، حسن عمل میں بھی اپنے خانوادہ گرامی کی روایات کے حامل تھے لیکن انہیں علوم میں کوئی بلند مقام اور مخصوص مرتبہ حاصل نہیں تھا۔ دل و دماغ کی صلاحیتیں بھی غیر معمولی نہیں تھیں اور بہ حیثیت مجموعی ان شرائط کو پورا نہیں کرتے تھے جو ہم بیان کر چکے ہیں لامحالہ شاہ محدث کا رجحان اس گروہ کے باقی دو حضرات کی طرف ہونا چاہئے تھا (۱) شاہ محمد اسمٰعیل (۲) شاہ محمد اسحٰق۔ روایات و آثار سے اسی قیاس کی تائید ہوتی ہے کہ شاہ صاحب نے قبیل آخر انتخاب انہیں دونو جوانوں کا کیا تھا اور فرمایا کرتے تھے الحمد للہ الذی وھب لی علی الکبر اسمعیل و اسحق''۔

(حیات شاہ محمد اسحٰق، ص ۳۷)

یعنی شاہ محمد موسیٰ و شاہ مخصوص اللہ عالم دین تو تھے، صاحب تقویٰ بھی ہوں گے لیکن اتنی علمی حیثیت نہیں تھے کہ حضرت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کے مقابل ان کا شمار ہوتا یا خود حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ ان کو اپنی جانشینی کیلئے منتخب کرتے۔ رہی مولانا منور الدین جو عبد الرزاق ملیح آبادی کے حوالے سے موصوف نے ذکر کی تو حضرت مولانا نسیم احمد فریدی صاحب مرحوم اس کے جواب میں لکھتے ہیں:

''اس کتاب میں سب سے زیادہ معرکۃ الآرا شخصیت مولانا منور الدین کی ہے جو مولانا آزاد کے والد (مولانا خیر الدین) کے نانا تھے۔ ان کے متعلق مولانا آزاد کی زبانی تفصیلی حالات درج کئے گئے ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ انہوں نے ابتدائی تعلیم علما لاہور سے حاصل کی ہے۔ اس کے بعد وہ اپنی والد کی اجازت کے بغیر دہلی آگئے اور حضرت شاہ عبد العزیز کے حلقہ درس میں شامل ہوگئے۔ ۱۸۰۳ء کو دہلی پہنچے تھے۔ چھ سال تک تحصیل علم میں مشغول رہے۔ مکان پر کسی کو اپنے دہلی آنے کی اطلاع نہیں دی۔ شاہ صاحبؒ کے اولین تلامذہ مولانا رشید الدینؒ، مولوی برہان الدین، مولانا محمد اسمٰعیل شہیدؒ، شاہ احمد سعیدؒ اور مولانا محمد وجیہ وغیرہ ان کے ہمدرس تھے۔ چھ سال کے بعد جب ان کے والد کے شہید ہونے کی خبر آئی تو یہ ''قصور'' چلے گئے اور وہاں سے اپنے اعزا کو لا کر دہلی میں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ چنانچہ ایک

مستقل حلقہ درس قائم کیا۔ بنگال اور دیگر اطراف ہند سے طلبا جوق در جوق مولانا منور الدین کے پاس آنے لگے۔

مولانا سدید الدینؒ، مولوی محبوب علیؒ، مولوی فضل امامؒ جو مولانا فضل حق خیر آبادیؒ کے والد تھے مولوی فضل رسول بدایونی، اور صاحب کشاف اصطلاحات الفنون مولانا منور الدینؒ کے شاگرد تھے۔ (دیکھئے، ص ۴۱ تا ۴۵)

سب سے پہلے یہ دیکھنا ہے کہ مولانا منور الدین نام کی دہلی میں کوئی ایسی شخصیت بھی ہوئی ہے۔ جس کی یہ امتیازی خصوصیات ہوں؟ مجھ کو باوجود تلاش بسیار اس نام کا کوئی ایسا شخص نہ ملا جو شاہ صاحب کی شاگردی کا شرف بھی رکھتا ہو اور اطراف ہند سے طلبا جوق در جوق اس کے حلقہ درس میں آتے ہوں۔ حیات عزیزی، حالات عزیزی تذکرہ علما ہند نیز اس زمانے کے فتاوی اور ان کی مہروں کو دیکھا کہیں اس عظیم شخصیات کا نام ونشان نہ ملا"۔ (مقالات فریدی، ج ا ص ۲۲۷، ۲۲۸)

اس کے بعد ص ۲۲۷ تا ۲۳۵ زبردست دلائل سے مولانا منور الدین صاحبؒ کے بارے میں ملیح آبادی کے ناولوں کا رد کیا جو دیکھنے کے لائق ہے صفحات کی تنگی کی وجہ سے یہاں نقل کرنے سے قاصر ہوں۔ آگے فرماتے ہیں:

"مولانا محمد اسمٰعیل شہیدؒ مولانا منور الدین کے ہم درس تھے۔ شاہ عبد العزیزؒ کے انتقال کے بعد جب انہوں نے تقویۃ الایمان اور جلا العینین لکھی اور ان کے مسلک کا ملک میں چرچا ہوا تو تمام علما میں ہلچل پڑ گئی۔ ان کے رد میں سب سے زیادہ سرگرمی وسربراہی مولانا منور الدین نے دکھائی کتابیں لکھیں۔ (ص ۵۶)

میں پہلے ثابت کر چکا ہوں کہ مولانا منور الدین ہرگز مولانا شہیدؒ کے ہمدرس نہیں تھے اور جلا العینین نام کی کوئی کتاب مولانا شہیدؒ کی تالیف یا تصنیف نہیں ہے۔ رہی مولانا منور الدین کی مخالفت شہیدؒ میں سرگرمی وسربراہی اس کے متعلق عرض ہے کہ مولانا منور الدین کا اول تو ان امتیازی خصوصیات کے ساتھ وجود ہی عنقا ہے۔ علاوہ ازیں حضرت شہیدؒ کی علمی شخصیت اور خاندانی وجاہت کے آگے بڑے سے بڑے مخالف کی جرات نہ ہوئی کہ ان کی مخالفت میں سرگرمی دکھائے۔ اگر کسی معاصر نے علمی حیثیت سے تہذیب ومتانت کے ساتھ بعض مسائل میں ان سے تحریری مناظرہ کیا ہے تو وہ مولانا فضل حق خیر آبادی تھے۔ تقویۃ الایمان کے متعلق اتنا عرض کر دوں کہ وہ حضرت مولانا شاہ عبد العزیزؒ کے زمانہ حیات ہی میں سید صاحب اور مولانا شہیدؒ کے سفر حج سے پہلے تصنیف ہو چکی تھی۔

مولانا منور الدین نے خدا جانے کون کون سی کتابیں لکھیں کاش ان کتابوں میں سے کسی ایک کتاب کا سراغ مل جاتا جو مولانا منور الدین نے حضرت شہیدؒ کی رد میں لکھی تھیں۔

جامع مسجد دہلی کا مباحثہ

مولانا منور الدین نے ۱۲۴۰ھ والا مشہور مباحثہ جامع مسجد میں کیا۔ تمام علما ہند سے فتوی مرتب کرایا۔ پھر حرمین سے فتوی منگایا۔ ان کی تحریرات سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے ابتدا میں مولانا اسمٰعیل اور ان کے رفیق اور شاہ صاحب کے داماد مولانا عبد الحیٔ کو بہت کچھ فہمائش کی اور ہر طرح سمجھایا لیکن جب ناکامی ہوئی تو بحث ورد میں سرگرم ہوئے اور جامع مسجد کا شہرہ آفاق مناظرہ ترتیب دیا۔ جس میں ایک طرف مولانا اسمٰعیل اور مولانا عبد الحیٔ تھے اور دوسری طرف مولانا منور الدین اور تمام علما دہلی۔ بحث ان تمام مسائل پر تھی جو تقویۃ الایمان کی وجہ سے چھڑ کے تھے۔ (ص ۵۶)

جامع مسجد دہلی کا یقیناً وہی مباحثہ ہے جس کی مفصل روداد مولوی فضل رسول بدایونی نے اپنی کتاب سیف الجبار میں (ص ۴۵ تا ۴۸)

درج کی ہے ۔(یادرہے کہ مولانا نے تفصیل درج کرنے کا ذکر کیا ہے یہ تفصیل بالکل درست ہے یا نہیں اسکی وضاحت نہیں ۔ناقل) جس سے مندرجہ بالا بیان کے برخلاف یہ امور ثابت ہوتے ہیں: (۱) یہ مجلس مناظرہ ۱۲۴۰ھ میں منعقد ہوئی ۱۲۴۸ھ میں نہیں ۔ بھلا ۱۲۴۸ھ میں مولانا عبد الحیؒ اور مولانا شہیدؒ کہاں تھے؟ مولانا عبد الحیؒ ۱۲۴۳ھ میں وفات پاچکے تھے ۔اور مولانا اسمٰعیل شہیدؒ ۱۲۴۶ھ میں جام شہادت پی چکے تھے ۔(۲) مولانا منور الدین کے نام کوئی صاحب اس مجلس مناظرہ میں معروف یا غیر معروف حیثیت کے موجود نہیں تھے ۔اگر وہ سرگرم مخالف ،بانی مناظرہ اور سربراہ ہوتے تو مولوی بدایونی ان کا ذکر ضرور کرتے ۔خصوصاً جبکہ کہانی کے بیان کے بموجب فضل رسول مولانا منور الدین کے شاگردوں میں تھے ۔(۳) حرمین سے کوئی فتوی مخالفین نے نہیں منگایا تھا ۔دہلی ہی کے کچھ علما کی مہریں ایک استفتا پر تھیں ۔(۴) مناظرانہ گفتگو آخر تک صرف مولانا عبد الحیؒ سے ہوئی تھی‘‘ ۔

(مقالات فریدی، ج ا،ص ۲۳۵، ۲۳۶)

اس تفصیل کے نقل کرنے کا مقصد یہ ہے کہ مولانا مخصوص اللہ، شاہ محمد موسیٰ ،مولانا منور الدین کی شخصیت ہرگز ایسی علمی نہ تھی جیسا کہ رضاخانی پیش کرنے کی کوشش کررہا ہے اور اس حوالے سے اس کا ماخذ’’ آزاد کی کہانی آزاد کی زبانی‘‘ ہے جس میں اکثر واقعات کو غلط بیان کیا گیا ہے حتی کہ اس میں ایسی فاش تاریخی غلطیاں اور واقعات میں رنگ آمیزی ہے جو خود رضاخانی کو بھی مسلم نہیں ۔

حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ اور شاہ اسمٰعیل شہیدؒ

دفاع جلد اول اور ہم نے ما قبل میں رضاخانی کتب سے ثابت کیا کہ حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ شاہ محمد اسحٰقؒ و شاہ اسمٰعیل شہیدؒ پر فخر کرتے ہوئے اللہ کا شکر ادا کرتے کہ اللہ نے انہیں بڑھاپے میں شاہ اسحٰقؒ و شاہ اسمٰعیل شہیدؒ جیسے جانشین دئے ۔ یہ بھی یاد رہے کہ حضرت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ نے حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ کی زندگی ہی میں ان کے مدرسہ میں تدریس شروع کردی تھی ۔ چنانچہ حکیم محمود برکاتی لکھتے ہیں:

’’مدرسہ رحیمیہ میں یہ نظام جاری تھا ۔چنانچہ شاہ اسحٰق کو بھی فراغت کے فوراً بعد تعلیم وتدریس کی ذمہ داری سونپ دی گئی ۔وہ ۱۲۱۹ھ ۱۸۰۴ء میں جب فارغ ہوئے تو شاہ عبد العزیز تقریباً ساٹھ سال کے ہوچکے تھے اس لئے وہ اپنے خاندان کے نوجوانوں کو تدریس کی تربیت سے فارغ کردینا چاہتے تھے ۔شاہ اسحٰق سے پہلے شاہ اسماعیل اور شاہ مخصوص اللہ کو تدریس کے فرائض سپرد کئے جاچکے تھے ۔اب شاہ اسحٰق کو یہ ذمہ داری سونپی گئی اور وہ مدرسہ رحیمیہ کے مدرسین میں شامل ہوگئے‘‘ ۔(شاہ محمد اسحٰق ص ۲۶)

اگر شاہ عبد العزیز محدث دہلوی کو شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کی شکایتیں بابت عقیدہ پہنچتی تھیں یا تقویۃ الایمان ان تک پہنچ گئی تھی اور وہ ان کا رد کرنے کا ارادہ کرتے تھے تو کیا ایسے شخص کو اپنے مدرس میں مدرس رکھتے؟ اور اس پر اللہ کا شکر ادا کرتے؟

حکیم محمد احمد برکاتی کا حوالہ گزر چکا کہ شاہ محدث دہلوی نے اپنی جانشینی کیلئے دو افراد کا انتخاب کیا: (۱) شاہ محمد اسحٰقؒ (۲) شاہ محمد اسمٰعیل شہیدؒ ۔

لیکن حکیم محمود احمد برکاتی نے اپنے مسلکی تعصب سے مجبور ہوکر یہ کہانی گڑھی کہ شاہ اسحٰقؒ کو جانشین اس لئے بنایا کہ شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کے کچھ نظریات درست نہیں تھے ۔حالانکہ یہ بالکل خلاف واقعہ ہے انہوں نے شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ کی مسند اس لئے نہیں سنبھالی کہ انگریز کے خلاف جہاد کیلئے میدان عمل میں نکلنا ان کا مطمع نظر تھا اور ان کے اس منصوبے سے حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ پوری

طرح آگاہ تھے۔ ورنہ بتایا جائے کہ اگر شاہ صاحب ان سے ناراض تھے اور شاہ شہیدؒ کی جنگ معاذ اللہ ''رنگ رلیوں'' کیلئے تھی تو شاہ محدثؒ کے جانشین شاہ محمد اسحٰقؒ جہاد کیلئے ان کو چندہ کیوں بھیجتے؟ برکاتی صاحب نے اس پر تفصیلی کلام کیا کہ شاہ شہیدؒ کے جنگی اخراجات سارے کے سارے حضرت شاہ اسحٰقؒ کے توسط سے بھیجے جاتے اور وہی اس کے ذمہ دار تھے۔ (ملاحظہ ہو حیات شاہ محمد اسحٰق)۔

ہم اس حوالے سے تفصیلی کلام کرتے لیکن اس وقت یہ ہماری کتاب کا موضوع نہیں۔ غرض خاندان ولی اللہی کا ان کی مخالفت کرنا یا ان سے مناظرے کرنا یا ان کی تکفیر و تضلیل کرنا یہ سارے کے سارے مفروضے ہیں اور خود رضاخانی اصول پر بنا الفاسد علی الفاسد ہے۔ یہ بدبخت کہتا ہے کہ وہ تو معاذ اللہ ''رنگ رلیاں'' منانے جہاد کے نام پر گئے۔ فتنہ پرور تھے، کسی علمی حیثیت کے حامل نہ تھے۔ مگر حکیم محمود احمد برکاتی تو حضرت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کی اس تحریک کو اصلاحی و تقوے کی تحریک کہتے ہیں ان کو شہید راہ حق، صالح متقی کہتے ہیں۔ بس ان کے بقول مسئلہ یہاں سے پیدا ہوا کہ جن امور پر نرمی کرنی چاہئے تھی اور تدریجاً ان کا رد کرنا چاہئے تھا وہ اس پر بہت زیادہ سختی کرنے لگ گئے تھے جو اپنوں سے برداشت نہ ہوئی۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

''اس میں کوئی شک نہیں کہ شاہ محمد اسمٰعیل جید عالم تھے۔ ان کے ذہن میں حدت تھی، حافظہ قوی تھا، علوم متحضر تھے، دماغ نکتہ رس تھا، بلند کردار متقی تھے اور ان کی پوری زندگی اخیار و صلحا کی سی زندگی تھی اور اپنی جان تو انہوں نے اسی شان سے جاں آفریں کے سپرد کی اور اسی ذوق و شوق سے لیلائے شہادت کو لبیک کہا کہ ہر مومن کے دل سے آواز آتی ہے

یہ نصیب اللہ اکبر لوٹنے کی جائے ہے''۔ (حیات شاہ محمد اسحٰق، ص ۳۸)

''اسی تشدد و تصلب کی وجہ سے وہ اپنی تحریروں میں ایک دردمند اور محبت کیش صوفی کے بجائے ایک تندخو اور سخت گیر ملا نظر آتے ہیں۔ ان کے انداز دعوت میں حکمت کا پہلو بھی نمایاں نہیں تھا۔ انہوں نے اصول کے بجائے فروع پر زیادہ زور دیا۔۔۔۔۔ اپنے افکار معتقدات میں نہ موقع و محل کا امتیاز روا رکھا اور نہ مخاطبین کی قوت ہضم ہی کی کوئی رعایت کی۔ وہ تدریج کے اصول کو بھی فراموش کر بیٹھے اور اسی کا نتیجہ تھا کہ نادانستہ طور پر وہ وصل کے بجائے فصل کا باعث بن گئے انہوں نے اپنے شعلہ فشاں اور آتش باز مواعظ میں تکفیر مسلمین کا وہ زور باندھا کہ خود ان کے خاندان کے بہت سے ارادت کیش اور نیاز مند چیخ اٹھے اور خود انہی کے کئی بنی عم ان سے مناظرہ پر مجبور ہو گئے اور اس طرح ایک صاحب دل، محبت شعار اور صحیح الفکر صوفی (سید احمد شہید) کی ابھرتی ہوئی تحریک کو ایک نیک بہاؤ پاک جان اور بلند کردار مگر گرم خو شعلہ مزاج اور عجلت پسند ملا نے پورے اخلاص نیت سے کے ساتھ اپنی بے تدبیری اور غیر حکیمانہ طریق دعوت سے ناکام بنا دیا''۔

(حیات شاہ محمد اسحٰق، ص ۳۹)

اگر چہ ہم برکاتی صاحب کے اس تبصرے سے متفق نہیں لیکن اس سے حضرت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کے عالی کردار پر بہت کچھ روشنی پڑتی ہے یہ موصوف کے گھر کے حوالے ہیں لیکن رضاخانی ہی کی زبانی کچھ تبدل کے ساتھ کہ:

''پھر رضاخانی موصوف میں تھوڑی سی بھی شرم و حیا ہو اور ضمیر زندہ ہو قلبی بصیرت کے ساتھ آنکھوں کی بصیرت بھی متاثر نہ ہوئی ہو تو ان حوالوں کو وہ بار بار بغور پڑھیں رضاخانی موصوف اگر کسی دوسرے کی تاریخ کو نہیں مانتے تو کم از کم اپنے لوگوں کی بیان کردہ باتوں کو تو تسلیم کرلیں''۔

نام نہاد دہلی مناظرہ کا موضوع

علامہ صاحب نے ثابت کیا کہ اس نام نہاد مناظرہ دہلی میں وہ امور خاص کر تقویۃ الایمان پیش ہی نہیں ہوئی تھی جسے رضاخانی کفر و ایمان کا معیار قرار دیتے ہیں بلکہ ایسے امور پر بات ہوئی جس کو رضاخانی بھی فروعی سمجھتے ہیں اور ان پر گفتگو یا مناظرے کو وقت کا ضیاع سمجھتے ہیں۔ رضاخانی نے اس حقیقت سے جان چھڑانے کیلیے ایک دفعہ پھر آزاد کی کہانی نامی غیر معتبر کتاب پیش کی کہ تقویۃ الایمان پیش ہوئی تھی۔

ہم بار بار وضاحت کر چکے ہیں کہ اس کتاب کے مندرجات خاص کر اس موضوع سے ہمارے لئے بالکل بھی حجت نہیں۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ اگر یہ واقعات ابوالکلام آزاد مرحوم ہی نے بیان کئے تو انہوں نے اپنے والد مولانا خیر الدین دہلوی پر اعتبار کیا جو خان صاحب بریلوی سے بھی زیادہ ''سڑا ہوا رضاخانی'' تھا۔ لہٰذا ہمارے لئے یہ بیانات کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ اس کے مقابل ہم رضاخانیوں کے شمشیر اعلیٰ حضرت کی پوری ٹیم سے ثابت کر دیتے ہیں کہ اس نام نہاد مناظرہ میں تقویۃ الایمان پیش ہی نہیں ہوئی تھی چنانچہ رضاخانی کیبنٹ لکھتی ہے:

''مناظرہ دہلی میں جو مسائل زیر بحث لائے گئے تھے ان میں اس کی کفریہ عبارات پر بحث نہیں ہوئی تھی''۔

(روئیداد مناظرہ راولپنڈی گستاخ کون، ص ۱۲۴)

لیجئے خود آپ کے بڑوں نے اور مناظرین کی کیبنٹ سے تسلیم کیا کہ اس دہلی مناظرہ میں تقویۃ الایمان جسے تم کفریات کا مجموعہ سمجھتے ہو پیش ہی نہیں ہوئی تھی یا وہ عقائد جن کو تم کفریہ سمجھتے ہو وہ زیر بحث ہی نہیں آئے۔

خود رضاخانی غلام مہر علی چشتیاں نے اپنی بدنام زمانہ کتاب ''دیوبندی مذہب، ص ۹۷ مطبوعہ اہلسنت کراچی'' میں اس نام نہاد مناظرے میں زیر بحث ''۸'' مسائل کو ذکر کیا اس میں سے کوئی ایک مسئلہ بھی وہ نہیں جو رضاخانیوں کے نزدیک گستاخی رسول ﷺ یا اصولی اختلاف یا کفر و ایمان کے عنوان میں شمار ہو نہ تقویۃ الایمان کا ذکر ہے نہ ہی اس کی کسی عبارت کا۔ اسی طرح مولانا ابوالحسین زید فاروقی صاحب نے بھی جو چودہ سوالات اس نام نہاد مناظرے کے دیئے اس میں کہیں تقویۃ الایمان کا ذکر یا اصولی مسائل کا ذکر نہیں۔ اسی طرح صاحب سیف الجبار جو اس حوالے سے سب سے پہلے اکاذیب گھڑنے والا ہے اس نے بھی ص ۸۹ تا ۹۱ اس مذاکرہ میں پیش آنے والے مباحث کا ذکر کیا اس میں بھی کہیں تقویۃ الایمان یا معاذ اللہ کسی کفری عبارت وعقیدے کا کوئی ذکر نہیں بلکہ وہ مسائل ذکر کیئے جس کی بنیاد پر خود رضاخانیوں کے ہاں کسی قسم کا کوئی فتویٰ نہیں۔ اب اس تفصیل پر ہم رضاخانی ہی کی زبانی کہیں گے:

''ہمارے لئے مسئلہ یہ ہے کہ ہم جس رضاخانی اناڑی کارد کر رہے ہیں وہ رضاخانیوں کی محفل میں تو ''مظفر ٹیپی'' کی حیثیت رکھتا ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ بالکل جاہل اور بے وقوف ہے اور یہی ہمارے لئے سب سے بڑا مسئلہ ہے اس لئے کہ رضاخانی موصوف اپنی جہالت، کم علمی، بے وقوفی، اور قلعت مطالعہ کی وجہ سے رضاخانی روایات وواقعات کا بھی انکار کر دیتا ہے اس لئے ہمیں اس کے ہر پہلو کا جواب لکھنا پڑ رہا ہے''۔

اصولی باتوں کو چھوڑ کر ادھر ادھر کی ہانکنا

نام نہاد دہلی مناظرہ کے حوالے سے اصولی باتیں چار ہیں:

(۱) یہ باقاعدہ کوئی مناظرہ تھا یا نہیں؟۔
(۲) اس مجلس میں گفتگو کس سے ہوئی تھی؟۔
(۳) سب سے اہم اس مذاکرے میں کون کون سے مسائل زیر بحث آئے تھے؟۔ یعنی اس کا موضوع کیا تھا؟۔
(۴) اس مجلس کے بعد کیا ہوا؟۔

علامہ صاحب نے ان چاروں حوالوں سے رضاخانیوں کی کذب بیانیوں کو طشت از بام کیا۔ اس کے علاوہ مباحث ضمنی ہیں۔ مگر رضاخانی ان اصولی باتوں کو چھوڑ کر ادھر ادھر کی ہانکنے لگ گیا جس کا جواب قطعاً ہمارے ذمہ نہیں لیکن ہم اتمام حجت کیلئے مختصرا ان نئی کذب بیانیوں کا جواب بھی دے دیتے ہیں۔ سو ملاحظہ ہو۔

مناظرہ میں موجود افراد کی تعداد

رضاخانی نے موضوع سے ہٹ کر یہ عنوان قائم کر کے کہا کہ اس مناظرے میں ہزاروں افراد تھے مگر حیرت ہے کہ دستخط صرف مولانا عبدالحیؒ نے کیئے اور کسی نے ان کی حمایت میں دستخط نہیں کیئے۔ (ملخصاً کشف، ج ا ص ۴۲، ۴۵۳)

مجمع دو وجہ سے ہو سکتا ہے ایک تو وہاں شاہ صاحبان کا درس چلتا اس کا مجمع تھا پھر ثانیاً علامہ صاحب نے دفاع جلد اول ص ۱۱۶ پر روئیداد جو نقل کی اس میں وضاحت ہے کہ مولانا رشید الدین مرحوم نے اتنا مجمع اس لئے جمع کیا تھا تاکہ عوام بھی آپ حضرات کا موقف سن لیں اور یہ جو غلط پروپگینڈا آپ کے متعلق مشہور ہے وہ رفع ہو۔ مزے کی بات یہ بات خود فضل رسول بدایونی نے بھی لکھی کہ:

''مولوی عبدالحیؒ نے گلہ شکوہ ان سے شروع کیا کہ خان صاحب مجھے آپ کی خدمت میں دوستی تھی تم برملا مجھے ذلیل کرتے ہو۔ خان صاحب نے فرمایا کہ ہم تمہارے اعزاز و اظہار کمال کے واسطے آئے ہیں لوگوں نے مشہور کیا ہے کہ تم مسئلے خلاف سلف کے کہتے ہو اس سبب سے تم سے خلق کو وحشت ہے ایسے مجمع میں مفتریوں کی تکذیب ہو جائے گی''۔ (سیف الجبار، ص ۸۹)

اس سے معلوم ہوا کہ اول تو مولانا رشید الدین دہلوی مولانا عبدالحیؒ بڈھانویؒ کے زبردست دوست تھے نہ کہ مخالف اور ان کی تکفیر و تضلیل کرنے والے۔ ثانیاً یہ مجمع مناظرہ دیکھنے جمع نہیں ہوا تھا بلکہ اسے تو مولانا عبدالحیؒ کے اعزاز و اکرام کیلئے جمع کیا گیا تھا کہ وہ بھرے مجمع میں دشمنوں کے پروپگینڈے کو رد کر دیں۔

ثالثاً خاندان ولی اللّٰہی کو آپ اور آپ کے رفقا سے کسی قسم کا کوئی اختلاف نہ تھا وہ ہرگز آپ کو معاذ اللہ گستاخ یا سلف صالحین کے رستے سے ہٹا ہوا نہیں سمجھتے تھے بلکہ بقول مولانا رشید الدین مرحوم یہ تو عوام میں کسی بدبخت ''مفتری'' نے ایسی باتیں مشہور کر دی ہیں۔ اس لئے عوام کو جمع بھی اسی لئے کیا گیا کہ آپ ان اکاذیب کا خود ہی رد کر دیں اور یوں ''مفتریوں'' کا رد ہو جائے۔ عبارت میں موجود الفاظ ''مفتریوں کی تکذیب ہو جائے گی'' کو بار بار ملاحظہ فرمائیں یہی ایک عبارت رضاخانی کے سارے ڈھکوسلوں کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کیلئے کافی ہے۔

خلاصہ کلام سیف الجبار کا یہ اقتباس چیخ چیخ کر کہہ رہا ہے کہ اس خانوادے میں آپس میں کتنی محبت و دوستی تھی۔ اور جو کچھ کیا جا رہا تھا دشمن جسے مولانا رشید الدین ''مفتریوں'' سے تعبیر کر رہے تھے نے عوام میں مشہور کیا۔ مگر بات وہی ہمارا پالا ایسے جاہل سے پڑا ہے جسے اپنی کتب کی روایات کا بھی علم نہیں۔

رہی بات دستخط کی تو رضاخانی نے بدترین دجل کیا اس لئے کہ حضرت مولانا عبدالحیؒ کے فریق مخالف نے مطالبہ صرف علامہ عبدالحیٔ صاحب کے دستخط کا کیا تھا نہ کہ پوری دہلی کا۔ پس جب مطالبہ ہی نہیں تو دستخط نہ کرنے کو حمایت سے تعبیر نہ کرنا عجیب دجل ہے۔ پھر بدایونی نے اقرار کیا کہ:

''ہر مسئلے کا جواب دیا کہ چنداں مخالف جمہور کے نہ تھے''۔ (سیف الجبار، ص ۸۹)

تو جب ہر جواب جمہور کے موافق تھا تو بقول رضاخانی اس پر دہلی کے لوگوں نے دستخط نہ کر کے خود صاف اقرار کرلیا کہ وہ بدعتی ہیں اور جمہور کے ساتھ نہیں لہٰذا دستخط نہیں کرتے۔ ملاحظہ ہو کہ حضرت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کو معاذ اللہ بدعتی ثابت کرنے کیلئے اس جاہل نے اپنی جہالت کی وجہ سے پورے دہلی کے مسلمانوں کو بدعتی اور جمہور سے ہٹا ہوا ثابت کر دیا۔

حیلہ سازی یا رضاخانی دجل!!!

موصوف نے ۴۵۳ تا ۴۵۸ ایک لایعنی بحث چھیڑی کہ جب مولانا عبدالحیٔ بڈھانوی کے سامنے استفتا پیش ہوا تو آپ نے دستخط نہیں کئے اور پھر سیف الجبار جیسی غیر معتبر کتاب سے حوالہ دیا کہ اس پر کس کس کے دستخط تھے۔ اور لکھتے ہیں:

''البتہ اتنا ضرور معلوم ہوتا ہے کہ مہروں سے سوالات مزین کرنے والے افراد اپنے وقت کے جلیل القدر عالم تھے اور وہ ان دونوں یعنی بڈھانوی و دہلوی کے عقائد کو مشکوک سمجھتے تھے''۔ (کشف القناع، ج ۱، ص ۴۵۶)

اصل میں رضاخانی نے ایک مفروضہ قائم کر دیا ہے کہ یہ کوئی باقاعدہ مناظرہ کی مجلس تھی اس لئے اب جواب نہ دینا یا اس میں نہ بیٹھنا یہ شکست کی دلیل ہے۔ اور اسی لئے جواب نہ دے کر علامہ عبدالحیٔ مناظرے سے فرار کے حیلے بنا رہے تھے۔ حالانکہ یہ کوئی باقاعدہ مناظرہ تھا ہی نہیں۔ حضرت علامہ عبدالحیٔ بڈھانوی رحمۃ اللہ علیہ درس سے فارغ ہوئے تو ایک غیر معروف شخص جو کہ کوئی طالب علم تھا نے پرچی آگے بڑھا دی کہ اس پر دستخط کر دو۔ اب قارئین کرام آپ انصاف سے جواب دیں کہ اگر کوئی اس بے ہودگی پر کہہ دے کہ میں دستخط نہیں کرتا تو کیا یہ فرار ہوتا ہے؟ وقت کے ایک معروف عالم دین کے سامنے کسی طالب علم کی کیا حیثیت کہ وہ اس سے پرچیوں پر دستخط لئے پھرے۔

بھاگا اور مفرور تو فضل حق خیر آبادی تھا جو خود حجرے میں بیٹھ کر اپنے چیلوں چپاٹوں کو آگے کیا ہوا تھا۔ خان صاحب بریلوی اور رضاخانی کہتے کہ مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری رحمہ اللہ کی کیا حیثیت کے ہم جواب دیں؟ تو کسی طالب علم کی کیا حیثیت کہ وہ مولانا عبدالحیٔ بڈھانوی سے دستخطوں کا مطالبہ کرے۔

اگر جواب نہ دینا فرار کے حیلے ہیں تو پھر تو ان تمام رضاخانیوں کو اپنا فرار تسلیم کرنا چاہئے جن کو علامہ ساجد صاحب نے فون کیا اور جواب نہ آنے پر فون کاٹ دیا۔ خود جس کے نام پر یہ کتاب چھاپی گئی یعنی چشتی جب اسے پتہ چلا کہ علامہ صاحب فون ریکارڈ کر رہے ہیں تو بات کرنے سے انکار کر دیا اور صلواتیں سنانا شروع کر دیں جسے نیٹ پر سنا جا سکتا ہے۔

خان صاحب بریلوی کا مولوی انوار اللہ حیدر آبادی سے اذانِ ثانی پر اختلاف ہوگیا یہ حیدر آبادی کوئی آج کا رضاخانی ٹٹ پونجیا نہیں تھا بلکہ بقول خان صاحب: ''حضرت بابرکت جامع الفضائل لامع الفواضل شریعت آگاہ طریقت دستگاہ حضرت مولانا الحاج مولوی محمد انوار اللہ صاحب بہادر بالقابہ العزیز۔ علم و فضل، انصاف و عدل، حق گوئی، حق جوئی، حق دوستی، حق پسندی پھر بحمدہ تعالیٰ غلامی خاص بارگاہ بیکس پناہ قادریت

جناب کو حاصل''(کلیات مکاتیب رضا، ج ا،ص ۱۰۶،۱۰۷) تھے۔خان صاحب تو اپنے منہ کو ان کے قابل بھی نہیں سمجھتے تھے۔

خان صاحب نے ان کو تین خطوط لکھے کہ مسئلہ اذان ثانی پر مجھ سے بحث کریں اور میرے اشکالات دور کریں۔مگر حیدرآبادی صاحب نے ان کو جواب دینا تو دوران کے اشکالات دور کرنا تو دور صاف بول دیا کہ منہ بند کرو اور اس مسئلہ میں بول ہی مت۔(ملخصا کلیات، ج ا، ص ۱۰۹)۔خان صاحب نے ان کو دوسرا خط بھیجا مگر سو دن گزر جانے کے بعد بھی انوار اللہ نے کوئی جواب نہ دیا۔(ایضا ص ۱۱۴)

اب یہاں پر بھی کوئی واویلا کرو گے؟ تمہارا یہ حق گو وحق جو عالم خان صاحب بریلوی کو منہ لگانے کو تیار نہیں تو کس منہ سے گلہ کرتے ہو کہ مولانا عبدالحیٔ بڈھانوی ؒ نے ایک طالب علم کے پرچے کا جواب دینا مناسب نہ سمجھا۔جس اصول پر انوار اللہ حیدرآبادی نے جواب نہ دیا وہی اصول حضرت بڈھانوی ؒ کیلئے تسلیم کرلیں۔پھر علامہ عبدالحیٔ ؒ کیلئے تو حیلے بہانے مناظرے سے فرار کہتے ہو اگر چہ انہوں نے اسی وقت جواب بھی دے دیا تھا یہاں تو تمہارا خان صاحب ترلے کررہا ہے مگر'' جامع کمالات'' جواب دینے کو تیار نہیں تو یہاں بھی اس کی شکست تسلیم کرو گے؟اور اسی طرح صفحات سیاہ کرو گے جس طرح علامہ عبدالحیٔ بڈھانوی ؒ پر کئے؟

غرض وعظ کے بعد ایک پرچی تھما دینا کہ دستخط کردو اور علامہ عبدالحیٔ کا دستخط نہ کرنا بالکل اصول پر تھا اگر ہم ہوتے تو اسی وقت وہ پرچی منہ پر مار دیتے یہ تو علامہ عبدالحیٔ ؒ کا بڑا پن تھا کہ وہیں بیٹھ کر جواب دے بھی دئے۔خود عبدالحکیم شرف قادری نے تسلیم کیا کہ علامہ عبدالحیٔ بڈھانوی کوئی قیل وقال اور حیلے بہانے کرنے والے مناظر نہ تھے جیسا کہ یہ رضاخانی تاثر دینا چاہ رہا ہے بلکہ ''سلامتی طبع'' رکھنے والے ایک سلجھے ہوئے آدمی تھے چنانچہ لکھتے ہیں:

''یہ مولوی عبدالحیٔ صاحب کی سلامت طبع کی علامت ہے کہ حق واضح ہونے پر تسلیم سے گریز نہ کیا ورنہ آج کل کے مناظرین ایسا کوئی اور ہوتا تو میدان چھوڑ جاتا لیکن تسلیم نہ کرتا''۔(حاشیہ سیف الجبار،ص ۹۱)

اب رضاخانی کہتا ہے کہ علامہ عبدالحیٔ تو مناظرے سے بھاگنے کے بہانے ڈھونڈ رہے تھے لیکن عبدالحکم شرف قادری کہتا ہے کہ یہ تو آج کے (رضاخانی جیسے) مناظرین کی عادت ہے کہ وہ بات ماننے کے بجائے قیل قال کرتے ہیں اور میدان مناظرہ سے فرار کے حیلے بہانے بناتے ہیں مولانا عبدالحیٔ تو ''سلامت طبع'' والے تھے انہوں نے حق بات کو اسی وقت تسلیم کرلیا۔مگر بات وہی کہ یہ آدمی ایسا جاہل ہے کہ اسے اپنی کتب وتاریخ کا کچھ پتہ ہی نہیں۔یہ بھی غور فرمائیں کہ بقول رضاخانیہ حضرت علامہ عبدالحیٔ بڈھانوی ؒ نے تو حق قبول کرلیا۔مگر یہ مظفر حسین شاہ خود کراچی سے دیگر رضاخانیوں کے ساتھ اپنے 'کنز العلما اشرف جلالی' کے پاس گیا اور بقول ان لوگوں کے ہمیں کئی گھنٹے وہاں ذلیل کیا گیا اور کسی طرح حق قبول نہ کیا جس کے جواب میں جلالی نے ایک ویڈیو اپلوڈ کی کہ یہ جھوٹ بول رہے ہیں ان کو پورا پروٹوکول دیا گیا مگر یہ بجائے مناظرہ کرنے کے دلائل دینے کے مجھ سے زبردستی غلط موقف منوانا چاہتے تھے۔مظفر حسین شاہ نے آج تک اس کا کوئی جواب نہ دیا جو رضاخانی اصول کے مطابق تسلیم کرنا ہوتا ہے۔تو پتہ چلا کہ حیلے بہانے کرنے والے،حق کے آگے ڈھٹائی اختیار کرنے والے اور غلط نظریات وعقائد اختیار کرکے گمراہ کرنے والے علمائے دیوبند نہیں بلکہ یہ رضاخانی فرقہ ہے۔

موصوف رضاخانی لکھتے ہیں:

''ایک طرف بڈھانوی صاحب سفر اور فرصت نہ ہونے یکسوئی تحقیق وتفصیل کا بہانہ بنا رہے تھے لیکن دوسری جانب صاحبزدگان سے یہ کہا:

'' آپ لوگ میرے صاحبزادے ہیں اور میں آپ سے برادری اور رشتہ داری کی نسبت بھی رکھتا ہوں جس وقت بھی آپ یاد فرماتے تو

آپ کو اختیار تھا (میں حاضر ہو جاتا) اور اگر خود آپ غریب خانہ پر آدھی رات کو بھی تشریف لاتے تب بھی ٹھیک تھا آپ سے یگانگت کی وجہ سے یہ شکایت کر رہا ہوں"۔

ان دونوں باتوں کو آپ ملاحظہ فرمائیں ایک طرف تو مناظرہ نہ کرنے کیلئے حیلہ سازی کی جارہی ہے دوسری جانب چکنی چپڑی باتیں بھی کی جارہی ہیں۔صاجزادے آدھی رات کے اندھیرے میں نہیں بلکہ دن کے اجالے میں بحث ومباحثہ کرنے آئے۔پھر کون سا بڈھانوی صاحب نے ان باتوں کو تسلیم کرلیا"۔(کشف القناع، ج ا،ص ۴۵۹)

یہ ساری کہانی بھی اسی مفروضے پر ہے کہ یہ کوئی باقاعدہ مناظرہ تھا۔جب بنیاد ہی میں فساد تو اس پر مرتب تمام نتائج باطل ہی نکلیں گے۔ ثانیا یہ فرار نہیں ایک اصولی بات تھی کہ اگر میرا موقف ہی جاننا تھا تو آپ کے اور میرے برادرانہ تعلقات ہیں میرے گھر آکر یا مجھے بلا کر معلوم کر لیتے۔کیونکہ سیدھی سی بات ہے کہ عوام کالانعام کے اس مجمع میں اپنے مخالف بھی ہوں گے جو بعد میں اس کو غلط رخ دیں گے۔اور ہوا بھی یونہی۔حضرت مولانا عبدالحیٰ بڈھانوی ؒ کا یہ خدشہ بالکل درست نکلا۔چنانچہ وہ مجلس جو نہ کسی بحث ومباحثہ کی مجلس تھی،نہ مناظرہ،نہ اس میں حضرت علامہ عبدالحیٰ بڈھانوی ؒ یا شاہ شہیدؒ کو کسی قسم کا گستاخ وکافر معاذ اللہ قرار دیا گیا نہ ان کے کسی عقیدے پر کسی قسم کا اعتراض کیا گیا۔مگر اسی مجلس پر فضل رسول بدایونی اور خان صاحب کے اذناب نے مرچ مصالحے لگا کر یہ قصے وناول گھڑ لئے کہ یہ تو بہت بڑا شاندار مناظرہ تھا جس میں شاہ اسمٰعیل شہیدؒ اور مولانا عبدالحیٰ بڈھانوی ؒ کو زبردست شکست ہوئی اس میں ان کے کفریہ عقائد پر معاذ اللہ خوب رد کیا گیا۔

موصوف کا یہ کہنا بھی بالکل جھوٹ ہے کہ صاجزدگان دن کے اجالے میں بحث ومباحثہ کرنے آئے تھے کیونکہ سیف الجبار کا حوالہ گزر چکا کہ صاجزدگان کو تو سرے سے کوئی اعتراض ہی نہیں تھا،وہ تو مفتریوں کا منہ کالا کرنے آئے تھے اور اسی لئے دن کے اجالے میں آئے کہ حضرت آپ کی بات بجا ہے کہ ہم آپ کے گھر تشریف لاتے لیکن مسئلہ ہمارا نہیں ان مفتریوں کا ہے جنہوں نے عوام میں یہ غلط مشہور کر دیا کہ آپ معاذ اللہ سلف کے رستے سے ہٹے ہوئے ہیں۔

انوار اللہ حیدرآبادی نے خان صاحب کے استفسارات پر خان صاحب کو یہی کہا کہ:

"تو نہ بول،مصلحت کے خلاف"۔(کلیات مکاتیب رضا،ج ا،ص ۱۰۹)

تو اگر علامہ عبدالحیٰ بڈھانوی ؒ نے اس مجلس کو اس وقت مصلحت کے خلاف سمجھ کر اس کے انعقاد کا شکوہ کیا تو اسے فرار کہنا یقیناً کسی رضاخانی عقل کا ہی شاخسانہ ہو سکتی ہے۔رضاخانی شیخ الحدیث مولوی عبدالرزاق بھترالوی صاحب لکھتے ہیں:

"مناظرہ کا تیسرا طریقہ جو بہت عمدہ ہے

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت۔۔۔اپنے مکتوب میں تحریر کیا لکھتے ہیں:

"۔۔۔باکمال خلوص گذارش ہے کہ کہ فقیر کدہ پر تشریف لے آئیں کسی ہجوم وچپقلش کا اندیشہ نہ فرمائیں۔۔مدت مکالمہ میں ہم چار شخصوں کے سوا دو ایک ناخواندہ خادم مولانا جناب اور ہر دو حضرات موصوفین کی خدمت اور ثانیا مجھ فقیر کے کاموں کیلئے رہیں گے۔۔۔باقی کوئی شخص اتنی دیر تک نہ آنے پائے گا کہ شرم مجمع کسی فریق کو باعث خودداری یا ہجوم غوغہ موجب پریشان ذہن نہ ہو"۔

(ارفع الدرجات،ص ۲۱۷،۲۱۸ بحوالہ کلیات مکاتیب ج ا،ص ۲۷۳ تا ۲۷۵)

تو آپ کے خان صاحب کے ہاں مناظرہ بھرے مجمع میں نہ ہوتا تھا بلکہ وہ مناظرے کیلئے گھر بلاتے تھے اور مناظرے میں چار سے زیادہ

آدمی رکھنے کے روادار نہ تھے کسی قسم کے مجمع ہجوم کے قائل نہ تھے ۔آپ کے شیخ الحدیث مناظرے کے اس طریقے کو سب سے عمدہ طریقہ قرار دیتے ہیں ۔یہی بات مولانا عبدالحیئ بڈھانوی ؒ نے کی کہ اگر استفسار ہی مقصود تھا تو اتنا مجمع لگانے کی کیا ضرورت تھی؟ جو بات سننے سے زیادہ شوروغوغہ میں لگی ہوئی ہے ۔مگر برا ہو تعصب کا جس انداز سے خان صاحب مناظرہ کرنا چاہتے تھے اور جو انداز مناظرہ رضاخانیوں کے ہاں سب سے اعلی وارفع ہے وہ محض اہل سنت کے بغض میں آج مناظرے سے فرار کے ''بہانے'' ہو گئے ۔اگر یہ بہانے ہیں تو یہ بہانے خان صاحب نے تراشے ہیں ۔بلکہ اس سے بھی واضح بات اس رضاخانی شیخ الحدیث نے یوں کی:

''آپس میں اختلاف ختم کرنے کا پہلا طریقہ:

اس میں کوئی شک نہیں ہم میں سے کوئی معصوم او رمحفوظ عن الخطا نہیں ،غلطی کا امکان ہر وقت ہر ایک سے ہے ۔آپس میں اختلاف ختم کرنے کا بہترین ،عمدہ اور آسان طریقہ یہ ہے ۔اگر کسی بزرگ عالم دین کی کسی تحریر میں کوئی ایسی عبارت آجائے جس سے مخالف غلط فائدہ اٹھا سکتا ہو تو اس بزرگ عالم دین کے ہم مرتبہ ایک یا زیادہ علما اس کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کے مقام ومرتبہ کا پاس رکھتے ہوئے مودبانہ درخواست کریں کہ اس عبارت کو حذف کر دیں یا تبدیل کر دیں''۔(ارفع الدرجات ،ص ۲۱۵)

حضرت مولانا عبدالحیئ بڈھانوی ؒ نے یہی کہا کہ مجھ سے بات کرنے کا رضاخانی اصولوں پر سب سے عمدہ ،بہترین طریقہ یہی تھا کہ آپ کے مجھ سے برادرانہ و دوستانہ تعلقات تھے آپ میرے پاس تشریف لے آتے یا مجھے بلا لیتے اور آپس میں بیٹھ کر اس پر بات کر لیتے یہ ہجوم لگانے کی کیا ضرورت تھی؟ اسی کو رضاخانی نے اختلاف ختم کرنے کا سب سے عمدہ طریقہ قرار دیا مگر افسوس کہ آج ان ضدی ابوجہلوں کے ہاں یہی عمدہ طریقہ فرار کے بہانے کھلائے جاتے ہیں ۔تف ہے ایسی ضد پر ۔نیز اس رضاخانی نے یہ بھی جھوٹ بولا کہ:

''پھر کون سا بڈھانوی صاحب نے ان باتوں کو تسلیم کر لیا''۔

حالانکہ ماقبل میں عبدالحکیم شرف قادری کا حوالہ گزر چکا کہ بڈھانوی صاحب نے حق قبول کیا یہ ان کی سلامت طبع کی علامت تھی ۔مگر رضاخانی کہتا ہے کہ حق قبول نہیں کیا ۔اصل بات وہی کہ ہمارا پالا ایسے جاہل سے پڑا ہے جسے اپنی کتابوں کا بھی ہوش نہیں ۔

آگے ۴۵۹ تا ۴۶۶ یہی فضولیات بغیر کسی مستند حوالے سے مختلف طریقے سے ہانکی کہ علامہ عبدالحیئ بڈھانوی ؒ اور شاہ اسمعیل شہید ؒ مناظرے سے فرار کے حیلے بہانے کر رہے تھے جس کے جواب دئے جا چکے ہیں ۔نیز یہ جاہلانہ بات بھی کی کہ جب مناظرہ ہوا ہی نہیں تھا تو علامہ عبدالحیئ بڈھانوی ؒ ''روئیداد'' کس چیز کی مرتب کر رہے ہیں؟ حالانکہ کوئی اس جاہل کو بتائے کہ کسی ''روئیداد'' کو مرتب کرنا ''مناظرے'' کو متلزم نہیں کل کو کوئی رضاخانی اپنے ''سفر'' کی ''روئیداد'' مرتب کرے تو اس جاہل مطلق کے نزدیک وہ مناظرے کر رہا ہے ۔

نیز یہ اصل مدعی تو تھا ہی نہیں اصل مدعیٰ کاشف اقبال اور غلام مہر علی کے اکاذیب تھے جو انہوں نے اس نام نہاد دہلی مناظرے کے نام پر اپنی کتب میں لکھے جس کا تفصیلی رد علامہ ساجد صاحب نے اپنی کتاب میں کیا اور موصوف اس کا کوئی جواب نہ دے سکے ۔

ہم نے سنا ہے کہ خان صاحب بریلوی حرامی ہیں بجواب ہم نے سنا ہے کہ تم حرامی ہو

علامہ ساجد صاحب نے لکھا تھا کہ:

اس ساری روئیداد سے پہلی بات تو یہ معلوم ہوئی کہ الحمدللہ اس وقت تک جامع مسجد دہلی میں حضرت علامہ عبدالحیئ بڈھانوی وشاہ اسمٰعیل

شہید رحمۃ اللہ علیہما کا درس و وعظ برابر جاری تھا اور وہ بھی چند ساعت کے لیے نہیں بلکہ ظہر سے عصر تک یہ درس جاری رہتا۔ اگر یہ حضرات معاذ اللہ اتنے بڑے گستاخ تھے یا پورا دہلی یا خاندان ولی اللّٰہی ان کا مخالف تھا تو دہلی کی شاہ مسجد میں ہرگز ہرگز ان کو درس کی اجازت نہ دی جاتی۔

(دفاع، ج ۱، ص ۱۲۵)

اس کے جواب میں ایک دفعہ پھر خان صاحب کے شرم و حیا سے عاری بچپن والا ''کرُتا'' اتار کر رضا خانی یوں گویا ہوئے:

''سابقہ صفحات میں آپ نے جو حوالے پڑھے ہیں ان سے یہ بخوبی معلوم ہو جاتا ہے کہ تمام علما دہلی میں سے اور خاندان ولی اللّٰہی میں سے کوئی بھی ان دونوں یعنی اسمٰعیل دہلوی اور عبد الحیٔ بڈھانوی کا ممد و معاون نہ تھا اور پورے دہلی میں ان دو افراد کے سوا ان کے نظریات رکھنے والا کوئی صاحب علم موجود نہ تھا اگر ایروں غیروں میں سے کوئی اکا دکا ان نظریات کا حامل ہو تو بھی وہ النادر کالمعدوم کے حکم میں ہوگا۔ باقی رہی بات ان کے درس و وعظ کی تو ہم یہاں پر ایک حوالہ نقل کرتے ہیں جس سے معلوم ہو جائے گا کہ لوگ ان کے وعظ میں ان کی کیسی مرمت کیا کرتے تھے حوالہ ملاحظہ کریں: دیوبندی مذہب کی مشہور و معروف کتاب 'ارواح ثلاثہ' میں مرقوم ہے کہ:

''جناب خان صاحب نے فرمایا کہ ایک مرتبہ مولوی محمد اسمٰعیل صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ وعظ فرما رہے تھے اثنائے وعظ میں ایک شخص اٹھا اور کہا کہ مولوی صاحب ہم نے سنا ہے کہ تم حرامی ہو۔ آپ نے نہایت متانت سے جواب دیا کہ میاں تم نے غلط سنا ہے میرے ماں باپ کے نکاح کے گواہ بڈھانہ پھلت اور خود دہلی میں ہنوز موجود ہیں اور یہ فرما کر پھر وعظ شروع کر دیا''۔ (ارواح ثلاثہ، ص ۶۹)

اس حوالہ سے معلوم ہوتا ہے کہ دہلی کے لوگ اسمٰعیل دہلوی کے وعظ سے بیزار و نالاں تھے اور دوران وعظ بھی ایسے جملوں سے (جو حوالہ میں ذکر ہوئے) اس کی خاطر مدارت کرتے رہتے تھے، اور صاف ظاہر ہے کہ اس آدمی کو جس نے یہ جملہ کہا عوامی حمایت بھی حاصل تھی ورنہ ایک آدمی بھرے مجمع میں مجمع کے محبوب خطیب و واعظ کو ایسا کیسے کہہ سکتا ہے؟ پھر خاص طور پر اسماعیل دہلوی کو ایسا کہنا (جو کہ خاندان ولی اللّٰہی سے تعلق رکھتے تھے) بہت بڑی بات تھی، ایسا تب ہی ممکن تھا جب اس آدمی کو عوامی حمایت حاصل ہو اور دہلی کے خاص و عام اسماعیل دہلوی سے بیزار ہو چکے تھے۔

اس حوالہ پر مزید کچھ لکھنے کی ہماری تہذیب و شرافت ہمیں اجازت نہیں دیتی، ہاں البتہ یہ ضرور معلوم ہوتا ہے کہ دہلی کی عوام اسمٰعیل دہلوی کی روز روز کی بے جا تقریر سے تنگ و بیزار تھے اور کہتے ہیں کہ تنگ آمد بجنگ آمد لہٰذا اس آدمی نے بھرے مجمع میں یہ کاروائی کی۔ لہٰذا دیوبندی موصوف کو اسماعیل دہلوی کی وکالت میں ان کے وعظ پیش کرنا بے فائدہ ہے۔ ان کے وعظ کی حالت تو آپ لوگوں نے معلوم کر لی پھر ان کے وعظ سے کیسے استدلال کیا جا سکتا ہے''۔ (کشف القناع، ج ۱، ص ۴۶۶، ۴۶۷)

جواب:

قارئین کرام! ہم نے رضا خانی کا یہ طویل غلاظت نامہ اس لئے پیش کیا تا کہ آگے کسی کو یہ شکوہ نہ رہے کہ ہم نے جواب میں سختی دکھائی ہے۔ اول بات خاندان ولی اللّٰہی تو الگ حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ پوری طرح شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کے ساتھ تھے اور وہ ان کو اپنا جانشین بنانے کا سوچ رہے تھے، ان کو دیکھ کر اللہ شکر ادا کرتے، حضرت شاہ دہلویؒ کی علمی گدی سنبھالنے والے شاہ محمد اسحٰقؒ نے ان کے میدان جہاد کو سنبھالنے کے بعد اسباب کے درجے میں ان کی تمام تر حمایت کو دہلی سے جاری رکھی، مولانا رشید الدینؒ کے ساتھ ان کے دوستانہ تعلقات تھے مولانا رشید الدین نے جو مجمع جمع کیا تھا وہ ان حضرات کی مخالفت میں نہ تھا وہ تو ان کو ماننے والے تھے صرف ان کے سامنے مفتریوں

کی کذب بیانیوں کو طشت از بام کرنا تھا، جیسا کہ ماقبل میں حوالے گزر چکے ہیں ۔رہی عوام و وعظ کی بات تو اس پر بھی ہم رضاخانی کتاب کا حوالہ دے دیتے ہیں رضاخانی تھانیدار لکھتا ہے:

''آخر انہوں نے اولوالعزمی اور خروج پر کمر باندھی ۔اور بہت مریدان کی جمعیت سے دہلی چھوڑ کر لکھنو پہنچے ۔ہر منزل میں مریدوں کی تعداد بڑھتی گئی''۔(انوار آفتاب صداقت،ص ۴۵۵)

تو دہلی میں ''اکادکا'' حمایتی نہ تھے بلکہ ''بہت سے مریدوں کی جمعیت'' تھی جو ان کے ساتھ ہی دہلی چھوڑ گئے اور جہاں جاتے مریدوں کی تعداد بڑھتی ۔اندازہ لگائیں جب کسی منزل پر عارضی قیام پر مریدوں کی تعداد بڑھ جاتی تو جس دہلی میں آپ کا قیام و وعظ مستقل ہوتا اس میں مریدوں کی تعداد کتنی ہوگی؟ یہی وجہ ہے کہ حضرت سید احمد شہیدؒ کے ہاتھ بیعت کرنے والوں کی تعداد لاکھوں تک بتلائی گئی (غالباً چالیس لاکھ اس وقت صحیح تعداد ذہن میں نہیں)۔

مریدوں کی تعداد ہزاروں لاکھوں میں تھی اس کا اندازہ اس سے بھی لگالیں کہ معاذ اللہ شاہ اسمٰعیل شہیدؒ دنیا کے سب سے بڑے گستاخ تھے ،نبی کریم ﷺ کو ننگی ننگی گالیاں دیتے تھے اور نبی کریم ﷺ کی شان میں ایسی گستاخیاں کی تھی کہ یہودیوں وعیسائیوں کو بھی جرات نہ ہوئی (یہ ساری بکواس خان صاحب نے الکوکبۃ الشہابیہ میں لکھی) مگر بقول رضاخانیوں کے دہلی کی جامع مسجد میں ہزاروں عوام وعلما ان سے بات کرنے کیلئے جمع ہوئے تو انہوں نے کسی کو گھاس تک نہ ڈالی اور کہا کہ یہ کوئی طریقہ نہیں بات کرنے کا نکلو یہاں سے ۔اور کسی کو آگے بڑھ کر ان کا گریبان پکڑنے کی جرات نہ ہوئی ۔حالانکہ غیرت ایمانی کا تقاضہ یہ تھا کہ اسی وقت معاذ اللہ ان کی گردن اتار دی جاتی ۔اتنی صریح گستاخیاں کرنے کے بعد بھی جس کی جرات کسی کافر کو بھی نہ ہوئی بجائے اس پر توبہ کرنے کے توبہ کا مطالبہ کرنے والوں کو الٹا دھمکیاں دے رہے ہیں۔

یہ پس منظر بتاتا ہے کہ یا تو شاہ شہیدؒ کے بارے میں معاذ اللہ یہ گستاخی کا پروپیگنڈا جھوٹا ہے اور حقیقت بھی یہی ہے اسی لئے اس دہلی اجتماع میں کہیں بھی تقویۃ الایمان کو زیر بحث نہیں لایا گیا اور اگر اس کو سچ مانتے ہو تو دلی کی عوام معاذ اللہ اتنے دیوث تھے کہ ایک گستاخ انہیں منہ پر دھمکیاں دے رہا ہے اور وہ بے غیرتوں کی طرح سن رہے ہیں یا پھر شاہ صاحبؒ کے حمایتی اس قدر زیادہ تھے کہ کسی کو آگے بڑھنے کی جرات نہ ہوئی۔

بہر حال موصوف نے اس حوالے سے جو کچھ پیش کیا وہ اول تو غیر معتبر ہیں اور اگر معتبر ہیں تو اس سے وہ کچھ ثابت نہیں ہوتا جو رضاخانی کرنا چاہ رہے ہیں۔

رہی بات ارواح ثلاثہ کی حکایت کی تو یہ اس میں کہیں یہ نہیں کہ یہ واقعہ دہلی کا ہے ۔موصوف نے خواہ مخواہ ایک جز واقعی سے پر سے پرندہ بنادیا اور اپنی خبیثانہ ذہنیت سے رائی کا پہاڑ کھڑا کرنا چاہا۔موصوف کو ثابت کرنا چاہئے تھا کہ ہزاروں کا مجمع آپ کے ساتھ ایسا ہی کرتا ۔بھلا جس آدمی نے لوگوں کے شرک کے اڈے ،اور حلوے مانڈے بند کردئے اس کے سامنے اگر کسی دن ایسا بے حیا و بے شرم خان صاحب بریلوی کھڑا ہو جائے تو اس میں کیا تعجب کی بات ہے؟ ایسے بے حیا رضاخانی ہر دور میں مل جاتے ہیں ۔اگر لوگ آپ سے بیزار تھے تو وعظ کہنے کی جرات کیسی ہوئی؟ میں رضاخانی سے پوچھتا ہوں کہ پورا پاکستان یا اس کا کوئی شہر کسی سے بیزار ہو جائے تو کیا وہاں اسے وعظ کہنے کی جرات ہو سکتی ہے؟ کیا آپ کے ملک میں کسی مرزائی کو کسی مرکزی مسجد میں بیان کرنے کی جرات ہو سکتی ہے؟ آپ کی مسجد میں کسی دیوبندی

کو بیان کرنے کی جرات ہو سکتی ہے؟ حضرت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کا اس طرح کھلم کھلا وعظ کرنا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ خان صاحب بریلوی نے جو خباثتیں اس شہید راہ حق کی طرف منسوب کی ہیں وہ کذب بیانیوں کے سوا کچھ نہیں۔ اس بے شرم و بے حیا کو اپنے جیسے ایک بے غیرت کی تہمت تو نظر آتی ہے مگر ڈنکے کی چوٹ پر شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کا بیان کرنا نظر نہیں آتا؟

یہ رضاخانی اس قدر شرم و حیا سے عاری ہو چکے ہیں کہ اہل سنت کی مخالفت میں اسلام کے مسلمہ اصولوں کو پس پشت ڈالتے ہوئے بھی نہیں شرماتے۔ کیونکہ اس آدمی نے شاہ اسمٰعیل شہیدؒ پر تہمت لگائی اب ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ یہ شخص کہتا کہ اس بد بخت کو اسی کوڑے لگانے چاہئے تھا یہ تو شاہ صاحبؒ کی وسعت قلبی تھی کہ تسلی سے اسے جواب دے رہے ہیں مگر الثانیہ بے حیا اسی مردود الشہادۃ فاسق فاجر قاذف کی حمایت کیلئے کھڑا ہو گیا اور اس کی بکواس پر شہید راہ حق پر تبرا شروع کر دیا۔

اگر وعظ میں کسی کو حرامی کہنا معاذ اللہ عوام کی بیزاری کی دلیل ہے تو حضرت مرتضیٰ حسن چاند پوریؒ بانگ دہل خان صاحب بریلوی کو ''حرامی'' کہتے اس کے نکاح کو ''زنا خالص'' کہتے ہیں اس کی اولاد کو ''ولد الحرام'' کہتے اس پر خان صاحب بریلوی کو مناظرے کا چیلنج دیتے مگر خان صاحب میدان مناظرہ میں آ کر اپنا حلالی ہونا کیا ثابت کرتے اور اپنے باپ کے نکاح کے کیا گواہ پیش کرتے خان صاحب کو تو پوری زندگی جواب دینے کی جرات نہ ہوئی اور یوں باصول رضاخانیہ اپنا حرامی ہونا خود تسلیم کر گئے۔ اب رضاخانی اصول پر پورے ہندوستان میں یا پورے دیوبند میں کسی رضاخانی کو جرات نہ تھی کہ حضرت چاند پوریؒ کا ہاتھ پکڑتے کہ یہ کیا کہہ رہے ہو؟ جس خان صاحب نے بقول رضاخانیوں کے گستاخوں کا ناطقہ بند کر دیا اور پورے ہندوستان کے مسلمان آپ کے فتوے پر عمل کرتے بھلا اس ہندوستان میں کسی کو یہ جرات کیسی ہوگئی کہ ہندوستان کے مرکزی عالم کو ''حرامی'' کہتا، چھاپتا پھرے بلکہ چودہ سو سال میں یہ اعزاز خان صاحب کے حصہ میں آیا کہ ان کے حرامی اور اولاد کے ولد الزنا ہونے پر باقاعدہ مناظرے کے چیلنج دیئے جاتے تھے۔ رضاخانی اصول پر تو اس کا مطلب ہے کہ تنگ آمد بجنگ آمد خان صاحب سے لوگ ایسے تنگ آ گئے تھے کہ اب اس کی بکواسی تحریروں کا جواب اسے حرامی کہہ کر دیتے اور یوں وقتاً فوقتاً اس کی مرمت کرتے تھے۔ مولوی بشیر کوٹلی لکھتا ہے:

''اعلیٰ حضرت کے نام ایک خط گالیوں سے بھرا ہوا کسی صاحب کا آیا۔ اعلیٰ حضرت کے ایک مرید نے وہ خط پڑھ لیا۔ اور وہ بڑے غصہ میں آ گئے اور اعلیٰ حضرت سے کہنے لگے کسی بدتمیز نے نہایت کی کمینہ پن کا ثبوت دیا ہے خط میں گالیاں لکھ کر بھیجی ہیں۔ میری رائے ہے کہ ان پر مقدمہ کیا جائے۔ ایسے لوگوں کو قرار واقعی سزا دلوائی جائے تا کہ دوسروں کیلئے عبرت و نصیحت ہو ورنہ دوسروں کو بھی ایسی جرات ہوگی''۔

(سنی علما کی حکایات، ص ۲۵، اکبر بک سیلز لاہور)

اب ارواح ثلاثہ میں ایک شخص کا حرامی کہہ دینے سے رضاخانی نے یہ افسانہ گھڑ لیا کہ پورا دہلی آپ سے معاذ اللہ بیزار تھا اور آپ کی مرمت کرتا تھا۔ تو یہاں خان صاحب کے بارے میں کیا کہیں گے جن کو لوگ اپنے نام پتے کے ساتھ گالیاں لکھ کر بھیجتے اور جس طرح خط پڑھنے والا غصہ ہوا اور اسے کمینہ کہا تو اندازہ یہی ہوتا ہے کہ خط میں خان صاحب کو کم از کم:

''حرامی، ذلیل، کمینے، کھوتے کے بچے، خنزیر، بے غیرت، بے حیا، شرابی کبابی، زانی، دیوث، کنجر''

کہا ہوگا۔ رضاخانی ناراض نہ ہو ہم خان صاحب کو کچھ نہیں کہہ رہے بلکہ بھیجے گئے گالی نامہ کے مندرجات کو پڑھ رہے ہیں۔ اگر موصوف کو پر سے پرندہ بنانے کی اجازت ہے تو ہم تو حقائق پر گفتگو کر رہے ہیں ورنہ بتلایا جائے کہ اگر اس قسم کی گالیاں نہ تھی تو کس قسم کی گالیاں تھیں جس پر

پڑھنے والا اتنا ناراض ہوا؟

مگر خان صاحب ان تمام گالیوں کو برداشت کرتے رہے جس سے نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ خان صاحب کی خرافاتی کتب رسائل سے عوام اس قدر بیزار ہو چکی تھی کہ ان کتب کے جواب میں گالیاں بھیج کر ان کی مرمت کرتے تھے۔ موصوف کہتے ہیں کہ:

''اس حوالہ پر مزید کچھ لکھنے کی ہماری تہذیب وشرافت ہمیں اجازت نہیں دیتی''

سوال یہ ہے کہ آخر اس واقعہ میں ایسا کیا ہے جو آپ کی تہذیب وشرافت اجازت نہیں دیتی؟ تہذیب وشرافت سے عاری تو آپ خان صاحب کی طرح بچپن سے ہی ہیں تو یہ بہانے کیوں؟ اب دو باتیں ہیں:

''یا تو دوران وعظ اس شخص نے تہذیب وشرافت سے گری ہوئی بات کہی جس کی وجہ سے موصوف کوئی تبصرہ نہیں کرنا چاہتے۔ اگر ایسا ہے تو آخر پھر اس حکایت کو پیش کیوں کیا؟

یا پھر اس بدبخت کا یہ کہنا درست تھا اور معاذ اللہ واقعی محض الزام لگا دینے سے کوئی شخص حرامی ہو جاتا ہے اس لئے موصوف بات نہیں کرنا چاہتے ورنہ خواہ مخواہ تہذیب کا دامن چھوڑنا پڑتا۔ تو بھی درست نہیں اس لئے کہ خود خان صاحب کہتے ہیں:

''ایسے ہی وہابی، قادیانی، دیوبندی، نیچری، چکڑالوی جملہ مرتدین ہیں کہ ان کے مرد یا عورت کا تمام جہاں میں جس سے نکاح ہوگا مسلم ہو یا کافر اصلی یا مرتد انسان ہو یا حیوان محض باطل اور زنا خالص ہوگا''۔ (ملفوظات، حصہ دوم، ص ۲۲۷)

تو اگر اس پر کلام کرنا شرافت وتہذیب سے عاری ہونا ہے تو خان صاحب تو اس قسم کے باقاعدہ فتوے جاری کرتے تھے۔ نیز اگر محض الزام لگانے سے معاذ اللہ شاہ صاحب پر الزام ثابت ہو گیا اس لئے آپ بات نہیں کرنا چاہتے تو خان صاحب پر ''حرامی'' ہونے کا محض الزام ہی نہ تھا بلکہ علامہ صاحب نے دفاع جلد اول میں ان کے اپنے اصولوں وفتاوی سے ان کا حرامی ہونا ثابت بھی کیا ہے۔ نیز آپ کو تو محض ایک حکایت مل گئی جس میں ایک جاہل کا ذکر ہے لیکن خان صاحب چودہ صدیوں میں وہ واحد عالم دین کہلائے جاتے ہیں جن کے حرامی ہونے پر باقاعدہ مناظروں کے چیلنج دئے جاتے تھے مگر ان کو پھر بھی میدان میں آنے کی جرات نہ ہوتی۔

آپ لوگ خان صاحب بریلوی کو سنیوں کا امام سمجھتے ہیں تو کیا چودہ صدیوں میں خان صاحب بریلوی کے علاوہ بھی کسی مایہ ناز ''سنی عالم'' کا حوالہ پیش کیا جا سکتا ہے جس کو اس کے مخالفین نے اس کے ''حرامی'' اور اس کے ''پورنے خاندان'' کے ''حرامی'' ہونے پر بیانگ دہل مناظرے کے چیلنج دئے ہوں؟ مناظرہ کرنے کیلئے اس کو خطوط پر خطوط لکھے ہوں؟ اگر نہیں اور یقینا نہیں تو اپنے اصولوں سے تسلیم کرو کہ خان صاحب سے ہندوستانی عوام اس قدر بےزار ہو چکی تھی اور ان پر خان صاحب کا حرامی ہونا ایسے روز روشن کی طرح واضح ہو چکا تھا کہ باقاعدہ اس پر میدان مناظرہ سجانے کی دعوت دیتے تھے۔

آئیے اب ہم ثبوت کے ساتھ بتاتے ہیں کہ خان صاحب بریلوی کے علاوہ کون کون حرامی ہے اور جسے بھرے مجمع میں حرامی کہا گیا اور اس کی ماں کو گالیاں دی گئی ہیں۔ رضاخانی مولف مظفر حسین شاہ کے سمدھی عرفان شاہ مشہدی نے بھرے مجمع میں اجتماع کے دوران رضاخانی مولوی ومشایخ کی موجودگی میں ڈاکٹر اشرف آصف جلالی کو ''حرامی'' اور ''حیض کی پیداوار'' کہا مگر یہاں اپنے ہی قلم سے یہ رضاخانی ''گونگا شیطان'' بنا ہوا ہے۔ ایک حرامی اور ملاحظہ ہو۔

احمد رضا خان نے ایک کتاب لکھی ہے ''ازالۃ العار'' جسے بہار شریعت فاونڈیشن کراچی نے شائع کیا ہے جس میں اس نے کہا ہے کہ

چونکہ غیر مقلد (اہلحدیث فرقہ) گستاخ وہابی ہے اس لئے کافر ہے اور جو ان کافروں کو اپنی بیٹی دے وہ ایسا ہے جیسے کتے تلے اپنی بیٹی بچھادی یہ لوگ کتوں سے بھی بدتر ہیں (ص ۴۴)۔اب ذرا تصویر کا دوسرا رخ بھی ملاحظہ فرمائیں غلام رسول سعیدی کا مایہ ناز شاگرد اسمٰعیل نوری اپنے استاذ کے بارے میں لکھتا ہے کہ:

''والد صاحب اور بڑے بھائی مسلکا اہلحدیث تھے''۔(حقائق شرح صحیح مسلم و دقائق تبیان القرآن۔ص ۳۸)

معلوم ہوا کہ غلام رسول سعیدی کی والدہ رضاخانی خبیث فتوے سے کتے تلے۔۔۔اور غلام رسول سعیدی۔۔۔حرامی۔۔۔۔

قارئین کرام! کم از کم مولانا غلام رسول سعیدی صاحب کے متعلق ہم اس قسم کا تبصرہ بالکل بھی نہیں چاہتے مگر اول تو یہ سب رضاخانی بریلوی کی خباثت ہے لہذا اصل جوتے اس کی قبر پر مارنے چاہئے اور ہم بمصداق ''تنگ آمد بجنگ آمد'' جو رضاخانی کو بھی مسلم ہے یہ کہہ رہے ہیں کہ ہمارے وہ اکابر جنہوں نے اپنی قیمتی جانیں اللہ کی راہ میں واردیں یہ لعنتی کبھی انہیں رنگ رلیاں منانے والا کہتا ہے، کبھی حرامی تو آخر ہم کب تک برداشت کریں؟ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ خان صاحب بریلوی سے لیکر اس رضاخانی تک ہر وہ بریلوی حرامی و حرامزادہ ہے جو خان صاحب کی کتب واصول سے سو فیصد متفق ہے۔اس رضاخانی نے جو اپنی جہالت،ضد،تعصب کی وجہ سے یہ کہا:

''اس حوالہ سے معلوم ہوتا ہے کہ دہلی کے لوگ اسمٰعیل دہلوی کے وعظ سے بیزار و نالاں تھے اور دوران وعظ بھی ایسے جملوں سے (جو حوالہ میں ذکر ہوئے) اس کی خاطر مدارت کرتے رہتے تھے،اور صاف ظاہر ہے کہ اس آدمی کو جس نے یہ جملہ کہا عوامی حمایت بھی حاصل تھی ورنہ ایک آدمی بھرے مجمع میں مجمع کے محبوب خطیب و واعظ کو ایسا کیسے کہہ سکتا ہے؟''

تو اس اصول پر تو معاذ اللہ نبی کریم ﷺ کی ذات بابرکات بھی نہیں بچتی کیونکہ ایک دفعہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین کی موجودگی میں:

''حضرت ابو برزہ اسلمی ؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس مال غنیمت میں سے کچھ مال لایا گیا تو آپ ﷺ نے دائیں اور بائیں جانب بیٹھے لوگوں کو تو دیا لیکن پیچھے والوں کو نہیں دیا تو ایک شخص کالے رنگ کا کھڑا ہوا اور کہا:

یا محمد ما عدلت فی القسمۃ

اس پر رسول اللہ ﷺ سخت ناراض ہوئے اور فرمایا کہ خدا کی قسم تم میرے بعد کسی کو مجھ سے زیادہ عدل والا نہیں پاؤ گے۔

(مشکوۃ المصابیح،ج ۲،ص ۳۱۸،رقم الحدیث ۳۳۹۴،مکتبہ رحمانیہ)

اب رضاخانی اصول پر ایسے جانثاران صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین کی موجودگی میں ایک بدبخت کا یہ جرات کرنا تو اس بات کو ثابت کرتا ہے کہ حضور ﷺ عادل نہ تھے اور استغفر اللہ نقل کفر کفر نہ باشد اس سے تنگ آ کر بھرے مجمع میں لوگ اپنی بیزاری کا یوں اعلان کرتے۔اندازہ لگائیں ان کی یہ بدبختی کہاں تک پہنچتی ہے؟ حقیقت بھی یہی ہے کہ یہ یہودی النسل حقیقت میں رافضیوں کی طرح نبی کریم ﷺ ہی کو معاذ اللہ گالیاں دینا چاہتے ہیں لیکن عوام کے خوف سے علمائے دیوبند کو بدنام کرنے کیلئے ایسے اصول گھڑتے ہیں کہ اس سے کوئی بھی شخص نبی کریم ﷺ پر طعن کرسکتا ہے۔

ہوسکتا ہے کہ موصوف کہے کہ دوسری روایات میں حضرت عمر فاروق ؓ نے اسے قتل کرنے کی اجازت چاہی تو جواب یہ ہے کہ آپ کا اصل اعتراض تو بھرے مجمع میں اس قسم کی جرات کرنے پر ہے اور وہ یہ منافق کرچکا۔باقی دیگر روایات میں جس طرح عمر فاروق ؓ کا ذکر ہے تو

ممکن ہے کہ ارواح ثلاثہ میں مذکور اس شخص کی بھی بعد میں مرمت کی گئی ہو یا مرمت کی اجازت طلب کی گئی ہے مگر منقول نہ ہوئی ہو کہ رضا خانی اصول ہے عدم ذکر عدم شیئ کو مستلزم نہیں۔

اسی طرح اس بدبخت کے اس اصول پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا وہ واقعہ سامنے رکھیں کہ جب بھرے مجمع میں ایک عورت نے آپ پر تہمت لگائی۔ اسی طرح اس کمینے کے اس اصول کو سامنے رکھتے ہوئے بھرے مدینے میں منافقین کو حضرت اماں عائشہؓ پر تہمت لگانے کی جرات ہوئی اس کے اس اصول پر تو وہ تہمت بھی سچی ثابت ہوتی ہے استغفر اللہ۔

اس تیس مار خان کے اس جاہلانہ اصول کو سامنے رکھ کر یہ واقعات بھی پڑھیں کہ علامہ عبد الوہاب شعرانی رحمہ اللہ نے اپنی تصنیف 'الیواقیت والجواہر' میں ایسے کئی واقعات نقل فرمائے ہیں۔ جس میں اساطین علم کو بھرے مجمع میں گھسیٹا گیا، ان کو پابند سلاسل کیا گیا، ان پر طرح طرح کی تہمتیں لگائی گئیں چند واقعات ملاحظہ کیجئے:

سمنون المحب جو کہ قشیری کے رجال میں سے ہیں ان پر بڑے بڑے جرموں کی تہمت لگائی گئی۔ مخالفین نے بازاری عورتوں میں سے ایک عورت کو رشوت دی جس نے آپ پر الزام لگایا کہ یہ اور ان کے ساتھی اس عورت کے پاس آتے ہیں۔ اس بنا پر آپ کو ایک سال روپوش رہنا پڑا۔

حضرت سہل بن عبد اللہ تستری رحمہ اللہ کو ان کے شہر سے نکالا گیا اور آپ کی امامت و بزرگی کے باوجود آپ کو گندی حرکات کی طرف منسوب کیا گیا اور کافر تک کہا گیا۔ بایزید بسطامی رحمہ اللہ کو سات مرتبہ جلاوطن کیا گیا۔ ذوالنون مصری رحمہ اللہ کو مصر سے بغداد تک بیڑیاں اور طوق ڈال کر گمایا گیا اور اہل مصر نے آپ کے خلاف بے دین ہونے کی تہمت لگانے کے لیے آپ کے ساتھ سفر کیا۔

شیخ تاج الدین سبکی رحمہ اللہ پر کفر کی تہمت لگائی گئی۔ اور ان کے خلاف گواہی دی گئی کہ شراب ولواطت کے جواز کے قائل ہیں اور رات میں زنار پہنتے ہیں۔ اور آپ کو طوق و بیڑیاں ڈال کر شام سے مصر لایا گیا۔ شیخ جمال الدین باہر آئے اور راستے میں ملے اور ان کے خون کی حفاظت کا حکم دیا۔ (الیواقیت والجواہر ص ۷۸-۷۹ مترجم)

علامہ سیوطیؒ نے کیا ہی خوب کہا کہ:

''مجھ پر اللہ پاک کے انعامات میں سے یہ بھی ہے کہ اس نے میرا ایک ایسا دشمن کھڑا کیا جو مجھے ستاتا اور میری عزت وحرمت پر حملے کرتا ہے تا کہ مجھے انبیا و اولیا کی اقتدا کا شرف حاصل ہو''۔ (الیواقیت والجواہر ص ۷۶ مترجم)

تو علامہ سیوطیؒ نے نزدیک تو کسی شخص کا کسی عالم دین کو ستانا اور اس کی عزت وحرمت پر حملہ کرنا یہ اس عالم کی حقانیت کی دلیل ہے مگر یہ کم بخت مارا ایسا جاہل رضا خانی ایسا ضدی و متعصب ہے کہ اسی کو شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کے باطل ہونے کی دلیل بنا رہا ہے۔

اگر یہ بدبخت کہے کہ یہ سارے منافق تھے، دو نمبر لوگ تھے تو یہی ہم کہتے ہیں کہ ارواح ثلاثہ میں موجود شخص بھی احمد رضا خان کی طرح کوئی کمینہ منافق تھا۔ جاہل انسان یہ تو ایک آدمی تھا کہ اگر ایسے سو بھی جمع ہو جاتے تو یہ حضرت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کی حقانیت کی دلیل بنتی نہ کہ ان پر وجہ طعن کیونکہ رضا خانی مولوی لکھتا ہے:

''علما حق کی یہ ایک علامت یہ بھی ہے کہ کئی عاقبت نا اندیش ان کے خلاف ہو جاتے ہیں اور ان کی شان میں گالیاں تک بکنے لگتے ہیں (جیسا کہ رضا خانی اور ارواح ثلاثہ میں مذکور شخص۔ ناقل) حق بیان کرنے والا (شاہ اسمٰعیل شہید۔ ناقل) باطل پسندوں (یعنی رضا خانی

بریلویوں۔ناقل) کی نظروں میں لازماً کھٹکے گا۔اور وہ اس کی مخالف ضرور ہو جائیں گے۔ یہ حقیقت ہے کہ جس عالم کا کوئی مخالف نہیں جسے سب اچھا کہیں وہ حق گو ہی نہیں''۔(سنی علما کی حکایات،ص ۲۵)

اگر بالفرض حضرت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ تنہا بھی ہوتے اور سارا دہلی آپ کا مخالف ہوتا تو یہ بھی رضاخانی اصول پر آپ کی حقانیت ہوتی نہ کہ مذمت کیونکہ رضاخانیوں نے لکھا:

''امر واقعہ یہ ہے کہ ہمارے ملک ہندوستان کے کئی شہروں میں اعتقادی فتنے برپا ہیں صرف ایک تنہا شخص عالم اہلسنت و جماعت اپنی جان کی بازی لگا کر ان فتنہ گروں کا مقابلہ کر رہا ہے''۔(حسام الحرمین،ص ۱۳،مکتبہ نبویہ لاہور)

یہاں یہ سوال بھی ہے کہ خان صاحب جب معاذ اللہ پورے ہندوستان کے''امام اہلسنت''تھے اور بریلی میں آپ کی حفاظت کرنے والے جاںنثار ہمیشہ موجود رہتے تو خان صاحب بریلوی کو تنہا جان کی بازی لگانے کی کیا ضرورت تھی؟اس کا مطلب رضاخانی اصول پر پورے ملک کے مسلمانوں نے خان صاحب بریلوی کی اس تکفیری فتنے پر لعنت بھیجی اور کوئی بھی اس فتنہ گر''فتین''کا ساتھ دینے والا نہ تھا۔

ایک رضاخانی لکھتا ہے:

''میں نے بہ کثرت حضرات مشائخ کرام کے مبارک احوال کا مطالعہ کیا ہے جو ظلم و ستم معاندوں نے حضرت مجدد کے ساتھ کیا ہے اور کر رہے ہیں اس کی نظیر مجھ کو نہیں ملی ہے۔غالباً اس کا سبب یہ ہے کہ آپ نے اہل زیغ کیلئے کج روی کے تمام راستے مسدود کر دئے ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ نے کیا خوب اس حقیقت کا اظہار کیا ہے کہ:''اللہ تعالیٰ نے جو طریقہ انبیا کے ساتھ رکھا ہے اور جو اس کی عادت مستمرہ ہے وہی اس نے حضرت مجدد کے ساتھ کیا کہ ظالموں اور مبتدعین نے آپ کو ایذا پہنچائیں اور متقشف فقہا نے انکار کیا تا کہ اللہ تعالیٰ آپ کے درجات میں اضافہ کرے اور آپ کی وفات کے بعد آپ کی حسنات میں بیشی ہوتی رہے''۔

(حضرت مجدد اور ان کے ناقدین،ص ۱۴۰)

تو اگر دوران وعظ اس قسم کے رضاخانی صفت بے ہودہ،بدزبان،بدتمیز مظہر اعلیٰ حضرت کھڑے ہو جاتے تو یہ تو حضرت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کی حقانیت کی دلیل ہے کہ اللہ نے آپ کے ساتھ وہی طریقہ رکھا جو انبیا کے ساتھ تھا اور اس سے مقصود آپ کے درجات بلند کرنا ہے۔

آخر میں ایک حوالہ ملاحظہ ہو کہ امام اعظم ابوحنیفہؒ سے ان کے شاگرد نے پوچھا کہ اگر کوئی آپ سے کہے کہ میں آپ کے دین یا جس کی آپ عبادت کرتے ہیں اس سے بیزار ہوں تو آپ اس پر کیا حکم لگائیں گے؟تو امام صاحبؒ نے جواب دیا:

''میں اس سے پوچھوں گا کہ دین سے بیزاری کا کیا مطلب ہے؟آیا معاذ اللہ اللہ کے دین سے یا اللہ سے بیزار ہے؟تو اس صورت میں تو وہ کافر مشرک ہے اور اگر مراد یہ کہ میں اللہ سے یا اللہ کے دین سے تو بیزار نہیں ہوں ہاں آپ کے دین سے بیزار ہوں کیونکہ آپ کا دین اللہ سے کفر ہے معاذ اللہ اور آپ جس کو پوجتے ہیں اس سے بیزار ہوں کیونکہ آپ شیطان کو پوجتے ہیں معاذ اللہ تو میں اسے کافر نہیں کہوں گا اس لئے کہ وہ مجھ پر جھوٹ باندھ رہا ہے اور مجھ پر جھوٹ باندھنا کفر نہیں''۔(العقیدۃ و علم الکلام،ص ۵۹۰)

اب امام صاحبؒ کو یہ کہنا چاہئے تھا کہ میں کوئی معمولی آدمی ہوں؟میں امام اعظم ہوں بھلا کسی کی کیا جرات کے مجھے ایسا کہے؟مگر امام صاحب نے اس احتمال کو تسلیم کیا اور اس کا جواب بھی دیا۔حضرت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ نے بھی اپنے امام اعظمؒ کی پیروی کی اور وہ سخت سپاہ گر جس کی بہادری رضاخانیوں کو بھی مسلم ہے اس موقع پر کسی غصہ و جوش میں آنے کے بجائے جب معاملہ اپنی ذات کا تھا تو نہایت متانت

سے اسے جواب دیا اس لئے اس حکایت پر حاشیہ ہے کہ:

''اس سے طالب حق کو معلوم ہو سکتا ہے کہ مولانا شہیدؒ کی تیزی وغیرہ سب دین کیلئے تھی ورنہ ہیجان نفس کا اس سے بڑھ کر اور کونسا موقع ہو سکتا ہے''۔(ارواح ثلاثہ ص ۴۸)

دل تو کرتا ہے کہ اس حوالے سے اس رضاخانی کی مزید بھی ''مرمت'' کروں لیکن فی الحال اسی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔اگر اسے کچھ کہنے کی جرات ہوئی تو یار زندہ صحبت باقی۔

علما دہلی کے سامنے حضرت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کی حیثیت

علامہ صاحب نے فرمایا تھا کہ:

''رضاخانی حضرات نے نام نہاد دہلی مناظرے کو بیان کرتے ہوئے یہ اثر بھی دینے کی کوشش کی ہے کہ پورا خاندان ولی اللٰہی شاہ صاحب کا مخالف تھا اور گویا مولا رشید الدین و مولانا مخصوص اللہ و مولانا موسیٰ صاحبان جیسے حضرات مولانا شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے جانشین تھے اور پورے خاندان کے ترجمان گویا یہی تین حضرات تھے۔حالانکہ ایسا قطعاً نہیں ان کا ادب و احترام اپنی جگہ مگر شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کے علم، تقویٰ و مقام ارفع کے سامنے ان کی کوئی حیثیت نہ تھی۔حضرت شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ اپنا علمی جانشین اگر کسی کو تصور کرتے تو وہ شاہ محمد اسمٰعیل شہید یا شاہ محمد اسحٰق تھے جیسا کہ ماقبل میں حوالہ گزر چکا ہے۔(دفاع جلد اول ص ۱۲۹)

اس کے جواب میں رضاخانی نے وہی پرانے صفحات سیاہ کئے کہ شاہ مخصوص اللہ، شاہ محمد موسیٰ اور مولانا رشید الدین علم و عمل میں شاہ اسمٰعیل شہید سے بڑھے ہوئے تھے ان کے مقابل شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کو بڑھانا یہ مبالغہ آمیزی ہے۔(کشف، ج ا ص ۴۶۸، ۴۶۹ ملخصا)

حالانکہ علامہ صاحب نے یہ بات اپنی طرف سے نہیں کہی تھی، بلکہ اس پر نا قابل تردید دلائل ذکر کئے تھے جسے یہ رضاخانی بالکل گول کر گیا اور اس کا کوئی جواب نہیں دیا چنانچہ علامہ صاحب نے اس دعوی کے بعد ہی بطور دلائل ان رضاخانی حوالہ جات کو ذکر کیا:

''اب رہ گئے وہ نو خیز افراد خاندان جو دلی میں متوطن اور براہ راست شاہ عبد العزیز کے زیر نگاہ تھے یعنی شاہ رفیع الدین اور شاہ عبد الغنی کے صاحبزدگان تو ان میں سے (۱) محمد عیسیٰ (۲) محمد حسین (۳) محمد حسن (۴) عبد الرحمٰن عرف مصطفیٰ کے متعلق ہمیں معلوم نہیں کہ ان میں سے کس کس کو حصول علم کی توفیق ملی تھی کس کس نے حصول علم کو منزل آخر تک پہنچایا تھا؟ کس دل و دماغ کے تھے، کردار و عمل میں کیا مقام رکھتے تھے؟ مختصر یہ کہ معلوم نہیں یہ حضرات اس قابل تھے یا نہیں کہ شاہ محدث کی نگاہ انتخاب ان پر پڑتی؟ اس لیے اب صرف پانچ حضرات رہ جاتے ہیں:

(۱) شاہ مخصوص اللہ (۲) شاہ محمد موسیٰ (۳) شاہ محمد اسمٰعیل (۴) شاہ محمد اسحٰق (۵) شاہ محمد یعقوب۔ان میں شاہ مخصوص اللہ و شاہ محمد موسیٰ شاہ محمد یعقوب کے متعلق اگر چہ یہ معلوم ہے کہ وہ عالم تھے حسن عمل میں بھی اپنے خانوادہ گرامی کی روایات کے حامل تھے لیکن انہیں علوم میں کوئی بلند مقام اور مخصوص مرتبہ حاصل نہیں تھا دل و دماغ کی صلاحیتیں بھی غیر معمولی نہیں تھیں اور بہ حیثیت مجموعی ان شرائط کو پورا نہیں کرتے تھے جو ہم بیان کر چکے ہیں لا محالہ شاہ محدث کا رجحان اس گروہ کے باقی دو حضرات کی طرف ہونا چاہیے تھا (۱) شاہ محمد اسمٰعیل (۲) شاہ محمد اسحٰق۔روایات و آثار سے اسی قیاس کی تائید ہوتی ہے کہ شاہ صاحب نے قبیل آخر انتخاب انھیں دونو جوانوں کا کیا تھا اور فرمایا

کرتے تھے: الحمد للہ الذی وھب لی علی الکبر اسماعیل واسحٰق۔

(حیات شاہ محمد اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ: ص ۷۳/ الرحیم اکیڈمی کراچی)

شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ ہی کی زندگی میں شاہ محمد اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ مسند تدریس پر جلوہ افروز ہو گئے تھے اور جب تک دہلی میں رہے ان کا وعظ برابر جاری رہا۔ قاضی فضل احمد لدھیانوی رضاخانی جیسا متعصب بھی یہ لکھنے پر مجبور ہے:

''ہاں مولوی اسماعیل عالم محدث تھے...... مولوی اسمٰعیل کی تازہ تحصیل اور طاقت زبانی اور وعظ گوئی اور خوش بیانی میں واقعی ایک تسخیر کا عالم تھا''۔ (انوار آفتاب صداقت: ص ۲۵۵، ص ۲۵۶ طبع جدید)

حضرت شاہ محمد اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ جب جہاد پر روانہ ہوئے اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی مسند تدریس پوری طرح حضرت شاہ محمد اسحٰق صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سنبھال لی تو اس وقت بھی محدث دہلوی کے جانشین شاہ اسحٰق صاحب رحمۃ اللہ علیہ پوری طرح حضرت شاہ محمد اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ تھے اور مجاہدین کے لیے دہلی میں جو چندہ جمع ہوتا اس کی نگرانی شاہ اسحٰق صاحب ہی کرتے اور انہی کی نگرانی میں وہ چندہ مجاہدین کے پاس پہنچایا جاتا۔ حتیٰ کہ جب بعض حضـرات نے سید احمد شہید و شاہ محمد اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہما کی تحریک جہاد کی مخالفت شروع کردی تو شاہ اسحٰق صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے شاہ محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ مل کر ان الزامات کی بھرپور تردید کی اور مجاہدین کے اس قافلے کی ہر طرح سے مدد و نصرت کی۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں:

(اعانت مجاہدین مندرجہ کتاب حیات شاہ محمد اسحٰق صاحب: ص ۵۹ تا ۷۰)

قاضی فضل احمد رضاخانی کو بھی اس بات کا اقرار ہے کہ مولانا محمد اسحٰق، شاہ صاحب کے ساتھ مل گئے تھے:

''مولوی محمد اسحٰق صاحب بھی آخر کو اس طرف جھک گئے تھے اگرچہ ان کی کتابوں میں مولوی اسمٰعیل صاحب کا ساز و روشور نہیں ہے''۔

(انوار آفتاب صداقت: ص ۴۶۳ طبع جدید)

رضاخانیوں کی منافقت دیکھیں کہ خود شاہ ولی اللہ کو وہابی لکھا اور بیٹے شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کو ان سے اختلاف کی وجہ سے حق گو کہا کسی نے ان پر الزام نہیں لگایا کہ باپ کا مخالف ہو گیا لیکن جب شاہ محمد اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا رشید الدین خان صاحب سے اختلاف کیا تو آسمان سر پر اٹھالیا''۔ (دفاع جلد اول ص ۱۳۰، ۱۳۱)

ان تمام حوالوں کو یہ رضاخانی گول کر گیا۔ مزید کچھ حوالہ جات ملاحظہ ہو رضاخانی تھانیدار فضل احمد لدھیانوی لکھتا ہے:

''یہ نوجوان مولوی بڑے ذہین اور منطقی، حجتی، تیز طبعیت سپاہی مزاج غصہ ناک بیباک آدمی تھے''۔

(انوار آفتاب صداقت، ص ۴۵۴)

''مگر ہاں مولوی اسمٰعیل عالم محدث تھے''۔ (انوار آفتاب صداقت، ص ۴۵۵)

''مولوی اسمٰعیل صاحب کی تازہ تحصیل اور طاقت زبانی اور وعظ گوئی اور خوش بیانی میں واقعی ایک تسخیر کا عالم تھا''۔

(انوار آفتاب صداقت، ص ۴۵۶)

اب یہ شرم و حیا سے عاری کم از کم اپنے ہی اصول سے اپنے ہی لوگوں کی لکھی ہوئی تاریخ تو تسلیم کرلے۔ باقی مولانا منور الدین، مولانا رشید الدین، مولانا محمد موسیٰ، مولانا مخصوص اللہ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کا عالم ہونا یا کسی طور پر ذی استعداد ہونا یا مولانا رشید الدین صـاحب کی تدریسی

خدمات وغیرہ ہمیں اس سے انکار نہیں بات تو حضرت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کے مقابل ان کی حیثیت کی ہو رہی ہے۔الرحیم یا اوجز المسالک کے جو حوالے دیئے اس میں بھی اس حوالے سے کوئی تقابلی جائزہ نہیں۔

اس کو یوں سمجھیں کے کوئی کہے کہ بھلا مظفر حسین شاہ یا چشتی کی دجالیت کی خان صاحب بریلوی کی دجالیت کے مقابل کیا اوقات ہے؟ اب اس کے مقابل چشتی مظفر حسین شاہ کے دجال ہونے کے حوالے نقل کرنا شروع کر دے تو بھائی ''نفس دجالیت'' کا انکار کس نے کیا ہے؟ ہم اسے تسلیم کرتے ہیں بات تو یہ تھی کہ اس رضاخانی کی دجالیت کا تقابل اگر خان صاحب کی دجالیت سے کیا جائے تو کون بڑا دجال ہوگا؟ اس پر حوالہ دو۔تو ہمیں ان لوگوں کی تدریسی خدمات یا عالمانہ وقار و شان کا انکار نہیں شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کے مقابل ان کی کیا حیثیت تھی اس کو واضح کیا جائے۔رضاخانی نے جو یہ کہا مولانا رشید الدین کے متعلق علامہ عبد الحیٔ بڈھانویؒ نے کہا کہ:

''فنون فضیلت و دانش مندی اور تجر علمی میں اس بندے سے درجہا ان سے اعلی و افضل ہیں''۔

اور اس کو کسر نفسی بھی نہیں کہہ سکتے کہ خود علامہ بڈھانویؒ نے فرمایا کہ:''بے تصنع و تکلف اس بات کا اظہار کیا جاتا ہے''۔

(کشف القناع،ج ا،ص ۴۶۹، ۴۷۰،ملخصا)

تو یہ بھی رضاخانی کی کج فہمی ہے اس لئے کہ اللہ والوں کی اور حقیقی علما کی یہی شان ہے کہ وہ دوسرے اہل علم کے سامنے خود کو کم تر ہی سمجھتے ہیں۔بتصنع و تکلف کہنا بھی انکا بڑا پن ہی ہے۔دیکھیں خان صاحب بریلوی کہتے ہیں:

''میرے پاس علم کہاں جو کسی کو دوں یہ تو آپ کے جدِ امجد سرکار غوثیت کا فضل و کرم ہے اور کچھ نہیں''۔(مجدِ دِ اعظم،ص ۱۵۵)

اب سوال یہ ہے کہ خان صاحب نے یہ سب کچھ کسی ''تصنع و بتکلف'' کہا؟ اگر ایسا ہے تو خان صاحب بریلوی تو ریا کار ہوئے اور دکھلاوے والے ہوئے اور اگر نہیں تو جو جواب اس کا تم دو وہی ہماری طرف سے قبول کرلو۔ آپ کے مولوی نے اس قول پر کہا:

''یہ جواب اس کا بھی نشان دیتا تھا کہ علم راسخ والے مقام تواضع میں کیا ہو کر اپنے کو کیا کہتے ہیں''۔(مجد داعظم،ص ۱۵۵)

ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ علامہ عبد الحیٔ بڈھانویؒ نے جو کچھ کہا مقام تواضع میں کہا۔آخر میں رضاخانی کہتا ہے:

''اسمٰعیل دہلوی کی صحیح پوزیشن کے متعلق نہ صرف وہ خود وہابی کتب سے نا آشنا ہیں بلکہ اپنی لکھی ہوئی تحریر سے بھی لاعلم و غافل ہیں۔ہمارا ان کو مشورہ ہے کہ اگر وہ اپنے اکابرین کی کتابیں نہیں پڑھتے تو کم از کم ان اقتباسات کو ضرور پڑھ لیا کریں۔جن کو آپ نے سرقہ کرکے اپنے کتاب کی زینت بنانے کی کوشش کی ہے''۔(کشف القناع،ج ا،ص ۴۷۰)

الحمد للہ علامہ صاحب نہ صرف حضرت مجاہد فی سبیل اللہ شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کی تاریخ سے اچھی طرح واقف ہیں بلکہ رضاخانی تاریخ سے بھی خوب آشنا ہیں اور انہوں نے دفاع میں جو کچھ کہا پتھر کی لکیر ثابت ہوا۔رضاخانی نے جو دجل و فریب کیا ہم نے اس کتاب میں دلائل قاہرہ کی روشنی میں اس کو مزید رسوا کیا۔البتہ مظفر حسین اور اس کے واٹس گروپ کے اناڑیوں کو ہمارا یہ مشورہ ضرور ہے کہ جب ''مکس اچار'' کی طرح تین چار سے زاید بندے ایک کتاب لکھ ہی لیتے ہیں تو کم از کم جس کے نام پر چھپوانا چاہتے ہیں اس کو ایک دفعہ کتاب اور جس کے جواب میں وہ کتاب لکھی جارہی ہے پڑھنے کا مشورہ ضرور دیں تاکہ کتاب پڑھ کر اسے اندازہ ہو کہ یہ کتاب شائع ہونے پر اگر جواب الجواب آگیا تو کس قدر ذلت و رسوائی ہوگی تاکہ کتاب پر اپنا نام لکھوانے سے پہلے وہ دس دفعہ سوچے۔

آخری گذارش

الحمد للہ یہاں اس رضاخانی کی کتاب کی پہلی جلد کا جواب مکمل ہوا۔ دیگر جلدوں کی اشاعت کا انتظار ہے۔ اگر رضاخانی کی کتاب سے گالیاں، ناول نگاری، فضولیات، لایعنی مباحث اور اپنے ہی گھر کے حوالے یا غیر معتبر حوالے نکال دے جائیں تو کل کتاب پچاس صفحات کی بھی نہیں بنتی۔ اسی طرح اگر ہم ہر صفحے پر موجود بیسیوں "چبلیات" کا جواب دیتے تو جواب الجواب کئی جلدوں پر پھیل جاتا اس لئے کوشش کی گئی کہ حتی الامکان صرف قابل مواخذہ باتوں کا ہی جواب دیا جائے اور تبعاً محض ان کا دجل وفریب آشکارا کرنے کیلئے کبھی کبھی ضمنی باتوں کا بھی جواب دیا۔

لیکن اگر رضاخانی کو لگتا ہے کہ ہم نے کسی ایسی بات کا جواب نہیں دیا جس کا جواب ضروری تھا اور اہم تھا تو اگلی جلدوں میں دلائل کے ساتھ اس کا ذکر کردے ہم ان شاء اللہ اس کا جواب بھی ضرور دیں گے۔

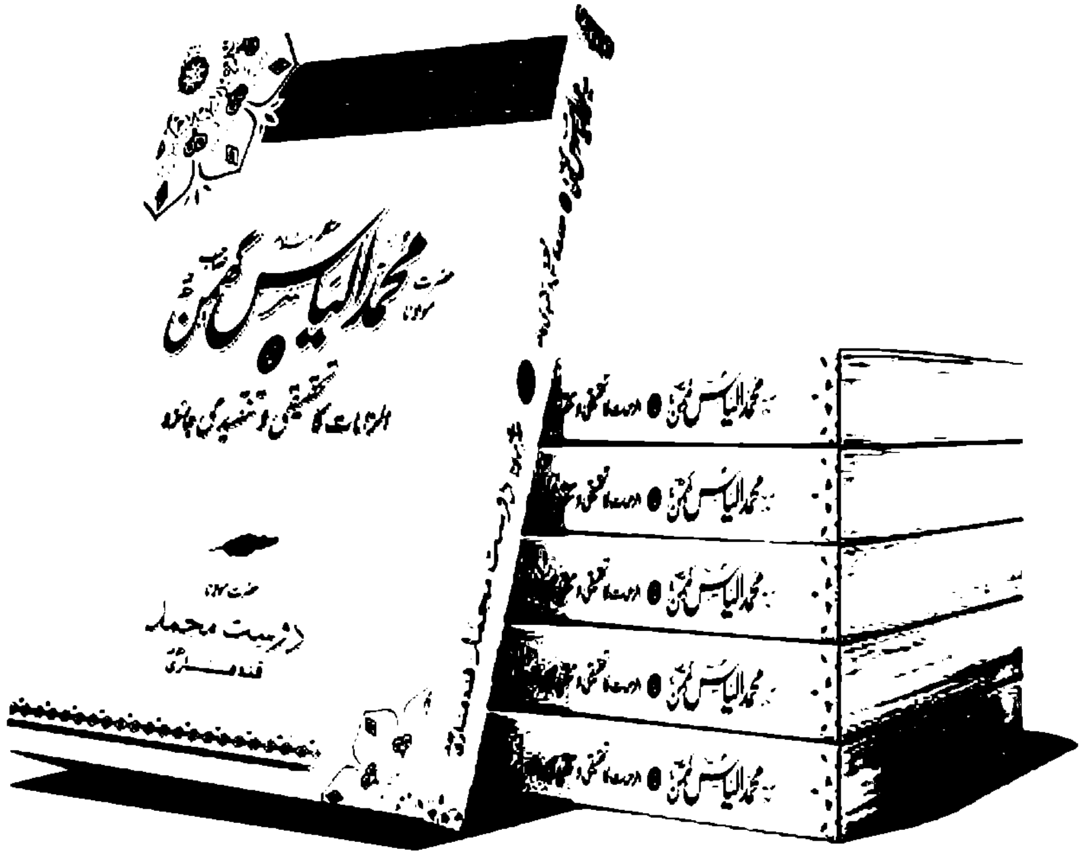
البتہ یاد رہے کہ تحذیر الناس کے متعلق "حصر حقیقی وحصر اضافی" پر قریباً ۳۵ صفحات اس نے مقدمہ میں سیاہ کئے تو اس کا مقام یہ نہ تھا مگر موصوف نے پہلی جلد کو کسی طرح ضخیم کرنا تھا اس لئے اس قسم کے فراڈ جگہ جگہ کتاب میں کئے اس کا جواب الجواب ان شاء اللہ جب تحذیر الناس کی عبارت پر بحث آئے گی تو وہاں دیا جائے گا اس سے بے غم رہیں۔

قارئین کی خدمت میں ایک ہی گذارش ہے کہ آپ پہلے علامہ ساجد خان صاحب نقشبندی حفظہ اللہ کی کتاب "دفاع اہل السنۃ والجماعۃ" کا مطالعہ کریں اس کے بعد رضاخانی کی اس کتاب کا اور اس کے بعد ہماری کتاب کا اور پھر اپنے ضمیر سے پوچھیں کہ اس شخص نے جواب الجواب میں کس قدر دجل وفریب، جھوٹ و بددیانتیوں کے مظاہرے کئے۔

اللہ پاک ساری زندگی حق و سچ بولنے لکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور اسی عقیدے پر خاتمہ کرے جس ایمانی صافی عقیدے پر مجاہد کبیر حضرت شاہ اسمعیل شہید، حجۃ الاسلام حضرت مولانا قاسم نانوتوی صدیقی، فقیہ العصر حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی صاحب، محدث کبیر حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری صاحب، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین اس دنیا سے کوچ فرما گئے اور قیامت میں ان کا پڑوس جنت الفردوس عطا فرمائے۔ آمین۔



اس کتاب میں رضاخانی میثم قادری کی کتاب میں متکلم اسلام حضرت مولانا الیاس گھمن صاحب مدظلہ پر بے بنیاد الزامات کے مدلل محقق و الزامی جوابات اس طور پر دیئے گئے ہیں کہ قیامت تک ان کا جواب کسی رضاخانی سے نہ ہو سکے گا (ان شاء اللہ)



حضرت مولانا

دوست محمد

قندھاری مدظلہ